اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

بہنوں کی عدالت

سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن/ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: افرا خان ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: ''آنچل'' پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2

فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے وہ شخص جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے۔'' (الترمذی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جنوری ۲۰۱۶ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

عیسوی سال نو مبارک ہو، سب دعا کریں کہ یہ سال نو وطن عزیز خصوصاً ہم عوام کے لیے رحمتوں برکتوں کا امن و سلامتی کا سال ثابت ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ وطن عزیز اور تمام اہل وطن کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، آمین۔

کچھ دیر سے ہی سہی کراچی میں بھی یخ بستہ ہوائیں چل پڑی ہیں، گرم کپڑے اور سویٹر جرسی جو صندوقوں میں بند اپنی باری کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں اب ان کے استعمال کی صورت نکل رہی ہے کراچی کے موسم کا دارومدار کوئٹہ کی ہوا پر ہے اور کوئٹہ کا موسم سائبریا کے موسم سے منسلک ہے۔ بہر حال کراچی میں کسی قدر ہی سہی سردی نے رخ تو کیا۔ حسب وعدہ اس ٹھنڈے ٹھار موسم کا لطف دوبالا کرنے کے لیے آپ کے آنچل میں بہن رفعت سراج کا ناول ''چراغ خانہ'' حاضر ہے۔ ہماری کوشش ہمیشہ یہی رہتی ہے کہ آنچل کو اور اب نئے پرچے حجاب کو بھی آپ کی پسند اور دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے سنوارا سجایا جائے۔ اللہ کا شکر ہے حجاب بھی آپ کی دلچسپیوں کا محور بن رہا ہے۔ آپ کے مشوروں اور تعاون کا نتیجہ ہی ہے کہ آنچل کے ساتھ ساتھ حجاب بھی آپ کی پسند کے معیار پر پورا اتر رہا ہے۔

ایک بار پھر تمام لکھاری اور قاری، بہنوں کا شکریہ اور سال نو کی مبارکباد قبول کیجیے۔

اس ماہ کے ستارے

☆چراغ خانہ — ایک طویل عرصے بعد اپنے ناول کے ذریعے رفعت سراج چراغ خانہ کے ساتھ حاضر ہیں۔

☆تو میرا شجر سایہ دار — محبت کا حسین اقرار، طلعت نظامی کا حسین شاہکار تو میرا شجر سایہ دار۔

☆دل ہار دیتے ہیں — محبت میں ہار جیت کی کہانی، سنیے نادیہ فاطمہ کی زبانی۔

☆افسانہ لہر — زندگی کے نشیب وفراز کو بیان کرتی سدرۃ المنتہیٰ ایک نئے انداز میں۔

☆عکس جاناں — عکس جاناں کی خوب صورت تصویر کشی کرتی صدف آصف کی منفرد تحریر۔

☆نیا سال — سال نو کے حوالے سے تمثیلہ زاہد کی خصوصی تحریر۔

☆موسم گلاب — موسم بہار میں فصل گل کا منظر پیش کرتی سمیرا غزل کی بہترین تحریر۔

☆سال نو کا عزم — سال نو کے نئے عزائم لیے شمیم ناز صدیقی حاضر ہیں۔

☆عشق ہے صاحب — عشق ومحبت کی انوکھی داستان، صباحت رفیق کے انداز بیان میں آپ بھی ملاحظہ کیجیے۔

☆آدھی روٹی — غربت وافلاس کے موضوع کو قلمبند کرتی حرا قریشی پہلی بار شریک محفل ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آراٗ

حمد

قبضہ ہو دلوں پر کیا اس کے سوا تیرا
اک بندۂ نافرماں ہے حمد سرا تیرا

گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
بندے سے مگر ہوگا حق کیونکر ادا تیرا

چھپتا نہیں نظروں میں یاں خلعت سلطانی
کملی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا

عظمت تری مانے بن کچھ بن نہیں آتی یاں
ہیں خیرہ و سرکش بھی دم بھرتے سدا تیرا

تو ہی ہے نظر آتا ہے ہر شے پر محیط ان کو
جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلا تیرا

نشہ میں وہ احساس کے سرشار ہیں اور بے خود
جو شکر نہیں کرتے نعمت پہ ادا تیرا

ہر بول ترا دل سے ٹکرا کے گزرتا ہے
کچھ رنگ بیاں حالی ہے سب سے جدا تیرا

الطاف حسین حالی

نعت

چن چن کے لفظ، باغ ثنائے رسول ﷺ سے
نعتیں سجائیں میں نے عطائے رسول ﷺ سے

ہم شاعروں کا جذبۂ ایمان ہے یہی
حمد خدا بھی ہوگی ولائے رسولؐ سے

جب لکھ کے نعت پیش کروں گا حضور ﷺ کو
لے لوں گا گھر ارم میں، رضائے رسول ﷺ سے

تفریق کیا بیاں ہو امیر و غریب کی
مفلس ہے بادشاہ، گدائے رسول ﷺ سے

مانے نہ مانے کوئی یہ ایمان ہے مرا
باقی خدا کا دیں ہے، دعائے رسول ﷺ سے

تاریکیوں سے دور رہے گا وہ عمر بھر
جو لو بصد خلوص لگائے رسول ﷺ سے

روکے گا کون نعت نبیؐ سے تجھے محسن
یہ ہاتھ میں قلم ہے عطائے رسول ﷺ سے

سید نسیم الحسن زیدی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

مدیرہ

رفاقت جاوید...... اسلام آباد

پیاری بہن رفاقت! سدا خوش رہو اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے زور قلم میں اور زیادہ نکھار دے تاکہ آپ یونہی اپنی تحریروں سے قارئین کے دلوں پر حکمرانی کرسکیں اور مزید حساس موضوعات کو قلم بند کریں، آپ کی طرف سے تحفہ کے طور پر دو خوب صورت کتابیں موصول ہوئیں "بہاروں کی پت جھڑ میں" اور "پروین شاکر، جیسا میں نے دیکھا" آنچل کی لائبریری میں چار چاند لگا گئی اور آپ کی کتاب "پروین شاکر" پر جو ہے اس کو ہم اپنے نئے ماہنامہ حجاب میں شروع کررہے آپ کی اجازت سے۔ جس کے لیے ہم آپ کے مشکور ہیں۔ امید ہے کہ آپ جلد ہی اپنے ناول وافسانہ سے آنچل وحجاب میں بھی جھلملائیں گی۔

اقراء صغیر احمد...... کراچی

پیاری اقراء! سدا سکھی رہو آپ کی خوش دامن کی رحلت کی خبر جان کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ بے شک ماں جیسی عظیم ہستی کا سایہ سر سے اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ان کٹھن لمحات میں آپ اور دیگر اہل خانہ کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرما کر ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

سیدہ فائزہ رازق...... گھڑی سیداں

ڈیئر فائزہ! جیتی رہو آپ کی نظم کی اشاعت پر شکریہ کی ہرگز ضرورت نہیں، آپ کی نظم اس معیار کی تھی تو ضرور شامل کرلی گئی آئندہ بھی آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے جو آپ کی نگارشات سے ہی پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

شازیہ خان...... مظفر آباد

ڈیئر شازیہ! سدا مسکراؤ، آپ کی تحریر "بھرم ٹوٹے نہ" اس بار بھی آپ کا بھرم قائم رکھنے میں کامیاب ٹھہری۔ سماجی و معاشرتی حالات کی بھرپور عکاسی کرتی یہ تحریر حقیقت کے ازحد قریب ہے اسی لیے ہماری منظور نظر ٹھہری لیکن اب ہمیں بھی آپ سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں سو بہتر سے بہترین کے لیے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہوئے وسیع مطالعہ کو اپنا شعار بنائیے اور اسی طرح کے موضوعات پر قلم آزمائی جاری رکھیے۔ ہماری جانب سے اس کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد۔

کے ایم نور المثال...... کھڈیاں خاص، قصور

ڈیئر نور! سدا سہاگن رہو شادی کے حوالے سے آپ کا نکتہ نظر بالکل درست ہے اور اس سلسلے میں آپ کا لکھا شعر بھی پسند آیا۔ بے شک مصروفیات بڑھ جاتی ہیں بہرحال آنچل پھر بھی آپ کے زیر مطالعہ رہا، جان کر اچھا لگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اس نئی زندگی میں اپنے ہم سفر کے سنگ ابدی ودائمی خوشیاں نصیب فرمائے، پیغام شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔

رخشی...... کلفٹن، کراچی

عزیزی رخشی! سدا خوش رہو آپ کی تحریر "ایک تھی ستارہ" کامیابی کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ آپ نے کافی عرصہ بعد اپنے قلمی سفر کا پھر سے آغاز کیا ہے جان کر خوشی ہوئی۔ امید ہے آئندہ بھی اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر آپ آنچل کے سلسلوں میں شرکت کرتی رہیں گی، البتہ آپ کی دوسری تحریر "سہل ہے مرنا یہاں" اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے، تحریر میں انفرادیت مفقود ہے اس بناء پر اس تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

نسیم سحر...... کراچی

ڈیئر نسیم! شاد وآباد رہو آپ کے خط میں آپ کی والدہ کی رحلت کی خبر سن کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ بے شک ماں جیسی عظیم نعمت کا کوئی نعم البدل نہیں۔ ماں کی ممتا اور شفقت کا آنچل سر سے اٹھ جانا ہے بے شک آپ سب کے لیے بڑا کربناک سانحہ ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے، آمین۔ آپ کی ایک تحریر تو دسمبر میں حجاب کے صفحات کی زینت بن چکی ہے باقی بھی جلد شامل اشاعت کرلیں گے۔

نظیر فاطمہ...... لاہور

ڈیئر نظیر! جگ جگ جیو "گھنا سایہ" کے عنوان سے آپ

کی تحریر موصول ہوئی۔ خوب صورت الفاظ مضبوط پلاٹ عمدہ کردار نگاری اور مکالمہ نگاری کی بدولت آپ کی تحریر جاذب نظر ٹھہری۔ آپ کی تحریروں کے اچھوتے موضوعات آپ کے نام کی طرح بے نظیر ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی اپنے قلم کا حق ادا کرتے قارئین کی اصلاح ورہبری کا فریضہ انجام دیتی رہیں گی اور اپنے علم کی جوت سے بہت سی شمعیں روشن کرنے میں کامیاب ٹھہریں گی۔

مہر گل...... کراچی

پیاری مہر! اسم بامسمّی بن کر ہر طرف روشنیاں بکھیرتی رہو طویل عرصے کے بعد آپ کی جانب سے دو تحاریر موصول ہوئیں ''قیامت ہی تو ہے'' حساس موضوع پر آپ نے جس طرح قلم اٹھایا اور افسردہ دلوں کا کتھارس پڑھ کر اچھا لگا۔ البتہ آپ کی دوسری تحریر ''آزمائش'' شاید آپ نے آنچل کے لیے نہیں لکھی تھی اور غلطی سے آنچل میں بھیج دی۔ آپ کی پہلی تحریر جلد لگانے کی کوشش کریں گے' امید ہے آپ بھی ان طویل مسافتوں کو عبور کرتے نصف ملاقات کے لیے ذریعے بزم آنچل میں جلوہ گر ہوتی رہیں گی۔

تمثیلہ زاہد...... کراچی

پیاری تمثیلہ! سدا مسکراؤ' سب سے پہلے تو آپ کو پیارے سے بیٹے کی ماما بننے پر بہت بہت مبارک باد اللہ سبحان وتعالیٰ آپ دونوں کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور نصیب بلند کرے' آمین۔ گھر اور بچوں کی مصروفیات میں سے آپ نے ہمارے لیے وقت نکالا بے حد خوشی ہوئی' امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا۔ حجاب کے دروازے بھی آپ پر کھلے ہیں' آپ کا افسانہ اس بار شامل اشاعت ہے۔

کائنات بشیر...... جرمنی

ڈیئر کائنات! جگ جگ جیو' آپ کی تحریر ''آج کی رات پیا'' کے عنوان سے وصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کا انداز تحریر اور موضوع دونوں ہی بہتر ہیں۔ اس لیے آپ کی تحریر قبولیت کی سند حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ امید ہے کہ آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی آنچل کے سنگ رہے گا اور اسی طرح کے موضوعات کو آپ اپنے خوب صورت انداز بیان کے ذریعے قارئین کی اصلاح کے لیے استعمال کرتی رہیں گی' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابی عطا فرمائے' آمین۔

لاریب انشال...... اوکاڑہ

عزیزی لاریب! جیتی رہو' آنچل کی جانب سے آپ کے لیے خوش خبری لیے حاضر ہیں آپ کی تحریر ''قربانی'' آپ کی پہچان بنانے میں کامیاب ٹھہری' بہت جلد آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی لیکن اس کامیابی کے ساتھ ساتھ ابھی آپ کو مزید محنت کی بھی ضرورت ہے۔ اپنا مطالعہ وسیع کرتے ہوئے دیگر رائٹرز کی تحریروں کا بغور مشاہدہ کریں اس سے آپ کے لکھنے کے انداز میں مزید پختگی آئے گی اور موضوعات کے چناؤ میں انفرادیت کا پہلو بھی نمایاں ہوگا امید ہے یہ کامیابی آپ کے لیے بہت سی کامیابیوں کے دروازے کھول دے گی۔

نیلم شہزادی...... سرگودھا

پیاری شہزادی نیلم! بزم آنچل کی ریاست میں خوش آمدید' آپ کی تحریر ''چناؤ'' کا بے اختیار ہم بھی چناؤ کر بیٹھے۔ خوب صورت انداز بیاں' منفرد اسلوب' نادر تشبیہات اور الفاظ کا برمحل استعمال آپ نے بخوبی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر کا حسن بڑھ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہرتی ہے۔ آپ اسی طرح قلمی تعاون برقرار رکھتے ہوئے اپنے قلم کا جادو جگاتی رہیں اور اپنے پرکشش الفاظ کا فسوں قارئین پر طاری کرکے انہیں سحر زدہ کرنے میں کامیاب رہیں۔

مونا شاہ قریشی...... کبیروالہ

ڈیئر مونا! شاد وآباد رہو' آپ نے جس حساس موضوع پر قلم اٹھایا اور عورت کے جذبات واحساسات اور اس کے سمجھوتا کرنے کی عادت کو جس طرح اپنی تحریر ''سمجھوتہ'' میں قلم بند کیا ہے' پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ موضوع اگرچہ پرانا ہے لیکن آپ کے انداز بیاں کی پختگی نے اس میں انفرادیت پیدا کردی ہے اسی بناء پر آپ کی یہ تحریر قابل قبول ٹھہری۔ امید ہے آپ آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات سے بھرپور انصاف کرتی جہاد بالقلم کرتے قارئین کے ادبی ذوق کی تسکین کرتی رہیں گی' پروردگار آپ کو بہت سی کامیابیوں سے نوازے آمین۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا

پیاری زیبی! سدا مسکراؤ' آپ نے جس موضوع کو اپنے

لیے منتخب کیا بہت خوب صورت اور عمدہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا موضوع کا چناؤ تو درست ہے لیکن انداز تحریر میں مزید محنت کی ضرورت ہے، بہرحال آپ کی یہ تحریر تراش خراش کے بعد آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالے گی لیکن آپ اس کامیابی سے اپنی محنت و لگن کا سلسلہ مزید تیز کردیجیے۔ بہت جلد آپ اپنے لکھنے میں نمایاں فرق محسوس کریں گی، امید ہے ان باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی تحریروں میں مزید پختگی لائیں گی۔

سیما بنت عاصم...... کراچی

ڈیئر سیما! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "من کا سیب" موصول ہوگئی ہے جذبات واحساسات سے گندھی یہ آپ کی تحریر جلد اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہرے گی۔ امید ہے آپ دیگر موضوعات پر بھی قلم کی روشنی سے بزم آنچل میں شمعیں فروزاں کرتی رہیں گی اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے سرفراز کرے، آمین۔

مدیحه شفیع...... بورے والا

پیاری مدیحہ! جیتی رہو آپ کی تحریر اس بناء پر ریجیکٹ نہیں کی جاتی کہ آپ کا تعلق کسی گاؤں یا چھوٹے شہر سے ہے بلکہ آپ کی تحریر "ہم خوش ہوئے" اس لیے ناکام ٹھہری کیونکہ آپ کا انداز تحریر بہت کمزور ہے املا کی اغلاط اور کردار نگاری بھی کمزور ہے لہٰذا ابھی آپ اپنے مطالعہ پر توجہ دیں ان شاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

ثناء ناز...... رجانه

پیاری ثناء! جیتی رہو آپ کی تحریر "مسافتیں مہربان ہوئیں" ہمیں موصول ہوگئی ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو اس کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے اس لیے تھوڑا سا انتظار کیجیے۔

عالیه توصیف...... نامعلوم

ڈیئر عالیہ! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر "بہت دیر تک نڈھال رہے" فرسودہ رسوم ورواج کے خلاف آپ نے جس طرح اپنے قلم کے ذریعے علم بغاوت بلند کیا بہت اچھا لگا۔ اسی بناء پر آپ کی یہ تحریر قابل قبول ٹھہری اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے آمین۔

مدیحه اکرم...... هری پور

ڈیئر مدیحہ! سدا خوش رہو آپ کی نگارشات میں نام کی غلطی ہوئی اور آئندہ اس بات کا خاص خیال رکھیں گے کہ آپ کا نام مدیحہ اکرم ہی اشاعت ہو۔ امید ہے کہ ناراضگی کے بادل چھٹ گئے ہوں گے اور رہی بات شکریہ کی تو اس کی قطعی ضرورت نہیں یہ آپ بہنوں کا اپنا ماہنامہ ہے اور معیاری چیز اپنی جگہ خود بنا ہی لیتی ہے۔ آپ مزید بھی اپنی نگارشات ارسال کرسکتی ہیں۔

ثناء عرب سنی...... صوابی

پیاری بیٹی ثناء! خوشیوں کی بہار اپنے دامن میں سمیٹو اور پھولوں کی طرح مہکتی رہو۔ آپ کا شکایت سے بھرا خط موصول ہوا، بے شک گلے اپنوں سے ہوتے ہیں لیکن اتنے بھی نہیں آپ کی نگارشات ہمیں اس وقت موصول ہوتی ہیں جب آنچل تکمیل پاکر آپ کے ہاتھوں میں آنے کے لیے بالکل تیار ہوتا ہے اس لیے آپ کی نگارشات اشاعت سے محروم ہوجاتی ہیں اس کے لیے آپ ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک اپنی نگارشات بمعہ آئینہ ارسال کردیا کریں تاکہ وہ شامل اشاعت ہوسکیں امید ہے کہ اب پیاری بیٹی ناراضگی ختم ہوگئی ہوگی۔

نورین لطیف...... ٹوبه ٹیك سنگھ

پیاری نورین! پھولوں کی طرح مہکتی ومسکراتی رہو حجاب بھی آپ کا اپنا ماہنامہ ہے رہی ہاکر کی غلط بیانی تو ایسا کچھ نہیں ہے۔ ماہنامہ حجاب بھی ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو مارکیٹ میں جلوہ گر ہوجاتا ہے آپ اپنے ہاکر کے علم میں یہ بات لے کر آئیں اور بزم سخن میں شامل ہونے کے لیے آپ کو کوپن ضرور ساتھ بھیجنا ہوگا تاکہ قرعہ اندازی میں آپ کا نام بھی شامل ہوسکے باقی اس انعامی سلسلے کے حوالے سے آپ بخوبی جانتی ہی ہوں گی۔ نازیہ کچھ مصروفیات کی وجہ سے حجاب کے لیے نہیں لکھ پارہیں لیکن جیسے ہی انہیں فراغت کے لمحات میسر آئے وہ آنچل کی طرح حجاب میں بھی اپنی تحریر کے ساتھ جھلملائیں گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بھی خوش رکھے آمین۔

سیده سحر گیلانی...... ایبٹ آباد

ڈیئر سحر! خوش رہو آپ کی تحریر "روٹی" پڑھ ڈالی کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری غربت اور افلاس کے موضوع پر لکھی آپ کی یہ تحریر آپ کے کمزور انداز بیاں کی وجہ سے رد کی گئی۔ آنچل سے آپ کی محبت بجا ہے ہمیں آپ کے

پرخلوص جذبات کا بخوبی احساس ہے لیکن ابھی آپ مزید محنت و وسیع مطالعہ کی طرف غور کیجیے آپ آنچل میں شرکت دیگر سلسلوں کے ذریعے کرسکتی ہیں۔ امید ہے اس ناکامی سے مایوس ہونے کے بجائے کوشش اور محنت جاری رکھیں گی۔

صبا الیاس...... گوجر خان

ڈیئر صبا! مانند صبا مہکتی رہو' آپ کی دونوں تحریریں آنچل کے معیار پر پوری نہ اتر سکیں۔ "میرے لخت جگر" میں آپ کے جذبات واحساسات کا بھرپور اظہار اور سانحہ دسمبر کے بچوں اور لواحقین کے لیے گرانقدر جذبات قابل تحسین ہیں لیکن اس طرح صفحہ قرطاس پر پیش کرنے میں ناکامی کی وجہ آپ کے انداز تحریر کی کمزوری ہے آپ فی الحال کاغذ قلم سے عارضی رابطہ توڑ کر کتاب سے ناطہ جوڑ لیں' اپنا مطالعہ وسیع کریں اپنی تحریروں کا دیگر بڑے رائٹرز کی تحاریر سے موازنہ کریں اس سے آپ کو بہتر لکھنے میں مدد ملے گی اور اپنی کمزوریوں کا ادراک بھی ہوگا آنچل میں شرکت کے لیے آپ دیگر مستقل سلسلوں میں شمولیت اختیار کرسکتی ہیں۔

نفیسہ صدف...... گجرات

ڈیئر نفیسہ! جیتی رہو' آپ کی جانب سے اسم اعظم کی صورت میں افسانہ موصول ہوا' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے لیکن جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ باعث تنازعہ ہے آپ موضوع کے چناؤ میں احتیاط سے کام لیں اور تحریر کی فوٹو اسٹیٹ اپنے پاس رکھیں' ہمیں اصل مسودہ ارسال کریں بصورت دیگر تحریر قابل قبول نہیں ہوگی۔

ایس چلبلی...... نور پور تھل

پیاری چلبلی! سدا خوش رہو' دعاؤں اور چاہتوں کی خوش بو میں بسا آپ کا نامہ موصول ہوا۔ آپ کو آنچل میں شرکت کے لیے اجازت کی ضرورت ہرگز نہیں ہے دیگر سلسلوں میں آپ شرکت کرسکتی ہیں۔ البتہ تحریر کے لیے اس بات کا خیال رکھیں کہ پہلے افسانے کی صنف پر قلم آزمائی کیجیے۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ' سیالکوٹ

ڈیئر نورین! جگ جگ جیو' آپ کی ناساز طبیعت کے متعلق جان کر بے حد رنجیدگی ہوئی بہرحال آپ نے پھر بھی ہمت کرکے کاغذ و قلم کا سہارا لے کر اپنے جذبات و احساسات ہوا کے دوش ہم تک پہنچائے بے حد خوشی ہوئی اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو جلد صحت و تندرستی عطا فرمائے' آمین۔ سروے میں آپ کو ضرور شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔ تبصرے تو سب ہی شامل کرلیے جاتے ہیں البتہ جو پرچے کی تکمیل کے بعد ملتے ہیں وہ ضرور ردی کی ٹوکری کی نذر ہوتے ہیں آپ کی دیگر نگارشات بھی جلد شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ کو اب تک ماہنامہ حجاب موصول نہ ہوسکا آپ کے اس دکھ میں ہم آپ کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ ہمت مرداں' مدد خدا' کوشش کرتی رہیے جلد ہاکر سے مل جائے گا۔ آنچل سے متعلق آپ کے والہانہ جذبات و احساسات آپ کے دیگر خطوط میں جان کرا چھا لگا' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائے' آمین۔ ویسے ڈسکہ میں چار جگہوں پر جارہا ہے' مین بازار' کچہری روڈ' کمیٹی بازار اور مچھلی بازار میں آپ ان جگہوں میں دیکھ لیں۔

مشی خان...... بھیر کنڈ' مانسہرہ

ڈیئر مشی! شاد وآباد رہو' خفگی وناراضگی سے بھرپور آپ کا نامہ بر موصول ہوا۔ آپ کا شکوہ بجا ہے کہ آپ اتنی دور دراز سے وقت نکال کر آنچل کی محفل میں شریک ہوتی ہیں اور اپنا نام نہ دیکھ کر افسردہ ہوجاتی ہیں۔ آپ کی شکایت متعلقہ شعبوں تک پہنچادی ہے' ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی بمعہ آپ کی دوست کرن شہزادی کی نگارشات شامل کرنے کی کوشش کریں گے' امید ہے خفگی دور ہوجائے گی۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال' سیالکوٹ

ڈیئر سدرہ جیتی رہو' آنچل میں آپ کی نگارشات کی اشاعت پر شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے جو آپ ہی کی کاوشوں سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ آپ کے تعارف کے متعلق متعلقہ شعبے میں ارسال کردیں گے آپ از سر نو اپنا تعارف ہمیں ارسال کردیں' جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

عزیزی سلمیٰ! شاد وآباد رہو' آپ کی مصروفیات کی بدولت قلمی سلسلوں کا فقدان ہے۔ کیا کیجیے جناب آج کل ہر کوئی فرصت نہ ملنے پر شکوہ کناں ہے اور کچھ مصروفیات ہماری اپنی پیدا کردہ ہیں بہرحال آپ سے توقع ہے کہ آپ اپنی معروف زندگی سے چند پل نکال کر ضرور کسی اچھی تحریر کے

ساتھ جلد حاضر ہوں گی آپ کی غزل جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جویریہ عباسی...... مری

پیاری جویریہ! سدا مسکراؤ' آپ سے نصف ملاقات اور آنچل سے آپ کے دیرینہ ساتھ کے متعلق جان کر بہت اچھا لگا۔ آپ کے افسانہ اور ناولٹ پڑھ کر ہی یہ اندازہ ہو سکے گا کہ آپ کی تحریر آنچل کے معیار کے مطابق ہے یا نہیں بہر حال آپ نے قلمی سفر کا آغاز تو ہمت کرکے کر ہی لیا ہے اب اگر کوئی تحریر ناکام بھی ہو تو مایوسی کے بجائے وسیع مطالعہ اور محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔

صبا شہزادی...... مانا نوالہ

ڈیئر شہزادی! جیتی رہو' دو سال کے طویل عرصہ بعد آپ نے آنچل کی محفل کو رونق بخشی' جان کر اچھا لگا۔ اقراء صغیر کا ناول جلد ہی آپ آنچل کے صفحات پر پڑھ سکیں گی' انتظار کی یہ گھڑیاں جلد ہی گزر جائیں گی۔ آنچل کی پسندیدگی و آپ کی دعاؤں کے لیے بے حد مشکور ہیں' جزاک اللہ۔

حمیرا رباب چندا...... سرگودھا

عزیزی حمیرا! جگ جگ جیو' پانچ سال کے عرصہ کی طویل غیر حاضری کے بعد آنچل کی محبت اور کشش نے ایک بار پھر آپ کو اپنے حصار میں مقید کرلیا' جان کر اچھا لگا۔ آنچل کے لیے آپ کے پرخلوص جذبات ہمارے لیے قابل تحسین و باعث فخر ہیں۔ بے شک آپ قارئین کی یہ تعریفی سطور و چند کلمات ہمیں آنچل کو بہتر سے بہترین بنانے کے سفر پر گامزن رکھتے ہیں اور ہماری ساری تھکن کافور کرنے کا سبب بنتے ہیں طویل عرصے کے بعد آپ نے اپنی تحریر کے سنگ پھر سے آنچل سے رابطہ استوار کیا بہت خوشی ہوئی۔ تحریر پڑھنے کے بعد جلد آپ کو اس کے متعلق بتادیں گے۔

ریشماں کنول...... فورٹ عباس

ڈیئر ریشماں! سدا سکھی رہو آپ سے طویل عرصہ بعد نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کا کہنا بجا ہے شادی کے بعد کی زندگی مصروفیات سے بھرپور ہوتی ہے ایسے میں اپنے مشاغل کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے بہر حال آپ نے تخلیقی سلسلے کا از سر نو آغاز کیا ہے بہت خوشی ہوئی آپ کہانی ارسال کردیں پڑھنے کے بعد ہی اپنی رائے سے آگاہ کرپائیں گے۔

ناقابل اشاعت:۔

چہرے' میرا جنون' میرا قلم' فیصلہ' اندھی محبت' ایسا کیوں' اعتماد' گیلے گال' سہل سے مرنا یہاں' ظرف اپنا اپنا' پھوہڑ یہ کیسا ہے انتظار' صبر کا پھل' لاگی تجھ سے لگن' نئے سال کی نئی محبت' اڑان' سلگتی شام' سنگ سنگ چلنا' روٹی' تم بن ادھورے ہم' مجرم کون' محبت بھی روگ ہے کیا' زندگی کے سہانے سفر' تمہیں زندگی سے بڑھ...... آزمائش' فیصلے مقدر کے' محبت ان چاہی' محبت اور اداس شامیں' الم ناک' گھروندہ' حساس' جھلی' یاد تنہائی' تصویر' وہ مان جو ٹوٹ گیا' ہم خوش ہوئے' باجی کوثر' جو من بھائے' کہانی سوہنی ماہیوال کی' فاطمہ' کچی عمر کے خواب' زیب' رنگ حیات تم سے' میرے لخت جگر' محسن' آیتہ الکرسی کا ورد' روشن صبح' تھپڑ' اسم اعظم' اک اور برس بیت گیا' تم میری ثروت ہو' سہارا مل ہی جاتا ہے' وطن کی پکار' تیرے عشق میں جانے جاناں' محبت کی زنجیر' یہ چاہت' کے موسم' شہید برحق' پچھتاوے کے آنسو' ماں سی' ساحل پر لکھا تیرا نام' اماں دا لاڈلا بگڑ گیا' اک لمحہ آگہی کا' ویلنٹائن ڈے' سایہ اور سائبان۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ بے حد وحساب مہربان ہے' اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرماتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں برکت دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کا مطلب ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبہ عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو سربلند کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو فروغ بخشے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر پہنچائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو بلند مرتبہ ودرجہ عطا فرمایا وہ کسی اور نبی یا پیغمبر کو حاصل نہیں ہوا' جو شفقت ومحبت رحم وکرم کا معاملہ اور انداز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وہ کسی اور نبی سے نہیں فرمایا' ایسا اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ یا نائب مقرر کرنے کے لئے بنایا جیسا کہ البقرہ کی آیت ۳۰ میں کہا گیا ہے اور البقرہ کی آیت ۳۱ میں انسان کے علم کی بابت بتایا گیا ہے' ظاہر ہے جب اللہ تبارک وتعالیٰ کو زمین پر کسی کو اپنا نائب مقرر فرمانا تھا تو اس کی تکمیل وتیاری اسی انداز سے کی گئی ہوگی کہ انسان کو تمام علوم سے آراستہ کیا ہوگا اور اسے تمام معاملات کو سمجھا دیا ہوگا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت' جو حضرت آدم سے لے کر روز قیامت تک آنے والی تھی' کو اپنے سامنے پیدا فرما کر اپنے رب ہونے کی گواہی لی تھی' جیسا کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کو بیک وقت وجود شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا اور ان تمام سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی کہ کہیں روز قیامت یہ نہ کہہ دے کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے' لیکن تاریخ انسانی گواہ ہے اور خود قرآن کریم اس بات کی اطلاع دے رہا ہے کہ انسان نے وقت کے ساتھ ساتھ نا صرف اپنے مرتبے' اپنے شرف انسانیت کو بھلا دیا اور شیطان کے بہکاوے میں پھنستا چلا گیا اور اللہ کی عبادت سے منحرف ہو گیا اور شرک وکفر کو اپناتا چلا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور اپنے خلیفہ کی اصلاح کے لئے نبی' رسول پیغمبر' کتب اور صحیفے بھیجنا شروع کیے تاکہ اس کا نائب انسان جو صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے سیدھی راہ پر آجائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اور بستی ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا نبی اور رسول نہ بھیجا ہو۔ (سورۃ فاطر۔۲۴) ہر نبی اور ہر رسول ایک ہی تعلیم لے کر آتا رہا' حدیث شریف میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے اس نے سلسلہ نبوت کے اختتام سے پہلے اپنے بندوں کو جنہیں اس نے اپنے نائب وخلیفہ کے طور پر زمین پہ بھیجا تھا' لیکن اس نے اپنے خالق ومالک سے کیے ہوئے عہد کو اپنے ملنے والے اختیار سے نہ صرف توڑا بلکہ اس سے سراسر انحراف بھی کیا' جب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جن کی عمریں بھی خوب طویل ہوا کرتی تھیں' خود حضرت آدم علیہ السلام کی عمر آٹھ سو پینتیس ۸۳۵ سال تھی' حضرت نوح جو آدم ثانی کہلائے ان کی عمر نو سو پچاس سال سے زائد تھی اتنی طویل مدت ملنے کے باوجود ان کی اُمت ان کی قائل نہ ہوئی' لیکن جب اللہ نے سلسلہ نبوت کے اختتام کا فیصلہ کر لیا تو پھر ایک ایسے بندے کو مبعوث

فرمایا جسے اللہ کی نیابت وخلافت کا عملی پیکر ونمونہ بنا کر پیش کیا جاسکے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین بنایا اور انہیں تمام عالموں کے لئے رسالت عطا فرمائی اور ان کی اُمت میں تمام انبیاء کی امتوں کو شامل کر دیا کیونکہ ان کے بعد پھر کسی اور کو ہدایت لے کر نہیں آنا تھا' اس لئے سب انبیاء کے حصے کی رحمت سب کے حصے کی امامت ورسالت آپ کے ذمہ آئی اور ہدایت کی ایسی مکمل اور جامع کتاب آپ پر نازل کی گئی جس کے بارے میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ پست ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ (الحشر۔۲۱) قرآن کریم میں اس سے پہلے کی تمام کتب کی تصدیق کر دی گئی ہے اور ان کی اصل اس میں شامل ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی نہ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے نہ اپنی طرف سے کچھ کرتا ہے' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعمال' افعال اور اقوال سب کے سب احکام الٰہی کے تابع اور اس کے مطابق تھے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسالت ونبوت کی تکمیل فرمائی ہے اس لئے تمام انبیاء کرام کے حصے کی رحمت تمام انبیاء کرام کے حصے کی اُمتیں تمام انبیاء کرام کے حصے کی ہدایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئیں' آپ کو تمام عالموں کے لئے نبی اور رحمت بنایا اور آپ کو انسان کامل بنایا تا کہ انسان جو آپ صلی اللہ علیہ سلم پر ایمان لائے اس کے لئے ایک عملی نمونہ بھی موجود ہو جس کی اتباع وپیروی کر کے وہ اپنے اعمال وافعال کی اصلاح کر سکے اور اللہ کی نیابت کی ذمے داری کو محسوس کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام واکرام بلاسبب اور بے وجہ نہیں۔ الاحزاب کی زیر تشریح آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام بھیجو تو یہ بلاوجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو دو چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ایک "صلوا علیہ" اور دوسرا "وسلموا تسلیما"۔

صلوٰۃ کا لفظ علیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں ایک کسی پر مائل ہونا اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔ دوسرے کسی کی تعریف کرنا' تیسرے کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جائے تو صرف دو پہلے معنوں میں ہی استعمال ہوگا اور جب یہ بندوں کے لئے بولا جائے تو تینوں معنی میں استعمال ہوگا اس میں محبت کا مدح وثنا کا اور دعائے رحمت کا مفہوم ہوگا اس لئے اہل ایمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صلوا علیہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے گرویدہ ہو جاؤ۔ ان کی مدح وثنا کرو اور ان کے لئے دعا کرو۔

سلام کا لفظ بھی اپنے اندر دو معنی رکھتا ہے۔ ایک ہر طرح کی آفات ونقائص سے محفوظ رہنا۔ اس کے لئے ہم اردو میں سلامتی کا لفظ استعمال کرتے ہیں' دوسرے صلح اور عدم مخالفت۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں "وسلموا تسلیما" کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ان کے حق میں کامل سلامتی کی دعا کرو۔ اور دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ تم پوری طرح دل وجان سے ان کا ساتھ دو' ان کی ہر قسم کی مخالفت سے پرہیز کرو اور سچے دل سے ان کے فرماں بردار بن کر رہو۔

دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ وہ لوگ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت راہ راست پر آئے' دین حق قبول کیا اور اپنی عاقبت سنوار لی تو یہ ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسانِ عظیم ہوگا' اس لئے ان کی دل وجان سے قدر ومنزلت کرنا ان کا حق ہوگا۔ کیونکہ قبول اسلام سے پہلے وہ سب کے سب جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے' اخلاقی پستیوں میں گرے ہوئے تھے اور وحشت' بربریت اور حیوانیت میں مبتلا تھے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی وہ ذات مبارک ہے جس نے انہیں جہنم

کی آگ سے بچایا' کفر کی راہ سے اٹھا کر خالق و مالک کی سیدھی سچی راہ پر چلنے کے قابل بنایا اور بہترین نظام حیات اور بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا جبکہ تمام طاقتیں اپنی پوری قوت استبداد سے مخالفت پر کمر بستہ تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی برائی نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر مجسم تھے' احسان شناسی کا تقاضا یہ ہے کہ صراط مستقیم پانے والے اور سیدھی راہ لگنے والے ان کا جتنا احسان مانیں' ان سے جتنی محبت کا اظہار کریں اور ان کی جتنی تعظیم کریں' کم ہے۔ اللہ رب کائنات جو ہر چیز' ہر شے کا خالق و مالک ہے' وہ خود اور تمام فرشتے اس ذات اعلیٰ صفات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام بھیج رہے ہیں تو ہماری کیا حیثیت واوقات ہم بال برابر بھی دل میں اس حکم کے خلاف کرنا تو دور کی بات ایسا سوچ بھی نہیں سکیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام اہل ایمان مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہی دعا خیر کریں جو اللہ تعالیٰ کے فرشتے شب و روز کر رہے ہیں۔ وہی ہمیں بھی کرنی چاہئے کہ اے رب دو جہاں! جس طرح تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر بے پایاں احسانات فرمائے ہیں تو بھی ان پر بے حد وحساب رحمت فرما اور ان کا مرتبہ دنیا میں بھی سب سے زیادہ بلند کر اور آخرت میں بھی انہیں تمام مقربین سے بڑھ کر اپنا قرب عطا فرما آمین!

الاحزاب کی اس آیت کے بعد متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سلام کا طریقہ تو آپ نے ہمیں بتا دیا یعنی نماز میں ہم التحیات پڑھتے ہیں۔

التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمته الله وبركاته!

ادب وتعظیم کے سب کلمے اللہ ہی کے لئے ہیں اور سب عبادتیں اور صدقے اللہ کے واسطے ہیں سلام ہو تم پر اے نبی اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

السلام علينا وعلى عبادالله الصلحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداعبده ورسوله!

سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ التحیات میں ہم السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں اور آپ سے ملاقات کے وقت السلام علیک یارسول اللہ کہتے ہیں مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرام کو مختلف مواقع پر دُرود سکھائے اور نماز میں پڑھا جانے والا دُرود کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

درود شریف:

اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد كماصليت على ابراهيمه وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد!

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان کی آل پر خاص رحمت فرما' جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت کی تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی والا ہے۔

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كمابارکت على ابراهيمه وعلى آل ابراهيم انك

حمید مجید!

اے اللہ! حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اوران کی آل پر برکتیں نازل فرما، جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اوران کی آل پر برکتیں نازل کیں، تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی والا ہے۔

یہ دُرود شریف دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے ہے یہ دُرود شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبی نسبت ہے اس لیے اُن کے لیے اُن کی آل کے لیے۔ جس میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں کے لیے یہ دُرود شریف تعلیم فرمایا گیا ہے۔ آل کے لغوی معنی خاندان والے، احباب کے ہیں۔ آل کا لفظ جب کسی طرف مضاف ہو کر استعمال ہوگا تو اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو اُس سے قریبی رشتہ یا دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ ''آل ابراہیم'' میں بھی یہی مراد ہے۔ یہاں آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان اور وہ تمام افراد جن کو علم کامل اور عملِ صالح کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ نبوت میں پناہ حاصل ہوئی۔ اس طرح آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اطلاق اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام برگزیدہ افراد پر ہوتا ہے۔ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آل محمد صرف وہ مسلمان ہیں جو شریعتِ محمدیہ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ (امام راغب اصفہانی، مفردات قرآن) چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا حضرت اسحاق علیہ السلام کے سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے تعلق ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل قرار پاتا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نسبی تعلق سے آل ابراہیم کے فرد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ حضرت ابراہیم کی آل پر دُرود بھیج کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور اپنے تعلق خاص کا اظہار فرمایا ہے۔ رحمت و برکت کی دعا ہے اہل ایمان مسلمانوں کو دین کی نعمت اور نماز کی دولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وسیلے اور واسطے سے ملی ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان عظیم کے شکریہ کے طور پر ہمارے ذمہ مقرر فرمایا کہ جب نماز پڑھیں تو اس کے آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متعلقین کے لئے رحمت و برکت کی دعا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مختلف دُرود صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو تعلیم فرمائے وہ تھوڑے تھوڑے سے فرق کے ساتھ مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں لیکن یہ سب کے سب کچھ لفظی اختلاف کے باوجود اپنے معنی میں متفق ہیں۔ ان کے اندر چند اہم نکات ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(جاری ہے)

شازیہ چوہدری

ملیحہ احمد

پیارے آنچل اسٹاف' رائٹرز اور ریڈرز کو پیار بھرا سلام قبول ہو' کیسے ہیں آپ لوگ؟ بہت مزے میں نا' آج سوچا کیوں نہ ہمارا آنچل میں اپنا تعارف کروایا جائے تو جناب مابدولت کو شازیہ چوہدری کہتے ہیں ضلع خوشاب کے ایک چھوٹے سے قصبے گنجیال سے تعلق رکھتی ہوں۔ تعلیمی قابلیت میٹرک ہے (آگے کسی نے پڑھنے نہیں دیا)۔ ہم نو بہن بھائی ہیں اور میرا نمبر آخری ہے۔ اسٹار عقرب ہے جس کی تمام خوبیاں اور خامیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ستاروں بھرے آنچل سے تعلق آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے (جب میں آٹھویں کلاس میں پڑھتی تھی) جڑا تھا۔ جو وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ آنچل کے تمام سلسلے ہی لاجواب اور دلچسپ ہیں' آنچل کی زینت بننے والی تمام کہانیاں بلاشبہ بہترین ہوتی ہیں مگر جو کہانیاں دل میں گھر کرگئیں وہ ہیں ''محبت دل پر دستک' زندگی دھوپ تم گھنا سایہ' یہ چاہتیں یہ شدتیں'' اور ''چھونا نہیں'' بہت پسند ہیں۔ پسندیدہ لباس لمبی قمیص کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور بڑا سا دوپٹہ بہت پسند ہے۔ کلرز میں پنک' ریڈ اور بلیک بہت پسند ہے۔ کپڑے بنانے کا شوق ہے' پیارے پیارے پرنٹ اور ڈیزائننگ والے پسند ہیں۔ میری ڈریسنگ تقریباً سب کو پسند آتی ہے عموماً سادگی پسند ہوں' میک اپ میں لپ اسٹک پسند ہے۔ گھر کے کاموں میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر (ارے ڈریں تو نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں)۔ گھر بھر کی لاڈلی ہوں' کم گو ہوں اور تنہائی پسند بھی۔ بہت کم لوگوں میں گھلتی ملتی ہوں شاید یہی وجہ ہے میرے دوستوں کی فہرست بہت کم ہے۔ پھولوں میں پنک اور ریڈ گلاب پسند ہیں' خوشبو ڈیلیشیا اور بلیو لیڈی پسند ہے۔ جیولری میں ڈھیر ساری کانچ کی چوڑیاں اور رنگز پسند ہے۔ شاعری کی دلدادہ ہوں' اچھی شاعری اور ادبی ذوق کی حامل ہوں۔ پروین شاکر اور وصی شاہ کی شاعری بہت متاثر کرتی ہے۔ فیورٹ ملک سعودی عرب (دعا کریں اللہ پاک جلد از جلد حج کی سعادت نصیب فرمائے' آمین۔ نمکین چیزیں کچھ خاص پسند نہیں البتہ میٹھے میں سب کچھ اچھا لگتا ہے۔ موسم سارے ہی اچھے ہوتے ہیں مگر سردی کا موسم بہت متاثر کرتا ہے۔ حال ہی میں ایک عدد منگیتر کی ملکہ بن گئی ہوں اور عنقریب شادی ہونے والی ہے۔ اپنی پسند کی چیزیں تو بتانا بھول گئی' کھانے میں بریانی اور سوجی کا حلوہ بہت پسند ہے۔ بھئی بہت برداشت کرلیا مجھ ناچیز کو' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اس کے ساتھ

اجازت چاہوں گی' اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمارے پاکستان کی حفاظت فرمائے' آمین۔ سب کو ڈھیروں دعائیں اور سلام' تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا' اللہ حافظ۔

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میری طرف سے محبت بھرا سلام قبول ہو جی تو جناب اتنی خاموشی کیوں ہو آپ کے چہروں کو کیا ہوا ایسے پھولے ہوئے ہیں جیسے...... خیر رہنے دو تم لوگ بھی کیا یاد کرو گی کہ کس سے پالا پڑا ہے۔ جی تو اُف چھپ نہیں گئی جو تلاش کرنے لگ گئی ہو میں تو ادھر ہوں آنچل میں انٹری دینے آئی ہوں۔ میں نجمہ فردوس رانا ہوں ضلع شیخوپورہ میں واقع گاؤں مانگٹ کی رہنے والی اور میں ایک سرد رات کے پچھلے پہر یکم دسمبر کو رونق بخشنے کے لیے اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی۔ رانا ہماری کاسٹ ہے' ہم سات بہن بھائی ہیں میں سب سے بڑی ہوں' باقی مجھ سے چھوٹی چار بہنیں اور دو بھائی عتیق الرحمان اور ران محمد ہادی ہے جو کہ مجھے اپنی جان سے پیارا ہے۔ جی تو اب آتے ہیں اپنی پسند اور نہ پسند کی طرف تو کھانے میں جو بھی ہو کھالیتی ہوں لیکن بس نمکین چیزوں تک میٹھے میں آئس کریم اور فروٹ کریم بے حد پسند ہے۔ لباس میں لانگ شرٹ اور ٹراؤزر بے حد پسند ہے جو کہ اکثر میں استعمال کرتی ہوں اس کے علاوہ چوڑی دار پاجامہ اور لانگ قمیص بھی بہت پسند ہے مگر پہنتی بہت کم ہوں آخر کار ایک گاؤں میں جو رہتی ہوں (بقول امی جان کے کہ لوگوں کے منہ بند رکھنا ضروری ہے)۔ جیولری میں چھالے اور نفیس سا بریسلیٹ پسند ہے اس کے علاوہ کرکٹ بہت پسند ہے' کھیلتی بھی ہوں بھائی کے ساتھ۔ ہم جوائنٹ فیملی میں رہتے ہیں تو سب ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے افراتفری مچائے رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کرکٹر شاہد آفریدی خان بہت بہت زیادہ پسند ہے' بھئی اسی وجہ سے تو میچ کے شیدائی ہیں۔ ایکٹرز میں نور حسن احسن خان اور صبا قمر کے علاوہ موسٹ فیوریٹ اداکار بابر خان پسند ہیں۔ رائٹرز میں نازی آپی' سمیرا شریف طور' عشنا کوثر اور عمیرہ آپی بہت پسند ہیں۔ آرمی کا جنون کی حد تک شوق ہے اور آرمی والے بھی بہت پسند ہیں۔ آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہلکی پھلکی شاعری بھی کرتی ہوں' اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں یہ نہ ہو کہ آپ لوگ دھکیلنے لگ جاؤ' بتایئے گا ضرور کہ مجھ سے مل کر کیسا لگا' اللہ حافظ۔

آرزو چوہدری

میرا نام آرزو چوہدری ہے شاہینوں کے شہر

سرگودھا کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہم اپنے علاقے کے زمیندار ہیں اور ہماری کاسٹ چوہدری ہے۔ پسندیدہ وہ لوگ جو میرے ساتھ مخلص، اچھے اور میرے محافظ ہیں۔ پسندیدہ کتاب قرآن مجید ہے۔ پسندیدہ ناول ''برف کے آنسو'' ہے۔ پسندیدہ ناول نگار اقراء صغیر، سمیرا احمید اور سمیرا شریف ہے، فیورٹ رسائل آنچل اور شعاع ہیں۔ سچے رشتے وہ ہوتے ہیں جو دل سے عزت کریں نا کہ ہوا کے رخ کی طرح سمت بدلتے رہیں اصل میں وہی محافظ ہوتے ہیں۔ پسندیدہ ملک سعودیہ عرب ہے اور پسندیدہ شہر سرگودھا اور لاہور ہے۔ سردیوں کی سرد راتوں سے بہت خوف آتا ہے۔ قدرتی مناظر بہت اٹریکٹ کرتے ہیں اور مجھے ہر وہ لمحہ یاد رہتا ہے جس میں حقیقی خوشی حاصل ہو یا ذہنی سکون۔ میری ذات ایسی ہے جس کا مجھے خود بھی دراک نہیں، کبھی کبھی بہت بڑی بات نظر انداز کر جانا اور کبھی چھوٹی چھوٹی بات پر رو رو کر تھکنا۔ بڑی خواہشوں کے رد ہونے پر دکھ نہیں ہوتا لیکن جب میری چھوٹی چھوٹی خواہشیں پوری نہیں ہوتیں تو مجھے بہت ڈسٹربنگ ہوتی ہے۔ سفر کرنا اچھا نہیں لگتا ایک عجیب سی تشنگی کا احساس ہوتا ہے، خامی اپنے احساسات اور جذبات کسی سے شیئر نہیں کرسکتی، دل میں رکھتی ہوں۔ خوبی دل کی اچھی ہوں کسی کے ساتھ بُرا نہیں کرسکتی اور نہ ہی کسی کو پریشان دیکھ سکتی ہوں۔ کوئی اچھا کرے تو ہمیشہ یاد رکھتی ہوں۔ پسندیدہ مہک مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو ہے۔ بُرے اور حسد کرنے والے لوگوں سے بہت نفرت ہے، جیولری میں رنگ لاکٹ اور چوڑیاں بہت پسند ہیں۔ لباس میں چوڑی دار پاجامہ، فراک اور شلوار قمیص پسند ہے۔ اپنے خیالات دو بندوں کے ساتھ شیئر کرتی ہوں اور وہی ہیں جو میرے احساسات سمجھتے ہیں۔ میری تمنا ہے مجھے سمجھا جائے، میں چاہتی ہوں کہ میرے بیان کرنے سے پہلے سامنے والا سمجھ جائے۔ پسندیدہ رنگ سرخ اور فیروزی ہے۔ تعلیم ایف اے ہے، بی اے کررہی ہوں۔ کھانے میں چکن برگر بہت پسند ہے۔ گلاب کا پھول بہت پسند ہے۔ عبادات میں نماز اور تلاوت کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ شاعری سے بہت لگاؤ ہے وہ شاعری جو سیدھی دل میں اتر جائے۔ پسندیدہ الفاظ، انسان اپنی توہین معاف تو کرسکتا ہے لیکن بھول نہیں سکتا اور خاص کر تب جب وہ ہستی قریبی ہوتی ہے اس لیے جب بھی بولیں سوچ سمجھ کر بولیں کیا پتا کسی نے آپ سے توقعات وابستہ کرلی ہو۔ آخر میں تمام جاننے والوں اور آنچل پڑھنے والیوں کو سلام، اللہ تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔

سلمیٰ اقبال

السلام علیکم! تمام ریڈرز اور رائٹرز کو خلوص دل

سے سلام ہو۔ سوچنے کا ٹائم مت لیں سلامتی سینڈ کردیں اس سے پہلے کہ لائٹ چلی جائے۔ جی تو مابدولت کو سلمیٰ اقبال کہتے ہیں‘ عبدالحنان (بھانجا) نما اور عائشہ صدیقہ (بھتیجی) سماں کہتے ہیں۔ میں اس دنیا کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے 22 مارچ (موسم بہار) کو اس دنیا میں بلکہ کشمیر میں تشریف لائی۔ میری لائف بہار کا موسم ہی لگتی ہے بس مزے ہی مزے ہیں۔ آزاد کشمیر کے ایک گاؤں پنڈی جھونجہ میں پیدا ہوئی۔ ہمارا گاؤں سرسبز و شاداب اور خوب صورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ عمر 17 سال ہے‘ سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں۔ پسندیدہ شخصیات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم‘ علامہ اقبال اور میرے پیارے بھائی افضل احمد شامل ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ دل کی بہت اچھی ہوں‘ دوسروں سے بغض رکھنا مجھے پسند نہیں‘ حساس بہت ہوں۔ خامی یہ ہے کہ غصے کی بہت تیز ہوں بقول امی اس کا غصہ ہر وقت ناک پر رکھا ہوتا ہے جبکہ میری شہزادی ضحیٰ آصف (بھانجی) کا کہنا ہے کہ میری خالہ دنیا کی بیسٹ خالہ ہیں‘ تھینک یو ضحیٰ جان! پسندیدہ کلر پرپل‘ لائٹ پنک اور وائٹ ہے۔ پسندیدہ ڈش بریانی ہے۔ فیورٹ ٹیچرز میں ٹیچر مصباح بانو‘ ٹیچر ولیجہ اور ٹیچر افزانہ شامل ہیں۔ لباس میں لانگ شرٹ ٹراؤزر اور فراک پسند ہے۔ پسندیدہ مشغلہ شرارتیں کرنا اور فرینڈز بنانا ہے۔ رافعہ رفیق‘ سلمیٰ اکرم‘ ثانیہ خان‘ ضحیٰ آصف‘ سلمیٰ سلیم‘ یسریٰ اعجاز‘ عائفہ خالد‘ بصیرت فاطمہ (آف بھوتو سیال)‘ صالحہ رحمت‘ فاحرہ باسط اور سندس بیسٹ فرینڈز ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی پوری کلاس بھی میرے فرینڈ شپ بینڈ میں شامل ہے۔ تسمینہ صغیر‘ ثناء اینڈ ثمن طارق‘ رابعہ رفیق اینڈ ہاجرہ تم لوگوں کو میں بھولنا چاہتی تھی پر سوچا کہ یہ چڑیلیں کوئی جادو ہی نہ کردیں (ہاہاہا) چڑیلو! فیورٹ ایکٹر شہزاد شیخ ہیں‘ شاعری بہت پسند ہے۔ ماہا ملک‘ سمیرا شریف‘ عائشہ پرویز‘ شاہ زندگی‘ رومیہ عباسی (دیول مری)‘ راحت وفا اور نورین مہک آپ سب کو میری طرف سے بہت پیار۔ دوسروں کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور کسی کی دل آزاری نہ کریں۔ ہمیشہ دوسروں کا بھلا سوچیں خدا ہمارا بھلا کرے گا۔ تمام آنچل ٹیم کے لیے خلوص دل سے دعا گو ہوں۔ تعارف کیسے لگا ضرور بتایئے گا اور اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا‘ اللہ حافظ۔

❀

بہنوں کی عدالت

فاخرہ گل

❁ کلر کہار سے مسز تبسم پوچھتی ہیں کہ آپ کو سلسلے وار ناول، افسانے اور مکمل ناول میں سے کیا لکھنا پسند ہے؟

مسز تبسم سچ کہوں تو مجھے تو بس لکھنا پسند ہے کبھی افسانے کا دل چاہتا ہے تو کبھی ذرا تفصیلی لکھنے کا موڈ ہوتا ہے۔ سلسلے وار ناول اس لیے پسند ہے کہ اس میں تمام جزئیات کے ساتھ بات کی اور سمجھائی جاسکتی ہے لیکن کچھ ایشوز ایسے ہوتے ہیں جنہیں افسانے میں کور کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اگر افسانے کے قابل مواد کو کھینچ کر قسط وار ناول کی شکل دی جائے تو وہ قارئین میں اکتاہٹ پیدا کردیتا ہے۔ اسی طرح کچھ ٹاپکس پر افسانہ لکھنا بعض اوقات پڑھنے والوں کو تشنہ رکھتا ہے۔

دوسرے سوال میں آپ پوچھتی ہیں کہ فاخرہ آپ کے مزاحیہ ناول "خالہ سالا اور اوپر والا" کو پڑھ کر بہت انجوائے کیا یہ کب تک کتابی شکل میں آئے گا اور ٹی وی میں لکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

"خالہ سالا اور اوپر والا" پر آپ کی تفصیلی تعریف اور ریویو کا بے حد شکریہ آپ کے جاندار تبصرے سے میرے اندر مزاح لکھنے کی نئی توانائی پیدا کی ہے۔ آپ کا یہ ریویو ان شاء اللہ کسی اور جگہ اسٹینس کردوں گی کتابی شکل میں کب آئے گا اس کا حتمی جواب تو فی الحال نہیں دے سکتی لیکن ہاں ان شاء اللہ بہت جلد یہ کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور بقول آپ کے، آپ اسے اپنی نند کو گفٹ کرسکیں گی جو بہت کم مسکراتی ہیں، ٹی وی پر لکھنا تو ہے لیکن کب لکھنا ہے کچھ بھی فائنل نہیں کہہ سکتی، جب مصروفیت کم ہوئی تو اس طرف ضرور دھیان دوں گی، فی الحال تو خالہ سالہ اور اوپر والا پڑھنے کے بعد کافی لوگوں نے سٹ کام کے لیے بھی رابطہ کیا ہے مگر وہی بات کہ فی الحال میں فائنل نہیں کہہ سکتی۔

آپ کی اب تک کتنی کتابیں آچکی ہیں؟

الحمدللہ میری شاعری کی ایک کتاب "سیاہ راتوں کے چاند میرے" کے عنوان سے پبلش ہوئی دوسری کتاب "میرے ہم سفر کو خبر کرو" ایک مکمل ناول اور تیسری کتاب بھی ان شاء اللہ یہ سطور پڑھنے کے وقت مارکیٹ میں "وہی ایک لمحہ زیست کا" کے نام سے مارکیٹ میں ہوگی یہ ناول آنچل میں ہی چھپا تھا اور چند دوسری تحریروں کی طرح میرے دل کے بہت قریب ہے اس کے ساتھ ساتھ میرے تحریری سفر کے اوائل دور میں چھپنے والے چند ناولٹ بھی اس کتاب کا حصہ ہوں گے۔ آپ کی بیش قیمت دعاؤں کا بہت بہت شکریہ۔

❁ شازیہ فاروق احمد، خان بیلہ سے بڑی محبت سے پوچھتی ہیں کہ فاخرہ جی کیا آپ میری دوستی قبول کریں گی؟

کیوں نہیں شازیہ، اتنے اچھے لوگوں کی دوستی سے بھلا کس کو انکار ہوسکتا ہے لیکن ہاں یاد رکھیے گا دوستی کررہی ہیں تو نبھانی بھی ہے ٹھیک ہے نا؟ بس تو آج سے دوستی شروع۔

ایسے الفاظ سے نوازیے، جو ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔

جس سے بھی ملیں محبت سے ملیں اپنے تمام تر جذبوں پر محبت کو حاوی ہونے دیجیے اس سے آپ کی زندگی میں سکون پیدا ہوگا اور خدا سے رابطہ مضبوط ہونے لگے گا کہ وہ خود مکمل محبت ہے۔ دوسروں کی غلطیوں اور خامیوں کو معاف کردیا کریں اور جس وقت اپنے رب سے ہم کلام ہوں تو باوجود اس کے کہ وہ سب سے بڑھ کر باخبر ہے اسے خود بتائیں کہ الٰہی فلاں بندے کا فلاں عمل میں نے صرف تیری رضا کے لیے تیری محبت پانے کے لیے معاف کردیا ہے تو بس مجھ سے راضی رہنا، خوش رہنا ان شاء اللہ میرا ایمان اور اس کی رحمت سے امید ہے کہ اس طرح کرنے سے وہ ہماری بھی کئی خطائیں معاف کرکے عطاؤں میں بدل دیتا ہے۔ اللہ آپ کو زندگی و آخرت کی تمام خوشیوں سے مالامال کردے آمین۔

فاخرہ جی میں آپ کی تحریروں کو بہت پسند کرتی ہوں آپ کو کون سی تحریر نے متاثر کیا، کردار جو آج بھی آپ کو یاد ہو؟

بہت شکریہ شازیہ، بہت سی ایسی تحریریں ہیں جن کے خوب صورت طرز تحریر نے بہت متاثر کیا لیکن علیم الحق حقی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب "عشق کا عین" کیسی کتاب ہے، جو کئی برس پہلے پڑھی تھی مگر اتنی متاثر کن تحریر تھی کہ آج تک ساری جزئیات کے ساتھ یاد ہے۔

❁ صندل رانا دھروڑ ہند کے سے اپنی محبت کا اظہار اور تحریروں کو پسندیدگی کی سند دیتے ہوئے پوچھتی ہیں کہ "وہ ایک لمحہ زیست کا" میں ناجی کا کردار آپ کا خود ساختہ تخلیق ہے یا حقیقت میں آپ کو ناجی جیسا کردار تراشنے کے لیے ان جگہوں کا رخ کرنا پڑا جہاں سے اس کردار کی شروعات ہوئی؟

پیاری صندل آپ کے نام سے بے ساختہ صندل کی خوش بو یاد آ گئی۔ آپ کی ذرہ نوازی کا شکریہ، ناجی کا کردار یقیناً ذہنی تخلیق ہے جسے مختلف جگہوں کا رخ کیے بغیر اپنی رائٹنگ ٹیبل پر ہی لکھا لیکن ہاں اس کی زندگی میں درپیش حالات وواقعات میں سے ایک دو چیزیں ایسی ضروری ہیں جو میں نے کسی میں دیکھی تھیں یا یوں کہیے کہ کسی نے اپنے بارے میں بیان کی تھیں۔

آپ کے باقی سوالوں کے جوابات تو یقینی طور پر آپ کو دوسرے سابقہ صفحات میں مل گئے ہوں گے دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔

✿ سدرہ گل مہک، پیر محل سے شامل ہیں ان کا پہلا سوال ہے کہ فیس بک جو سنا ہے کہ فیک بک ہوتی ہے تو اس کی عوام کا آپ سے رویہ؟ کبھی دشوار لمحات کا سامنا ہوا؟

پیاری سدرہ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیس بک ہوتی ہو گی لیکن میرا ماننا ہے کہ دعائیں تو یہاں کی بھی خالص اور سچی ہی ہوتی ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ مجھے تو فیس بک پر بہت محبت ملی ہے۔ سب کا رویہ بھی بہترین اور دوستانہ ہوتا ہے دشوار لمحات اور وہ بھی فیس بک پر، نہیں میرا تو نہیں خیال کہ آج تک بھی کچھ ایسا قابل ذکر مسئلہ ہوا ہو۔

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ شاعری میں آپ کا استاد کون ہے؟ یا آج تک کسی سے اصلاح لی؟ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ شاعری میں کسی سے اصلاح لی ہو، اللہ کے فضل وکرم سے یہ ایک خداداد تحفہ ہے۔ جو جس طرح ذہن میں اترتا ہے اسی طرح کاغذ پر منتقل کر دیتی ہوں ایک مرتبہ امجد اسلام امجد کو اپنی چند نظمیں سنانے کا اتفاق ہوا اور انہوں نے جن حوصلہ افزا الفاظ کے ساتھ سراہا وہ میں بھول نہیں سکتی، اسی طرح محترم افتخار عارف نے میری ایک نظم سن کر جب یہ کہا کہ اس نظم سے پروین شاکر کا اسلوب اور انداز بیاں یاد آ گیا تو بہت خوشی ہوئی تھی۔ اس سب کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ میں کوئی بہت ہی اعلیٰ پائے کی شاعرہ ہوں بلکہ اس سب سے یہ مراد لی جائے کہ بڑے لوگ جب تعریف کرتے ہیں حوصلہ افزائی کرتے ہیں تو بڑے ہی کھلے انداز میں دل کھول کر کرتے ہیں۔ اللہ ان صاحبان ادب کو سلامت رکھے۔

تیسرے سوال میں آپ جاننا چاہتی ہیں کہ نعتیں لکھتے ہوئے کیا کیفیت ہوتی ہے؟

سدرہ ڈیئر، نعت لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور ضروری نہیں کہ جو بندہ رومانوی شاعری کر سکتا ہو وہ نعت بھی لکھ لے کیونکہ نعت لکھنا محض لفظ جوڑنے کے ہنر کا نام نہیں ہے، نعت میں قافیے اور ردیف کا کامیاب کھیل پیش کرنا فن نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ نعت تو لکھی ہی اس موقع پر جاتی ہے جب رب کائنات کی نگاہ خاص قلم تھامے ہاتھوں پر پڑ جائے اور جب نبی پاک ﷺ کی شان میں خوب صورت ترین پھولوں جیسے الفاظ وحی کی صورت ذہن میں اترنے لگیں اور پھر اس بات کا دھیان رکھنا بھی انتہائی لازم کہ ایسا نہ ہو کہ نبی پاک ﷺ کی محبت میں اس قدر مبالغہ ہو جائے کہ خلق اور خالق کا تعلق مکمل واضح نہ رہ پائے یا خدانخواستہ کوئی ایسا لفظ یا استعارہ نہ لکھ دیا جائے جو نبی رحمت ﷺ کے شایان شان نہ ہو۔

میں تو سمجھتی ہوں کہ اس معاملے میں مجھ پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ میں نعت لکھنے کے ساتھ ساتھ مختلف محافل میں اپنی ہی لکھی ہوئی نعتیں پڑھتی بھی ہوں اور ایک دو مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ میلاد شریف میں کسی اور کی لکھی ہوئی نعت پڑھتے پڑھتے لگا کہ اگلا شعر ذہن سے نکل گیا اور میں بھول گئی کہ آگے کیا پڑھنا ہے مگر اللہ نے اپنی رحمت سے میرے نعت پڑھنے کے دوران ہی ایک سیکنڈ کا تعطل کیے بغیر نئے اشعار اتار دیے جنہیں اس وقت فی البدیع پڑھے اور سب نے بے حد سراہا بھی کہ آپ نعت کے نئے شعر سننے کو ملے۔

آپ کے باقی سوالات کے جواب تو یقیناً آپ کو دیگر صفحات پر مل گئے ہوں گے محبت اور دعاؤں کے لیے بہت شکریہ اپنی امی کو بھی بقول ان کے ''باہر والی'' کا سلام پہنچا کر میرے لیے دعا کا کہیے گا۔

✿ فریحہ چوہدری پوچھتی ہیں کہ کوئی ایسا کردار بتائیے جو آپ نے حقیقت میں خود سے قریب پایا ہو؟

پیاری فریحہ ابھی تک تو ایسا کوئی کردار نہیں جو اس حد تک قریب ہو لیکن ہاں زیر تحریر ایک ناول میں ایسی لڑکی کا کردار ضرور ہے جو مجھ سے بہت قریب ہے۔

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ لکھتا تو ہر کوئی ہے مگر اپنے لکھے ہوئے سے مطمئن کوئی کوئی ہوتا ہے کبھی اچھا لکھنے کے باوجود بھی تشنگی رہ جاتی ہے تو کیا آپ اپنے لکھے ہوئے سے مطمئن ہیں؟

ڈیئر فریحہ آپ کی بات سو فیصد درست ہے کہ اپنے لکھے سے مطمئن کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ اپنے تحریری سفر کے شروع میں ایک دو تحریریں ایسی ضرور ہیں جنہیں اب پڑھتی ہوں تو لفظوں میں خلا محسوس ہوتا ہے سوچتی ہوں کہ اس میں بہت گنجائش تھی میں اسے مزید بہتر کر کے لکھ سکتی تھی لیکن پھر وہی بات کہ مثبت

سوچ میرے اس خیال پر حاوی ہوجاتی ہے اور میں سوچتی ہوں کہ کہانی کا موضوع، انداز تحریر اور لکھنے کا انداز یقیناً جاندار ہوگا تبھی تو ایڈیٹر نے منتخب کرکے لگائی حالانکہ نئے لکھنے والوں کے سر پر خاص طور پر ایک ریجیکشن کی تلوار بھی لٹک رہی ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ قارئین نے بھی سراہا تو یقیناً یہ کچھ تو بہتر ہوگی لیکن پھر یہ بھی ہے کہ اللہ کے فضل سے کچھ چند ایک تحریریں ایسی بھی ہیں جو بھی نظر سے گزریں تو مجھے خوشی ہوتی ہے کہ اللہ نے اس طرح کے لفظ جوڑنے کا موقع دیا۔ کبھی کبھار اپنی اسٹوریز پڑھنے میں بھی مزہ آتا ہے۔

آپ کا اگلا سوال ہے کہ کوئی ایسا ناول جسے پڑھ کر شدت سے خواہش کی ہو کہ کاش یہ میں نے لکھا ہوتا؟

نہیں فریحہ، اس معاملے میں، میں بہت قناعت پسند اور شاکر ہوں اللہ نے جتنا ہنر دیا ہے اس پر بہت خوش اور شکر گزار ہوں، اچھی تحریر پڑھ کر سراہتی ضرور ہوں دل میں بھی دوسروں کے سامنے بھی اور ذاتی طور پر جس کی تحریر ہو اکثر تو اسے بھی خصوصاً میسج کرکے اس کا اظہار کرتی ہوں کیونکہ میں نفرت کے علاوہ ہر جذبے میں اظہار کی قائل ہوں کوئی اچھا لگے کسی کی کوئی بات یا عادت پسند ہو تو اسے برملا اظہار کردیتی ہوں۔ لیکن کبھی یہ نہیں سوچا کہ اس کی یہ چیز میری ہوجائے۔

ایڈوائز یا چند خوب صورت الفاظ؟

اچھی فریحہ، ماشاء اللہ آپ بہت سوئٹ اور ان پیاری دوستوں میں شامل ہیں جن کی باتوں اور پیغامات میں بہت اپنائیت محسوس ہوتی ہے، اللہ آپ کا نصیب بلند کرے آپ سے راضی رہے اور آپ کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، مسکراتی رہیے اور دوسروں کی مسکراہٹ کا سبب بنیے۔

❀ حلیمہ زمان سعودی عرب سے بے شمار دعائیں دینے اور اپنی محبتوں کا بھرپور اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ لکھتی ہیں کہ آپ کو کس کی ڈھیر ساری دعائیں لگی ہیں جو آپ اتنے کم عرصے میں اتنی فیمس ہوگئی ہیں؟

پیاری حلیمہ، سب سے پہلے تو اتنی بہت ساری محبتوں کے لیے میں آپ کی مشکور ہوں، فیمس ہونے نہ ہونے کا تو معلوم نہیں ہے لیکن ہاں اتنا ضرور یقین ہے کہ امی ابو یا گھر والوں کے بعد آپ جیسی پیاری دوستیں ہیں جن کی دعائیں ہمیشہ ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں اور بعض اوقات تو اتنی دعائیں، محبتیں اور خلوص محسوس کرتی ہوں تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے اتنے اچھے لوگ مجھے عطا کیے ہیں جو بن دیکھے، بن جانے اس قدر محبت کرتے ہیں، صبح و شام کی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ حرم کعبہ اور مسجد نبوی جاکر بھی میرے لیے دعا کرتے ہیں اور یقین جانیے کہ اس وقت مجھے اللہ کے فضل سے اپنے نصیب پر رشک آتا ہے اور میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اے پروردگار ان محبوں کو سدا سلامت رکھنا کیونکہ محبتوں کو زوال آجائے تو زندگی صرف دن گزارنے کے لائق رہ جاتی ہے، زندہ رہنے اور زندگی جینے کا لطف اور مزہ ختم ہوجاتا ہے۔

لکیاں نیں موجاں، من لائی رکھیں سوہنیا
چنگی ہاں کہ مندی ہاں نبھائی جائیں سوہنیا
آقا دے غلاماں دی میں ادنیٰ غلام ہاں
لوکی کیندے خاص میں تے عاماں وچوں وی عام ہاں
عزت بنائی آ، بنائی رکھیں سوہنیا

آپ کا دوسرا سوال ہے کہ کیا آپ مزاج کی سخت ہیں؟

مزاج کی سخت ہوں نہیں تھی۔ چھوٹی عمر میں پورے خاندان میں غصے کی تیز مشہور تھی، غلط بات پر خاموش رہنا نہیں آتا تھا یہ معلوم نہیں تھا کہ بعض اوقات ایک ہی بات کو غصے میں کہنے اور نرم مزاج سے کہنے میں کتنا فرق پڑتا ہے۔ لیکن خیر یہ اسکول لائف کی باتیں ہیں پھر جیسے جیسے بڑے ہوئے تو یہی سمجھ میں آیا کہ غصہ تو ہر ایک کو آتا ہے لیکن اظہار کے طریقے مختلف ہوسکتے ہیں سو میں نے خاموشی کو چنا، نظر انداز کردینے کو چنا شروع شروع میں میرے لیے یہ مشکل تھا لیکن جب مجھے اپنی خاموشی اور نظر انداز کرنے کے بدلے دوسروں کی تلملاہٹ اور جھنجلانا محسوس ہوا تو بڑا مزہ آیا زندگی کے بعض معاملات میں ظاہر ہے کہ کبھی غصہ آجاتا ہے لیکن میں کوشش کرتی ہوں کہ نظر انداز کرنے کی ہی پالیسی اپناؤں میں اپنے الفاظ اور وقت ان لوگوں پر ضائع کیوں کروں جو اس کے مستحق ہی نہیں، البتہ ایک دو ایسے قریبی لوگ بھی ہیں جن سے غصے کے وقت لڑنے کا بھی اپنا مزہ ہوتا ہے کیونکہ غصے کا خاتمہ ہمیشہ مسکراہٹ اور قہقہوں پر ہوتا ہے۔

پیاری حلیمہ آپ نے اپنے خلوص اور محبتوں کو بیان کرتے وقت اپنی چھوٹی سسٹر ثنا عرب کی پسندیدگی اور محبت کا بھی بتایا ہے پڑھ کر خوشی ہوئی۔

پیاری ثنا آپ بھی خوش رہیے آنچل سے وابستہ رہیے اور میری تحریریں پڑھ کر ہمیشہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور آگاہ کرتی رہیے گا۔

سوئٹ حلیمہ عمرے کے دوران میرے لیے اسپیشل دعا کرنے پر میں آپ کی بھی شکر گزار ہوں اللہ آپ کو شاد و آباد رکھے۔

✿ نوشکم سے زنیرہ عباسی لکھتی ہیں کہ پیاری فاخرہ تحریروں کے حوالے سے جتنے سوالات میں نے ترتیب دیے تھے وہ تو اکثر پوچھے جاچکے ہیں تو سوچا میں آپ سے چند سوالات روٹین سے ہٹ کر پوچھوں، پہلے تو یہ بتائیں کہ اسکول، کالج، یونیورسٹی لائف کیسی گزری؟ جو بننا چاہتی تھیں وہ بن پائیں آپ کی شادی کیسے، کس سے اور کن حالات میں ہوئی؟

الحمدللہ زنیرہ میرا اکیڈمک ٹائم بہت ہی شاندار گزرا ہے اگر اب خود سے سب کچھ بتانے لگوں تو شاید مناسب نہ لگے ہوسکتا ہے پڑھنے والوں کو محسوس نہ ہو لیکن مجھے وہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہی لگے گی لیکن مختصراً یہ بتاتی چلوں کہ نرسری سے یونیورسٹی تک اپنے ٹیچرز کی آنکھوں کا تارا بنی رہی، غیر نصابی سرگرمیوں میں سے کوئی ایسی ایکٹویٹی نہیں تھی جس میں میرا نام سرفہرست نہ آتا ہو، پڑھائی میں بھی ہمیشہ آگے رہی اور اب وہ ٹائم یاد آتا ہے تو بہت خوشی ہوتی ہے بعد میں ایک مرتبہ اپنے اسکول (حیدرآباد میں) جانے کا اتفاق ہوا اور جس طرح پرنسپل نے ہائی کلاسز میں جاکر میرا تعارف کرایا وہ لمحہ آج بھی یاد ہے۔ تب میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹ بھی اور اپنی ایک دو فرینڈز کے ساتھ ان سے ملنے گئی تھی۔

آج بھی نماز کے بعد اپنے اساتذہ کو ہمیشہ دعا میں یاد کرتی ہوں، جنہوں نے ہاتھ پکڑ کر لکھنا سکھایا اللہ ان سب پر سلامتی اور رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کے سوال کا دوسرا حصہ ہے کہ جو بننا چاہتی تھی بنی کہ نہیں؟

بننا تو جو چاہتی تھی اس کا وقت ہی نہیں مل پایا کہ دوران تعلیم ہی شادی ہوگئی اور جب شادی ہوئی تب اتنا سینس نہیں تھا کہ اپنی شادی ہو تو ایک مشرقی لڑکی کو سر جھکا کر بلکہ شرما کر بت نے بیٹھے رہنا چاہیے۔ سوچیے ہی ڈھولکی رکھی گئی میرا جوش و خروش دیکھنے لائق تھا سب سے اونچی آواز میں ڈف بجا بجا کر گانا گاتے دیکھ کر "مخبری" امی کو کی گئی اور انہوں نے موقع پر پہنچ کر مجھے روکا اور سمجھایا کہ یہ شادی آپ کی اپنی ہے اس لیے گانے بجانے کے شوق سے پرہیز برتنا بہتر ہے۔ (باقی آپ اندازہ خود کرلیں)۔

شادی فرسٹ کزن سے ہوئی وہ میری خالہ کے بیٹے ہیں شادی کے فوراً بعد پھر سے پڑھنے میں مصروف ہوگئی مگر تقریباً سوا سال تک ہی پاکستان رہ سکی اور پھر یہاں آگئی۔

آپ کا اگلا سوال کہ کبھی اپنے رویے پر ندامت ہوئی ہو؟

جی ہاں، ایک مرتبہ یونیورسٹی میں ایک لڑکے کو ڈانٹا تھا اور پوری کلاس کے سامنے ڈائس پر کھڑے ہو کر ڈانٹا تھا جس پر اب بھی خیال آتا ہے تو سوچتی ہوں کہ خوامخواہ ہی ڈانٹا اتنا زیادہ روڈ ہونے کی ضرورت نہیں تھی جبکہ بات بھی کوئی خاص نہیں تھی ایک معمولی سا مذاق تھا بس اور اس کے بعد بوائز دیکھتے ہی سائیڈ پر ہو کر رستہ دیتے تھے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کو ایجوکیشن میں پڑھتے ہوئے لڑکیوں کو اپنا رویہ اسی طرح کا رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی لڑکا فضول بات چیت کرنے کا سوچے بھی مت ہاں البتہ اسٹڈیز کے معاملات میں گروپ ڈسکشنز وغیرہ سے بھی انکار نہیں اور وہ ہماری کلاس کے شروع کے دن تھے مگر سب کے ذہن میں ایسا امیج بنا کہ لڑکیوں کے علاوہ باقی لوگوں میں مجھے روڈی اور پراؤڈ قرار دیا جاتا تھا جو سن کر مجھے بالکل برا نہیں لگتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میں ان کے لیے ایسی ہی ہوں اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔

کوئی قابل فخر لمحہ؟

بات کیونکہ یونیورسٹی کی چل رہی ہے تو چند اسٹوڈنٹس نے جب اپنے تھیسز کا انتساب میرے نام لکھا تو فخر تو نہیں لیکن ہاں خوشی ضرور ہوئی تھی۔

کوئی دوست جس کو بھلا نہ پائیں ہوں؟

✿ سینٹ بونا وینچرز حیدرآباد میں صنوبر سلطانہ اور فاطمہ بھٹی ان دونوں کو بہت مس کرتی ہوں شاید اس لیے بھی کہ ان سے رابطہ ایک دم اور اچانک ہی ختم ہوگیا میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طریقے سے ان کا کوئی اتا پتا کوئی فون نمبر، فیس بک آئی ڈی کچھ مل جائے لیکن کامیابی نہیں ہوئی دعا ہے کہ دونوں جہاں ہوں خوش ہوں۔

زندگی گزارنے کے کوئی تین اصول؟

محبت، عاجزی، شکر گزاری۔

ڈیئر زنیرہ، آپ کی بہت ساری محبت اور خوب صورت دعاؤں کا بہت شکریہ۔

✿ رشنا بتول، کراچی سے۔ بہت ساری دعاؤں اور خلوص کے ساتھ جو کچھ پوچھتی ہیں وہ سب تقریباً پہلے پوچھا جاچکا ہے البتہ ڈیئر رشنا آپ کے سوالات کی لمبی لسٹ میں بچ جانے

والے سوالوں کے جواب حاضر خدمت ہیں۔
اگر آپ کو لکھنے سے روک دیا جائے تو؟
پہلے امی ابو نے بھرپور حوصلہ افزائی کی پھر ہسبینڈ نے بھی نہ کبھی روکا نہ ہی لکھنے پر کوئی پابندی لگائی تو اور کون مائی کا لعل ہے جو روک سکتا ہے (ہاہاہا) اگر لکھنے سے روک دیا جائے تو یقیناً وہ وقت میرے لیے زندگی کا مشکل ترین وقت ہوگا کیونکہ اپنی مرضی سے اگر میں چار چار مہینے بھی نہ لکھوں تو شاید ٹینشن نہ ہو، لیکن جب پتا ہو کہ کسی نے لکھنے سے منع کیا ہے پھر تو شاید ایک دن بھی گزارنا مشکل ہو۔
کس لیے لکھتی ہیں؟
اپنی ذہنی طمانیت کے لیے لکھتی ہوں کوشش کرتی ہوں کہ قلم کے ذریعے کسی کی زندگی میں نہ سہی سوچ میں ہی مثبت تبدیلی لانے کا باعث بنوں اور جب کہیں کسی خط یا میسج کے ذریعے اس بات کا ثبوت ملتا ہے تو خوشی ہوتی ہے۔
جذبوں میں اعتدال پسندی کی قائل ہیں یا شدت کی؟
اتفاق کی بات ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ میں اعتدال پسند رہوں لیکن شدت پسندی ہی حاوی رہتی ہے، میں ہر طرح کے جذبے میں شدت کی قائل ہوں محبت ہو تو بے حد ہو، بے پناہ ہو، یوں سمجھ لیں کہ کسی سے محبت ہو تو بس آنکھوں پر پٹی باندھ کر اس محبت کے پیچھے چلنے والوں میں سے ہوں لیکن اسی طرح افسوس کی بات یہ ہے کہ اگر کسی کے رویے یا عمل کے باعث دل میں بال آ جائے تو پھر کوئی لاکھ کوشش کرے پہلے جیسی بات میں اپنے لی ہیویئر میں نہیں لا پاتی معاف کرنے میں تخی ہوں معاف کر دیتی ہوں لیکن پھر ساتھ ہی رستہ بھی الگ کر لیتی ہوں کہ دل میں کسی کے لیے محبت باقی نہ رہے تو اداکاری کے طور پر محبت کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔

جو لگ چکی ہے گرہ دل میں کھل نہیں سکتی
تو لاکھ ملتا رہے ہم سے دوستوں کی طرح

کسی کے ساتھ دو دن بھی گزارنے ہوں تو خلوص اور محبت سے گزارنے چاہئیں جب میں دیکھتی ہوں کہ کوئی آپ کے خلوص کو مس یوز کر رہا ہے تو بڑی خاموشی سے وہ رستہ چھوڑ دیتی ہوں جس میں ساتھ چلنے والوں کی وجہ سے ہر وقت ذہنی اذیت کا سامنا رہے۔
زندگی آپ کے لیے؟
اللہ کی طرف سے عطا کردہ حسین ترین تحفہ۔

رشنا آپ کی بے لوث محبت کے لیے بہت بہت شکریہ اللہ آپ کو سلامت و شاد رکھے آمین۔
✿ عظمیٰ ظہیر، انڈیا سے لکھتی ہیں کہ فاخرہ آپ اپنی کہانیوں میں ہیرو کے کردار اور اس کی شخصیت کو تفصیل سے بیان نہیں کرتیں کیا یہ آپ کی شعوری کوشش ہے، میرا مطلب ہے کہ جس طرح دوسری رائٹرز ہیرو کے اٹھنے بیٹھنے سے لے کر سانس لینے تک کو بیان کرتی ہیں۔
ڈیئر عظمیٰ تحریروں کی پسندیدگی کے لیے بہت شکریہ۔
دراصل میں ہیرو کو شعوری طور پر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر اس لیے پیش نہیں کرتی کہ کم عمر لڑکیاں شخصیت کے انہی پہلوؤں کو ایک آئیڈیل کے طور پر اس طرح سجا لیتی ہیں کہ پھر حقیقی زندگی میں ملنے والے رشتوں کو لاشعوری طور پر اس سے موازنہ کر کے جانچنے لگتی ہیں۔ خواہش کرنے لگتی ہیں کہ کاش ان کی زندگی میں آنے والا ہیرو بھی ایسا ہو، انہی خوبیوں کا مالک ہو اور جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ کاش ان کے خوابوں کے ساتھ ننھی ہو کر رہ جاتا ہے حسرت چھلک جاتی ہے یا پھر کسی بندے میں ان خوابوں کا عکس نظر آنے لگے تو اسے ہی اپنا سب کچھ مان لینے کو بھی تیار رہتی ہیں۔
پتا نہیں کیوں لیکن کچھ بھی لکھتے ہوئے میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ اعتدال پسندی رہے البتہ شخصیت کے جن پہلوؤں کو اجاگر کرنا ضروری ہوتا ہے وہ کرتی ہوں۔
کہانی لکھتے وقت ذہن میں کیا سوچ ہوتی ہے؟
سچ بتاؤں تو کہانی لکھتے وقت اکثر میرے ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے کہ اگر ابو میری تحریر پڑھیں گے تو کیا سوچیں گے۔ یا انہیں کیسا محسوس ہوگا، حالانکہ انہوں نے آج تک "میں گلیاں دا روڑا کوڑا" کے علاوہ میری کوئی کہانی نہیں پڑھی (کیونکہ وہ ناولز کے علاوہ باقی ہر طرح کی کتابیں پڑھتے ہیں) سو جب بھی میں کچھ ایسا سین لکھ رہی بھی ہوتی ہوں جہاں کردار کی ڈیمانڈ ہوتی ہے کہ شاید اسے اور اس کے جذبات کو وضاحت سے پیش کیا جائے تو میرے ذہن میں ابو جی کا مسکراتا چہرہ آ جاتا ہے اور پھر کوشش ہوتی ہے کہ اس احتیاط سے لکھوں کہ اگر کبھی ورق گردانی کرتے ہوئے ابو جی کے سامنے میری کسی اسٹوری کا صفحہ کھل جائے تو مجھے شرمندگی نہ ہو اور اللہ کا شکر ہے کہ اب تک اس میں کامیاب ہوں۔
زندگی میں اب تک جو ملا اس سے مطمئن ہیں؟

جتنا دیا سرکار نے مجھ کو اتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ مجھ میں تو ایسی بات نہیں
الحمدللہ بے حد مطمئن اور شکر گزار ہوں کہ میری اوقات میرے اعمال، میری خواہشات میری نیت اور میری سوچ سے بڑھ کر میرے، مالک نے مجھے عطا کیا ہے۔ بس اللہ اٹھتے بیٹھتے شکر گزاری کی بھی توفیق دے آمین

❁ اور اب میری بہت پیاری دوست اور معروف رائٹر سباس گل کہتی ہیں کہ زندگی سے کیا سیکھا؟ لکھنا آسان ہے یا زندگی کے ان مسائل کو برتنا آسان ہے، جن کو آپ اپنی کہانیوں میں بیان کرتی ہیں۔

ڈیئر سباس کے حوالے سے یہ بتاتی چلوں کہ میری اور سباس کی آج سے شاید چھ سات سال پہلے بات ہوئی تھی میں نے سباس کو بہت ہی پرخلوص اور محبت کرنے والی دوست کے طور پر پایا اللہ میری دوست کو خوش رکھے۔

سباس اس میں بھلا کیا شک ہے کہ لکھنا کئی گنا آسان ہے بہ نسبت زندگی کے معاملات کو برتنے کے کیونکہ لکھتے وقت ہم خود اس دنیا کے کرتا دھرتا ہوتے ہیں مرضی ہوتی ہے ناں کس کردار کو کس طرح ٹریٹ کرنا ہے اختتام خوشگوار رکھیں یا افسردہ...... سب ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس حقیقی زندگی میں کب کون سا پیادہ زیر ہو جائے کسے خبر؟ حقیقت میں ہم صرف ایک اینڈ تھامے ہوتے ہیں دوسروں کے کیے گئے اعمال کے جوابدہ نہیں ہوتے جبکہ لکھتے وقت ہم اپنے ایک ایک لفظ کے جوابدہ ہوتے ہیں۔ اپنے ضمیر کی عدالت میں بھی قارئین کے سامنے بھی اور پھر خدا کے سامنے بھی۔ بس دعا ہے کہ اللہ ہمیں تمام معاملات میں سرخرو کردے آمین۔

اور آخر میں ادارہ آنچل کا بہت بہت شکریہ جنہوں نے مجھے اتنی پیاری دوستوں سے ہم کلام ہونے اور اپنے بارے میں ان کے خیالات جاننے کا موقع دیا میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کے ساتھ ساتھ حجاب کو بھی ترقی و کامیابی کی اعلیٰ ترین منزلوں پر لے جائے۔ آپ کی محبت کی اور اخلاق کی میں دل سے قدردان ہوں اور سب کے سامنے اس بات کا اکثر اوقات اظہار بھی کرتی رہتی ہوں اس خوب صورت اخلاق کا اللہ کریم آپ کو اجر عظیم نصیب فرمائے آمین۔

جاتے جاتے اپنی ایک لکھی ہوئی نظم آنچل کے تمام قارئین کے ساتھ ساتھ رشنا، ام ہانی، حنا میر، حسین ملک، ستارہ کنول، عاصمہ مقبول، مس خان، رباب منظر، ندا حسین، سحرش فاطمہ، ماہ نور، بیہ صدیقی، مدیحہ ندا فریحہ شبیر، حلیمہ زمان، صوبیہ اطہر، بشریٰ خان، صبا عیشل، صائمہ جہاں، حمیرا، ملائکہ خان، ندیم نفیس، صائمہ سجاد بنگش، فاخرہ رباب، دھڑکن بلوچ، شاہین زماین، مشی چوہدری، فیم انجم، سلویٰ علی، ہادیہ شاہ، صائمہ قریشی، مسکان احزم، صائمہ سیم افتخار، اریشہ فاروق، سائرہ سردار، سدرہ آفاق، صباحت چیمہ سمیت باقی تمام دوستیں جن کے نام میں نہیں لکھ پائی (معذرت) ان کے ساتھ بطور خاص محترمہ قیصر آرا صاحبہ کی پر خلوص محبتوں کی نذر آپ سب کے نام۔

یارب اس کی آنکھ کی رونق
ہونٹ کی شوخی
تن کا جوبن
یارب اس کی آنکھ کا کاجل
گال کی سرخی
دل کی دھڑکن
یارب اس کے من کی خوشیاں
دل کی چاہت، روح کی راحت
اس کے سارے رشتے ناطے
سنگی ساتھی دوست وہ سارے
اس کے گھر کے پیڑ کے پتے
قدموں سے مس ہوتے ذرے
اس سے جڑی ہر شے، ہر رشتہ
ہر لمحہ، ہر گیت ہر، ہر نغمہ
اس کے سکھ کا ہر اک موسم
یارب سدا سلامت رکھنا

فاخرہ گل
اللہ ہماری محبتوں کو قائم رکھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
فاخرہ گل......اٹلی

(۱) 2015ء میں آپ کی ذات میں رونما ہونے والی تبدیلی جس نے آپ کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا؟
(۲) اس سال پیش آنے والا ایسا خوشگوار واقعہ جسے یاد کرکے اکثر مسکراتی ہیں؟
(۳) 2015ء میں منائے جانے والے تہواروں میں کسی شخص کی کمی کو شدت سے محسوس کیا؟
(۴) آنچل کی رائٹرز نے 2015ء میں اپنی تحریروں سے آپ کو کس حد تک مطمئن کیا اور آپ نے ان تحریروں سے کیا سبق حاصل کیا؟
(۵) 2015ء میں کسی رائٹرز کی تحریر میں آپ کو اپنی جھلک نظر آئی۔
(۶) گزشتہ سال کون سی کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہیں؟
(۷) گھر والوں کی جانب سے کن باتوں پر عموماً تنقید کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور کن باتوں پر تعریفی کلمات سننے کو ملتے ہیں؟
(۸) نئے سال کے آغاز اور گزشتہ سال کے اختتام پر کیا خود احتسابی کے عمل سے خود کو گزارتی ہیں اور اپنی ذات کو کہاں دیکھتی ہیں؟
(۹) گزشتہ سال پیش آنے والا کوئی ایسا لمحہ جس نے آپ کو اپنے رب سے قریب کردیا ہو۔

سیدہ فرزانہ حبیب فرزی...... کراچی

❖ 2015ء جون میں میری غزل اور ایک حمد آنچل میں شائع ہوئی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ مجھ میں شاعری کی صلاحیت بھی موجود ہے اور پھر ایک سینئر آر جے محفوظ الحسن جو ایک نامور شاعر بھی ہیں ان کی رہنمائی میں شاعری میں طبع آزمائی کی اب تک کئی غزلیں اور نظمیں مختلف میگزین میں شائع ہوچکی ہیں لہٰذا اس لمحے نے مجھے آگہی بخشی اور تبدیلی کا باعث بنی۔

❖ بہت سارے واقعات ہیں جن کا سوچ کر لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آجاتی ہے جیسے آنچل میں میرا تعارف شائع ہوا جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ٹیوٹر شپ کے لیے اپلائی کیا امید نہیں تھی کہ سلیکشن ہوجائے گی مگر جب اپائنمنٹ لیٹر میری سسٹر نے سسپنس کے ساتھ دکھایا تو وہ لمحہ آج بھی مسرت بکھیر دیتا ہے۔

❖ جولائی 2015ء میں عید کے پانچویں روز ہمارے پرشفیق والد اچانک خاموشی سے ہمیں چھوڑ گئے آج تک اس لمحے کے کرب کو نہیں بھول سکی۔ ابھی تک یقین نہیں آتا کہ وہ اب ہمارے ساتھ نہیں اس کے بعد عیدالاضحی اور کامیابی وخوشی کے ہر لمحے میں ان کی کمی کو شدت سے محسوس کیا ان کے علاوہ اپنی پیاری سوئٹ سی نانی اماں مرحومہ کی یاد ہر موقع پر بہت آتی ہے۔

❖ ماشاء اللہ میں یہ بات دل سے کہہ رہی ہوں کہ آنچل کا معیار اور مصنفات کی تحاریر میں پختگی ووسعت مطالعہ روز بروز بڑھتا جارہا ہے مگر غزل زیدی کی اسلامی موضوع پر تحریر نے مجھے اب تک ایک سحر میں جکڑا ہوا ہے۔ اتنی روح پرور اور ایمان کو تازہ کرنے والی تحریر پر مبارک باد۔

❖ سمیرا شریف طور کا سلسلہ وار ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میری گڈ بک میں نمبر ون پر ہے اس میں انا کے کردار میں مجھے اپنی جھلک نظر آتی ہے ویسے ہی موڈی اپنی چیزوں کے پوزیسو اور اپنے سے وابستہ رشتوں کے لیے خود دکھوں کو جھیلنا مگر بظاہر پرسکون اور مضبوط نظر آنا۔

❖ گزشتہ سال مستنصر حسین تارڑ کا ناول "پرندے" اشفاق احمد کا زاویہ اور "جنت کے پتے" نمرہ احمد کا ناول زیر مطالعہ رہا۔

❖ ہاہاہا...... تنقید کی ایک بات پر نہیں بلکہ ہر بات پر سننے کو ملتی ہے بقول میری امی کچن سے دلچسپی نہیں جیسے تیسے الٹا سیدھا کام کیا اور بس کوئی کتاب ہاتھ میں پکڑلی۔ بھائی کے بقول جلد باز بہت ہوں جس کی وجہ سے ہر کام غلط ہوجاتا ہے۔ تعریفی کلمات خود اعتمادی معاملہ فہمی اور پڑھائی میں بہترین اسٹوڈنٹ ہونے پر اکثر سننے کو ملتا ہے تو دل خوشی سے باغ باغ ہوجاتا ہے خاص طور پر والدہ کے منہ سے نکلا کوئی عام سا تعریفی لفظ بھی میرے لیے بہت ہی قابل فخر اور خاص ہوتا ہے کیونکہ وہ تعریف بہت کم کرتی ہیں اور تنقید مت پوچھیں......

❖ گزشتہ سال میرے پرشفیق والد 23 جولائی 2015ء کو ہم سے بچھڑ گئے۔ ایسا لگا اب زندگی بالکل ختم ہے اس سے پہلے کبھی

اتنا بے بس و مجبور محسوس نہیں کیا تھا مگر وہ کرب اور تکلیف دہ لمحات آج بھی میرے دل کے اندر کہیں سسکیاں لے رہے ہیں کہ میں ان کے لیے کچھ نہ کرسکی۔ مشیت الٰہی کے آگے ہم سب بے اختیار ہیں اس وقت زندگی کا فلسفہ سمجھ آیا کہ ہم اس فانی دنیا میں کھو کر اپنے اصل کو بھول جاتے ہیں جس نے مجھے اللہ کا قرب بخشا۔ مال و متاع نام و شہرت سب وقتی چیزیں ہیں اس سوچ نے مجھے اللہ کے مزید قریب کردیا۔

شازیہ ہاشم عرف تمثال ہاشمی......کھڈیاں، قصور

❖ 2015ء میں رونما ہونے والی تبدیلی یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے فضل عظیم سے بخاری شریف (جلد ثانی) پڑھانے کا موقع ملا جس نے مجھے اپنے رب اور پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کے مزید قریب کردیا کیونکہ

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایمان نامکمل ہے

❖ 2015ء کا خوب صورت اور خوشگوار واقعہ یہ ہے کہ میں ایک دن اسکول سے پڑھا کر آئی تو میں نے اپنی فرینڈ نبیلہ گڑیا کو اپنا منتظر پایا جس کو دیکھ کر میں شاکڈ اور سرپرائز ہوگئی (کیونکہ ان کے گھر کا ماحول کچھ کنزرویٹو ہے) جب بھی اس کو یاد کرتی ہوں تو مسکراتی ہوں۔

❖ 2015ء میں منائے جانے والے تہواروں پر ایک شخص کی شدت کو بہت محسوس کیا جو دل کا باسی ہے بس اتنا کہوں گی۔

لفظوں کی تمہید مجھے باندھنی نہیں آتی
کثرت سے یاد آتے ہو سیدھی سی بات ہے

❖ مجھے سب سے زیادہ نازیہ کنول نازی، عائشہ نور محمد، سمیرا شریف طور پسند ہیں ان کی تحریروں سے مجھے اسلامی مواد ملتا ہے جو میرے قلب و دماغ کو پچاس فیصد تک مطمئن کرتا ہے اور ان تحریروں سے بہت کچھ ملتا ہے۔ معاشرے کی اونچ نیچ اور زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں پتا چلتا ہے بس اتنا کہوں گی۔

حرف حرف رٹ کے بھی آگہی نہیں ملتی
آگ نام رکھنے سے روشنی نہیں ملتی
آدمی سے انسان تک آؤ گے تو سمجھو گے
کیوں چراغ کے نیچے روشنی نہیں ملتی

❖ 2015ء میں "تیرے عشق نچایا" میں نشاء میں اپنی جھلک نظر آتی ہے کیونکہ میں محبت میں شدت پسند ہوں اور نازیہ کنول نازی کے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" میں عائلہ کے اندر اپنی جھلک نظر آئی۔

☆ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم "زنجیر ٹوٹ گئی" "میرا جرم کیا ہے؟" "طائر لاہوتی"۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کتابیں زیر مطالعہ ہیں اور کچھ اب بھی زیر مطالعہ ہیں۔

☆ گھر والوں کی طرف سے صحت پر تنقید ہوتی ہے کہ اپنی کیئر نہیں کرتی فضول خرچ ہوں (کیونکہ میں کتابیں اور جیولری جنون کی حد تک خریدتی ہوں)۔ بہرحال سوچ اپنی اپنی خیال اپنا اپنا اور تعریفی کلمات یہ ہیں کہ پڑھائی اچھا ہو اور پڑھنے میں بھی یعنی اکیڈمک ریکارڈ بھی اچھا رہا اور اس لحاظ سے کبھی مایوس نہیں کیا۔

☆ الحمدللہ اس ذات باری تعالیٰ کا کرم عظیم ہے کہ میں اپنے آپ کو ہر روز محاسبہ کے دورانیہ سے گزارتی ہوں اور اپنی ذات کو ہمیشہ گناہ گار ہی پاتی ہوں اور پھر اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ

مجھے کر عطا کہ میرے خدا تو بہت بندہ نواز ہے
میری ہر صبح محتاج ہے تیری رحمتوں کے نزول کی

☆ جی ضرور ایسا لمحہ آیا جب میں نے محترمہ ام الہدیٰ (سابقہ قادیانی مرزا مسرور) کی بھتیجی ہیں اور اس کی بچیوں سے ملاقات کی اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ ہم مسلمان ہی پیدا ہوئے ہیں اور ام الہدیٰ کے ایمان کی پختگی کو دیکھ کر اپنے رب کے مزید قریب ہوئی اور بے اختیار زبان کہنے لگی کہ

مجھے اس طرح اپنی محبت میں مصروف کردے میرے اللہ
مجھے سانس تک نہ آئے تیرے ذکر کے بغیر

ریشماں کنول......فورٹ عباس

☆ شوہر کے رویے سے بہت تبدیلی آ گئی ہیں کہ دنیا میں بھروسے کے قابل کسی کو بھی نہیں سمجھنا چاہیے۔ سچا پیار ماں باپ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا دنیا میں جو ہر وقت اپنی اولاد کے لیے دعا کرتی ہے۔

☆ کالج جانے لگی بھائی کے ساتھ تو بھائی نے جلدی سے بائیک چلادی تو میں گر گئی سارا گون مٹی سے سفید ہوگیا پھر دوبارہ واپس پلٹی اور گون اتار کر چادر لی ہاہاہا......امی دیکھ رہی تھیں کہنے لگی کہ ایسے گری جیسے فٹ بال جاتی ہے۔

☆ پنجاب میں آئی ہوئی ہوں تو دونوں عیدیں یہاں پر گزریں اپنی فرینڈز کو بہت مس کیا جو حیدرآباد میں تھیں اور جو پنجاب میں مجھ سے قریب دوستیں تھیں بہت یاد کیا اور کہاں ہائے کاش پاس ہوتی تو کتنا مزہ آتا۔

☆ تمام تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں پڑھتے پڑھتے حقیقت کا روپ لگنے لگ جاتا ہے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ دانش کدہ یادگار

لیے ٹوٹا ہوا تارا ان کو پڑھ کر زندگی گزارنے کا سبق حاصل کیا کہ اپنی زندگی اچھے کام کرنے میں گزر بسر کرنی چاہیے اور ایک حد میں رہتے ہوئے۔

☆ خاص طور پر پروین آپی کی تحریر میں اکثر مجھے اپنی جھلک نظر آتی ہے اور نومبر کے شمارے میں بیاض دل میں صائمہ کنول کبیر والا کے اشعار مجھ پر حقیقت کا روپ تھا۔

☆ دینی کتابیں اور وی ٹی آئی کالج کی کتابیں اس کے علاوہ آنچل تو ہے جس کے آنے کا انتظار رہتا ہے کہ جلدی سے پڑھیں۔

☆ کوئی خاص تنقید تو نہیں بس کبھی کبھار سر پر دوپٹہ نہ ہونے یا ہونے پر گلے میں ڈال لوں تو نانی امی بولتی ہیں کہ یہ کیا ہے ننگے سر گھوم رہی ہو دوپٹہ لو۔ کھانا بنانے پر شاپنگ پر اور کالج میں تو ساری میڈم ہی تعریفیں کرتی ہیں کہ زندگی گزارنی ہے تو ریشماں کو دیکھ کے سبق سیکھو۔

☆ نئے سال کے آغاز میں بہت اچھے خیالات کا اظہار کرتی ہوں کہ اے اللہ! یہ سال ہمارے اور ہمارے ملک کے لیے ڈھیر ساری خوشیاں لائے اور گزشتہ سال میں میں نے خود کو آگے پایا ہے اللہ مجھے اور تمام کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔

☆ جی ایک فوتگی پر گئی تھی جو میری فرینڈ کی رشتہ دار میں ہوئی تھی اس کی میت کو دیکھ کر اپنا عکس ذہن میں آ رہا تھا کہ ایک دن ہم بھی اس حالت میں ہوں گے۔ اپنے گھر والوں سے جدا ہو جائیں گے تو دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے کہ اے اللہ! ہم سے جانے انجانے میں جو گناہ ہوئے ہو تو معاف فرمادے اور پانچ وقت نماز کا پابند بنادے آمین۔

طیبہ نذیر ...... شادیوال گجرات

☆ مجھے 2015ء میں کافی مسائل کا سامنا رہا ہے ہر طرف سے مجھے مشکلوں پریشانیوں نے گھیرے رکھا ہے (شاید یہ سال کبھی نہ بھول پاؤں) کوئی بھی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی لیکن میں نے امید کا دامن تھامے رکھا ہے۔

☆ سوچ سوچ کے......

قلم سے لکھ نہیں سکتی زباں سے کہہ نہیں سکتی
میری داستاں کا دوستو بیاں کچھ ایسا ہے

وہ کہتے ہیں نہ جب انسان بہت زیادہ پریشان رہنے لگتا ہے تو یا وہ چپ چپ رہتا ہے یا ہر وقت قہقہے لگاتا رہتا ہے غم چھپانے کے لیے تو آج کل ہم قہقہے لگا رہے ہیں ہاہاہا (اب تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے) کچھ پل جو خوشی کے ملے ہیں وہ جی بھائی ابوبکر کی شادی ہے جو 30 ستمبر کو ہوئی۔

☆ میرے بھائی عمر فاروق جو ساؤتھ افریقہ میں ہوتے ہیں ان کی بہت کمی محسوس ہوئی ہر تہوار پر اور ابوبکر بھائی کی شادی پر تو بہت زیادہ آنکھوں میں آنسو تھے اور لبوں پر مسکان تھی اور دل میں بھائی کی یاد تھی مس یو سو مچ بھائی رئیلی۔

☆ میں آنچل اسٹاف کی اور رائٹرز کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا میں کافی حد تک مطمئن رہی اور اچھا سبق ہی حاصل کیا پہلے سے بھی زیادہ اب اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتی ہوں وہ جس حال میں بھی رکھے اس کے ہر کام میں حکمت اور میرے لیے بہتر ہوتی ہے۔ وہ بہتری میرے لیے امید و یقین بن کے آتی ہے جس سے میں مطمئن زندگی گزار رہی ہوں۔

☆ شاید کسی کردار میں جھلک ہو لیکن مجھے پیچھے مڑ کے دیکھنے پر صرف پریشانیوں کے ڈھیر نظر آ رہے ہیں۔ کچھ یاد نہیں آ رہا ذہن بس تھکا جا رہا ہے۔

☆ بہت زیادہ کتابیں اور ناولز عنیزہ الطالبین نیا آسمان رستہ ہے دل ویاں تن صحرا خالی گھر زاویہ جان عبداللہ مقدس ہم سفر مصحف عشق کا عین، عشق شین، عشق کا قاف، بے زبان خدا خدا اور محبت امرتسر کا درویش منٹو کے افسانے دوسرا غزال آخری گلاب حاصل وہ جو حرف حرف چراغ تھا آدھا دکھ پچا چاند...... یہ میں نے تھوڑے سے نام لکھے ہیں بھی اور بھی بہت سی بکس پڑھی ہیں۔

☆ زیادہ باتوں میں تو نہیں لیکن ڈانٹ مجھے زیادہ باتیں کرنے سننے پڑتی ہے میں بولتی بہت زیادہ ہوں اس لیے سب گھر والے میری اس عادت پر عاجز رہتے ہیں مجھے اپنی تعریف کرنا پسند نہیں جہاں تک تعریفی کلمات کی بات ہے تو اکثر سننے کو ملتے ہیں لیکن پھر بھی میں خود کو اتنا اچھا نہیں سمجھتی۔ میں تو بس اپنے اللہ سے یہی مانگتی ہوں۔ یا اللہ مجھے ایسا بنادے کہ میں تجھے پسند آ جاؤں آمین۔ پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ ویسے جب 2015ء کا آغاز تھا نہ جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ کچھ بھی نہیں ہوا (سو اب سوچنا چھوڑ دیا) میں نے سوچا تھا یہ سال میرا بہت اچھا گزرے گا لیکن (ٹوٹلی الٹ)۔ یہ زندگی بڑی عجیب سی ہے کبھی گزاری کبھی بے زاری کبھی خوشی ہمارے ساتھ ساتھ ہے کبھی غموں کی خباری پیچھے مڑ کے دیکھوں تو سب کچھ دھندلا سا نظر آ رہا ہے اور اس دھندلاہٹ میں اپنی ذات بھٹکتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے امید تو یہی ہے دھند کے پیچھے ایک خوشگوار سویرا ہوگا (ان شاء اللہ)۔

☆میرے خیال سے تو کسی لمحے کی ضرورت نہیں ہوتی اللہ تو ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے ہمیں صرف محسوس کرنے کی ضرورت ہے اور دعا دل سے محسوس کر کے مانگیں وہ بھی ایک یقین کے ساتھ کہ میرا خدا مجھے ضرور نوازے گا (ان شاء اللہ)۔ بے شک وہ دلوں کے بھید بخوبی جانتا ہے۔

حرا قریشی...... ملتان

☆تبدیلی......؟

تھا ایک چشمہ خاموش سا
سراب دیتا تھا آب کا
ایک ننھا دلکش خاموش پرندہ
پیاس کی تاب نہ لاتے
عالم بے خودی میں
لپکا اس کی جانب
اسے لایعنی مسرت تھی
آہ...... اسرار جب کھولا اس چشمے کا
گر پڑا وہ معصوم اندھیرے میں
گھلا گھلا کر
دبوچ کر "پیاس" نے مار ڈالا اسے

کوئی ایسی خاص تبدیلی تو نہیں جس نے سرتاپا اس ناچیز کو بدلا ہو ہاں ایسا ضرور ہے کہ اپنے منفی اقدامات کی چادر کو کہیں دور اتار پھینکا ہے اور ان مثبت پیش قدمیوں نے سرگزشت زیست کے باب کو بلاشبہ دلکش اور دلچسپ بنادیا ہے۔ اس ننھے پرندے کی طرح اپنی خواہشات کی پیاس کو اتنا مت بڑھائیں کہ گر جائیں تو سنبھالنے والا بھی نہ ملے۔ جیسے جیسے نسیم سحر اپنی خوشگوار موجوں میں تبدیلیاں لاتی ہیں بالکل اسی طرح ہماری ذات کے ناتجربہ کارانہ اتار چڑھاؤ ایک تابناک مستقبل کی کلید تھامے خیر کی بلند و بالا ٹہنیوں پر سایہ فگن ہیں (اتنا فلسفہ مت بگھارو لڑکی! یار من کی کھلی آنکھیں بند ہونے لگی ہیں...... بوریت سے)۔ شرعی پردے کے عمل میں استقامت کی جڑیں مزید مضبوط ہوگئی ہیں پھر حقیقی حسن تو وہی ہوتا ہے ناں حس کے فرش پر آپ کے ظاہر و باطن دونوں یکساں ہیں بس ایسے ہی قبیلے سے آج کل ہمارا کنسرن بھی عمیق ہوا جاتا ہے۔

☆خوشگوار لگتی ہے
ہر وہ ساعت
جس میں "تم" آئے ہو
ہر وہ نظم...... جس میں تاثیر تمہارے لفظوں کی ہو
ہر وہ گل ہر وہ قدرت کا حسین منظر
جس میں حسن تمہارا جھلکتا ہو
(یار من کے لیے...... بقول جناب کے)

خوشگوار واقعات تو نہیں ہاں خوشگوار لمحوں کی فہرست پر نظر ڈالی جاسکتی ہے (یہ ایسے لمحات ہیں جب خوشی و غمی کی ملی جلی کیفیت اکٹھے وارد ہوئی ملاحظہ کیجیے)

جب لالہ رو (میری بھانجی) نے اس کائنات میں اپنی تشریف آوری کو ممکن بنایا یوں لگا زمین سے پھوٹتے بیج کو شجر بننے کی نوید مل گئی۔ جب بیسٹ ٹیچر (بائے دی اوے) کا ایوارڈ و سند ملا (لڑکی تم واقعی قابل ہوگئی ہو یا بس لوگ سمجھتے ہیں کہیں اندر سے کوئی چپکے سے بولا اور ہم نے پلکوں کی سطح آب پر آتے گہر (آنسو) سرعت سے چن لیے۔ ابوبکر کے بعد عمر (بھانجا) کا آنا ایک اور ذہین بچے کا صفحہ ہستی پر اضافہ (کیوں سر جی! ٹھیک کہا ناں) جب دو یا تین سال بعد شعاع کے ساتھ ساتھ اور خامشی کو بیاں ملے میں خود کو پایا (ناقابل بیاں خوشی)۔ سندس کی رائے ہمیشہ معتبر رہے گی اپنے دل نازک کے نہاں خانوں میں جزاک اللہ حبیب من۔ مجھے کچھ زیادہ تو اب یاد نہیں آرہا لیکن اتنا ضرور علم ہے کہ رب سوہنے نے اپنے جذبوں کی سعادت میں صدق اور مقصد کی تکمیل میں لگن اور دائمی محنت کا عنصر رکھا ہے (پھر بعد اظہار تشکر سجدے میں کیوں کر نہ جائیں)۔

☆ہر اک شے مرجھا سی گئی ہے
ہوا ہے تو خنکی نہیں دیتی
گل ہے تو کھلتا ہی نہیں
بیج ہے تو تناور نہیں ہوتا
گفتگو ہے تو ربط کا عنصر نہیں
بہار ہے تو خزاں کے رنگ میں ہے
رخ ہے تو بے رونق
روشنی ہوتی ہی نہیں
دیکھو جو غور سے
جہاں بھی تیری یاد کے منظر کہیں ہیں
وہاں جا بجا
تیرگی کے سائے جاگزیں ہیں......!

امی جان! (ہر مسرت، غم، کامیابی کے لمحات میں شدت سے یاد آتی ہیں)۔

☆ رائٹرز نے نہ صرف مطمئن کیا بلکہ اپنے لفظوں کی ملاحت وحلاوت اور کرداروں کے تغیرات سے یارمن کے حسن میں مزید اضافہ کیا۔ جیسے کوئی لطیف بادل چاند کے ہر دلکش روپ کو اپنے اندر سمولیتا ہے (جزاک اللہ)۔

☆ یارمن حرا! جیسی شخصیت بھی تحریروں میں پائی جاسکتی ہے؟ جسٹ بورنگ، سار چاکلیٹ...... بس رہنے دیجیے۔

☆ قدرت اللہ شہاب کی "ماں جی" اشفاق احمد کی "زاویہ" مستنصر صاحب کی "غارِ حرا میں ایک رات" یہ وہ کتابیں ہیں جنہوں نے اس ناچیز، کم عقل کی ذات پر انکشاف کا ایک ڈھیر دا کیا کہ "تم بھی تو لکھنے کے معاملے میں اچھے خاصے کورے ہیں آپ نگی حرا قریشی۔" بہرحال یہ وہ رائٹرز ہیں جو آپ کو سکوت کی دنیا سے شور کی طرف لے جاتے ہیں اور شور بھی ایسا دردانگیز، اسراروں سے پُردردوالم کے حقائق واضح کرتا آپ کو ایسی جگہ پر لے جاتا ہے جہاں تا حین حیات آپ گزر بسر کرنے کو مستعد ہوجاتے ہیں۔ جزاک اللہ اس لم یزل کا جس نے مجھے ان کی معلومات سے چند نادرو نایاب سکے منتخب کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جزاک اللہ اس رب سوہنے کا جس نے ان کی تحریروں کو مری ذات میں مدغم کرکے عجز وانکسار کی جانب راغب کیا۔ جزاک اللہ اس پاک پروردگار کا جس نے ان اعلیٰ پائے کے رائٹرز سے مجھے ملوا کر مجھ میں مرے خدوخال کے اسرار میں ایک نادیدہ قوت بھردی جو دنیا سے نکال کر جنت کی طلب پر اکساتی ہے اور رب سوہنے کی مزید قربت عطا کرتی ہے۔ جزاک اللہ یارمن کا جس کی بدولت مجھے ان مشاہدات کو منظر عام پر لانے کا موقع مل رہا ہے۔

☆ تنقید...... ارے ایسی ویسی ایک کی چار دو کی چھ جتنی چاہے اکٹھی کرلیں (بتانا شروع کیا ناں تو آپ اکتا جائیں گے اور ہمیں آپ کے شوق کا بخوبی پتا ہے ہاہاہا)۔ تعریفی کلمات ان لفظوں پر ملتے رہتے ہیں جو اشاعت کے مراحل میں آچکے ہیں۔

☆ کوئی نادیدہ سا نقطہ ہے جو دل ودماغ کی تختی پر عیاں ہونے کا پتا دینے لگا ہے کب ظہور پذیر ہوگا؟ رب سوہنے سے بہتر کوئی نہیں جانتا بس مری ذات اسی نقطے کے منکشف ہونے کی منتظر ہے۔ جہاں تک احتساب کا تعلق ہے تو اس کے لیے سال کے اختتام کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہر اس دن ہر اس لمحے ہوتا ہے جب مجھے اپنی غلطی کا ادراک ہوجائے سو ان غلطیوں کے تدارک کے لیے کوشاں ہیں۔ (رب سوہنا حرا کو نیک ہدایت دے آمین۔ (والدہ اکثر کہتی ہیں)۔

☆ مجھے معلوم ہے ابھی میں ان خوش بخت لوگوں سے دور ہوں جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں۔ سعی میں تسلسل ہے بقول واصف کے "اللہ کی قریب ہونا ہے تو اس بندے کے قریب ہوجاؤ جو اللہ کے نزدیک ہے" آپ دعاؤں کا دامن حرا کے لیے کشادہ رکھیں۔ ہم ان لمحات کی پردہ کشائی کے لیے منتظر فردا ہیں جب کہیں اندر، بہت اندر رب سوہنے کی ذات کا نزول ہوگا۔

سنو دوستو......

تمہیں نئے سال کی نوید ہو
اس کی گھڑیاں سے
تم وہ جوہر حیات کشید کرو
جو سامانِ زندگی کا ضامن تھے
جو تیرگی میں روشنی کا دامن تھے
جو کھلتے پھولوں کو شبابی رنگ عطا کرے
جو تھکے ہاروں کو تسلی و دلاسے کی امید دے
بھوکوں کو رزق
بوڑھوں کو جوانی
نونہالوں کو بانکپن عطا کرے
تم گر یہ سب چاہتے ہو
تو دست پر میرے دست اپنا رکھ دو
باہم ایسی قندیل جلائیں گے
روشنی جس کی فلک کو چھوئے گی
اور ہم......
آسمان کے پار اس لوگوں کو مسکراہٹ دیں گے
کچھ یوں......
نئے سال کی آہٹ دیں گے

سب جانتے ہیں کہ سورج تمام عالم میں روشنی وحرارت کا منبع ہے لیکن وہ یہ کام نہیں کرسکتا جو شب کی تیرگی میں ایک چھوٹا سا لیمپ سرانجام دیتا ہے لہٰذا امید کا دامن کبھی نہ چھوڑیں۔ عروج و زوال کے رنگ سب کے لیے ہیں، یارمن سے منسلک لوگوں کے لیے ڈھیروں دعائیں، آپ کی ادنیٰ سی توجہ اور دعا کی طلب گار آپ کی ادنیٰ سی خاکسار۔

اقصیٰ مریم...... فتح جنگ

☆ 2015ء میں تو ایسی کوئی تبدیلی نہیں آئی لیکن 2013 میں جب میری بہن جیسی دوست کی وفات ہوئی تھی تو اس واقعہ نے مجھے بالکل بدل کر رکھ دیا تھا۔

☆میری کزن نے اس بار مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے رات بارہ بجے برتھ ڈے وش کرے گی میری برتھ ڈے 31 اکتوبر کو تھی اسے کسی نے 30 اکتوبر کو بتایا کہ اکتوبر تو 30 کا ہوتا ہے اور کل یکم نومبر ہے اس الو نے فوراً سے مجھے ایس ایم ایس کردیا برتھ ڈے کا اور سوری کے ایس ایم ایس سینڈ کرنا شروع کردیئے کہ میں تمہیں رات بارہ بجے وش نہ کرسکی، مجھے معاف کردو اور پتا نہیں کیا کیا۔ اس کے ایس ایم ایس پڑھ کر اتنی ہنسی پھر میں نے بتایا کہ میری برتھ ڈے تو کل ہے وہ بے چاری بہت پچھتائی۔ میں نے اس کے ایس ایم ایس ابھی بھی موبائل میں رکھے ہوئے ہیں جب بھی پڑھتی ہوں بہت ہنسی آتی ہے، بے چاری مجھے سرپرائز دینے کی چکر میں خود الو بن گئی۔

☆اپنی دوست کی کمی میں ہر لمحہ محسوس کرتی ہوں، ہر پل وہ میری یادوں میں ہوتی ہے۔

☆اس بار میری مصروفیت کچھ زیادہ تھی اس لیے اتنا ٹائم آنچل کو نہیں دے سکی لیکن ایک اسٹوری سے مجھے بہت سبق ملا میرے خیال میں عائشہ نور محمد کی کہانی تھی نام ذہن سے نکل گیا ہے اس میں یمنہ کے کردار سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے، یہ کہانی بہت سبق آموز تھی۔

☆سمیرا شریف طور کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میں انا کے کردار میں مجھے اپنی جھلک نظر آتی ہے، میں بھی اس کی طرح تھوڑی بے وقوف سی ہوں سب کہتے ہیں پر مجھے نہیں لگتا ہاہاہا۔

☆اس سال میں نے عمیرہ احمد کا ناول "پیر کامل" پڑھا ہے جتنا اس کے بارے میں سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا ہے۔ بہت ہی زبردست ناول ہے۔ ہمیں اسلام کی طرف مائل کرنے والا ناول، میرا تو مشورہ ہے کہ جس کسی نے اسے ابھی نہیں پڑھا وہ ضرور پڑھے۔

☆جب میں چھوٹی سی بات پر بھی رو پڑتی ہوں تو مجھے گھر والوں سے بہت ڈانٹ پڑتی ہیں اور میرے مزاج کی وجہ سے تعریف کرتے ہیں سب لوگ۔ میں خوش مزاج قسم کی لڑکی ہوں، ہر کسی کے ساتھ اچھے موڈ میں بات کرنا کسی سے جھگڑا نہ کرنا اور ہر ایک کو خوش دیکھنا میری عادت ہے۔ جس کی وجہ سے سب لوگ میری تعریف کرتے ہیں۔

☆میرے چاچو کو اس سال حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی وہ رہتے بھی بہت زیادہ بیمار تھے جب وہ مکہ مکرمہ گئے تو وہاں پیش آنے والے کرین حادثے نے مجھے اپنے رب کے اور نزدیک کردیا۔

عائشہ حسین...... گوجرانوالہ

☆چیلنج اگر پازیٹو ہو تو زندگی سنور تی چلی جاتی ہے لیکن اگر نیگیٹو ہو تو...... پھر اللہ ہی مالک ہے میں اچھی خاصی بے پرواہ پراوڈی اور سیانی ہوتی تھی مگر اب میں آس اور یاس کے درمیان لٹک رہی ہوں۔ اپنے مستقبل کا خوف پریشان رکھتا ہے حالانکہ میں پریشان نہیں ہونا چاہتی (باخدا مجھے کوئی بوڑھی عورت نہ سمجھا جائے) یہ میرے گھر والے میری شادی کررہے ہیں ناں تو سسرال نامی بلا جان کھینچ رہی ہے (شادی شدہ خواتین اپنے مشوروں سے نواز سکتی ہیں) آخر تجربہ بھی کوئی چیز ہے، بس یہی فکر مجھے پہلے والی عائشہ سے مختلف کرتی جارہی ہے ویسے آپس کی بات ہے تبدیلی زندگی کا دوسرا نام ہے۔

☆خوشگوار واقعہ ہائے ری زندگی! اچھی بھلی مزے کی زندگی تھی رج کے خوش گوار سارا سواد ہی گواچ گیا اب تو (بچی)۔ اچھا ایک بتاتی ہوں جو کسی کو نہیں پتا، میرا بھتیجا افنان (شیرو) رمضان میں انیسویں روزے کو چھت پر ہلکی ہلکی بارش میں، میں کپڑے دھو رہی تھی وہ شیرو چھت پر روٹی لایا ہوا تھا کھانے کے لیے میرا تو جناب روزہ تھا اس نے مجھے کہا کہ (آنٹی توتی کھواتا) "آنٹی روٹی کھلاتا" میں کھلانے لگی پتا ہی نہ چلا کب خود بھی کھانے لگی، کھاتی گئی کھاتی گئی روٹی ختم ہوئی تو خود بھی پانی پیا جی بھر کے اور شیرو کو بھی پلایا بعد میں یاد آیا کہ میرا تو روزہ تھا (سچ میں بھول گئی تھی) اور میں نے خالی پیٹ روزہ رکھا ہوا تھا، صبح سات بجے جاگی تھی ناں، سحری بروقت جاگ نہیں سکی تھی (اللہ نے روزہ پکا کرادیا)۔ بہت ہنسی آتی ہے یاد کرکے اور میں نے کسی کو بتایا بھی نہیں پیچھے کر (افطاری کے ٹائم میں چوری چوری ہنستی رہی)۔

☆2015ء میں بھی اور آئندہ تمام زندگی میں بھی اپنی امیوں (دو امی ہیں ناں) کو ہی مس کروں گی، میری دونوں ماما کی وفات ہوگئی ہے اور ان کے علاوہ مریم اور پیچ کو مس کیا۔

☆مطمئن تو نہیں ہوں کیونکہ پرانی رائٹرز زیادہ اچھا لکھتی تھیں، نیو رائٹرز بھی اچھا لکھتی ہیں مگر اب پہلے جیسی بات نہیں خیر ہمت مرداں مدد خدا۔ لگے ہوئے ناں آپ لوگ مزید بہتر ہوتا جائے گا (ان شاء اللہ) اور سبق سیکھنے والی ہستیاں تو کوئی اور ہوں گی ہم تو سکھانے والوں میں سے ہیں (جسٹ کڈنگ)۔ اب میں بات کی گہرائی میں نہیں جاتی جیسے کوئی بات کہتا ہے اس بات کو ویسے ہی اڈاپٹ کرتی ہوں۔ یار گہرائی میں جانے سے بھی اپنا نقصان ہوتا ہے بات کہنے والا اپنی مرضی کی بات کرتا ہے اور یہ جاوہ

جا' فائدہ ڈونگی سوچیں سوچنے کا۔ سطحی لوگ' سطحی باتیں اور سطحی طلب' وہ بزرگ جو کہتے تھے کہ "ہر بات کی تہہ میں ایک بات ہوتی ہے اور وہ ہی اصل بات ہوتی ہے" یہ بات اس دور پر تو اپلائی ہوتی نظر نہیں آتی مجھے۔

☆ میں نے کبھی خود کو ہیروئن سمجھا ہی نہیں' ہیروئن صرف ناولز فلمز یا ڈراماز میں ہوتی ہیں حقیقت میں تو بس عورت ہوتی ہیں جسے مختلف کردار پلے کرنے کو مل جاتے ہیں (بلا معاوضہ) کبھی ماں کا' کبھی بیٹی کا' کبھی بیوی اور کبھی بہن کا' میں باز آئی کسی تحریر میں جھلکنے سے' بچنے سے۔

☆ بہت سی کتابیں زیر مطالعہ بلکہ زیر معائنہ رہیں' ایک تو یارم' شہر دل' بیلی راجپوتاں کی ملکہ' لاحاصل' میری ذات ذرہ بے نشاں' بشر مومن' آخری معرکہ' مقدس اور بھی ڈھیر ساری کتابیں پڑھی ہیں۔ کس کس کا بتاؤں اور کس کس کو چھوڑ دوں۔

☆ سماء کہتی ہے کھانا بنانا سیکھو مروا لگے گھر جا کے اپنا سر پکاؤ گی۔ کبھی کہتی ہے روئے گا تمہارا شوہر جب روز صبح' دوپہر' شام ریسیپیز بدل بدل کے مختلف نام اپنے پاس سے ہی رکھ کے تم اسے آملیٹ بنا کے کھلاؤ گی یا پھر کنگھی ہی کر لیا کرو تمہاری ٹنڈ کروا دینی چاہیے اور رات کو سوتے ہوئے کہتی ہے آپ چاٹا (بال) کیوں بکھیر لیے ہیں' ایسے لمبے نہیں ہوں گے ان کو تیل ڈال کے باندھا کرو' روز کنگھی کیا کرو اور بھی بہت کچھ کیا بتاؤں (اپنی بھی عزت ہے)۔ ہاں تعریفی کلمات ہمیشہ بلکہ اکثر میرے لیے باہر کے لوگ ہی کہا کرتے ہیں یا نو گھر کے لوگ تو نادیدہ خامیاں بھی بتاتے ہیں۔ مجھے اسٹڈیز' ڈسپلن (جو ہے ہی نہیں مجھ میں) پر اچھی ڈریسنگ' چوائس پر' پینٹنگ کے میتھڈ پر تعریف سننے کو ملتی ہے اور ہاں یاد آیا خوب صورتی پر بھی۔

☆ سچ بتاؤں روٹین لائف گزارتے پتا ہی نہیں چلتا کب محرم آیا کب گیا' کب جنوری آیا اور کب گیا۔ دبے پاؤں وقت گزرتا ہی چلا جاتا ہے' ہاں رات سونے کے وقت دعائیں پڑھتے ہوئے سارے دن کے گناہ شمار کر کے معافی مانگتی ہوں اللہ تعالیٰ سے اور جناب اپنی ذات تو نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ بہت فکر میں گزرتے ہیں روز و شب' کبھی تو کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی اپنی ذات۔

☆ اپنی خالہ جان اور ان کی فیملی دیکھ کر بے اختیار اللہ کے قرب کی چاہ کی' اللہ کا دیا سب کچھ ہے مگر کسی بدخواہ کی نظر کھاتی جا رہی ہے۔ خدا سے پناہ مانگتی ہوں کہ وہ بُرے وقت سے' محتاجی سے آپ کو' مجھے اور ہم سب کو دور رکھے آمین۔

قرۃ العین کمبوہ...... راجہ رام

☆ 2015ء کا سال بلاشبہ بہت بھاری رہا ہے' بہت سی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑے یہ سال رخصت ہو رہا ہے۔ بہت سے لوگوں کے اس دنیا سے چلے جانے سے زندگی بہت بدل گئی ہے اور زندگی نے ایک دم بہت بڑا کر دیا ہے۔ صبر کرنا آ گیا ہے ہر چیز پر اور رب کی رضا میں راضی ہونا سیکھا ہے۔

☆ اس سال کے حوالے سے کوئی خوشگوار واقعہ ذہن میں نہیں ہاں مگر فیس بک کے حوالے سے' بہت سی خوشگوار یادیں ہیں' ہوا کچھ یوں کہ میں نے اپنی ٹائم لائن پر فرحانہ ناز ملک کے حوالے سے' بہت سی پوسٹ لگائی ہوئی تھیں اور پروفائل پکچر بھی عبداللہ' نایاب اور حفصہ کی لگائی رہی' پورے سال تو سب لوگ مجھے ان کی رشتہ دار سمجھنے لگے اتنی ریکوئسٹس اتنے ان باکس' سو مجھے ہمیشہ ہنسی آ جاتی تھی اور میں سوچتی ہوں کہ انہیں کیا جواب دوں ایک اور واقعہ یہ ہے کہ میری دوست نے مجھے کھانے پر انوائٹ کیا اور جب میں پہنچی تو سب کھانا مجھے ہی تیار کرنا پڑا کیونکہ اس کے سسرال والے آ گئے تھے اور وہ انہیں ٹائم دینے لگ گئی یہ بات جب بھی یاد آتی ہے تو ضرور ہنستی ہوں۔

☆ اس سال کی دونوں عیدوں پر میرے بھائی ہمارے ساتھ نہیں تھے ایک جاب کی وجہ سے نہیں آ سکے اور دوسرے بیرون ملک ہونے کی وجہ سے' عید بہت ادھوری رہی۔

☆ سب ہی ناولز بہت اچھے تھے مگر اقبال بانو کا "اے چشم نم تو نہ چھلک" نے بہت زیادہ متاثر کیا' ایک یادگار افسانہ اور ام مریم جی کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

☆ ٹوٹا ہوا تارا کی انا میں مجھے اپنی جھلک نظر آتی ہے۔

☆ کتابیں تو ہر وقت ہی زیر مطالعہ رہتی ہیں اس سال ابو یحییٰ خان کی کتاب "پیا رنگ لاگا' مقدس' بچپن کا دسمبر' بیلی راجپوتاں کی ملکہ' زیرو پوائنٹ" اور بھی بے شمار پڑھی ہیں۔

☆ میرے گھر والوں کو ہمیشہ مجھ سے شکایت رہی ہے کہ میں اپنی ہم عمر دوستیں نہیں بناتی' میری ساری دوستس مجھ سے بڑی ہیں اور دو دو بچوں کی مائیں ہیں اور مابدولت ابھی بیس سال کی بھی نہیں ہوئیں۔ گھر کو بہت اچھے سے سنبھالا ہوا تھا اس پر تعریف سننے کو ملتی ہے۔

☆ 2015ء کے حوالے سے کچھ بھی یادگار نہیں صرف اتنی تبدیلی آئی ہے کہ میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا اور نئے سال میں خود کو مصروف دیکھتی ہوں کہ پڑھائی اور ڈائجسٹ کے علاوہ شاید ہی کوئی سرگرمی ہو۔

☆فرحانہ ناز ملک کا اس دنیا سے چلے جانا اور اپنے پیچھے بہت سے لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ جانا۔ میں انہیں کبھی نہیں بھلا سکتی اور میں اس حادثے کو جب بھی سوچوں تو آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور میں ایک لفظ بھی نہیں بول پاتی۔ وہ میری دعاؤں میں ہمیشہ سے زندہ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی اللہ ان کے درجات بلند کرے آمین۔

اس طرح دل کے زرد آنگن میں
تیری یادوں کے داغ جلتے ہیں
جیسے آندھی میں ٹوٹی قبروں پر
سہمے سہمے چراغ جلتے ہیں

اجازت..... وقت آپ سب کو سلامت رکھے آمین

ثمینہ ناز..... فتح جنگ

☆گیا سال 2015 مجھے ایسا زخم دے گیا ہے جس نے مجھ سے میری پیاری امی جان کو چھین لیا' 18 نومبر سرد رات ہم پر ایک قیامت ٹوٹی جس کی یاد ہمیں زندگی بھر خون کے آنسو رلاتی رہے گی۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ امی مر گئی ہے۔ میں کہتی ہسپتال میں ہے اور کبھی کہتی ہوں کہ امی جان ابھی مجھے آواز دے گی "ثمینہ بیٹا اٹھو صبح ہو گئی ہے نماز پڑھو قرآن مجید کی تلاوت کرو۔"

کون کہتا ہے موت آئے گی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

میری امی کی سخاوت' مہمان نوازی' سچائی' امانت داری اور اخلاق کی لوگ تعریف کرتے ہیں۔ نماز کی پابند روزے کی پابند ہر مہینے دس روزے رکھتی ہیں' قرآن پاک کی صبح و شام تلاوت کرتی رہتی تھی۔ ہم بہن بھائیوں سے بہت محبت کرتی تھیں۔ جس طرح میری امی نے بڑی بہادری کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کیا وہ بھی کیا قابل ذکر ہے۔

☆ایسا کوئی خوشگوار واقعہ اس سال نہیں ہوا اس سال نے ہمیں غم دیئے ہیں۔

☆2015 میری پیاری امی جان اور نانی اماں کی کمی کو شدت سے محسوس کیا' نانی اماں کی وفات 20 اکتوبر اور امی جان کی وفات 18 نومبر کو ہوئی۔

مرنے والے مر تو جاتے ہیں مگر فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت ہے وہ ہم سے جدا ہوتے نہیں

☆آنچل کی رائٹرز نے ہمیں بہت مطمئن کیا' "ٹوٹا ہوا تارا' موم کی محبت' شب ہجر کی پہلی بارش" بہت زبردست سلسلہ وار ناول چل رہے ہیں۔ ان کی تحریروں سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے بلاوجہ کسی پر شک نہ کرے' محبت کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے۔

☆سمیرا شریف طور "ٹوٹا ہوا تارا" اور سباس گل "محبت دل کا سجدہ ہے" کی تحریر میں اپنی جھلک نظر آئی۔

☆گزشتہ سال اسلامی کتابیں زیر مطالعہ رہیں' ان کتابوں میں سیرت النبی ﷺ پسند آئی۔

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد ﷺ رقم نہ ہوتا
یہ ہاہ ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح قلم نہ ہوتا

☆گھر والے خصوصاً امی اور ابو جی رات کو رسالہ (آنچل) پر عموماً تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گم شدہ چیزوں کو ڈھونڈ لیتی ہوں اور ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آتی ہوں تو تب تعریفی کلمات سننے کو ملتے ہیں۔

☆سال کے آغاز میں بہت شوخ چنچل ہوا کرتی تھی لیکن 18 اکتوبر کو امی جان کی موت نے ہماری مسکراہٹ کو غم میں بدل دیا۔ 18 اکتوبر کی رات میری پیاری امی جان کو ہم سے چھین کر لے گئی۔

گزر گئے وہ رات دن' بچھڑ گئیں وہ ساعتیں
مگر یہ کیا کہ دل پر یہ جہاں ثبت ہو گئے

☆امی جان کی موت نے ہمیں دہلا کر رکھ دیا ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے ہماری امی جان دل کے قریب رشتہ کبھی ہمیں چھوڑ کر جا سکتی ہے۔ امی جان پانچ سال کے عرصہ میں جس بہادری کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کرتے کرتے آخر کار ہار گئی اور موت جیت گئی۔

مجھے اس بات پر بڑی خوشی ہوئی کہ میری امی جان کو آخری دم کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوا۔ کلمہ شہادت پڑھ کر اپنی خالق حقیقی سے جا ملی۔ امی جان کی لبوں پر مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ ان کا رب ان سے راضی ہے اور انہیں جنت کی خوش خبری سنا دی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور سورۃ یٰسین کی تلاوت سے اپنے رب کے نزدیک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے کا اجر ثواب آخرت کی امید میں صبر کر رہی ہوں۔ دنیا فانی ہے' ہم سب کو لوٹ کر اسی جگہ پر جانا ہے۔

رخصت ہوا تو باب مری جان لے کر گیا
جو اس کے پاس تھا وہ مجھے دان کر گیا
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

(بیتے لمحے کا بقایہ حصہ ماہنامہ حجاب کے شمارے جنوری میں پڑھیں)

چراغ خانہ
رفعت سراج

آنکھیں جن کو دیکھ نہ پائیں سپنوں میں بکھرا دینا
جتنے بھی ہیں روپ تمہارے جتنے بھی دکھلا دینا
دل ساگر ہے دل دریا ہے اس دریا کی، اس ساگر کی
ایک ہی لہر کا آنچل تھامے عمر یہ ساری بتا دینا

"اے لو...... پھر چلی گئی کم بخت...... خبر نہیں سرکار اتنا احسان بھی کیوں کرے ہے اپنی بتی اپنے کنے رکھو بلکہ سر پر رکھ کر ناچو۔" یشتمن بوا کی نیند بھن بھن کرتے مچھروں سے ٹوٹی تھی۔ اک اک حرف بھڑکتے تنور سے نکلا تھا۔

"توبہ ہے بوا...... اب تو عادی ہو جانا چاہیے ہر گھنٹے بعد ایک سی تقریر کرتے آپ تھکتی نہیں؟" پیاری نے چار اور پھیلتے گھپ اندھیرے میں اندازے سے شمع دان کی طرف بڑھتے ہوئے کوفت کے عالم میں کہا۔

"اے نہیں تھکتے...... صبح دوپہر شام بولیں گے تو جنریٹر ٹھیک ہوگا...... ورنہ کس کو پروا ہے بچہ رُو دے ہے تو ماں دودھ پلاوے ہے...... مشہود میاں بڑے منیم بیوپاری بنے پھرتے ہیں اپنے کسی لونڈے لپاڑے کو گھر بھیج کر یہ موا جنریٹر اٹھوالیں کاریگر کیوں گھر آنے لگے مہندی لگی ہے تلوؤں میں...... وہ چین جاپان کی بتیاں بھی جل بجھ تک مریں...... " یشتمن بوا نے تکیے کے نیچے دبایا ہوا ہاتھ کا پنکھا نکالا اور یوں ہوا کرنے لگیں گویا شعلوں کو ہوا دے رہی ہوں۔ پیاری اتنی دیر میں شمع دان میں لگی بڑی سی شمع روشن کرچکی تھی۔

مشہود کی کنسائنمنٹ جانے والی تھی اسے دن رات کا ہوش نہیں تھا تین ایمرجنسی لائٹس خراب پڑی تھیں ایک واش روم کے لیے ریزرو رکھی جاتی تھی۔

جب سے یشتمن بوا نے واش روم میں موم بتی سے فلیش ٹینک جلایا تھا...... اس دن سے اتنا ڈر گئی تھیں کہ موم بتی لے جانے سے اندھیرے میں ٹھوکریں کھانا بہتر سمجھتی تھیں۔

"مار شکلیں بدل بدل کر آجاتے ہیں جان جلانے کو...... ووٹ مانگتے وخت (وقت) یوں دکھاوا کرے ہیں جنے بتی جیب میں لیے پھر رہے ہوں۔ جو ووٹ دے گا بتی اس کے ہاتھ میں تھمادیں گے۔" پنکھا جھلتے ہوئے یشتمن بوا کی بڑبڑاہٹ پنکھے کی ہوا کی رفتار سے تھی اسی آن گھر کے مین گیٹ پر مہذبانہ سی تھاپ پڑی تھی۔

پیاری نے چھت پر جانے کے لیے زینے پر پہلا قدم رکھا تھا واپس اتار لیا گویا جنت میں انٹری سے پہلے شداد کی روح قبض کرلی گئی ہو۔ اس وقت تو چھت پر رقصاں ٹھنڈی نرم ہوا کا تصور کسی جنت سے کم نہ تھا۔

"ارے اس اندھیرے میں کسے ٹھوکریں کھانے کی سوجھی۔" یشتمن بوا یوں گویا ہوئیں جیسے آنے والے نے گیٹ پر دستک نہ دی ہو ان کے سر پر زور سے دھول جڑی ہو۔

"آپ لیٹی رہیے میں دیکھتی ہوں۔" پیاری کہتی ہوئی گیٹ کے قریب بھی پہنچ گئی تھی۔

"بیٹا...... نام پوچھ کر قفل کھولو...... ارے میرے منہ میں خاک...... واردا تیے بھی ناک نیچے ہی پھرتے ہیں۔"

"کون؟" پیاری کی آواز میں ریشم کی بنت تھی۔

"دانیال......" بس در جو آواز ابھری اس نے تو جیسے پیاری کے ہاتھ پاؤں پھلادیے۔

"دانیال...... اس وقت؟"

"جی وہ مشہود بھائی تو ابھی تک گھر نہیں آئے۔"

''ارے بیٹا کون ہے؟'' شمشتن بوا کو کسی کل چین نہ پڑتا تھا۔

''وہ..... دانیال ہیں بوا.....''

''ارے تو بیٹا' کواڑ کیوں نہیں کھولتیں...... یہ تو ہمارا اپنا بچہ ہے۔'' پیاری تو جیسے اشارے کی منتظر تھی۔ جھٹ گیٹ کا ذیلی گیٹ وا کردیا۔

''دانیال..... آؤ بیٹا آؤ..... اندھیر نگری چوپٹ راج ہے اس وخت تو..... سمل (سنبھل) کے پاؤں دھرنا میرا بچہ.....'' شمشتن بوا کی ساری کلفت دور ہوگئی تھی۔

دور سے آتے ہوئے کسی ہیوی وہیکل کی ہیڈ لائٹس لحہ بھر کو پیاری پر پڑی تھی۔ دانیال نے اس لمحے کو قید کرلیا' ضائع نہیں کیا۔

زرد گلابی امتزاج کے جدید تراش کے ملبوس میں پیاری اسم بامسمیٰ دکھائی دی۔ گھبرائی گھبرائی پلکیں جھپکتی ہوئی۔ دانیال نے قدم اندر رکھا اور پیاری نے پٹ بند کردیا۔

''السلام علیکم بوا!'' دانیال نے بوا کی آواز سے سمت کا تعین کرلیا تھا۔ کیوں کہ شمع اندر لاؤنج میں جل رہی تھی۔ باقی سارا گھر تاریکی کے رحم وکرم پر تھا۔

''جیتے رہو..... سنا ہے آپ انجینئر ہو..... انجینئر تو مشینیں ٹھیک کرتے ہیں۔ بیٹا ہمارا جنریٹر تو چالو کردو' اللہ آپ کا بھلا کرے۔'' پیاری نے گویا اپنا سر پیٹ لیا۔

''بوا یہ وہ انجینئر نہیں ہیں آپ سے بھی بس حد ہے۔'' پیاری تکلف میں غصے کا بھرپور اظہار نہ کرپائی۔

''اچھا اچھا تو پھر یہ وہ انجینئر ہیں جو زمین سے تیل نکالتے ہیں۔'' بوا نے ازخود ہی سب کچھ سمجھ لیا اب وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھیں اور تخت کے نیچے پڑا پاندان بھی اٹھا لیا تھا۔

''یہ ان تلوں سے تیل نکالتے ہیں جن میں تیل نہیں ہوتا۔'' پیاری کی حس لطیف انگڑائی لے کر جاگ چکی تھی۔ اس نے دانیال کو یوں چھیڑا گویا سر چھیڑ رہی ہو۔ دانیال خفیف سے انداز میں مسکرادیا مگر اس نے پیاری کی طرف ابھی تک ایک ارادی نظر بھی نہیں دوڑائی تھی۔

''میں سول انجینئر ہوں بوا' جو ریلوے ٹریکس' پل اور بڑی بڑی بلڈنگز بناتے ہیں۔'' دانیال نے ذرا وضاحت سے جواب دیا۔

''اوئی اتنی بڑی بڑی چیزیں بناتے ہیں آپ...... یہ موا چھوٹا سا جنریٹر بنانا بھی سیکھ لیا ہوتا۔ ہمیں کتنی سہولت ہوجاتی آپ سے۔'' بوا کو سخت مایوسی ہوئی تھی۔ مشہود میاں تو آج کل ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔ مار جس کی لگام ہی نہ ہووے...... گھر میں ٹکیں تو گھر کے کام دیکھیں۔''

''آپ کے لیے چائے بناؤں یا ٹھنڈا چلے گا؟'' پیاری نے اب جلدی سے مداخلت کی تاکہ اگلے پیراگراف سے بچت ہوجائے اور آنے والے کو احساس ہو کہ گھر میں بوا کے علاوہ بھی کوئی ہے۔

''تھینکس۔ میں مشہود سے اس کا سیل فون لینے آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ایک سیل گھر میں فالتو پڑا ہے۔''

''اوہ تو آپ بھائی کا سیل لینے آئے ہیں......''

''کل تک کے لیے۔'' دانیال نے فوراً بات کاٹ کر پیاری کی طرف نظر کیے بغیر جواب دیا۔

''ایکچوئیلی شام کو گن پوائنٹ پر میرا سیل اور والٹ چھن گیا...... اور مجھے کچھ لوگوں سے صبح تک کونٹیکٹ میں رہنا ہے۔''

''ارے خدا کی مار لوٹ لیا بچے کو..... بیٹا پیسے کتنے تھے؟'' بوا نے دہل کر دانیال کے چہرے کے تاثرات اندھیرے میں دیکھنے کی سعی کی۔

''آج کل پیسے کون جیب میں رکھ کر پھرتا ہے' پیسے زیادہ نہیں تھے ہزار دو ہزار ہوں گے بس۔''

''اللہ کی شان ہے آج کل ہزار دو ہزار بس ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں تو ہزار دو ہزار کی بڑی سی موٹر آجاتی تھی۔''

''تو بوا آپ کا زمانہ بھی تو ہزار دو ہزار سال پہلے کا ہے۔'' پیاری شرارت سے کہتی ہوئی وہاں سے لاؤنج کی

طرف بڑھ گئی تھی۔

"ارے بیٹا! آپ کا بس چلے تو حضرت نوحؑ کی کشتی میں بٹھادیں آپ تو ہمیں۔ ہماری عمر کے پیچھے پڑی رہتی ہیں ہر وقت......" بوا برامان گئیں۔

بوا جل بھن کر بول رہی تھیں اور دانیال کی سماعتیں پیاری کی آہٹیں گن رہی تھیں۔ بوا کیا کہہ رہی تھیں وہ سب سر سے چار ہاتھ اونچا ہوکر گزر رہا تھا۔

❁......☪......❁

مشہود اور شبیہہ (پیاری) گزشتہ دس برس سے والدین کی شفقت سے محروم زندگی گزار رہے تھے۔ ماں جو عرف عام میں عموآپا جانی جانی تھیں' سالوں سے بریسٹ کینسر میں مبتلا تھیں ان کا تو کسی وقت اچانک چلے جانا گویا طے ہوچکا تھا' کیونکہ جس وقت کینسر ڈائیگنوز ہوا پانی سر سے اونچا ہوچکا تھا مگر بہترین علاج معالجے اور محبت بھرے ماحول کی وجہ سے بگڑی حالت سنبھلتی رہی اور سنبھل سنبھل کر بگڑتی رہی۔ بالآخر دھوپ چھاؤں کا یہ کھیل ایک دن تمام ہوگیا...... خاک وخمیر کا ملن ہوگیا' ٹھیک ان کی وفات کے چھ ماہ بعد مشہود اور پیاری کے شفیق ذخرم خو والد محترم پروفیسر وجود حسین کا ٹریفک حادثے میں انتقال ہوگیا۔

اس وقت مشہود کی عمر اٹھارہ سال اور پیاری کی عمر گیارہ سال تھی۔ بہت بڑا ددھیال تھا اور تقریباً اتنا ہی بڑا ننھیال...... دونوں طرف خوش حالی بھری دوپہر کی دھوپ کی طرح بکھری ہوئی تھی۔ اور یہ انسان کی بڑی عجیب فطرت ہے پیٹ بھرا ہوا کم از کم دو پشتوں کے لیے اکھٹا بھی رکھ لیا ہو تو خمار گندم کا نشہ توڑنے والی ہر شے مزاج پر کوہ گراں کا بار بنتی ہے۔

حسن تو بے چارہ یونہی بدنام ہے کہ خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے' خدا جب تونگری دیتا ہے تو بہت زیادہ نزاکت آجاتی ہے۔ لوگ تو اپنا ۱۰۰ گرام کا پاؤچ اٹھانے اور سگریٹ سلگانے کے لیے بھی نوکر رکھ لیتے ہیں' گویا نازک مزاجی کی کوئی حد نہیں رہتی۔

اتنے نازک مزاج رشتے داروں کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ سفر کی تھکن سمیٹ کر غم زدہ بچوں کو تسلیاں دینے گاہے بگاہے اپنے بہشت آفریں مسکنوں سے باہر نکلیں۔

البتہ U.K میں مقیم سگی خالہ انیسہ کو اپنے نام کی لاج رکھنے کا خیال آگیا۔ انہیں یاد آیا کہ U.K (سیٹل ہونے سے پہلے ان کے شوہر کی انا یا دایہ (جو آج کل گورنس وِڈوائف کا روپ دھار چکی ہے) بہشتن بوا جو برسوں سے ساتھ رہ رہی تھیں واپس اپنی بیٹی کے پاس گاؤں چلی گئی تھیں...... کبھی کبھی فون پر داماد کی بے مروتی کا رونا رویا کرتی تھیں' اور اللہ سے پردہ ڈھانپنے کی دعائیں مانگا کرتی تھیں۔

انیسہ نے جھٹ انہیں سرپرستی سے محروم بھانجے اور بھانجی کے پاس پہنچادیا تاکہ معصوم بچی کے ساتھ گھر میں کوئی عورت جو قابل اعتبار بھی ہو مستقل رہے' مرحوم پروفیسر وجود حسین تنخواہ دار تھے...... مال جمع کرنے سے کبھی رغبت نہ رہی تھی' طبیعت میں بلا کی سادگی تھی' نمود ونمائش کا فلسفہ زندگی بھر سمجھ نہ آیا' شاید بیوی کی وجہ سے دنیاداری کی دلدل میں اترنا ہی پڑجاتا مگر وہ بے چاری بھی پلنگ پکڑ کر بیٹھ گئیں' ان کے انتقال کے بعد یونیورسٹی سے جو واجبات ملے مشہود نے اس جمع پونجی کو بہت سمجھداری سے استعمال کیا' پڑھائی کے ساتھ ساتھ پوش ایریاز میں ٹیوشن بھی پڑھاتا رہا' بہن ایک ہی تھی مگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو بہت شدت سے محسوس کرتا تھا۔

اسلام نے یتیم و مسکین کے لیے خصوصی تاکید کی ہے' ماں باپ سے محرومی کو بہت بڑی بلکہ سب سے بڑی محرومی تسلیم کیا ہے' کہ ماں باپ کی شفقت سے بہت جلد محروم ہوجانے والے بچے غیر معمولی حساس ہوتے ہیں' بچپن ہی میں بوڑھے ہوجاتے ہیں' یہی وجہ تھی کہ مشہود نوجوان بوڑھا تھا' احساس ذمہ داری سے جس کے کندھے جھکے تھے' اس نے کیا کرنا ہے؟ بہت جلد اپنے کیریئر کی سمت طے کرچکا تھا' انڈسٹریل انجینئرنگ کا میدان چن لینے کے بعد وہ آگے دوڑتا چلا گیا اور سیدھا اپنے ٹارگٹ

تک پہنچا۔

مردہ صنعت کو زندہ کرنے کا آرٹ ہاتھ آ گیا تو اس نے ایک ایسی فیکٹری خریدی جس کے کئی تالے زنگ کی وجہ سے تبدیل کیے جاچکے تھے۔ پاکستان اور ہندستان میں جب جائیدادیں کلیم ہوئیں یہ اس وقت کی یادگار تھی' مالکان یورپ میں بسے ہوئے تھے' یہ نوکروں کے ہتھے لگ گئی جن کو اس کی قدر و قیمت کا ادراک ہی نہیں تھا۔ کوڑیوں کے دام بیچنے نکلے تو مشہود کے ہاتھ لگی' جو اپنی استطاعت کے مطابق کچھ ایسا ہی تلاش کررہا تھا۔

۶۰۰ گز کے رقبے کے مرکز میں کھڑی یہ یادگار ایک نظر میں یوں دکھائی پڑتی تھی گویا سرجان مارشل نے موہن جودارو کے ساتھ ساتھ یہاں بھی کھدائی کرا کر بازیافت کی تھی۔

دوسال کی جان توڑ مشقت کے بعد اب محنت کا پھل ملنا شروع ہوگیا تھا۔ پہلے تو اس نے اس ویرانے میں سبزہ اگانے کا اہتمام کیا تھا' بعد میں مرض الموت میں مبتلا اس فیکٹری کو آکسیجن دینا شروع کی تھی۔ ناکامی سے از حد نفرت اس کی قوت بن گئی تھی' نفرت بھی قیامت کی قوت ہوتی ہے' اس کے شکنجے میں کسا ہوا وجود یوں ہوتا ہے جیسے کسی دیو کی مٹھی میں چڑیا' یار دوستوں نے جی بھر کر مذاق اڑایا...... خبطی' پاگل کے القاب سے نوازا' مگر اس کے اٹل عزم نے معجزہ کر دکھایا' تین سال کی مختصر مدت میں اس فیکٹری سے دو سو مزدوروں کا روزگار وابستہ ہوگیا۔

اسی بھاگ دوڑ کے دوران اس کی ملاقات دانیال سے ہوگئی تھی' وہ ایک رئیس زادہ تھا' باپ بائی پاس کرانے U.S گیا تو چند ماہ کے لیے اسے باپ کی سیٹ سنبھالنا پڑی' مشہود کی کمپنی کو انوسٹر کی تلاش تھی اور اس تلاش نے اسے دانیال کے باپ کمال فاروقی تک پہنچایا تھا' کمال فاروقی کے بیرون ملک روانہ ہونے کے بعد مشہود کی ملاقاتیں دانیال سے ہونے لگیں۔ دانیال کو مشہود کی شخصیت نے بہت متاثر کیا تھا۔ دوسرے ہم عمری کا عنصر انہیں مختصر عرصے میں ایک دوسرے کے قریب لے آیا۔ دانیال کی آمد گھر میں ہوئی تو یاسمین بوا نے اپنی وضع داری سے اسے جیت لیا۔ دل جیتنے کے لیے یہاں کوئی اور بھی تھا' مگر دوست کی عزت کا پاس ایک اصول کی طرح اس کے ساتھ رہا' کبھی جرات و بے باکی سے اس ماہ رو کے چہرے کو نظر جما کر نہیں دیکھا۔

وہ خود بھی کبھی جم کر اس کے سامنے نہیں بیٹھی' مشہود کے ہوتے ہوئے کبھی گھر جانے کا اتفاق ہوتا تو بس وہ جھلکیاں دکھا دکھا کر ادھر ادھر ہوجاتی تھی۔ البتہ اس کے رنگین آنچلوں کی مہک اسے یوں اپنے حصار میں لے لیتی تھی کہ کئی بار چالان کٹوایا' کئی بار باپ کی ترٹیاں لگا کر جان چھڑائی' ایک مرتبہ ایک بائیک بھی ہٹ کی' سوار کی مرہم پٹی بھی کرائی' تھانے پولیس سے بچنے کے لیے کچھ اس کے ہاتھ پر بھی رکھا۔ مگر مجال ہے جو مشہود کے گھر میں گھنٹوں بیٹھنے کے باوجود کسی لمحاتی بے مروتی کا مظاہرہ کیا ہو' وہ سامنے نہ آئی ہو تو اسے نظروں ہی نظروں میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہو۔

ہاں کبھی کبھی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اس نے ویک اینڈ کے کئی گھنٹے مشہود کے گھر گزارے' کارڈز کھیلے' شطرنج کی بساط بچھائی' یاسمین بوا کی ہجرت کی کہانی مکرر در مکرر سننے کا حوصلہ کیا۔

مگر مجال ہے جو دل کا بھید چہرے کے پردے سے جھلکنے دیا ہو' جس جگہ بیٹھتا وہیں سے اٹھ کر چلا آتا۔ احتیاط کا یہ عالم کہ کبھی کن انکھیوں سے ادھر ادھر نہ دیکھا...... کہ کن انکھیوں سے دیکھنا تو دل میں کوئی چور ہونے کا چشم کشا ثبوت ہوتا ہے۔

رات گئے اپنے لگژری بیڈروم میں سی ڈی پلیئر پر نصرت فتح علی کی گائی ہوئی بہت پرانی قوالی کئی بار سننا اس کے معمول کا حصہ بن گیا تھا' اکثر وہ اس قوالی کے ایک ایک شعر پر یوں غور کرتا جیسے کسی خلائی گاڑی کی ایجاد کے لیے اکویشن بیلنس کررہا ہو' یا کسی فارمولے میں نفی جمع کی بار بار غلطی ہورہی ہو۔

سانسوں کی مالا میں

سمروں میں پی کا نام
اپنے من کی میں جانوں
اور پی کے من کی رام

یہ مدھر الفاظ سماعت سے ٹکراتے تو آتش شوق بھڑک اٹھتی۔ ایک سوال ابھرتا' اتنی خوب صورت باوقار لڑکی' اس کے دل میں کیسے جھانکا جائے؟ آخر اس کا بھی تو ایک دل ہے' جوان لڑکی کا دل خشک کنواں کبھی نہیں ہوتا' صوفی تو دل کے دریا کو سمندر سے بھی گہرا بتاتا ہے' اور اس عمر میں تو خواب کسی افتاد کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں' وہ کیسے خواب دیکھتی ہے؟ وہ کیا سوچتی ہے؟

ان سوالات کے جوابات جاننے کا شوق اسے لگا ہے بگا ہے اس دروازے پر لے آتا تھا' یہ الگ بات یہاں پہنچ کر اس کی حالت یوں ہوجاتی جیسے کوئی ائرپورٹ پہنچ کر اپنا سر پیٹے کہ پاسپورٹ تو گھر میں بھول آیا۔ سارے سوالات مشہود کے گھر کے مین گیٹ کے پرے رہ جاتے تھے۔ جمال پر بلال کے سامنے وہ خود کو خالی ہاتھ محسوس کرتا تھا۔

ایک باعفت' باحیا دوشیزہ کے جلال کے سامنے تو ظل الٰہی بھی اپنا جلال بھول جاتے ہیں' باعفت عورت کی نگاہ میں قدرت نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ وہ نظر اٹھا کر دیکھ لے تو مرد کا پتہ پانی کردے۔ اب تک کی ساری زندگی رنگ برنگی ہم عمر لڑکیوں کے درمیان گزری تھی' کو ایجوکیشن کا سلسلہ یونیورسٹی تک جاری رہا۔ اور وقت نے اسے بہت خوب صورتی سے سمجھادیا تھا کہ جو عورت پکے پھل کی طرح جھولی میں گرنے کو بے تاب ہو' فطرت اسے نسوانیت کے منصب سے معذول کردیتی ہے۔ پھر وہ چاہے بڑھاپے تک بارہ گز کا خیمہ بھی پہن کر دکھائے' منصب بحال نہیں ہوتا۔

بس یہی ایک ایسی خوبی تھی جس نے دانیال کو بے بسی کی حد تک دل کا غلام بنادیا تھا۔ اس کو پانے کی تڑپ نے اتنا محتاط کردیا تھا کہ کھونے کا تصور زندگی کھونے کے مترادف تھا۔

یہ جاننے کے بعد کہ مشہود ایک گھنٹہ لیٹ پہنچے گا دانیال کو اس کی غیر موجودگی میں بیٹھنا مناسب نہ لگا۔ یسمین بوا کے لاڈ دلار لمبی لمبی جماہیوں میں بدل گئے تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''اب میں چلوں گا...... آپ پریشان نہ ہوں' کل میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ مکینک کو بھیج دوں گا جنریٹر ٹھیک ہوجائے گا۔ مشہود واقعی آج کل بہت بزی ہے وقت نکالنا اس کے لیے مشکل ہوگا۔''

''جیتے رہو بیٹا' اللہ آپ کی میا کا کلیجہ ٹھنڈا رکھے۔ مار گرمی بھی تو بھی بلا آسمان نازل ہوگئی' گھر میں چار چار اے سی لگے ہیں' پھر بھی آگ میں جل رہے ہیں۔ ارے پھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔'' یسمین بوا نے ہاتھ کا پنکھا اتنی تیزی سے دائیں بائیں گھمایا جیسے اپنے ہمزاد کو بھی ہوا کررہی ہوں۔

''اچھا...... اللہ حافظ۔'' دانیال نے بڑے اہتمام سے اللہ حافظ کہا یوں جیسے درپردہ کسی سے سامنے آنے کی درخواست کررہا ہو' درخواست قبول ہوگئی' پیاری شمع دان کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

''بھائی آجاتے تو میں کھانا لگادیتی' آپ ایسے ہی جارہے ہیں' اچھا نہیں لگتا۔'' پیاری نے آداب میزبانی نبھانے کی کوشش کی۔

اور دانیال اچھا برا سوچنے لگا' شاید اسے بھی کچھ اچھا لگتا ہے' تب ہی تو کچھ اچھا بھی نہیں لگتا۔

''کوئی بات نہیں' پھر سہی۔'' یہ کہتے ہوئے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

شمع دان کے قریب کھڑی پیاری کے چہرے پر شمع کی کانپتی لو کے سنہرے سائے' بہت چاہ سے دیکھنے کی تڑپ دل میں چھپائے

اٹھ کر تو آگئے ہیں تیری محفل سے مگر
یہ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں

پیاری چند لمحے خاموش کھڑی رہی' دانیال کے قدموں کی چاپ معدوم ہوئی' گیٹ کھلنے اور بند ہونے کی آواز

سماعت پذیر ہوئی۔ پیاری نے کھل کر سانس لیا اور یاسمین بوا سے مخاطب ہوئی۔

''بوا...... اندر جا کر سو جائیں لائٹ بس آنے ہی والی ہے۔''

''اے بٹیایوں کہا کرو کہ بس آ کر جانے والی ہے۔ ایسے تبرک کی طرح بتی بانٹ رہے ہیں' مانو ہماری سات پشتوں پر احسان کررہے ہیں۔'' یاسمین بوا نیند سے بے حال ہو کر شعور کی دنیا میں الوداعی کلمات ادا کررہی تھیں۔ پیاری مزید گویا ہوئی' پھر اس طرف دیکھنے لگی جہاں کسی کے نقش قدم یوں چمک رہے تھے' جیسے صحرا کی رات میں آسمان پر ستارے۔

❁......☾......❁

''دیکھا آپ نے مانو آپا نے کیا حرکت کی؟'' سعدیہ نے صبح کا تازہ اخبار پڑھتے ہوئے اپنے شوہر کمال فاروقی پر غضب ناک نظر ڈال کر کہا۔

''تم کیوں ان کی حرکتوں پر نظر رکھتی ہو اپنے کام سے کام رکھا کرو۔'' کمال فاروقی نے بیگم پر ایک نگاہ غلط بھی نہ ڈالی اور اخبار کا صفحہ پلٹنے لگے۔

''میں آپ سے بات کرنے آئی ہوں' اخبار ایک طرف رکھ کر بات کریں۔'' سعدیہ پھٹ پڑیں۔

''میں ایک انتہائی اہم خبر کا بقیہ ڈھونڈ رہا ہوں' تم اپنی بات جاری رکھو میرے کان کھلے ہوئے ہیں۔'' یہ کہہ کر کمال فاروقی نے بقیہ کی فہرست پر نظریں دوڑانا شروع کردیں۔

''میں بھی ایک خبر ہی سنا رہی ہوں۔ اس اخبار میں قتل و غارت گری کی خبروں کے علاوہ بھی کچھ ہے؟'' سعدیہ نے چڑ کر شوہر کی بے نیازی پر اپنا سر پیٹا۔

''سناؤ سناؤ یہ خبروں کا ہی وقت ہے۔'' کمال فاروقی نے بقیہ پڑھتے ہوئے کہا۔

''آپ سے ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ میں نے رشنا کا ذکر کیا ہے ناں' دانیال اور رشنا کی جوڑی بہت جچے گی۔ کب سے اس پر میری نظر ہے' مانو آپا کو بھی اچھی طرح پتہ ہے پھر وہ اپنے چہیتے عالی جاہ کا رشتہ کیوں لے کر چلی گئیں؟ ذرا شرم نہ آئی بھتیجے کا حق مارتے ہوئے۔'' سعدیہ نے اب پھپھولے پھوڑنے شروع کردیے۔

''ارے ہم نے کون سا پکی رسید کٹائی تھی۔ جو کلیم کریں' عالی جاہ بھی اپنا بچہ ہے۔'' کمال فاروقی نے یوں کہا جیسے امن مذاکرات کی کمیٹی کا چیئرمین پریس کو بریفنگ دے رہا ہو۔

''آپ نے تو نکاح نامے میں لکھوایا تھا کہ ہر بات میں مجھ سے الٹ چلیں گے۔ بہن سات قتل بھی کردے گی تو معصوم رہے گی' میری سیدھی سی بات میں بھی جرائم تلاش کیے جائیں گے۔ آپ ابھی مانو آپا کو فون کریں' ورنہ میں تو یہ شادی نہیں ہونے دوں گی۔ پوری ہسٹری بتادوں گی عالی جاہ کی۔ کیڈٹ کالج سے Spel ہوا تھا۔ پیرس ائرپورٹ سے ڈی پورٹ کیا گیا تھا۔ تین سال سائیکاٹرسٹ کے پاس جاتا رہا اس کی ایک گرل فرینڈ اپنی شادی والے دن سوٹ کیس اٹھا کر مانو آپا کے گھر آ گئی تھی اور......''

''بس......'' کمال فاروقی نے ایک دم ہاتھ فضاء میں بلند کرکے سعدیہ کو اسٹاپ کیا۔

''عالی جاہ میرا سگا بھانجا ہے' میرے سامنے اسے ذلیل کررہی ہو ارے دنیا میں کیا ایک ہی لڑکی رہ گئی ہے اگر دانیال کی شادی رشنا سے نہیں ہوگی تو کیا قیامت آ جائے گی' تم کوئی اور لڑکی دیکھ لو ویسے بھی عالی جاہ دانیال سے عمر میں بڑا ہے پہلے اس کا حق بنتا ہے۔'' کمال فاروقی بھانجے کی اتنی ہائنگ دہل بے عزتی برداشت نہ کرسکے بری طرح برس پڑے۔

''مانو آپا ضد میں رشتہ مانگنے گئی ہیں' انہیں پتہ تھا کہ میں رشنا کو دانیال کے لیے پسند کرتی ہوں۔''

''تو کیوں ضد دلائی ہو ان کو؟ وہ بڑی ہیں تو انہیں بڑا مانو' ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر رہے تو مسئلہ نہیں ہوتا' تمہیں تو پہلے دن سے وہ کھٹکتی ہیں۔ میری بڑی بہن ہیں' میں ان سے نہیں الجھ سکتا۔ بلکہ میں تو ان سے پوچھوں گا کہ رشتہ

لے کر گئیں تو مجھے ساتھ لے کر کیوں نہیں گئیں؟'' کمال فاروقی نے اخبار ٹیبل پر پٹخا۔

''وہ واردات کرنے گئیں تھیں چوروں کی طرح بتا کر کیسے جاتیں؟ مگر میں بھی ہار نہیں مانوں گی' دانیال کی شادی رشنا ہی سے ہوگی' چاہے مجھے کچھ کرنا پڑے' اپنی خوشی کی کتنی بڑی قیمت دینا پڑے' آپ کے سامنے بیٹھ کر ایسی للو چپو کرتی ہیں جو ہم سے نہیں ہوتی' اپنے بڑے پن کا ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں۔ آپ کی ہوگی بہن' میری تو آستین کا سانپ ہیں۔'' اتنا کہہ کر سعدیہ پیر پٹختی اندر چلی گئی تھیں۔

''اللہ بچائے عورتوں کی سیاست سے۔'' کمال فاروقی نے گویا زچ ہوکر اپنے کان چھو لیے۔ آخر اس بے چارے عالی جاہ کی شادی بھی تو کہیں نہ کہیں کرنا ہے۔

......☆☆☆......

بہشتن بوا کو شوگر فیکٹری بنے پچیس تیس سال ہوگئے تھے۔ اب تو معمولی بد پرہیزی فیکٹری کی پیداوار میں آنا فانا اضافہ کردیتی تھی۔ ذرا کی ذرا ہاتھوں میں آجاتی تھیں۔ مشہود چوبیس گھنٹے کے لیے کسی کنونشن میں شرکت کے لیے دبئی گیا تھا اور بہشتن بوا نے پڑوس سے آئی منگنی کی مٹھائی کھا کر اپنے گھر میں کڑوے کھانے کا تقریباً پورا بندوبست کرلیا تھا۔ ڈاکٹر کب سے کہہ رہا تھا کہ انسولین لینا شروع کردیں ورنہ خطرہ ہے کہ اٹیک نہ ہوجائے' مگر وہ تو انسولین کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگا لیتی تھیں۔

''اپنے ہاتھوں اپنے ہی تن کو سوئی سے چھید لیں؟ اے ہٹاؤ...... جتنی چابی بھری ہے پتلی اتنی دیر ہی ناچے گی۔''

مشہود نے بہت سمجھایا کہ بوا اچھی طرح ناچ لیں' بغیر انسولین تو لنگڑے کا رقص ہوگا' مگر بوا نہ مانیں۔ اور آج وہی ہوا جس کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ پیاری اپنے کمرے سے نکل کر کچن کی طرف جارہی تھی اسے برآمدے سے عجیب سی غراہٹ سنائی دی' پہلے تو یہی خیال آیا کہ شاید کسی کونے میں گھسی بلی کسی وجہ سے غرا

رہی ہے، پھر بھی اس نے ایک نگاہ دیکھ لینا ضروری خیال کیا۔ اور پھر وہ منظر دیکھا کہ ہاتھوں کے چڑیا' طوطے' کبوتر' فاختائیں' مینائیں سب اڑ گئیں۔

بوا آدھی اپنے تخت طاؤس سے لٹکی ہوئی تھیں یعنی آدھا دھڑ تخت پر اور آدھا فرش پر' آنکھیں پٹ کھلی ہوئی' حلق سے غراہٹ کی آواز پیاری کے منہ سے ایک بے ساختہ چیخ بلند ہوئی' ایسی چیخ جس کی شنوائی کو گھر میں کوئی موجود نہ تھا' بوا کی حالت دیکھ کر پریشانی سے زیادہ خوف کی کیفیت طاری تھی' پہلے تو اس نے بلا سوچے سمجھے بوا کو ٹھیک سے تخت پر لٹانے کی کوشش کی' مگر حال یہ تھا گویا بمو سے لدے ٹرک کو جس کے چار ٹائروں کی ہوا نکلی ہوئی ہو موٹر بائیک سے کھینچنے کی سعی کی جائے' وہ اتنی حواس باختہ ہو چکی تھی کہ آؤ دیکھا نہ تاؤ مشہود کو فون کر دیا جو کونشن میں شرکت کے لیے ہوٹل سے نکل رہا تھا۔

''اچھا پریشان مت ہو...... میں گھر پر کسی کو بھیجتا ہوں' ایمبولینس کے ساتھ۔'' اتنی دور بیٹھ کر یہی حل نکالا جا سکتا تھا۔

پیاری کسی کے انتظار میں بیٹھ کر بڑی لاچاری و بے بسی سے بے ہوش بوا کو تکنے لگی۔ آدھے گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو گزرا تو کانوں میں ایمبولینس کی آواز آئی' اور کسی نے کال بیل بھی رنگ کی۔

گیٹ کھلتے ہی دانیال کے ساتھ دو نوجوانوں نے اندر قدم رکھا تھا۔ دانیال کو سامنے دیکھ کر پیاری ذہنی طور پر یوں مطمئن ہو گئی جیسے میلے میں بچھڑا بچہ اپنے سرپرستوں کے پاس بخیر و عافیت پہنچ گیا ہو۔

جب مشہود نے کہا کہ وہ کسی کو بھیجتا ہے تو اس کے دل نے فوراً قیاس آرائی شروع کر دی تھی کہ مشہود کا حال تو یہ ہے کسی کا نام لوں لب پہ تمہارا نام آئے' کیونکہ وہ دانیال پر اندھا اعتبار کرتا تھا۔

بوا کو ایمبولینس میں لٹانے کے بعد وہ کھڑے کھڑے پیاری کے پاس آیا۔

''آپ ساتھ چلیں گی؟ ویسے آپ کو چلنا چاہیے' ایسے پیشنٹ کے ساتھ ایک اٹینڈنٹ کی لازمی ضرورت ہوتی ہے۔'' پہلی بار اس گھر کی چھت تلے دونوں آمنے سامنے تھے۔ آج نہ گھر میں مشہود تھا نہ بوا...... مگر صورت حال فراز کی رومانی شاعری کا حصار توڑ کر فیض کی انقلابی عملی شاعری میں ڈھل چکی تھی۔

دانیال کے چہرے سے احساس ذمہ داری اور سنجیدگی کا تاثر بالکل اسی طرح بے ساختہ اور فطری تھا گویا بچے کے پہلے قدم پر ماں کی فطری خوشی' یا بڑھاپے میں جوان بیٹے سے محروم ہو جانے والے ماں باپ کا غم...... فطری خوشی' فطری غم' کی طرح ایک فطری احساس ذمہ داری ہوتا ہے' جو اس وقت دانیال کی شریانوں میں دوڑ رہا تھا۔

''جی...... میں گھر لاک کر کے بعد میں آ جاؤں گی گھر میں کوئی بھی نہیں ہے۔'' پیاری نے بھی دانیال کے نئے روپ کو قبول کرتے ہوئے بڑی متانت سے کہا۔

''ٹھیک ہے' آپ گھر میں لاک وغیرہ لگا کر تیار رہیے گا' گاڑی بھجوا دوں گا' کیونکہ ایڈمٹ پیشنٹ کے ساتھ اٹینڈنٹ کا ہونا بہت ضروری ہوتا ہے اور خواتین کے ساتھ خواتین اٹینڈنٹ ہی کی اجازت ہوتی ہے۔'' اس کے بعد دانیال وقت ضائع کیے بغیر بہشتن بوا کو لے کر ہاسپٹل روانہ ہو گیا تھا۔

❁......◉......❁

''بات یہ ہے مانو آپا میں آپ کو گھر بلا کر بات نہیں کر سکتا تھا' سعدیہ کی موجودگی میں سوائے تو تو میں میں کے کچھ ہاتھ نہ آتا۔''

''آخر معاملہ کیا ہے' مجھ سے کھل کر بات کرو۔''

سعدیہ نے زمین آسمان ایک کرنے کا سلسلہ دراز کیا تو کمال فاروقی اپنی بڑی بہن میمونہ عرف مانو آپا کے پاس چلے آئے۔ وہ اپنی سمجھدار اور بہت محتاط زندگی گزارنے والی بہن سے حقائق جاننا چاہتے تھے' جن کے بارے میں ان کا دل کہتا تھا وہ ہمیشہ جذبات کو کنٹرول میں رکھ کر کام کرتی ہیں۔

''بات صرف اتنی ہے کمال' عالی جاہ نے اپنے منہ

سے رشنا کے لیے رشتہ لے جانے کے لیے کہا' اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ رشنا بھی ایسا کچھ چاہتی ہے۔ اب خود ہی بتاؤ میں سب کچھ جان کر کیا خاموش بیٹھی رہتی۔ عالی جاہ کی پسند اس کی کزن بیوی بن جاتی تو سوچو دونوں بھائیوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے فاصلے پیدا نہیں ہوجاتے؟ دانیال کو تو رشنا میں کوئی دلچسپی نہیں اس نے تو شاید آج تک رشنا کو ٹھیک سے دیکھا تک نہیں' بس سعدیہ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر آپ ہی تیل کی آپ ہی گھی کی کرلی اور پھر شور شرابا بھی شروع کردیا۔" مانو آپا نے سگے بھائی کے سامنے سارے حقائق من وعن رکھ دیئے۔

"اوہ...... اگر عالی جاہ اور رشنا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو آپ کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔ دانیال کا تو کوئی حساب کتاب ہی نہیں بنتا۔" کمال فاروقی نے سچائی کو فوراً ہضم کرلیا اور مہر تصدیق ثبت کردی۔

"میں نے سعدیہ کی وجہ سے تم سے صلح مشورہ نہیں کیا' ورنہ میں تمہیں بتائے بغیر رشتہ لے کر چلی جاتی؟ لے دے کے ایک ہی بھائی تو سامنے ہے' باقی دو تو پرائے دیس جاکر پرائے ہی ہوگئے۔" مانو آپا نے اپنی کوتاہی کی وجوہات بھی بیان کردیں بھائی کے دل میں میل آنے کا ہر دروازہ بند کرنا ضروری خیال تھا۔

"کوئی بات نہیں مانو آپا...... مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے' کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں آپ جو کام کرتی ہیں بہت سوچ سمجھ کر کرتی ہیں۔" کمال فاروقی نے بہت احترام سے بہن کی طرف دیکھتے ہوئے انہیں مطمئن کیا۔

"جیتے رہو...... اللہ تمہیں اپنے گھر میں ہر طرح کا سکھ چین دے' بس سعدیہ کے سامنے ذکر نہ کرنا کہ رشنا بھی عالی جاہ کو پسند کرتی ہے' پرائی بچی کے بارے میں اس طرح کی باتیں کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ویسے تو وہ بہت نیک شریف بچی ہے۔ عالی جاہ سے کبھی اکیلے میں نہیں ملی نہ راتوں کو اسے ٹیلی فون پر لے کر بیٹھتی ہے۔ بس اس کے اٹھنے بیٹھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس رشتے سے خوش ہے۔" مانو آپا نے ہونے والی بہو کی عزت وتوقیر کی نیت سے کچھ کلمات ادا کرنا ضروری سمجھا کہ جو کسی کو اپنی عزت بناتا ہے تو پہلے خود اس کو عزت دیتا ہے۔

"بے فکر رہیں' آپ کو تو پتہ ہی ہے بولنے کے لیے اپنی باری کا انتظار ہی کرتا رہتا ہوں۔" کمال فاروقی کے لفظوں میں لطیف سچا طنز پوشیدہ تھا۔

مانو آپا مسکرائیں پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر بڑی شفقت و پیار سے کمال فاروقی کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"وہ اپنی عقل سمجھ کے مطابق زندگی گزار رہی ہے' تم اپنے اوسان سنبھالو...... اس میں بھی سکون ہے۔" بہن کا شفیق انداز' شدید حبس میں ہلکی ٹھنڈی پھوار جیسا تھا۔

❁......☾......❁

"ڈاکٹر کہہ رہے ہیں ایک دو دن تو انڈر آبزرویشن رکھنا ہوگا۔" پیاری کے ہاسپٹل پہنچتے ہی دانیال نے اسے تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا۔

"دو دن...... پھر گھر پر کون رہے گا' آج کل تو حالات بھی ایسے ہیں کہ......"

"آپ فکر نہ کریں' میں دو دن آپ کے گھر رک جاؤں گا۔" دانیال نے ایک نظر پیاری پر ڈال کر تسلی دینے میں بڑی جلدی کی تھی۔ ابھی ابھی متردد سی کیفیت میں پلکیں جھپکاتی پیاری اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ جی چاہا بس دیکھتا ہی رہے۔ مگر بہت سی اخلاقی قیود وحدود اس کے احساسات کو زنجیر سے باندھ کر رکھتی تھیں۔

"دو دن کی بات نہیں ہے' آج نہیں تو کل دن میں مشہود بھائی واپس آجائیں گے' آپ بھی یہاں ہوں گی اور بوا بھی مشہود کا خیال کون رکھے گا؟ سنا ہے اسے تو سینڈوچ بنانا بھی نہیں آتا۔" دانیال نے ایک اڑتی پڑتی نظر پیاری پر ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان کا اپنا کام اتنا سخت ہے کہ میں نے انہیں گھر کا کام کبھی کرنے ہی نہیں دیا۔" پیاری نے بھائی کے تصور میں کھو کر بہت محبت سے کہا۔

"بس اب آپ مشہود کی شادی جلدی سے کردیں' بوا

اب قابل نہیں رہیں۔ آپ چلی گئیں تو مشہود کو بہت مسئلہ ہوگا۔ نوکروں پر گھر نہیں چھوڑے جاسکتے‘ جس گھر میں صرف نوکر ہوں وہاں یوٹیلٹی بلز بہت آتے ہیں۔ ٹی وی اور اے سی کے بغیر تو نوکر رہتے ہی نہیں ہیں۔‘‘ دانیال کو اس تنہائی میں اس سے بات کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا اس کے اوجھل ہوتے ہی چاند سورج کو گرہن لگ جائیں گے۔ روشنی کسے بری لگتی ہے؟

’’میں اپنے بھائی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔‘‘ پیاری نے بلاسوچے سمجھے بھائی کی محبت میں ڈوب کر کہا۔ دانیال نے پھر کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔

’’جب تک فائنل کارروائی نہیں ہوجاتی سب بہنیں یہی کہتی ہیں۔ کچھ عرصے بعد پھر بھائیوں سے کہتی ہیں بچوں کی چھٹیاں ہوں گی تب آنے کی کوشش کروں گی۔ اگر ان کو وقت نہ ملا تو اگلے سال آنے کی کوشش کرتی ہوں۔‘‘ دانیال کی رگ ظرافت پھڑکی اس نے چھیڑ چھاڑ کا یہ سنہری موقع گنوانا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ پیاری کے چہرے پر پیاری پیاری گلابیاں بکھر گئیں۔

’’میں ڈاکٹر سے پتہ کرکے آتی ہوں۔ بوا کب تک ہوش میں آجائیں گی۔‘‘ سانسوں کی ردھم سے روح کو رنگ پہناتی وہ ہلکے بادل کی طرح پلک جھپکتے وہاں سے غائب ہوگئی۔

اور وہ گہری سانس لے کر چمکتے فرش کو یوں گھورنے لگا گویا بوندا باندی کے بعد گیلی زمین کو دیکھ کر سوچ رہا ہو کہ بس پھوار پڑی‘ بارش اب بھی نہیں ہوئی۔

❁......☾......❁

’’دانیال لڑکا ہے‘ لڑکی نہیں ہے جو تم اس کی شادی کے حتمی فیصلے کرتی پھر رہی ہو‘ تم نے کبھی اس ٹاپک پر اس سے بات بھی کی ہے۔ اس زمانے میں شادی کے فیصلے ماں باپ نہیں کرتے۔ بچے خود فیصلے لیتے ہیں اور انفارم کرتے ہیں۔‘‘ کمال فاروقی نے آج بڑے سخت لہجے میں سعدیہ سے بات کی تاکہ اس روز کی کل کل کا منطقی انجام ہو۔

’’میرے بیٹے میں یہ گٹس نہیں ہیں۔‘‘ سعدیہ نے بلا کے اعتماد سے جواب دیا۔

’’تمہارے بیٹے میں نہیں ہیں‘ کسی لڑکی میں تو ہوسکتے ہیں۔ وہ اسے شادی کی آفر کرسکتی ہے۔ یہ آج کل ہورہا ہے۔ لڑکا ہر لحاظ سے اچھا ہو تو لڑکیاں خود اس کے پیچھے لگ جاتی ہیں۔‘‘ کمال فاروقی نے ٹھوس دلیل کے ساتھ جواب دیا۔

’’ایسی لڑکی کے ساتھ میں اپنے بیٹے کی شادی کردوں گی؟ وہ تو پہلے ہی دن میرے بیٹے کو مجھ سے دور کردے گی۔‘‘ سعدیہ نے برجستگی سے جواب دیا۔

’’الٹرا ماڈرن لک بنا کر جب تم ایسی دقیانوسی باتیں کرتی ہو تو جان جلتی ہے میری اس منافقت پر‘ والدین بچوں کا گھر اس لیے بساتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی خوشیوں کے ساتھ گزاریں۔ شادی ہر انسان کا پرسنل میٹر ہوتا ہے‘ خواہ اولاد ہو‘ بہو تمہارے بیٹے کو شاید تم سے دور نہ کرے مگر تمہاری یہ ڈکٹیٹر شپ ایک دن تمہیں تنہا کردے گی۔‘‘ کمال فاروقی نے اٹھ کر اب اپنے لیپ ٹاپ کا پلگ لگایا۔ وہ دلائل مکمل کرچکے تھے۔ اب مزید کچھ کہنے کے موڈ میں نہیں تھے۔

’’سیدھے سیدھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ نے مانو آپا کا ساتھ دینے کا تہیہ کرلیا ہے۔‘‘ سعدیہ نے چیخ کر کہا اور ہاتھ میں پکڑے اپنے سیل فون کی طرف گھورنے لگیں۔ ایک ٹیکسٹ میسج ٹائپ کرنے بیٹھی تھیں مگر ابھی تک تین لفظ ہی ٹائپ کرپائی تھیں۔ اب تو سب کچھ ذہن سے ہی نکل گیا تھا کہ وہ کیا لکھنے کہنے کے لیے بیٹھی تھیں۔

’’اصولی بات ہے‘ وہ رشتہ دے چکی ہیں‘ بات نیت سے پریکٹیکل پر آچکی ہے‘ اگر عالی جاہ کی شادی رشنا کے ساتھ ہوئی تو مانو آپا کے ساتھ میرا مرنا جینا ختم ہوجائے گا۔ وہ صرف ضد بازی میں یہ سب کچھ کررہی ہیں۔‘‘

’’تمہیں اپنے بارے میں ہر طرح کے فیصلے کا اختیار ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم مانو آپا کو منگیتر ٹارچر دینے کے بجائے ان سے ہر طرح کا کونٹیکٹ ہی

ختم کردو‘ ہر طرف سکون ہو جائے گا۔“ کمال فاروقی نے حتمی دوٹوک انداز میں یوں بات کی کہ اب سعدیہ کو بولنے کا یارانہ نہیں تھا۔

☆☆☆

لوڈشیڈنگ کے ہاتھی کا پاؤں شہر کے سینے پر تھا۔ شہر کراہ رہا تھا‘ کچھ گھروں میں یو پی ایس سے آکسیجن کی سپلائی جاری تھی اور کام بلا روکاوٹ انجام پا رہے تھے۔ کچھ گھروں میں نصب جنریٹر ماحول کی آلودگی میں اضافہ کرنے کا فریضہ انجام دینے کے لیے فوراً ہی تیار ہو چکے تھے۔ اعصاب شکن آوازیں کام سے پہلے انسانوں کو تھکا مار رہی تھیں۔

روشنیوں سے نہائے دبئی سے جب مشہود نے نام نہاد عروس البلاد میں قدم رکھا تو یوں لگا...... گویا روشن دن کو ساون کے سیاہ بادلوں نے ڈھانپ دیا ہو‘ اندھیرے راستوں سے گزر کر جب ہاسپٹل پہنچا تو قدرے طمانیت کا احساس ہوا‘ ہیوی ڈیوٹی جنریٹر کسی درندے کی طرح غرار ہا تھا۔ مگر ہاسپٹل میں بھرپور روشنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سامنے ہی اسے دانیال مل گیا۔ جو یوں تپاک سے گلے ملا گویا سالوں بعد ملاقات ہوئی ہو۔

”کیسی طبیعت ہے بوا کی پیاری کہاں ہے؟“ دو سوال ایک ساتھ کرنے کے بعد اس نے چہار اطراف نظر بھی دوڑائی۔

”دو گھنٹے پہلے ہوش آ گیا تھا۔ پیاری انہی کے پاس ہے۔“ دانیال نے جواب دیا۔

”تھینک گاڈ...... تم چاہو تو اب گھر جا کر آرام کر سکتے ہو۔ تمہارے لیے لفظ شکریہ بہت چھوٹا ہے‘ کچھ بڑا کرنے کا سوچتے ہیں۔“ مشہود نے دانیال کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تشکرانہ لہجے سے دانیال کی عزت افزائی کی۔

”وزیراعظم بنانے کا تو ہرگز نہ سوچنا...... اس ملک میں تو اس کی کرسی ہلتی رہتی ہے۔ صدر بھی بننا نہیں چاہتا‘ ڈکٹیشن لے لے کر بور ہو جاؤں گا۔ میرے لیے کوئی ریاست فتح کرو اور مجھے وہاں کا بادشاہ بنا دو۔ دو چار ایٹم بم ضرور رکھوا دینا‘ ایٹمی طاقت کے بغیر تو بادشاہت میں بھی طاقت نہیں۔“ دانیال نے کہا اور ہنستے ہوئے مشہود کو گلے سے لگا لیا۔

”تم جیسے سینیئر دوست کے لیے اس سے بھی زیادہ کچھ ہونا چاہیے۔“ مشہود نے بھی دانیال کو گرم جوشی سے دباتے ہوئے کہا۔

دانیال کے تمام حسین خواب آنکھوں کے جھروکوں سے باہر سانس روک کر کھڑے ہو گئے...... وہ اپنے اخلاص کو ترازو میں تولنے لگا۔ سارے سودے سے پیاری کو الگ کرنا پڑا‘ کانٹا خود بخود متوازن ہو گیا۔ جبکہ ایک کانٹا دل میں ترازو ہو گیا۔

❀......☾......❀

”آخر تمہارے اس دوست میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں؟ گھر کا کوئی ہوش ہے تمہیں؟“ دانیال نے گھر میں قدم رکھا اور سعدیہ نے دیکھتے ہی چڑھائی کر دی۔

”ممی‘ کوئی شوق میں ہاسپٹل میں نہیں بیٹھا‘ سچویشن ہی ایسی تھی میں گھر نہیں آ سکتا تھا۔ آپ کو فون تو کرتا رہا ہوں‘ پھر اتنا غصہ کیوں کر رہی ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں پاپا کا غصہ مجھ پر اتارا جا رہا ہو۔“ دانیال نے صوفے پر گرتے ہوئے بہت غور سے ماں کا چہرہ دیکھا پھر تھکے تھکے انداز میں پاؤں سے شوز اتارنے لگا۔

”میں ماں ہوں...... بچہ گھر سے باہر ہو تو سو دھڑکے لگے رہتے ہیں۔ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اولاد کیا شے ہوتی ہے کل کو باپ بنو گے تو پتہ چلے گا۔“

”میں اتنی ایمرجنسی میں باپ بننا نہیں چاہتا‘ میں نے ابھی شادی پلان نہیں کی آپ باپ بننے کی بات کر رہی ہیں۔“ دانیال نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کی نیت سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

”شادی پلاننگ سے نہیں ہوتی‘ یہ تو بس قسمت سے ہوتی ہے‘ میرا بس چلے تو آج ہی تمہاری شادی کر دوں۔“ سعدیہ کے موڈ پر خاطر خواہ اثر دکھائی نہ دیا۔

''کیا ہوگیا ہے ممی...... آپ اتنی جلدی میں کیوں ہیں؟ آج شادی' کل بچہ' پرسوں کیا کرنا ہے' یہ بھی جلدی سے بتادیں۔'' دانیال نے شوخی سے مسکرا کر پوچھا۔

''ارے بس چھوڑو' یہاں تو سارے ارمان ہی لوگوں نے ٹھنڈے کردیئے۔ پانچ سال سے رشنا پر میری نظر تھی' مگر تمہاری پھوپی نے سینے میں چھپا کینہ کپٹ آخر کار نکال ہی دیا۔'' دکھ کی شدت یا ناکامی کی ذلت نے سعدیہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک پیدا کردی تھی۔

''یہ رشنا کون ہے؟ اور آپ اس پر نظر کیوں رکھتی تھیں۔ کیا اسے شاپ لفٹنگ کی عادت ہے؟ ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے ممی' سنا ہے یہ لوگ سائیکو ہوتے ہیں۔ لیکن اس کیس میں آپ مانو پھوپو کو کیوں انوالو کررہی ہیں۔''

''دشمن ہے وہ تمہاری' پھوپی نہیں ہے' اپنے نکمے بیٹے کا رشتہ لے کر پہنچ گئیں' ایسے لڑکے کو تو دھوبی گھاٹ میں رشتہ نہ ملے' تمہیں تو پتہ ہے ناں عالی جاہ کے بارے میں؟''

''نہیں میں نے آج تک اس کی سی وی نہیں دیکھی۔'' دانیال نے کمال سادگی سے سچ بول دیا۔ سعدیہ نے غضب ناک نگاہوں سے اسے گھورا۔

''اس کی سی وی میں کیا دھرا ہے' ماں شیخیاں مارتی ہے کہ میرا بیٹا کاروں کا ڈیلر ہے' ہر چار مہینے بعد کار بدلتا ہے' دیکھ لینا ایک دن کار چوری کا مقدمہ بنے گا اس پر' وہ سائیکل پنکچر کی دکان تو کھول سکتا ہے کاروں کا بزنس نہیں سنبھال سکتا۔'' سعدیہ تو آناً فاناً کف اڑانے لگیں۔ دانیال حیران پریشان ماں کی شکل دیکھنے لگا۔

''ممی بے چارے عالی جاہ نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کیوں بددعائیں دے رہی ہیں؟''

''میں نے رشنا تمہارے لیے پسند کی تھی اور تمہاری پھوپی کو یہ بات پتہ تھی اس کے باوجود وہ عالی جاہ کا رشتہ لے کر پہنچ گئیں۔''

''میرے لیے رشنا پسند کی تھی' مگر کیوں؟ میں کسی کو منہ بولی بہن نہیں بنا سکتا۔ سگی بہن ہی ٹھیک رہتی ہے۔ اب اللہ نے نہیں دی تو کوئی بات نہیں۔ گزارا کرلیں گے۔ آپ ٹینس نہ ہوں۔'' دانیال اندر سے پہلے شاکڈ ہوا پھر اس نے ہنسی میں بات اڑانا زیادہ بہتر سمجھا۔ بات سیریس تو تب ہوتی جب اس کا رشتہ رشنا کے لیے لے جانے کی بات ہوتی' وہ تہہ دل سے مانو پھوپو کا شکر گزار ہوا جنہوں نے اسے عظیم ذہنی مشقت سے بچالیا تھا۔ ماں بیٹے کے رشتے میں دراڑیں پڑتے پڑتے رہ گئیں۔ یہ سب مانو پھوپو کے کریڈٹ پر تھا۔

''میں ذرا ریسٹ کرلوں' پھر عالی جاہ کو مبارک باد دینے جاؤں گا۔'' وہ جان کر انجان بن رہا تھا۔ اسی میں بچت تھی۔

''خبردار جو تم مانو آپا کے گھر گئے۔''

''میں عالی جاہ کے شوروم چلا جاؤں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔''

''میں سیریس ہوں دانیال' مجھ سے مذاق مت کرو۔ اب ہمارا ان لوگوں سے کوئی واسطہ تعلق نہیں۔'' سعدیہ نے دوٹوک فیصلہ سنادیا۔

''ممی اتنا ایموشنل ہونے کی ضرورت نہیں' میں تو پھوپو کا شکریہ ادا کرنے ضرور جاؤں گا۔''

''کس بات کا شکریہ؟'' سعدیہ تو جیسے ہونق سی ہوگئیں۔

''یہی کہ انہوں نے مجھے رشنا سے بچالیا۔ میرے لیے تو وہ کلپنا کی بھٹکی ہوئی بدروح جیسی ہے' وہ عالی جاہ ہی کو مبارک ہو۔'' یہ کہہ کر دانیال اب رکا نہیں بلکہ سر پر پاؤں رکھ کر اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگا۔

سعدیہ تو اپنی جگہ یوں بیٹھی تھیں جیسے کوئی جیمر لگا گیا ہو' سگنل ہی اسٹاپ ہوگئے ہوں۔

❁......☪......❁

''بوا آپ نے تو خوب دوڑیں لگوا دیں' اگر آپ قیامت تک سوتی رہ جاتیں تو ہم اپنی پیاری سی خالہ کو یہ پیاری پیاری شکلیں کیسے دکھاتے؟'' مشہود بوا سے مذاق کررہا تھا۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں جنت میں حلوائی فرشتے

بھی ضرور ہوں گے۔ بھا شانی اور ڈھاکہ سوئیٹ کو بھول جائیں گی وہاں جاکر...... ذرا صبر سے کام لیں، گرم گرم حلوہ پوری کا ناشتہ گرما گرم گلاب جامن......"

"اسٹاپ......" اچانک پشت سے پیاری کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

"جنت میں کوئی چیز گرم نہیں ملے گی، ساری آگ تو دوزخ میں لگی ہوئی ہوگی۔" پیاری ٹرے اٹھائے سامنے آ گئی وہ بوا کے لیے سوپ بنا کر لائی تھی۔

"اوئی مار کیا جنت دوزخ لگائی ہوئی ہے، توبہ کرو بچوں توبہ، دوزخ کا تو نام بھی نہیں لینا چاہیے ہر وقت دعا پڑھنی چاہیے۔ اللھم اجرنی من النار۔" بوا تو ایسی گھبرائیں کہ ٹھنڈے سے وجود میں زندگی کی حرارت یوں دوڑنے لگی گویا منگلا ڈیم سے کنکشن جوڑ دیا گیا ہو۔

کہاں تو گھنٹہ بھر سے ائے ہائے کیے جا رہی تھیں، کہاں خود ہی اٹھ کر بیٹھ گئیں اور بے اختیاری کیفیت میں سوپ کا پیالہ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھا دیئے۔ مشہود کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔ بڑھاپا موت سے قریب تر ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے اور بڑھاپے ہی میں موت کا لفظ سن کر زیادہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ پیاری نے بہت احتیاط سے ٹرے بوا کے سامنے رکھی اور شرارت سے بوا کی طرف دیکھ کر مشہود سے مخاطب ہوئی۔

"بھائی وہ آپ کے دوست ہیں ناں، ایس پی حیدر خان ان کے ہاں سے آج چار پونڈ کا فریش کریم کیک آیا ہے، ان کی کوٹھی مکمل ہوگئی ہے اس خوشی میں مٹھائی کے بجائے کیک بانٹ رہے ہیں۔ آپ کے لیے لے آؤں؟"

"میں فریش ہو کر فریش کریم کیک کھاؤں گا۔ ایسا کرو، بوا کو کھلا دو۔" یہ سن کر بوا کے سینے میں عجیب سی اتھل پتھل ہوئی، حرکات وسکنات سے بے قراری جھلکی پھر فوراً ہی خود کو سنبھال کر جز بز سی ہو کر بولیں۔

"ارے ہم نہیں کھاتے پولیس والوں کا مال۔"

"ارے بوا سب پولیس والے رشوت خور نہیں ہوتے، کچھ ایمان دار بھی ہوتے ہیں۔" مشہود نے بوا کے لب ولہجے سے حظ اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"ارے ایمان داری میں کوٹھیاں نہیں بنتیں، یہ سب اوپر کی کمائی ہوتی ہے۔" بوا نے سڑکی آواز سے سوپ حلق سے نیچے اتار کر اور بہت جل بھن کر کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے بوا، بڑے بڑے زمیندار اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتے ہیں، ان کا کوئی بچہ ڈی سی بن جاتا ہے کوئی پولیس افسر، دولت کی کمی نہیں ہوتی بس شوق میں سرکاری نوکریاں کرتے ہیں۔"

"ارے ہٹاؤ...... ہم نے بھی یہ چونڈا دھوپ میں سفید نہیں کیا، اللہ بخشے ہمارے پھوپا کو وہ پولیس تھے۔"

"آپ کا مطلب ہے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تھے۔" مشہود نے لقمہ دیا۔

"ارے ہاں وہی...... بٹوارے سے پہلے کی بات بتا رہے ہیں آپ کو میاں، گرم مسالہ کنستروں میں دھرا ہوتا تھا، اناج گھر کے کیڑے مارتے مارتے پھوپی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔"

"اناج گھر......؟" پیاری نے مشہود کی طرف دیکھا۔

"Means pantry" مشہود نے وضاحت کی۔

"تو پھوپی کیڑے کیوں مارتی تھیں۔ گھر کے باقی کام شاید نوکر کرتے ہوں گے۔"

"بٹیا...... دو دو سال کے لیے چاول دھرے ہوتے تھے۔ پرانے باسمتی کی بات ہی اور ہوتی ہے۔"

"منشی کے بیٹے تھے پھوپا...... تو کہاں سے آتا تھا یہ سب کچھ، پھوپی کہتی تھیں ہم تو نہیں لیتے لوگ خود ہی تحفے دے جاتے ہیں، جب جب فصل تیار ہوتی ہے، ہمارے ابا نے تو کبھی بہن کے گھر میں نوالہ نہیں توڑا۔ بہت متقی پرہیزگار تھے۔ اللہ مغفرت کرے۔" یہ کہہ کر بوا نے جلدی جلدی سوپ پینا شروع کر دیا۔

"سن لو پیاری اگر تم نے کسی پولیس افسر سے شادی کی تو میں تمہارے گھر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کان کھول

کرسن لو۔“

”توبہ ہے بھائی۔“ پیاری کا چہرہ گلگلوں ہونے لگا۔

”اے خوب یاد دلایا‘ ارے بیٹا...... بہنا کے ہاتھ پیلے کرو‘ مار اب ہم سے نہیں ہوتی چوکی داری‘ جوان جہان لڑکی کا کب تک پہرہ دیں گے‘ آج گھر میں نظر آرہے ہو خیر سے تو یہ بات کررہے ہیں۔ صبح سے رات تک مار بھاگے پھرتے ہو جنے لنکا ڈوبی ہوئی ہے یا قیامت سر پر کھڑی ہے۔“

”آپ اچھا سا رشتہ دیکھ لیں‘ کردیتے ہیں شادی‘ کوئی مسئلہ نہیں۔“ پیاری خود کو موضوع بنتا دیکھ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

”رشتہ دیکھنے کی خوب کہی‘ ارے دانیال ہیرے جیسا بچہ ہے‘ اس کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا نیک بچہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔“

”اف......“ پیاری کے دل کی دنیا تہہ و بالا ہونے لگی۔ یوں لگا گویا بوا کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں‘ مگر...... یہ کیا......؟

”دانیال......؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بوا......“ مشہود کی آواز میں گہری سنجیدگی کا عکس تھا۔

”یہ کیا بولے میاں؟ انجان اور غیر کو کہاں چھانتے پھریں گے آپ؟ دیکھا بھالا ہے‘ خاندانی ہے‘ نیک ہے شریف ہے۔“

”مگر وہ میرا دوست ہے‘ میں دوستی کو رشتہ داری میں بدلنے کا قائل نہیں ہوں‘ البتہ اس سے یہ ضرور کہوں گا کہ وہ پیاری کے لیے کوئی اچھی فیملی کا لڑکا بتائے۔“

”کیا ہوگیا ہے میاں......؟ رشتے ناتے جان پہچان والوں ہی میں کیے جاتے ہیں؟“ بوا تو بھونچکی سی رہ گئیں۔ دانیال پر نظر پڑتے ہی کیسے کیسے حسین خیال آتے تھے‘ مشہود نے تو یوں بلا تکلف اختلاف کیا گویا وہ تو ایسا کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا‘ اور یہ کہ جیسے بوا نے کوئی بات محیر العقل بات کی ہو‘ پیاری کا ایک ہاتھ اپنے بیڈروم کے دروازے کے ہینڈل پر تھا‘ ہینڈل کی دھاتی ٹھنڈک ایک دم جلتا تو ابن گئی۔

خواب جلتے ہیں تو دوزخ کی آگ بھڑکتی ہے‘ جس کے شعلے آسمانوں سے باتیں کرتے ہیں جو صرف ان آنکھوں کو نظر آتے ہیں جو خواب بننے کا طفلانہ جرم کرتی ہیں۔

❁......☾......❁

سعدیہ تو ابھی تک گم صم تھیں‘ یا نو کسی نے غبارے میں پن چبھو کر ساری ہوا ہی نکال دی تھی۔ قیامت کی ہزیمت تھی‘ وہ تو کمال کے سامنے یہ سب دہرا ہی نہیں سکتی تھیں۔ دیواروں کے علاوہ کوئی نہ تھا جس سے اپنی بپتا بیان کرتیں۔ جس بیٹے کی سعادت مندی کی تعریف میں وہ رطب اللسان رہتی تھیں‘ وہ تو گویا زبان ہی کاٹ کر چلا گیا۔ شوہر اور نند کے سامنے بھرم رکھنا دو بھر نظر آرہا تھا۔

”نہیں...... نہیں میں اتنی بھی کمزور نہیں ہوں کہ اولاد کے سامنے ہتھیار ڈال دوں‘ اس کا تو باپ بھی کرے گا۔“ لاحول ولاقوۃ وہ کیا اول فول سوچنے لگیں۔ انہوں نے خود پر نفرین بھیجی‘ اسی لیے کہتے ہیں حد سے زیادہ جذبات بھی لے ڈوبتے ہیں مگر...... میں اب آرام سے نہیں بیٹھوں گی‘ رشنا ہی میری بہو بنے گی۔ انہوں نے عزم صمیم سے خود اپنے تئیں تسلی کا اہتمام کیا اور بس اس کے ساتھ ہی شریانوں میں برق ہی دوڑنے لگی۔

برق بھی وہ جو آشیانوں کو تاکتی ہے۔

○......❁......○

مشہود میاں تو اپنی سی کہہ گئے مارنہ بولنے سے پہلے تولا نہ بعد کو سوچا...... دو راتیں آنکھوں میں کٹ گئیں۔ مجھ بڑھیا کا کیا بھروسا آج مری کل دوسرا دن...... جوان بہن کو پہرہ دیں گے یا روٹی روزی کو بھاگے پھریں گے۔

ہشتنں بوا...... از حد تفکرات میں گھری بظاہر خود کلامی میں مبتلا تھیں مخاطب پیاری ہی تھی جوان تمام قیمتی خیالات کو دل جمعی سے سن تو سکتی تھی مگر کوئی تبصرہ نہیں کرسکتی تھی‘ اگرچہ رواں رواں اشک بار تھا‘ اور اس اشک باری میں لوڈشیڈنگ کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔

”ارے دو چار لونڈے سامنے دکھائی پڑ رہے ہوں تو انسان سوچے یہ زیادہ ٹھیک ہے باقی کسی کام کے نہیں...... لے دے کے ایک دانیال میاں ہی دکھائی دیے اور تمہارے بھیا کو منظور نہیں......“

”بوا آپ نے دوا کھالی تھی ناں۔ بھول تو نہیں گئیں؟“ پیاری کو اس یک طرفہ گفتگو سے بوجھ محسوس ہونے لگا...... اس نے نئی بات نکالی۔

”ارے ہاں...... زہر مار کرلی...... اب تو گولیاں ہی رہ گئی ہیں نصیب میں۔“ بوا نے اپنے رقت آمیز خیالات کے درمیان گولی کا ذکر سنا تو جیسے آگ بگولہ ہی ہوگئیں۔ وہ تو لاشعوری طور پر پیاری سے کچھ ایسا سننا چاہتی تھیں جو ان کے خیالات کی تائید کرتا ہوا ورڈھارس کا باعث ہو۔

”ارے بیٹا‘ ایک بات بولیں‘ برا تو نہیں مانو گی؟“ بوا نے تذبذب کی کیفیت میں تمہیدسی باندھی۔

”نہیں بوا...... آپ ایسا سوچیے بھی مت...... کہیے۔“

”وہ بات یہ ہے کہ بیٹا...... یہ جوان بچوں کو محبت ومحبت بھی تو ہوجاتی ہے...... خود ہی منہ سے بول پڑتے ہیں ہم یہاں بیاہ کریں گے...... وہاں نہیں کریں گے...... ارے تمہیں ایسا کچھ نہ سوجھا......؟“ بوا نے ہچکچاتے ہوئے پہاڑ سے گلیشیئر لڑھکا دیا۔

پیاری آنکھیں پھاڑ کر بوا کی طرف دیکھنے لگی۔ سیاہ اور سرخ پرنٹ کے شلوار قمیص دوپٹے میں گیلے بال کمر پر پھیلائے وہ کسی مصور کی مدہوشی میں بنائی گئی تصویر دکھائی دے رہی تھی۔

”ارے میں عورت ہو کر واری صدقے ہونے لگتی ہوں‘ دانیال میاں کو یہ ایرانی گڑیا دکھائی نہیں پڑتی۔“ بوا کو دانیال کی کورچشمی پر تاؤ آنے لگا۔ آج تک تو وہ اس حسین سپنے میں تھیں کہ کچھ دن جاتے ہیں اور مشہود پیاری کو دانیال کے سنگ رخصت کرتا ہے۔

اتنا پختہ خواب ایک چھناکے سے نہیں دھماکے سے ٹوٹا تھا۔ دھماکہ بھی ایسا جو گہری نیند میں بھی آس پاس گونجتا محسوس ہو۔ بازگشت بن کر رہ جائے بوا نے انجانے میں پیاری کی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا تھا۔

محبت تو ہوگئی ہے بوا...... مگر کیسے بتائیں کہ محبت ہوگئی ہے۔ انسان کا شاید یہ بہت بڑا امتحان ہوتا ہے...... یہ روگ کی طرح قبر تک ساتھ چلتی ہے پھر دنیا میں چہروں میں اختلاف نظر نہیں آتا۔ ہر چہرہ اسی کا چہرہ نظر آتا ہے۔ ایک چہرے کی عادت ہوجاتی ہے‘ حتیٰ کہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھو تو لگتا ہے...... یہ میں نہیں ہوں‘ وہ ہے...... ایک خیال کی گرفت میں رہنا پاگل پن ہے اور محبت سے بڑا پاگل پن کیا ہوگا؟

”بٹیا...... کیا سوچ رہی ہو...... معاف کردینا...... یہ موا بڑھاپا...... خبطی ہوگئی ہوں۔“ بوا پیاری کو عمیق مراقبے میں دیکھ کر پریشان ہوگئیں اور احساس جرم میں مبتلا ہوگئیں۔

”میں اپنے لیے چائے بنارہی ہوں آپ پئیں گی؟“ پیاری کو جواب نہ سوجھا تو چائے سوجھ گئی۔

”نا بابا اب یہ پھیکی چائے نہیں پی جاتی...... مارجیسے دوزخی گرم پانی پی رہے ہیں۔“ بوا نے بلا ردوکد جواب دیا۔

”سکرال سے میٹھی تو ہوجاتی ہے مگر آپ کو اچھی نہیں لگتی...... کیا کریں......“ پیاری نے لازوال جدائی کے کرب کو کانچ کی طرح روح میں اتارتے ہوئے زبردستی کی بشاشت ظاہر کی۔

”ارے یہ سب سودا بیچنے کے بہانے ہیں...... چینی کا پوڈر بنادیا اور نیا نام رکھ دیا۔ پاکستان میں کوئی کام سیدھا نہیں سب اوندھے ہیں۔ اب تو اس وطن کا نام بے ایمان رکھ چھوڑو۔ پاک صاف تو یہاں سے کبھی کے سدھار گئے۔ چلو تم چائے پیو...... میں ذرا وضو کرلوں۔ عصر کا سے تو یوں جاتا ہے جیسے بے موسم کا بادل اڑتا ہے۔“ بوا بڑبڑاتے ہوئے پاؤں لٹکا کر اپنے سلیپر ٹٹولنے لگیں۔

پیاری کچن کی طرف بڑھ گئی۔

○......❁......○

محبت ذکر تک تو آگئی تھی‘ اتنا ادراک تو ہوا تھا کہ کون کس مقام پر کھڑا ہے۔

''بات سنو تم فیصلے سنانے والے کون ہوتے ہو؟ میں تمہاری گورنس ہوں جو تمہیں پال پوس کر جوان کروں پھر کسی اور کا بچہ سنبھالوں؟ ماں ہوں تمہاری...... میرا سب سے زیادہ حق بنتا ہے تم پر سنا......'' سعدیہ نے تو گویا یااللہ یااللہ کرتے ہوئے دانیال پر چڑھائی کردی تھی۔ وہ آج کئی دن بعد جیم خانہ گیا تھا۔ سوئمنگ بھی کی تھی، بہت تھک گیا تھا۔ سوچا تھا گھر جاکر شاور لے گا اور تکیہ بغل میں دبا کر سپنوں بھری حسین نیند میں کھو جائے گا۔

مگر سعدیہ نے تو نیا ہی ایجنڈا ترتیب دے دیا تھا، بہت تسلی سے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی تھیں کہ جب تک معاملات حسب منشاء طے نہیں ہو جاتے دھرنا جاری رہے گا۔

''ممی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا حق سب سے زیادہ ہے، مگر شادی بندے کا پرسنل میٹر ہوتا ہے، اس کے علاوہ آپ جو بھی حکم دیں سر آنکھوں پر۔'' دانیال نے نڈھال لہجے میں اپنا اور اپنے حقوق کا دفاع کرنے کی کوشش کی۔

''کہاں سے پرسنل ہوگیا؟ ماں باپ کی ضرورت تو شادی کے بعد بھی رہتی ہے۔ میاں بیوی لڑ پڑتے ہیں تو معاملہ ماں باپ ہی سنبھالتے ہیں، بچے ہو جاتے ہیں تو دادا، دادی ذمہ داریاں شیئر کرتے ہیں۔'' سعدیہ بھڑک کر گویا ہوئیں۔

''یہ سب مہربانیاں ہوتی ہیں ماں باپ کی...... آپ کیا مجھ سے اپنی خدمات کی قیمت چاہیں گی...... پھر آپ میں اور گورنس میں کیا فرق رہ جائے گا؟ ماں...... ماں ہوتی ہے، جو بغیر غرض مطلب کے اولاد کی پرورش کرتی ہے۔'' دانیال نے اب سکون سے سمجھانے کی کوشش کی اور اپنے حساب سے انٹلیکچول لا سے دلائل ڈھونڈ نکالنے کی سعی کی۔

''ہاں...... ماں کی خدمات کا یہی صلہ ہوتا ہے کہ اس کے جذبات کا احترام کیا جائے، اسے دکھ نہ دیا جائے۔'' سعدیہ پر کوئی دلیل کارگر نہ ہوئی۔

''ہم نے تو یہی سنا ہے کہ ماں باپ کے لیے اولاد کی خوشی سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔'' دانیال کے انداز میں اب بے بسی تھی۔

''ہاں...... ایک اچھی بیوی تمہیں ملے گی اور تم خوشیوں بھری زندگی گزارو گے تو یہی ہماری سب سے بڑی خوشی ہوگی۔''

''شادی کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی۔ یہ بہت مشہور قول ہے۔'' دانیال نے کہا۔

''لیکن ہم اپنے تجربے کی بنیاد پر انسان کو پرکھ سکتے ہیں اور تم ابھی دنیا کو نہ سمجھ سکتے ہو نہ جانتے ہو۔ لڑکی میں کچھ نظر آرہا ہے تو تمہارے سر ہو رہی ہوں۔''

''مگر مجھے کچھ نظر نہیں آرہا۔'' دانیال نے جان چھڑانے کے انداز میں کہا اور بمشکل جماہی روکی۔ نیند کا غلبہ ہو رہا تھا۔

''شادی تو تمہاری رشنا ہی سے ہوگی۔ وہ کسی صورت مانو آپا کی بہو نہیں بن سکتی۔ عالی جاہ اتنی اچھی لڑکی ڈیزرو نہیں کرتا۔'' سعدیہ نے گویا فیصلہ سنایا۔

''آپ رشنا کو صرف اس لیے اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں کہ مانو پھوپو نے بھی اس کا انتخاب کرلیا ہے۔ آپ کی اس ضد بازی میں آپ کے بیٹے کا نقصان ہو جائے گا۔'' دانیال نے پھر جماہی روکی۔ وہ اس وقت بالکل پرسکون ہو کر بات کر رہا تھا۔ کیوں کہ اسے سو فیصد یقین تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ کر نکاح نہیں پڑھایا جاسکتا۔

سعدیہ چند لمحے دم بخودسی دانیال کی طرف دیکھتی رہیں۔ پھر عجیب سے لہجے میں گویا ہوئیں۔

''کیا تم اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتے ہو...... کسی کو پسند کرتے ہو؟ صاف صاف بات کرو۔''

بات مطلب کی تھی، مگر موقع نہیں تھا۔ دل اچھلا مچلا مگر نوک زبان پر پیاری کا نام نہ آیا۔ وہ اس ماحول میں جبکہ ماں بھری بیٹھی تھی۔ کسی صورت پیاری کو ڈی گریڈ ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماں نے تو اس کا پیچھا چھوڑ کر پیاری

کے پیچھے پڑ جاتا تھا۔ جو منہ میں آتا کہہ سکتی تھیں' یوں بھی ماں کو اس لڑکی میں سارے جہان کے عیب نظر آتے ہیں جو اس کے خیال میں اس کے بیٹے کو اس سے چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔

''ممی...... ابھی فرصت ہی کہاں ہے کہ شادی وادی کے بارے میں سوچا جائے۔'' دانیال کو بلاآخر مناسب جواب سوجھ گیا۔

''شادی فرصت سے نہیں ہوتی' قسمت سے ہوتی ہے اور قسمت کوشش کیے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔'' سعدیہ نے تو ہار نہ ماننے کی قسم کھائی تھی۔ ہر بات کا جواب یوں تیار تھا گویا پہلے سے اسکرپٹ لکھا گیا ہو۔

''ممی میں بہت تھک گیا ہوں...... بس آپ سے پھر وہی بات کہوں گا جو آج دن میں کہی تھی...... رشنا...... عالی جاہ کو مبارک ہو...... میں تو اسے بھابی بنا کر بہت خوشی محسوس کروں گا۔ خواہ ساری زندگی میری شادی نہ ہو۔ اگر آپ نے مجھے زیادہ پریشرائزڈ کیا تو میں اسے ابھی سے بھابی ماں کہنا شروع کردوں گا۔'' دانیال کے لہجے میں کمال بیزاری کے ساتھ دھمکی کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

''لگاؤں گی ایک پکڑ کر۔''

''لگادیں......'' دانیال اب تکیے پر اوندھا گر گیا۔

''یہ تو تم جانتے ہو ناں میں اگر کچھ ٹھان لوں تو پیچھے نہیں ہٹتی اور خبردار جو آئندہ تم نے یہ بھابی ماں کا لفظ منہ سے نکالا۔''

''کیوں...... کیا وہ میری منکوحہ ہے۔ بھابی ماں کہنے سے نکاح ختم ہوجائے گا۔ پھر فتوے لے کر دوبارہ کرنا پڑے گا؟ مفت میں مٹھائی کا خرچہ ہوگا۔'' دانیال نے ماحول کی سنجیدگی کو دھوئیں کی طرح اڑانے کی کوشش کی۔

''شادی تو تمہاری ہر حال میں رشنا سے ہی ہوگی۔ اگر تم نے میری بات نہیں مانی تو میں خودکشی کی دھمکی نہیں دوں گی بلکہ بلال کے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امریکہ چلی جاؤں گی۔ ساری زندگی میری صورت کو ترسو گے۔'' سعدیہ نے بہت ہی خوف ناک دھمکی دی۔

''آپ بلال بھائی سے رشنا کی شادی کرادیں۔'' دانیال گویا اب نیند میں بول رہا تھا۔

''اس نے اگر امریکن سے شادی نہ کی ہوتی تو یہی کرتی۔ مگر وہ اس شادی سے وہاں اسٹیبل ہوگیا ہے۔ سٹیزن شپ مل گئی ہے۔ اس نے فائدے کا سودا کیا ہے' جب چاہے اپنے پیرنٹس کو بھی بلاسکتا ہے۔ میں اس شادی سے خوش ہوں۔'' سعدیہ نے اظہار اطمینان کیا۔

''دوسری شادی لوکل سے کرادیں...... اللہ نے اتنا دیا ہے ان کی چار بیویاں بڑے سے گھر میں آرام سے چھپن چھپائی کھیل سکتی ہیں۔'' دانیال ہنوز اوندھا پڑا تھا۔ سیدھا ہوتا تو شاید سعدیہ ایک جڑ ہی دیتیں۔

''میں تمہارے باپ کو بھی تمہارے پیچھے لگاتی ہوں۔ ورنہ پھر امریکا کا ویزہ لگواتی ہوں۔ ایسی اولاد کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا فائدہ جسے ماں کا خیال ہی نہ ہو۔'' سعدیہ نے نیند کی وادی میں قدم رکھنے والے دانیال کو گھورتے ہوئے دھمکی پر کارروائی کا اختتام کیا۔

O......❀......O

رات کے سُر گہرے ہو رہے تھے۔ ہر فرد نیند کی وادیوں کی طرف محوِ سفر تھا۔ بے شمار تھکی ماندی روحیں ان سروں کے تعاقب میں چل پڑی تھیں مگر دل پر پہرے بٹھانے والوں نے سماعتوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ رات کے سُر ان سے اتنے ہی دور تھے جتنا ان کا محبوب......

O......❀......O

پیاری یشمتن بوا کے تخت پر دراز پورے چاند کی چاندنی میں آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ پورے چاند کے سامنے وہی آنکھیں بند کرتا ہے جسے بند آنکھوں سے اپنا محبوب چاند کی طرح روشن دکھائی دے رہا ہو۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اس شعر کے مصداق وہ ہرگز تنہا نہیں تھی...... وہ دانیال کو ہاتھ بڑھا کر چھو سکتی تھی مگر حیا مانع تھی۔

وہ شادی نہیں کرے گی' کچھ بھی بات بنادے گی' مگر منافقت کی زندگی ہرگز نہیں گزارے گی۔

چند روز قبل دانیال مشہود کے پاس سنڈے منانے آیا تھا' دونوں نے ٹینس بھی کھیلی' شطرنج بھی اور تاش کے 52 پتوں کی بھی درگت بنائی۔ وہ مختلف موضوعات پر باتیں بھی کررہے تھے۔ دلچسپ جملے بازی بھی چل رہی تھی' پیاری سامنے نہیں تھی مگر سارا وجود تو خود ہی سماعت بنا ہوا تھا۔ دانیال کی آواز گھر میں گونج رہی تھی۔ لگتا تھا گھر میں چراغاں ہورہا ہے۔

کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے پیاری نے سنا وہ کسی کلاس فیلو کے بارے میں باتیں کررہے تھے۔

''یار زویا نے آخرکار اپنے پیرنٹس کی پسند سے شادی کرہی لی۔ ہادی تو آج تک ڈپریشن میں ہے سنا ہے سائیکو ہوگیا ہے۔'' دانیال کہہ رہا تھا۔

''اسٹوپڈ زویا اس وقت اپنے شوہر کے دو بچوں کی ماں بن چکی ہے۔'' مشہود نے ملامت کے انداز میں کہا۔

''ویسے یار...... اسے سمجھانا چاہیے' زویا کے بچوں کا روحانی باپ تو وہی ہے شاید یہ سن کر اس کی بیٹری پھر سے چارج ہوجائے۔ یہ بھی تو ایک آنر ہے۔'' اس کے ساتھ ہی دونوں کے زبردست قہقہے بلند ہوئے تھے۔

''ویسے یار کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کامیاب عاشق ابو جان' ناکام عاشق ماموں جان' اب تم جاکر ہادی کو بتاؤ کہ وہ ماموں بن گیا ہے۔'' دانیال نے کہا' دونوں پھر ہنسنے لگے تھے۔

''یہ لڑکیاں بھی بڑی منافق اور ڈرامے باز ہوتی ہیں۔ ماموں بناتے دیر نہیں لگاتیں۔'' مشہود نے بمشکل اپنی ہنسی روک کر کہا۔

''ماموں' بنانا کوئی ان سے سیکھے۔'' دانیال نے برجستہ کہا۔

''ویسے یار آپس کی بات ہے اگر تم خدانخواستہ ناکام عاشق بنے تو کیا کروگے؟'' مشہود نے بڑے پیار بھرے شریر لہجے میں سوال کیا۔

''ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ ماموں نہیں بنوں گا۔'' دانیال کے انداز میں شوخی' شرارت' برجستگی سب ہی کچھ تھا۔

''اے بیٹا...... ماموں تو نصیب والے بنتے ہیں۔ پر آپ کی کوئی بہن ہی نہیں' جو اللہ کی مرضی......'' وہ دانیال سے مخاطب تھیں جس نے ماموں بننے سے انکار کیا تھا۔ بہشتن بوا کی نیند ٹوٹی لفظ ماموں سن کر ہی انہوں نے نشست سنبھال لی تھی۔ اس کے جواب میں دانیال اور مشہود کے زبردست قہقہے بلند ہوئے تھے۔

پیاری نے آنکھیں کھول کر پورے چاند کو تکا۔

منافق لڑکیاں...... دانیال نے اسے سوچ دی تھی خوف دیا تھا۔ محتاط کیا تھا۔ چاند میں دانیال کا چہرہ تھا' چاندنی گویا اس کی نظر کا نور تھا' جس کے ہالے میں اس کی روح منور ہورہی تھی۔

○......❁......○

معمول کے مطابق وہ فجر کی پہلی اذان پر ہی اٹھ گئی تھی لیکن آج طبیعت میں وہ تازگی نہیں تھی جو آنکھ کھلتے روح پر پھوار کی طرح برستی محسوس ہوتی تھی۔ ہاتھ پاؤں ہلانا یوں لگ رہا تھا گویا اس سے جبری مشقت لی جارہی ہو پھر بھی وہ اٹھ گئی۔ باہر برآمدے میں نظر پڑی' بوا اپنی تہجد کے بعد تسبیحات میں مصروف تھیں۔ بڑا سا ململ کا دوپٹہ لپیٹے ہوئے مغرب کی طرف منہ کیے یوں ہل رہی تھیں جیسے فرشتے جھولا جھلا رہے ہوں۔

سر مراقبے کے انداز میں جھکا ہوا اور آنکھیں بند تھیں۔ استغراق کا وہ عالم تھا کہ پیاری کے قدموں کی چاپ سے کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔ پیاری نے وضو کرکے نماز ادا کی' دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو چاند ہاتھوں کے پیالے میں اتر آیا۔ اس نے لاشعوری طور پر چاند کی تمنا ہی تو کی تھی۔

(ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

مجھ سے بچھڑ گیا جو گئے سال کی طرح
اس کا بھی حال ہوگا میرے حال کی طرح
آیا نہیں وہ رہ گئے رستے سجے ہوئے
یہ سال بھی گزر گیا ہر سال کی طرح

گزشتہ قسط کا خلاصہ

معید صاحب برین ہیمبرج کی وجہ سے انتقال کر جاتے ہیں اور ان سے کینیڈا کی پولیس کا ٹارچر برداشت نہیں ہو پاتا، معید صاحب کی بیوی عارض کو فون پر یہ خبر سناتی ہیں۔ عارض معید صاحب کی موت کا ذمہ دار خود کو ٹھہراتا ہے اور صفدر کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اگر آغاجی بروقت کینیڈا چلے جاتے تو معاملات بہتر ہو سکتے تھے۔ شرمین جاب کے لیے مختلف کمپنی میں انٹرویو دے کر گھر پہنچتی ہے تو سامنے کا منظر اس کو ششدر کر دیتا ہے۔ صبیح احمد کے بھیجے ہوئے ڈبے سے چیزیں فرش پر بکھری ہوتی ہیں شرمین کا ایک بار پھر ذہن پچھلی باتوں میں الجھ جاتا ہے۔ اذان کو صبیح احمد کی بھیجی ہوئی چیز دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اور اس کا اظہار وہ شرمین سے کرتے ہوئے چیزیں واپس صبیح احمد کو بھیجنے کو کہتا ہے۔ آغاجی کو ہوش آ جاتا ہے اور ہوش میں آتے ہی وہ عارض سے اپنا موبائل مانگتے ہیں تاکہ وہ منیجر معید صاحب کی خیریت معلوم کر سکیں۔ زیبا صفدر کو خلع کا نوٹس بھیج کر اشتعال کا شکار کر دیتی ہے صفدر غصہ میں عارض کو نوٹس دکھا کر زیبا سے چھٹکارے کا کہتا ہے۔ جس پر عارض اس کو سمجھانے کے ساتھ خود بات کرنے کی ہامی بھرتا ہے۔ صفدر اب مطمئن ہے کہ اس طرح زیبا کی غلط بیانی سامنے آ جائے گی۔ شرمین آغاجی کو دیکھنے اسپتال آتی ہے۔ جس پر آغاجی کو خوشی ہوتی ہے اور وقتی طور پر وہ عارض کو بھول کر شرمین کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں اور باتوں کے درمیان آغاجی شرمین کو بنجا کا بتا کر حیران کر دیتے ہیں۔ عارض شرمین کو دیکھ کر اپنے دل میں ایک بار پھر اس کے لیے محبت کے جذبات محسوس کرتا ہے لیکن درمیان میں حائل اپنے الفاظ اور ان سے کہیں زیادہ اذان کا وجود اس کے راستے میں حائل ہو جاتا ہے وہ صفدر کو اذان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہتا ہے جبکہ صفدر اب اپنی الجھن میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ محبت میں ایک بار پھر شرمین کا دل موم ہو رہا ہوتا ہے وہ صبیح احمد کی یاد میں پگھل رہی ہوتی ہے اسے صبیح احمد کے ساتھ گزرے لمحات یاد آ رہے ہوتے ہیں اس لیے وہ اذان کا بھی زیادہ خیال رکھ رہی ہوتی ہے۔ جبکہ اب اذان کی پھوپو (کشف) اذان کو تلاش کر رہی ہوتی ہیں اور ایک ملاقات میں کشف شرمین سے اس کا ذکر بھی کرتی ہے۔ عارض زیبا سے بات کرنے کے لیے اس کے گھر آتا ہے لیکن زیبا سے ملاقات نہیں ہو پاتی۔ دوسری طرف صفدر بے چینی سے عارض کا انتظار کرتا ہے صفدر کو بھی زیبا سے محبت ہو گئی ہوتی ہے اور زیبا کے گناہ کو نظر انداز کرتے وہ اب زیبا کو صرف عبدالصمد کی ماں ہونے کے طور پر قبول کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀......☆☆......❀

آغا جی نے کمرے میں مکمل اندھیرا کرر کھا تھا۔ عارض نے لائٹ آن کی تو آغا جی کو چت لیٹے چھت کو گھورتا دیکھ کر وہ دل ہی دل میں خوف زدہ سا ہوا، دائیں ہاتھ والی کھڑکی کا پردہ ذرا سا سرکایا تو کمرہ روشن ہو گیا۔ مگر آغا جی نے کوئی حرکت نہیں کی، تو اسے پوچھنا پڑا۔

''بابا، کھانا لگواؤں۔'' وہ کچھ نہیں بولے تو اس نے ان کا ہاتھ تھام کر پھر کہا۔

''بابا کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔''

''ہاں زندہ ہوں حالانکہ مر جانا چاہیے تھا۔'' وہ بہت کرب سے گزرتے ہوئے بولے۔

''اللہ نہ کرے۔'' وہ ایک دم بولا۔

''کیوں نہ کرے، ہم خدائی فوجدار بن کر کچھ بھی کرتے پھریں وہ کچھ نہ کرے۔'' وہ ایک دم ہی بھڑک اٹھے۔

''بابا کیا ہوا ہے؟''

''کیا نہیں ہوا، میرا بیٹا باپ سے جھوٹ بولتا ہے دھوکہ دیتا ہے باپ کو لاعلم رکھ کر سمجھتا ہے کہ باپ بے وقوف ہے۔''

''ایسا کچھ نہیں ہے، بتائیں کیا بات ہے؟''

''یہ خط دیکھو، مسز معید نے اپنے وکیل کا بندوبست کر کے لکھوایا ہے۔ معید صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے آپ کو پتا تھا پھر بھی مجھ سے چھپایا۔ چھپانے سے کیا ہوا کیا وہاں کی پولیس نے کیس ختم کر دیا، انہوں نے معید کی ڈیڈ باڈی دی ہے کیس ختم کرنے کی بات نہیں کی، مجبوراً اس بے چاری عورت کو وکیل کا انتظام کرنا پڑا اور ہم یہاں عیش کر رہے ہیں۔'' وہ شدید غصے میں دہاڑے تھے جو کہ ان کی صحت کے لیے اچھا نہیں تھا۔

''بابا پلیز، غصہ نہ کریں میں آپ کو سب بتاتا' آپ کی طبیعت کی وجہ سے......!''

''اس سے بہتر تھا کہ اپنے ہاتھوں سے زہر دے دیتے۔''

''بابا آپ کی طبیعت اس قابل نہیں تھی۔ اب آج کل میں، میں آپ کو سب بتا دیتا، بلیوی میں خود بہت شرمندہ ہوں، میرے ضمیر کی ملامت نے جینا حرام کر رکھا ہے۔''

''ہنہ...... ضمیر کی ملامت۔'' انہوں نے طنز کیا۔

''بابا حالانکہ اس قصے سے میرا کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے، کہ میں اس کو بے سہارا سمجھ کر اپارٹمنٹ میں رہنے کی اجازت دی۔''

''دوسرے لفظوں میں اسے سہارا دیا نا۔''

''نہیں، وہ محبت کی دعویدار تھی سو اس پر اعتبار کیا۔'' وہ گردن جھکا کر نظریں چراتے ہوئے بولا۔

''عارض مان لو کہ تم اس کی محبت کے چکر میں تھے۔''

''نہیں بابا، محبت تو آج بھی صرف اور صرف ایک ہی سے کرتا ہوں۔''

''اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے تم لائق ہی نہیں۔''

''بابا یہ آپ کہہ رہے ہیں۔''

''فوری طور پر میری سیٹ کنفرم کراؤ میرا وہاں جانا ضروری ہے، ہیئرنگ میں ہونا ضروری ہے۔'' وہ بولے۔

''مگر......''

''کچھ نہیں جو کہا ہے وہ کرو، ورنہ میں منیجر صاحب کو کہوں۔''

''او کے پہلے مگر ڈاکٹر صاحب سے رابطہ نہ کرلیں۔''
''کوئی ضرورت نہیں، نہیں مرتا میں۔''
''سوری بابا۔''
''جاؤ، مجھے تنہا چھوڑ دو۔'' انہوں نے سختی سے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

❀......☆☆......❀

صفدر سے صبر نہ ہوا تو خود ہی عارض کی طرف آگیا، گھر میں انتظار کے لمحے بہت کڑے گزر رہے تھے۔ امی کی سوالیہ نظریں اور اپنی بے چینی جس کو وہ کوئی نام نہیں دے پارہا تھا۔ کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس لیے مناسب یہ لگا کہ عارض کے پاس جا کر ہی پوچھا جائے، مگر یہاں عارض کی رونی صورت دیکھ کر اسے یقین ہوگیا تھا کہ زیبا نے عارض کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا ہوگا۔ عارض نے اسے اپنے کمرے میں ہی بٹھایا۔ ملازم کو کھانا لانے کا کہا۔
''میں نے تمہیں فون کرنا تھا۔ مگر گھر میں منظر ہی اور نکلا۔'' عارض بولا۔
''مطلب......؟''
''آغا جی کو معید صاحب کی وفات کا پتا چل گیا مسز معید نے وکیل کیا ہے اس نے خط بھیجا ہے اور بس بابا کا غصہ ناقابل برداشت ہے۔''
''اوہ...... کب آیا خط۔''
''آج ہی بابا کو ملا ہے اب بابا کی توپوں کا رخ میری طرف ہے۔''
''یہ تو ہونا ہی تھا۔''
''میری نیت یہ تھی کہ بابا ٹھیک ہوجائیں تو بتاؤں مگر بابا کو یقین ہے کہ میں نے جھوٹ بولا دھوکہ دیا اور میں فراڈ ہوں۔''
''اصل میں اتفاقات ایسے ہی حالات خراب کردیتے ہیں۔'' صفدر نے کہا۔
''اب بابا فوری طور پر نیویارک جارہے ہیں، تب تک وہیں رہیں گے جب تک کیس ختم نہیں ہوتا۔'' عارض نے بتایا۔
''اور کیس تب ختم ہوگا جب سنجنا پکڑی جائے گی کیونکہ اصل فساد کی جڑ تو وہ ہے۔'' صفدر نے کہا۔
''ہاں لیکن بابا کو تو لگتا ہے کہ میں سنجنا سے محبت کرتا ہوں۔'' عارض گلوگیر لہجے میں بولا۔
''خیر کچھ چیزیں وقت خود ثابت کردے گا۔'' صفدر نے کہا۔
''تمہیں معلوم کیا ہوگا، خیر تم سناؤ پریشان لگ رہے ہو۔'' عارض نے اس سے پوچھا۔
''ہاں، تمہارے فون کا انتظار کرکے آنا پڑا۔'' صفدر نے کہا۔
''میں گیا تھا، بھابی کی امی سے ملاقات ہوئی، وہ تو بالکل نہیں چاہتیں کہ بھابی خلع لیں تم سے بہت پیار کرتی ہیں بھابی کو ہی برا بھلا کہہ رہی تھیں۔'' عارض بولتے بولتے رکا۔
''اور زیبا۔'' صفدر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
''زیبا بھابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔''
''کیا مطلب؟'' صفدر کو شاک لگا۔
''بھابی کہیں گئی ہوئی تھیں۔''

”یعنی زیبا سے تمہاری ملاقات ہی نہیں ہوئی اور وہ نوٹس۔“
”وہ میں واپس لے آیا بے چاری خالہ جی لاعلم تھیں اور پھر وہ تو ایسا چاہتی ہی نہیں تمہیں سمجھانے کا کہہ رہی تھیں پھر ان سے میں کیا بات کرتا۔“ عارض نے بتایا۔
”یہ تو حقیقت ہے کہ زیبا کی امی ایسا نہیں چاہتیں۔“
”تم چاہتے ہو؟“
”میں...... وہ زیبا تو ایسا چاہتی ہے۔“ وہ ہکلایا۔
”یار...... تم مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟“
”میں...... میں نہیں معلوم، لیکن پہلے تم اس سے مل لو، پھر فیصلہ ہوگا۔“
”میں تو خیر پھر چلا جاؤں گا۔ لیکن میرا خیال ہے گھر بچاؤ۔“ اس نے مشورہ دیا۔
”بات کچھ اور ہے۔“ صفدر نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔
”بات جو بھی ہے کوشش کرو کہ گھر بچ جائے......!“
”تم اب کب جاؤ گے۔“
”پہلے تو بابا کی سیٹ کنفرم کرانی ہے، وہ چلے جائیں تو پھر۔“
”ٹھیک ہے مگر جتنی جلدی ممکن ہو سکے نوٹس پر جواب کی تاریخ دیکھ لینا۔“
”چھوڑ دیار ہمیں گھر نہیں خراب کرنا تم درگزر سے کام لو۔“ عارض نے کہا تو صفدر نے کچھ نہیں کہا صرف اسے دیکھتا رہا۔
”کھانا کہاں رہ گیا۔“
”آغا جی کے ساتھ کھاتے ہیں۔“ صفدر نے کہا۔
”ٹھیک ہے ویسے ان کا موڈ آف ہے آؤ۔“ عارض نے چلنے کا اشارہ کیا۔

❁......☆☆......❁

عبدالصمد کو کندھے سے لگائے لگائے زیبا تھک گئی تو ننھی نے اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ سوچ چکا تھا زیبا نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی تو کافی وقت گزر چکا تھا۔ ان دونوں نے تو مختلف اسٹالز سے کافی کچھ کھا لیا تھا۔ لیکن ننھی کا خیال تھا کہ خالہ حاجرہ کے لیے بریانی پیک کرالیں زیبا اسی وجہ سے اکیلی بریانی لینے چلی گئی۔ ننھی وہیں عبدالصمد کو لیے بیٹھی تھی۔ زیبا کو گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ وہ بدحواس اور نیم پاگلوں کی طرح دوڑتی ہوئی خالی ہاتھ واپس آ گئی اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔
”کیا ہوا، کیا بات ہے؟“ ننھی ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔
”وہ...... وہ ادھر آؤ میرے ساتھ۔“ وہ ننھی کا ہاتھ پکڑ کر دائیں طرف بھیڑ میں لے جانے لگی۔
”کیا ہے، کون ہے خیر تو ہے۔“ ننھی اس کے ساتھ لڑکھڑاتی، گرتی پڑتی چلتے ہوئے بولی۔
”وہ وہاں وہ منحوس تھا میں نے خود دیکھا۔“
”کون؟“
”میں نے جس سے محبت کا فریب کھایا۔“ وہ زیادہ ہجوم والی طرف گھس گئیں ننھی ہانپنے لگی اس نے ماشاءاللہ گول مٹول سے عبدالصمد کو اٹھا رکھا تھا۔

''زیبا اب میں نہیں چل سکتی پلیز۔''

''اچھا میں آتی ......وہ ......میں ......!'' وہ ٹوٹا پھوٹا کہہ کر غائب ہوگئی۔ منھی کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی نسبتاً رش والی جگہ پر آ گئی خالی بینچ پر بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔

کافی دیر تک وہ نہ آئی تو اسے پریشانی لاحق ہوئی۔

''آخر زیبا نے کس کو دیکھ لیا کیوں اس پر وحشت سی طاری تھی۔'' مگر کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا اس کے پاس سوائے انتظار کرنے کے۔

تقریباً بیس پچیس منٹ بعد وہ شکست خوردہ سی لوٹی اور اس کی آنکھوں سے چھما چھم برسات شروع ہوگئی منھی اور زیادہ پریشان سی ہو کر کھڑی ہوگئی۔

''زیبا......زیبا کیا مسئلہ ہے، کیوں رو رہی ہو؟''

''چلو یہاں سے۔''

''اچھا، مگر بتاؤ تو۔''

''بس چلو، لاؤ مجھے دو عبدالصمد کو۔'' وہ روتے روتے بولی۔

''پتا تو چلے بات کیا ہے۔''

''مجھے دیکھ کر بھاگ نکلا۔'' وہ غم و غصے سے بولی۔

''کون۔''

''میری خوشیوں کا قاتل۔''

''تمہارا مطلب۔''

''ہاں اس نے میری عصمت کی نیلامی کی۔'' وہ پھر رو دی۔

''اللہ غارت کرے اسے رونا بند کرو لوگ عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔'' منھی نے کہا۔

''مجھے دیکھتے ہی بھاگ گیا۔''

''تمہیں یقین ہے کہ وہی تھا۔''

''ہاں کاش میرے ہاتھ لگ جاتا تو اس کا منہ نوچ لیتی۔''

''چھوڑ، گندگی میں ہاتھ ڈال کر کیا ملے گا۔''

''کیسے چھوڑوں؟'' اس نے محبت کی توہین کی۔

''محبت تم نے کی تھی اس نے تو مطلب نکالا تھا۔''

''ہاں مگر وہ نہیں جانتا کہ میں اس سے اب نفرت کتنی کرتی ہوں۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا اور دونوں بنا رکشے والے سے کوئی بات کیے رکشے میں بیٹھ گئیں۔

❁......☆☆......❁

وہ کمرے میں گھس کر اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگی۔ منھی نے کمرے کا دروازہ بند کر کے اس پر چڑھائی شروع کر دی۔

''کیا اس سے محبت جاگ گئی ہے اس کے لیے تڑپ پیدا ہوگئی جو آنسو بہا رہی ہو، ارے اس پر تو تھوکنا چاہیے تھا۔''

''نہ عشق ہے نہ محبت اپنی بے بسی کا ماتم ہے، بس اور کچھ نہیں، اس کی وجہ سے آج میں اس حالت میں ہوں، اس کی وجہ سے میرا وجود آلودہ ہوا یہ میرا قاتل ہے۔'' وہ روتے ہوئے بولتی چلی گئی۔

''ہو گیا، یہ ماتم، گزر گیا وہ تمہاری زندگی سے محبت کا فریب دے گیا پھر اب لکیر پیٹنے سے کیا حاصل؟ اس سے کیا واسطہ اب اصل مجرم تو وہ ہے، جس نے تمہاری پاکیزگی کا خون کیا۔'' ننھی نے کہا۔

''لے کر تو یہ گیا تھا۔'' زیبا چلائی۔

''بھول جاؤ سب کچھ جتنا اس موضوع پر سوچو گی الجھتی جاؤ گی عبدالصمد سے توجہ ہٹتی جائے گی۔ اب اس باب کو ہر طرح سے بند کر دو یہی بہتر ہوگا۔''

''میری زندگی حرام ہو گئی ہے۔''

''اس لیے اس کا ایک ہی حل ہے، بہت ہو چکا، اب صفدر بھائی سے بھی کوئی امید کوئی تعلق نہیں رکھنا، انہیں بھی چھوڑ دو اس دائرے سے نکلو میں خود صفدر بھائی کو کھری کھری سناتی ہوں۔ ضرورت کیا ہے خاک چھاننے کی۔''

''اور وہ میری سچائی۔''

''کوئی سچائی بتانے کی ضرورت نہیں، رشتے اس پر نہیں بنتے۔ صفدر بھائی کے اندر جو گھٹن بھری ہے وہ نہیں نکل سکتی۔ بس اب انہیں صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں وہ ان کا دوست ہے پوچھیں نہ پوچھیں کوئی فرق نہیں پڑتا جو ہونا تھا ہو گیا، اب راستے الگ ہوتے بہتر ہیں۔'' ننھی پہلی مرتبہ اس قدر مشتعل ہوئی تھی۔ زیبا نے اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور اس کی طرف دیکھا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں زیبا اب جس گلی جانا نہیں اس کا راستہ مت پوچھو، سب چھوڑ دو تمہیں عبدالصمد چاہیے وہ تمہیں مل رہا ہے بس باقی کچھ مت رکھو، تمہارے ساتھ جس نے جو کیا اسے بھول جاؤ، کیا ہو جائے گا سچ پتا بھی چل

گیا تو صفدر بھائی کا دل صاف ہوجائے گا یہ ممکن نہیں وہ اپنے دل کو صاف کرتے تو پہلے ہی تمہیں معاف کردیتے ان کو اب چھوڑنے کا فیصلہ درست سمجھو۔'' ننھی نے اسے سختی سے باز رہنے کی ترغیب دلائی۔

''میں اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ بتاؤ کیا قصور تھا میرا؟''

''ہونہہ، وہ تو جیسے تمہیں بتا پاتا تمہارا قصور محبت کے مکھن زدہ لفظوں پر اعتبار تھا مگر وہ ہرجائی اور کم ذات تھا اسے تو محبت کی ہوا چھو بھی نہیں سکتی۔'' ننھی کا لہجہ کڑواہٹ سے بھر گیا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو، مجھے کسی سے نہ کچھ پوچھنا ہے اور نہ کچھ بتانا ہے۔'' زیبا نے بڑے حوصلے سے کہا۔

حاجرہ بیگم ان دونوں کا کمرے سے باہر نکلنے کا انتظار کرنے کے بعد خود وہیں آ گئیں، انہوں نے دروازہ کھولنا چاہا تو دروازہ اندر سے بند ہونے پر کچھ حیران ہوئیں اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتیں ننھی نے مسکراتے ہوئے جلدی سے دروازہ کھول دیا وہ اندر آ گئیں۔

''خیریت ہے تم دونوں کمرے میں کیوں بند ہوگئیں کیا کھانا نہیں کھانا۔''

''نہیں ہم نے وہاں بہت کچھ کھایا اور میں آپ کے لیے بریانی گرم کرکے لاتی ہوں۔'' ننھی یہ کہہ کر جانے لگی تو انہوں نے روکا۔

''نہیں بھئی میں نے تو ایک روٹی پکا کر ابھی کھائی ہے، بہت دیر کردی تم نے آنے میں اور زیبا تمہیں کیا ہوا؟''

''کچھ نہیں بس تھک گئی ہوں۔''

''ٹھیک ہے آرام کرلو چائے پی لو، پھر بات کرتے ہیں۔''

''نہیں بولیں خیریت۔''

''دیکھو زیبا ابھی تو مقدر لوٹ لوٹ کر تمہارے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ اس کی قدر کرو، بعد میں پچھتاؤں کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔''

''بات کیا ہے؟'' ننھی نے پوچھا۔

''صفدر کا دوست آیا تھا کہہ رہا تھا کہ بھابی کو سمجھائیں۔''

''صفدر کا دوست؟'' ننھی نے تعجب سے پوچھا۔

''کون تھا، کیا نام تھا؟'' زیبا نے حیرت سے پوچھا۔

''نام تو مجھے نہیں پتا بس بہت بھلا نوجوان تھا تم سے ملنے آیا تھا۔ پھر آنے کا کہہ گیا ہے۔''

''آپ نام تو پوچھ لیتیں۔''

''بس ذہن سے نکل گیا اچھا خوب صورت تھا ہمیں اس کے نام پر نہیں آنے پر غور کرنا چاہیے۔'' حاجرہ بیگم نے کچھ طنزیہ انداز میں کہا۔

''مگر پتا تو چلے خالہ کون تھا؟'' ننھی نے کہا۔

''بس فی الحال اتنا سن لو کہ تمہارا اور صفدر کا خیر خواہ تھا صفدر کی طرف سے سمجھانے کا پیغام لایا تھا۔ میں نے اسے بھی کہہ دیا ہے کہ صفدر کو بھی سمجھاؤ، وہ اپنے رویے میں تبدیلی لائے۔'' وہ بولیں تو زیبا اور ننھی ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

❀......☆☆......❀

رات حاجرہ بیگم کے سونے کے بعد جیسے ہی وہ دونوں کمرے میں آئیں تو دونوں کے ذہن میں صرف ایک ہی

سوال چل رہا تھا۔
''کون ہوگا۔''
''صفدر کو نوٹس نے ہلا کر رکھ دیا شاید، اس لیے کسی کو بھیجا ہوگا۔'' زیبا نے طنزیہ کہا۔
''اس کا مطلب وہ علیحدگی نہیں چاہتے۔'' ننھی بولی۔
''لیکن وہ کچھ اور بھی نہیں چاہتے۔'' زیبا نے جواب دیا۔
''کیا مطلب؟''
''مطلب یہ کہ یہ بھی کوئی کہانی ہے۔''
''میرا خیال ہے کہ وہ خالہ کو نوٹس کا بتا کر نہیں گیا۔''
''ہاں، پھر لیکن کیوں آیا۔''
''سیدھی سی بات ہے مجھے کچھ حاصل حصول نہیں، صفدر نے کسی چالا کی کسی کو بھی دوست بنا کر بھیج دیا ہوگا۔''
''خیر کسی کو تو نہیں کوئی قریبی دوست ہی ہوگا۔ اتنے وضع دار تو ہیں وہ۔''
''قریبی تو وہی منحوس ہے۔''
''کون؟''
''بے غیرت عارض۔''
''نہیں وہ، وہ تو تمہارا سامنا ہی نہیں کر سکتا اور پھر گھر بچانے بسانے کی وہ کیسے بات کر سکتا ہے۔''
''یہ بھی تو ممکن ہے کہ صفدر نے اس سے پوچھ لیا ہو اور وہ میرا منہ بند کرانے کے لیے آیا ہو، ہم تھے نہیں اس لیے امی سے چکنی چپڑی باتیں بنا گیا۔'' زیبا نے خیال ظاہر کیا۔
''ہنہہ، یہ ممکن ہے لیکن صفدر بھائی سے پوچھا جا سکتا ہے۔''
''ہرگز نہیں خود ہی تو کہتی ہو کہ سب چھوڑ دو۔'' زیبا نے کہا۔
''ہنہہ ٹھیک بھی یہی لگ رہا ہے مگر یہ صفدر بھائی کے دوست والی کہانی الجھا رہی ہے۔''
''کوئی ضرورت نہیں الجھنے کی۔''
''میں فون کرلوں۔''
''نہیں، ہم نوٹس بھیج چکے ہیں اب جو بات کرنی ہے انہوں نے کرنی ہے۔'' زیبا نے بستر پر دراز ہو کر چادر سر تک تان لی۔
''عجیب ہے سب معاملہ۔''
''سو جاؤ، مت سوچو، جو ہوگا بہتر ہوگا۔'' زیبا نے چادر کے اندر سے ہی کہا۔
''اور وہ کل پھر آ گیا تو۔''
''تو صاف کورا جواب نہیں ملنا۔''
''دیکھ لو۔''
''دیکھ لیا۔''
''ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''
''ہہ......!'' وہ فیصلہ کن انداز میں بولی تو ننھی بھی خاموش ہوگئی، اسے نہیں معلوم ہو سکا کہ زیبا کی آنکھوں سے

اپنی تباہی پر کیسے سیلاب بہہ نکلا ہے۔ وہ کب چاہتی تھی کہ صفدر سے الگ ہو، صفدر تو اس کا محبوب بن چکا تھا مگر وہ شاید اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ نبھی سو گئی مگر وہ رات کے آخری پہر تک جاگتی رہی۔

❁......☆☆......❁

رات کا ایک بجا تھا۔ جانے کیوں وہ ٹیرس پر کھڑا سگریٹ پھونکتے ہوئے اسے مس کر رہا تھا۔ چاروں اطراف گہرا سناٹا اور تاریکی تھی ایسے میں اسے شدت سے تنہائی کا احساس ہو رہا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے زیبا اور زیبا سے زیادہ عبدالصمد کی یاد آ رہی تھی زیبا کے پاس اس کے گھر کا جگنو، اس کے آنگن کا تارا تھا یکبارگی وہ بڑبڑایا۔

اسے کہنا
اگر آئے تو ساتھ اپنے
کوئی جگنو، کوئی تارا بھی لے آئے
کہ میرا دل، میرے گھر کی طرح
تاریک رہتا ہے......!!

میرے گھر کا آفتاب میری چھت کا چاند کب، کب لاؤ گی، مجھے میرا بیٹا چاہیے، اس کو میں کسی صورت تمہیں نہیں سونپ سکتا' امی کا ہی نہیں میرا دل بھی اب میرے اختیار میں نہیں اسے دیکھنے اور چھونے کو بے تاب ہوں میں۔'' وہ کرسی پر گر سا گیا اور صفدر وہ خلع کا نوٹس زیبا کی طرف سے لاتعلقی کا اعلان' عبدالصمد کو ہمیشہ کے لیے تم سے دور لے جانے کا پروگرام اس پر نہ وہ کوئی سودے بازی کرے گی اور نہ دستبردار ہو گی پھر ویسے بھی تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ تم کس منہ سے اس سے کوئی بات کر سکتے ہو؟ ہر راستہ بند کر کے......اب کیا کہو گے کہ نوٹس سے ڈر گئے ہو، نوٹس واپس لے لو یہ کہو گے......نہیں صفدر اب صرف وقت گزرنے دو دھند چھٹنے دو دیکھو! وقت کیا فیصلہ کرے گا؟ اس نے خود سے سوالات اور جوابات کی جنگ لڑی اور پھر سگریٹ سلگا لیا۔ تازہ دھواں اس کے اطراف میں پھیل گیا۔

دو بج چکے تھے نیند آنکھوں سے دور تھی۔ ذہن بوجھل تھا۔ تھکن زدہ تھا دراصل زندگی خود تو ہلکی پھلکی سی ہے بوجھ تو سارا خواہشات کا ہوتا ہے انسان کو پتا ہی نہیں چلتا کہ کب خواہشات قیمتی سامان کا روپ دھار کے زندگی کو بھاری بنا دیتی ہے۔ اس کے اندر بھی یہ نئی خواہش ہی تو جاگی تھی کہ اسے بیوی اور بیٹا یاد آ رہے تھے۔ یہ جان کر بھی کہ ایسا کرنا یا ایسا ہونا ممکن نہیں۔

عہد رفاقت ٹھیک ہے لیکن مجھ کو ایسا لگتا ہے
تم تو میرے ساتھ رہو گی میں تنہا رہ جاؤں گا۔
بالکل تنہا
زندگی تاریک راہوں میں بھٹک جائے گی۔
میرا جگنو
میرا تارا
میرا سورج
''اور میرا چاند......دور ہو جائے گا میں نہ روک سکتا ہوں اور نہ جانے دے سکتا ہوں۔''

❁......☆☆......❁

ہے، جو بات اللہ سے کہتا ہے اس کا جواب محسوس کرتا ہے۔ اس نے خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سے جی بھر کے باتیں کیں اور پھر جائے نماز سے اٹھی، فون بج اٹھا تو وہ لان میں جاتے جاتے پلٹ آئی۔

"خدا خیر، اس وقت کس کا فون آ گیا، اس نے فون کی اسکرین پر انجان نمبر دیکھا اور کاٹ دیا مگر پھر فون بجنے لگا تو اٹینڈ کرنا پڑا۔

"شرمین۔" دوسری طرف سے عارض کی آواز ابھری۔

"جی خیریت۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اسے نرمی سے پوچھنا پڑا۔

"بابا نے بات کرنی ہے۔"

"خیریت۔" اسے تعجب ہوا۔

"سب کچھ ان سے ہی پوچھ لو۔"

"جی کرائیں بات۔"

"ہیلو شرمین بیٹا۔" آغا جی کی آواز مٹھاس سے بھری تھی۔

"جی...... جی...... آغا جی۔"

"معذرت آپ کو جگا دیا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں، آپ بولیں پلیز۔"

"بیٹا آج کچھ دیر کے لیے میرے پاس آ و اذان سمیت۔"

"جی خیریت۔"

"بس مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

"آغا جی، اذان نے اسکول جانا ہے اور مجھے زینت آپا کے آفس جانا ہے۔" اس نے بتایا۔

"کچھ بھی ہے رات میری گیارہ بجے کراچی کی فلائٹ ہے۔"

"آپ خیریت سے جا رہے ہیں۔"

"نہیں نہ خیریت ہے اور نہ ہی خوشی۔"

"آغا جی میں کس وقت آ ؤں پھر۔"

"ناشتہ میرے ساتھ کرو۔"

"ناشتہ مگر اذان کو اسکول بھیجنا ہے اور پھر......"

"اسکول چھوڑ کے آ جاؤ، واپسی پر عارض یا ڈرائیور کوئی بھی لے لے گا۔"

"اوکے میں آ جاؤں گی۔"

"جیتی رہو۔"

"اللہ حافظ۔" اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا مگر بہت ساری باتیں اس کے ذہن میں ہل چل مچانے لگیں۔

"کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ اتنی صبح آغا جی نے فون کیا اور ملنا ضروری قرار دیا۔ کہیں وہ عارض کے لیے تو نہیں کچھ کہنا چاہتے میں نے کچھ نہیں سننا عارض کی یا کسی اور کی بھی کوئی گنجائش نہیں خاص طور پر عارض کے لیے تو سوچنا بھی محال ہے۔" اس نے اپنے آپ کو جواب دیا۔

اور اذان کو جگانے کے لیے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں وہ کسمسایا اور اس سے لپٹ گیا یہ اس کا خاص

انداز تھا کہ وہ جگاتے ہوئے اسی سے لپٹ کر کچھ دیر شوخیاں کرتا اور پھر جاگتا ایسے میں وہ ناشتے کے بارے میں پوچھتی اس وقت بھی اس نے پوچھا۔

"ناشتے میں کیا بناؤں؟"

"ننھے پراٹھا اور آملیٹ۔" اس نے اٹھلاتے ہوئے فرمائش کی۔

"اذان۔" اس نے اس کے سامنے دودھ کا گلاس رکھتے ہوئے پکارا۔

"جی ماما۔"

"بیٹا میں آپ کو اسکول چھوڑ کے نانا ابو کے گھر جاؤں گی۔"

"کیوں؟" وہ بے ساختہ بولا۔

"انہوں نے بلایا ہے۔"

"اور میں......!"

"آپ کو چھٹی کے وقت میں لوں گی یا نانا ابو کا ڈرائیور۔"

"آپ کیوں جارہی ہیں۔"

"بتایا تو ہے کہ انہوں نے بلایا ہے۔"

"پھر انکل کو بھیجے گا۔"

"نہیں ان کی ضرورت نہیں۔"

"ماما میں نے ان کے ساتھ کمپیوٹر پر گیمز کھیلنا ہیں۔"

"اذان، خاموشی سے دودھ ختم کرو۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ انکل کو بھیجیں گی تو میں آؤں گا۔" وہ یہ کہہ کر اٹھا۔

"یہ کیا بات ہوئی، وہ ہمارے سرونٹ نہیں ہیں اور ویسے بھی ہمارا تعلق آغا جی سے ہے۔"

"مگر وہ تو بہت اچھے ہیں۔"

"اذان میں خود آپ کو پک کروں گی اب چلیں دیر ہورہی ہے۔" شرمین کو غصہ آ گیا۔

"نہ ڈیڈی آتے ہیں نہ ہم جاتے ہیں۔" ایک دم ہی اذان نے جھنجلا کر کہا تو شرمین کا دل تڑپ اٹھا اسے جلدی سے باہوں میں بھرلیا۔

"اذان سمجھ لو وہ ہم سے خفا ہیں۔"

"کیوں؟"

"بس، وہ یہاں نہیں آسکتے۔" وہ ہکلائی۔

"اور ہم، ہم تو جاسکتے ہیں۔"

"نہیں اللہ نہ کرے۔"

"کیوں؟"

"بس ہمیں نہیں جانا۔"

"آپ ڈیڈی کو معاف کردیں۔"

"اچھا چلو آؤ چلیں۔" شرمین نے کچن بند کیا اسے ساتھ لے کر کمرے سے اپنا پرس اور گاڑی کی چابیاں اٹھائیں

مگر وہ پھر اسی تصویر کے سامنے جم کر کھڑا ہوگیا۔
''اذان کیٹس گو۔''
''ماما میں ڈیڈی کو مس کررہا ہوں۔'' اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھیں بھی بھر آئیں شرمین نے بے قرار ہوکر اسے سینے سے لگالیا۔
''میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ تمہارے ڈیڈی کہاں چلے گئے ہیں۔ اب ان تک تمہارے آنسو آہیں کچھ نہیں پہنچ سکتیں۔'' گاڑی چلاتے ہوئے بھی اس کا دل دکھی تھا ذہن میں سوالات طوفان بپا کیے ہوئے تھے کتنی سچائیاں اور حقیقتیں ہیں جو وہ اذان کو چاہ کر بھی نہیں بتاسکتی تھی۔ لیکن کب تک کب تک وہ اذان کو بہلاسکتی تھی بالآخر ایک نہ ایک دن تو اسے پتا چلنا ہی ہے کہ اس کے ڈیڈی اس پر اتنا بھروسہ کرکے اپنا بیٹا اسے سونپ گئے نہ اپنی بہنوں پر اعتماد کیا اور نہ کسی اور پر......
''صبیح احمد، کاش میں تمہیں بتاسکتی کہ تم نے اذان کے ذریعے مجھے کتنی بڑی آزمائش میں ڈالا ہے۔'' اسے اسکول ڈراپ کرکے اس نے گاڑی موڑتے ہوئے سوچا۔
وہ جب آغا جی کی طرف پہنچی تو لان میں چپ چاپ سا بیٹھا عارض اسے چونکا گیا۔ شیو بڑھی تھی چہرے پر کملاہٹ تھی اداسی تھی پشیمانی تھی اس نے گاڑی لاک کی اور اندر جانا چاہا تو اپنا نام سن کر رک گئی۔
''شرمین...... شرمین۔'' وہ پکار کے قریب آگیا۔
''جی فرمایئے۔''
''میرا حق تو نہیں کہ تم سے کچھ بھی کہوں مگر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔''
''مگر میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔''
''معافی مانگنا چاہتا ہوں۔''
''میں آپ کو قصوروار سمجھتی ہی نہیں۔'' وہ آگے بڑھنے لگی تو وہ سامنے آگیا۔
''قصور ہی نہیں بہت بڑا گناہ کیا ہے میں نے۔''
''تو اللہ سے معافی مانگیں۔''
''پلیز شرمین بابا مجھ سے خفا ہیں جو تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی بڑی سزا بھگت رہا ہوں۔''
''عارض صاحب مجھے آغا جی نے بلایا ہے۔'' اس نے یاددہانی کرائی۔
''مجھے معلوم ہے۔''
''تو پھر میرا راستہ چھوڑ دیں۔''
''راستہ چھوڑ کے ہی تو بے چین ہوں۔''
''یہ میرا مسئلہ نہیں۔''
''شرمین صرف چند منٹ پلیز۔''
''فی الحال مجھے آغا جی سے ملنا ہے۔''
''اذان سچ مچ تمہارا بیٹا ہے؟''
''جی یہی سمجھیں۔''
''مگر یہ سچ نہیں۔''

''پھر شاید ایسا ہی ہوگا۔''
''مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں مگر میں......!''
''عارض آپ کو اعتراض کرنے کا حق بھی حاصل نہیں، وہ اب میرا بیٹا ہے۔'' اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔
''اب میرا بیٹا سے مراد۔''
''اب میرا بیٹا اور میرا بیٹا ہی رہے گا۔''
''اپنے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہو۔''
''آپ اپنے ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں۔''
''کیوں میری بات نہیں سمجھ پا رہیں۔''
''مجھے آپ کی بات ہی سمجھ میں نہیں آئی آپ اچھی طرح سمجھ میں آ چکے ہیں۔'' وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔
''اگر اذان کو اڈاپٹ کیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔''
''فار گاڈ سیک آپ کی ایڈوائس مجھے نہیں چاہیے۔'' وہ یہ کہہ کر اسے ایک طرف دھکیل کے اندر چلی گئی۔
وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے طویل آہ بھر کے رہ گیا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اب شرمین شاید ہی اس کی بات سنے، آخر یہ اذان کون ہے، کیا اس کا تعلق شرمین کی پہلی محبت سے ہے۔ یا پھر......
''اپنی تنہائی دور کرنے کے لیے اس نے اپنی نرم ہمدرد فطرت کے باعث اذان کو اپنا سہارا دیا ہے؟'' وہ مزید سوچنے سے پہلے ہی اندر ناشتے کے لیے بلا لیا گیا۔
وہ چپ چاپ ناشتے کے لیے بیٹھ گیا ویسے تو آغا جی بھی اس سے خفا تھے کچھ خاص بات نہیں کر رہے تھے۔ شرمین نے تو نفرت بھری نگاہ سے بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

❁......☆☆......❁

ناشتے کے بعد آغا جی نے اِدھر اُدھر کی چند باتیں کیں اور پھر عارض کو آفس بھیج دیا، اس کے جانے کے بعد انہوں نے کچھ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔
''آغا جی کوئی خاص بات ہے؟''
''شاید آپ کے لیے نہ ہو۔''
''آپ بتائیں تو۔''
''شرمین میں ڈاکٹرز کے منع کرنے کے باوجود لمبا سفر کر رہا ہوں وہاں بھی مسائل ہیں جانے کیا کیا فیس کرنا پڑے لوٹ سکوں یا نہیں یہ بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔''
''اللہ آپ کی حفاظت فرمائے آپ کیوں ایسی باتیں کر رہے ہیں۔'' اس نے بڑی اپنائیت سے کہا تو ان کا لہجہ بھرا گیا۔
''اولاد سے لاکھ شکوے ہوں مگر یہ بہت پیاری ہوتی ہے میں عارض سے خفا ہوں لیکن پھر بھی اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔''
''آپ نے مجھ سے کوئی بات کرنی ہے۔'' وہ یکسر نظر انداز کر گئی۔
''ہمنہہ، اسی طرف آ رہا ہوں میں ہمت سمیٹ کر بولنا چاہتا ہوں لیکن بول نہیں پا رہا۔''

"جی کہیے۔"
"شرمین بیٹا مجھے ایک خواہش کی تکمیل چاہیے مجھے ایک خوشی چاہیے سمجھ لو بھیک چاہیے۔" انہوں نے ایسے ہاتھ پھیلائے کہ وہ شرمسار ہوگئی۔
"آغا جان آپ شرمندہ نہ کریں بولیں۔"
"مجھے کہنا ہے پر لگتا ہے کہہ نہیں سکوں گا۔"
"خدارا، بولیے۔"
"شرمین عارض سے آج نکاح کرلو۔" وہ ایک دم کہہ گئے شرمین کے اطراف میں زوردار دھماکہ ہوا اور وہ حیران و پریشان انہیں تکتی رہ گئی۔
"کیا اچھی نہیں لگی میری بات؟" وہ نادم سے بولے۔
"جی......وہ نہیں، بس میں۔" وہ ہکلائی۔
"بیٹا میری آخری خواہش سمجھ لو، لوٹ آؤں گا تو جی کھول کے ارمان نکالوں گا۔ لیکن اس اطمینان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں کہ میرے عارض کو اس کی محبت مل گئی۔"
"آغا جی، آپ جانتے بھی ہیں کہ میں اس کی محبت نہیں اور مجھے اذان نے اپنے حصار میں بند کرلیا ہے۔ یہ میرے لیے ممکن نہیں۔" وہ سخت مشکل کا شکار دکھائی دے رہی تھی۔
"ایسے نہ کہو، میرا دل ایک باپ کا دل ہے میں جانتا ہوں وہ تمہی سے محبت کرتا ہے اور تمہیں کھوکر آدھا مر چکا ہے تم نہ ملیں تو پورا مر جائے گا۔ اسے اپنالو اذان تمہارے حصار میں ہی رہے گا۔ وہ میرا نواسا ہے۔"
"آغا جی یہ اتنا آسان نہیں ہے۔" وہ بولی۔
"یہ مشکل بھی نہیں ہے، بس اپنالو عارض کو۔"
"آغا جی آپ عارض کا ساتھ دے رہے ہیں۔"
"نہیں میں ایک بیٹے کا ساتھ دے رہا ہوں۔ کیونکہ وہ اپ سیٹ ہے۔ اس نے بڑی بڑی خطائیں کی ہیں ان کی سزا بھگتنے آج جا رہا ہوں بس میری بات کا بھرم رکھ لو۔"
"مگر آغا جی۔"
"میں ہاتھ جوڑ کے اس کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔"
"آپ مجھے شرمندہ نہ کریں یہ اتنا آسان نہیں ہے عارض نے جو دل نفرت سے بھر دیا ہے اس میں اس کے لیے محبت کہاں سے لاؤں۔"
"محبت کی تو ایک رمق بھی کافی ہوتی ہے۔"
"آغا جی پلیز یہ مجھے نہ بتائیں عارض نے محبت کا سمندر دیا تھا مگر وہ جھوٹ کا سمندر تھا ایسا سمندر جس میں عارض نے میری اور اپنی خوشی ڈبو دی، اس کا مسترد کرنا میری اجازت کے بغیر تھا وجہ کوئی بھی تھی یا تھا مجھے اس سے غرض نہیں مگر میری توہین ضرور تھی توہین اتنی جلدی زائل نہیں ہوتی بلکہ شاید زائل ہی نہیں ہوتی۔" وہ دھیرے دھیرے بولتی چلی گئی۔
"شرمین سب بجا کہا تم نے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ تم ہی سے محبت کرتا ہے۔" آغا جی بولے۔
"پلیز آغا جی پھر اسی کو یہ ثبوت فراہم کرنا ہوگا اسے آپ سپورٹ نہ کریں۔" وہ بولی۔

''وہ کرے گا وہ معافی مانگے گا مگر موقع دو۔''
''ٹھیک ہے جب ایسا ہوگا تو دیکھا جائے گا۔''
''نہیں میری خواہش کا احترام کرو۔''
''آغا جی نکاح، منگنی کی انگوٹھی نہیں اس نے نکاح کو میرے لیے تختہ دار بنا دیا تو آپ کے پاس صرف شرمندگی بھری تسلیاں ہوں گی۔''
''نہیں......ایسا نہیں ہوگا۔''
''یہ ممکن نہیں میں ایسا سوچنا بھی چھوڑ چکی ہوں۔''
''شرمین میری خاطر۔''
''آغا جی پلیز آپ سوچیں تو سہی کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔''
''اور اگر میں زندہ نہ لوٹ سکا تو کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔''
''اللہ نہ کرے، مگر......!''
''مگر نہیں، شرمین میری بات مان لو۔''
''آغا جی آپ بے فکر ہو کر جائیں واپسی پر بات کریں گے۔''
''نہیں میں اطمینان بھری خوشی لے کر جانا چاہتا ہوں۔'' وہ مصر تھے۔
''تو آپ اطمینان رکھیں میں اس پر غور کروں گی۔''
''میری بات نہیں مان سکتیں۔''
''آغا جی مجھے بہت سا وقت خود کو دینا ہوگا پھر شاید کوئی فیصلہ کرسکوں۔''
''سوچ لو، ساری دوپہر پڑی ہے شام ہے۔'' وہ بولے۔
''آغا جی نکاح تو بڑی دور کی بات ہے ابھی تو مجھے یہ سوچنا ہے کہ عارض کو قبول کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔''
''ٹھیک ہے پھر اس پر غور کرو۔'' انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اپنی طرف چہرہ کرکے ایسے دیکھا جیسے جی بھر کے دیکھنا چاہتے ہوں۔
''آغا جان پلیز مجھے اپنی خاموش التجا سے منسوب نہ کریں۔'' وہ مطلب سمجھ کر بولی۔

❀......☆☆......❀

آغا جی نے اسے بہت بڑی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ وہ ان سے وقت لے کر اذان کو پک کرنے کے بہانے نکلی اور پھر اسے خیال آیا کہ صفدر بھائی سے اس مشکل میں رائے لے لے اس نے اذان کو آغا جی کے پاس چھوڑا اور خود باہر سے ہی آ گئی، صفدر اپنے آفس کے کیبن میں ہی تھا اسے یوں غیر متوقع دیکھ کر حیران ہوا۔
''خیریت تو ہے مجھے بلا لیا ہوتا۔''
''خیریت ہی ہے بس کچھ ضروری مشورہ کرنا تھا۔''
''پہلے یہ بتاؤ چائے، کافی یا کچھ ٹھنڈا۔''
''نہیں کچھ نہیں، آغا جی نے ناشتہ کروادیا ہے۔''
''اچھا تو آغا جی کے ساتھ ناشتے شروع ہوگئے۔''
''بہت اصرار کرکے بلایا تھا۔''

''اچھا کوئی خاص بات۔''
''بات تو بہت انوکھی اور خاص ہی کی انہوں نے مگر میرے دماغ و دل کو ان کی بات منظور نہیں۔''
''کیا بات؟''
''آغا جی آج رات نیویارک جارہے ہیں۔''
''تو اس سے تمہارا کیا واسطہ؟''
''صفدر بھائی آغا جی کو یہ یقین ہے کہ عارض مجھ سے ہی محبت کرتا ہے اور میرے بنا مر جائے گا۔'' اس نے کچھ طنزیہ انداز اختیار کیا۔
''مطلب......؟''
''وہ بیمار ہیں عارض کو خوشی دے کر جانا چاہتے ہیں تو میں عارض کی خوشی ہوں بقول ان کے۔''
''تو......؟''
''تو وہ چاہتے ہیں کہ میں عارض کو اپنالوں۔''
''مطلب......!'' صفدر کو جھٹکا سا لگا۔
''مطلب یہ کہ آج ہی عارض سے نکاح کرلوں۔''
''ہرگز نہیں۔'' صفدر کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو شرمین نے تعجب سے دیکھا۔
''میرا مطلب ہے عارض آپ کے لائق نہیں۔'' صفدر کے اندر عارض کے خلاف چنگاری بھڑکی اور شعلہ بن گئی، اسے پہلی بار عارض سے شدید نفرت سی محسوس ہوئی وہ جس آگ میں جل رہا تھا اس میں شرمین کو جلتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔
''مجھے معلوم ہے کہ آغا جی نے ایک باپ کی جگہ رہ کر یہ سوچا آغا جی خودغرض بھی ہوسکتے ہیں میں حیران ہوں۔'' اس نے خاصی سختی سے کہا۔
''باپ جو ہیں۔''
''تو آپ پھر بھی صاف انکار کردیں۔ ویسے بھی عارض کی کوئی ایک خطا نہیں کہ معاف کردیا جائے آغا جی اس کی رنگ رلیوں کی سزا بھگتنے جارہے ہیں۔ عارض کی وجہ سے ایک معصوم آدمی اذیت ناک موت مرگیا۔'' صفدر کے اندر سے ایک غم و غصے کا لاوا بہہ نکلا شرمین نے کچھ عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھا وہ بہت سنجیدہ تھے لیکن یہ حیران کن بات تھی کہ وہ اپنے جگری دوست کے لیے یہ سب کہہ رہے تھے۔
''صفدر بھائی آپ عارض کے لیے ایسا کہہ رہے ہیں؟'' یقین کرلینے کے لیے اس نے سوال کیا۔
''ہاں صاف انکار کردیں اگر اس کی محبت دل میں ہے پھر جو چاہو فیصلہ کرو۔'' وہ خاصی کڑوی سانس بھر کے خاموش ہوگیا۔
''آغا جی کا سامنا۔''
''کیا سامنا صاف صاف کہہ دو کہ اپنے بیٹے سے خطاؤں کی فہرست معلوم کریں۔'' صفدر نے اور بھی سخت بات کہہ دی، شرمین چپ ہوگئی۔
''آپ عارض سے خفا ہیں؟'' شرمین کو شاید ان کا عارض کو برا بھلا کہنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
''میں تو زندگی سے اپنے آپ سے خفا ہوں، میری چھوڑیں۔''

''کیا بات ہے؟''
''کچھ نہیں، بس ایک جہنم میں جنت کا پتا پوچھ رہا ہوں۔''
''بھابی اور عبدالصمد ٹھیک ہیں۔''
''ٹھیک ہوں گے بہرکیف آپ جو مناسب سمجھیں وہ بات آغا جی سے کریں، اگر دل چاہے تو ان کی بات مان لیں۔'' صفدر میں جیسے ایک ٹھہراؤ سا آ گیا، سگریٹ سلگایا اور دھواں دائیں طرف گھما کر چھوڑ دیا۔
''اوکے میں چلتی ہوں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁......☆☆......❁

''میں کیا عارض سے محبت کرتی ہوں، مجھے عارض سے نفرت ہے، یہ دو باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ جب وہ آغا جی کے گھر پہنچی تو کوئی حل، کوئی نتیجہ اس کے پاس نہیں تھا آغا جی کے پاس ان کے کمرے میں آفس اسٹاف کے کچھ لوگ جمع تھے۔ اذان کھانا کھا کر بقول ملازم عارض کے کمرے میں سو گیا تھا۔ اس نے دو قدم عارض کے کمرے کی طرف بڑھائے، پھر رک گئی، ملازم نے دوبارہ عارض کے کمرے کی طرف جانے کا اشارہ کیا تو اسے دروازے پر دستک دینی پڑی مگر دروازہ ایسے کھل گیا جیسے وہ اس کے انتظار میں کھڑا تھا اسے دیکھ کر شرمین کے ذہن میں صفدر کا جملہ آ گیا اگر عارض کی محبت ہے تو جو چاہو فیصلہ کرو۔''
وہ سوچ میں اس کی طرف دیکھتی رہ گئی، وہ سمجھا کہ اس قدر محویت میں وہ شاید اسی کو دیکھ رہی ہے۔ اس کی ویران آنکھوں میں دیے سے جل اٹھے۔
''آؤ۔''
''ہنہہ، وہ اذان۔'' وہ چونکی۔
وہ دروازے سے ایک طرف ہو گیا تو وہ اندر داخل ہو گئی اذان بڑے مزے سے گہری نیند سویا ہوا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھی تو اس نے کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچا اور اذان کو جگانے سے منع کیا وہ کچھ نا سمجھی۔
''مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے کلائی چھڑانی چاہی مگر وہ بالکل دوسری طرف دیوار سے لگا کر اس کے دونوں طرف اپنے ہاتھوں کا محاصرہ کر کے بولا۔
''اب چھوڑ کے نہ جاؤ، ورنہ یہ دم نکل جائے گا۔''
''پلیز عارض یہ زبردستی چھوڑ دو۔''
''بابا کی بات مان لو پلیز۔'' وہ شدید محبت سے چور چور لہجے میں بولا تو وہ سٹپٹا سی گئی اس کی سانسوں کی حدت سے چہرہ تپ گیا اس سمے وہ جیسے سب کچھ بھول سی گئی۔
''کس منہ سے یہ کہہ رہے ہو؟''
''جس منہ سے جان کہتا ہوں۔''
''اور جو کہہ چکے ہو۔'' اس نے ہوش میں آتے ہوئے اسے پرے دھکیلا۔
''وہ بتانے کو تیار ہوں۔''
''مگر مجھے نہیں سننا، مجھے دیر ہو رہی ہے۔''
''مجھے بتانے کا موقع دو۔''
''میرے پاس کوئی موقع نہیں۔ میری زندگی کا مقصد اب بدل چکا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اذان کی طرف بڑھی۔

''میں بھی زندگی کو وہی عنوان دینا چاہتا ہوں۔'' وہ پھر سامنے آ گیا۔
''کون سا، دے تو دیا تھا ہنستے ہنستے راستہ بدل کر۔''
''اس کی بھی وجہ تھی تمہاری خاطر کیا تھا۔''
''میری خاطر......واہ......!'' وہ ہنسی طنزیہ سی ہنسی۔
''بلیومی۔''
''عارض صاحب ہم ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے سوری آغا جی کے لیے بھی یہی جواب ہے میرا۔''
''میری بات سنے بغیر مجھے صفائی کا موقع تو دو۔'' وہ منت پر اتر آیا۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ملازم نے دروازے کے باہر سے آغا جی کے بلانے کا پیغام دے دیا۔

❁......☆☆......❁

آغا جی بستر پر دراز تھے۔
کچھ طبیعت بہتر محسوس نہیں کر رہے تھے۔ وہ ان کے دائیں طرف بیٹھ گئی۔ بات کرنا اور آغا جی سے انکار کرنا دونوں مشکل کام تھے۔ اس کی الجھن کا انہیں اندازہ تھا۔ لیکن بول وہ بھی نہیں پا رہے تھے۔ عین اسی وقت صفدر آ گیا۔ یوں اچانک اس کا آنا آغا جی کے لبوں پر تو مسکان بکھیر گیا البتہ شرمین کچھ مضطرب سی ہوگئی صفدر کے چہرے پر سختی اور آغا جی کی طبیعت کی ناسازی دونوں ہی پریشان کر دینے والی باتیں تھیں۔
''صفدر بیٹا بالکل ٹھیک وقت پر آئے ہو، میں شرمین بیٹی سے التجا کر رہا تھا۔'' آغا جی نے صفدر سے کہا۔
''کیوں کر رہے ہیں آپ التجا وہ بھی اس مجرم بیٹے کے لیے جس نے آپ کو بستر سے لگا دیا معید صاحب کو قبر میں اتار دیا اور جانے کیا کیا؟'' صفدر اپنے آپ پر بمشکل کنٹرول کر سکا، آغا جی متحیر سے دیکھنے لگے۔
''صفدر بھائی آغا جی کی بات کا مطلب وہ نہیں۔'' شرمین نے بات سنبھالی۔
''بات کا مطلب جو بھی ہے عارض کی طرف داری ہی بنتا ہے۔''
''نہ......نہیں وہ سچ میں شرمین کے بغیر مر جائے گا۔'' آغا جی نے دھیرے سے کہا۔
''چھوڑیں آغا جی کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا، آپ عارض کو جانتے ہوئے بھی شرمین بہن کو بھاڑ میں جھونکنا چاہتے ہیں۔'' صفدر نے خاصی سختی سے پوچھا تو آغا جی دکھ سے کچھ نہ بول سکے۔
''صفدر بھائی آغا جی کی خواہش تھی صرف باقی کچھ نہیں۔''
''آپ چپ رہو، اس وقت آغا جی نے عارض سے سختی کیوں نہیں کی جب اس نے پردیس سے مسترد کیا اور اس ہندو لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔ عارض نے بہت کچھ برباد کیا ہے پلیز اس معصوم لڑکی پر رحم کریں۔'' صفدر یہ سب کہہ کر آندھی طوفان کی مانند باہر نکل گیا۔
آغا جی نمناک ہوگئے، وہ چور سی بن گئی، آناً فاناً صفدر نے آ کر وہ سب کچھ کہہ ڈالا جو اب تک آغا جی سے صرف پردے میں کہہ سکی تھی۔ اب الفاظ گونگے ہو گئے تھے۔ آغا جی نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا اور ایک جملہ رقت میں ڈوبا ابھرا۔
''ایک باپ کے لیے ناخلف بیٹے کی محبت بھی موم سے بنی نہیں ہوتی صفدر نے شاید ابھی اس محبت کا رس پیا نہیں۔'' اس کے بعد ایک طویل خاموشی چھا گئی۔ وہ چپ چاپ کچھ دیر انگلیاں مروڑتی رہی، ناخن دیکھتی رہی اور پھر جیسے ایک ہی طرح کی خاموشی میں دو سانس چل رہے تھے۔

''جاؤ بیٹی اب یہ باپ کچھ نہیں کہے گا۔'' بڑی دیر بعد اسی کیفیت میں بھی اس کی خاموشی کا مطلب بھانپ لیا تھا۔
اسے جانے کی اجازت دی تو وہ اٹھی اور ان کے قریب آئی، آغا جی کی آنکھوں سے آنسو تکیے کی تہہ میں اتر گئے تھے۔
''معافی چاہتی ہوں، اپنی طرف سے اور صفدر بھائی کی طرف سے۔'' یہ کہہ کر وہ دبے قدموں کمرے سے باہر نکل گئی۔ آغا جی سمجھ گئے کہ شرمین کو ان کا فیصلہ قبول نہیں ہوا۔

❁......☆☆......❁

اسے ملازم نے بتایا کہ صفدر صاحب آئے تھے اور تھوڑی دیر بعد ہی چلے گئے۔ عارض نے کچھ حیرت محسوس کی اور کچھ فکر۔
''صفدر مجھے ملے بنا ہی چلا گیا۔'' اس نے خود سے کہا پھر ملازم سے دوبارہ پوچھا۔ ''کیا میرا پوچھا تھا۔'' اس نے نفی میں گردن ہلا کر بتایا۔
''آغا جی کے کمرے میں گئے تھے بس۔'' وہ اگلے ہی لمحے سمجھ گیا کہ شاید خفا ہوگا میں نے اس کا کام بھی تو نہیں کیا۔ اس نے بات کرنے کے لیے فون نمبر ملایا مگر صفدر نے کاٹ دیا، پھر دوبارہ ٹرائی کرنے کے بعد عارض کو مناسب یہی لگا کہ زیبا کی طرف ابھی اور اسی وقت جانا چاہیے وہ فوراً گاڑی کی چابی اٹھا کر ملازم کو کچھ دیر کر کہہ کر باہر نکل آیا۔
کچھ ہی دیر میں وہ زیبا کے دروازے کے باہر گاڑی لاک کر رہا تھا۔ دروازے پر دستک دی تو کسی نے پوچھا۔
''کون؟''
''جی میں صفدر کا دوست، خالہ جان کو بلا دیں۔'' وہ نسوانی آواز سن کر بولا۔
''جی۔'' جواب میں جی آیا اور پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ دو تین چار پانچ منٹ گزر گئے کوئی جواب نہیں آیا تو اسے پھر دستک دینی پڑی۔
''وہ گھر پر نہیں ہیں۔'' وہی آواز ابھری۔
''جی، زیبا بھابی ہیں۔'' اس نے پوچھا لیکن پھر خاموشی چھا گئی۔ تب آخری بار اس نے کچھ جھنجلا کر دروازہ بجایا تو اندر سے اسی آواز میں جواب آیا۔
''وہ کہہ رہی ہیں کہ انہیں کسی سے نہیں ملنا جائیں آپ یہاں سے۔'' یہ بات سن کر عارض کو شدید غصہ آیا گاڑی اسٹارٹ کی اور واپس آ گیا۔ صفدر کا فون ملایا پہلے تو اس نے اٹینڈ نہیں کیا پھر کرلیا تو اس کو کھانسی کا دورہ سا پڑ گیا بات کرنی مشکل ہوگئی۔ صفدر ہیلو، ہیلو کرتا رہا مگر وہ کھانسی کے شدید حملے کے باعث سانس نہیں لے پا رہا تھا۔ صفدر نے فون بند کر دیا۔ اس نے گاڑی ایک طرف روکی، کھانسی پر کنٹرول کیا۔ کھانسی ایک دو ہفتوں سے ہو تو رہی تھی، وہ وجہ بھی جانتا تھا کہ سگریٹ نوشی میں اضافہ ہوا تھا۔ رات بھر جاگنا کھانے پینے سے عدم دلچسپی اور غم دوراں اور جاناں دونوں کا سامنا تھا، صحت کافی متاثر ہو رہی تھی۔ مگر یوں کھانسی کی شدت نے اسے خود کو بھی ہراساں کر دیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ ڈاکٹر کو ملنا ضروری ہوگیا ہے مگر یہ ڈاکٹرز کے کلینک کا وقت نہیں تھا لہٰذا جیسے تیسے خود کو نارمل کر کے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور گھر کا رخ کیا۔ گیٹ پر پہنچا تو صفدر کا فون آ گیا تب اس نے اٹینڈ کیا۔
''کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔''
''سکون کے لیے سگریٹ کی نہیں توبہ اور معافی کی ضرورت ہوتی ہے۔'' صفدر نے بے ساختہ کہا۔
''میں نے ایسا کیا کر دیا کہ......!'' اسے کچھ دکھ ہوا۔

''خیر فون کر رہے تھے۔''
''بھابی نے ملنے سے صاف انکار کر دیا میری بات ہی نہیں سنی۔'' اس نے بتایا۔
''کس نے کہا؟''
''پتا نہیں دروازے کے پیچھے سے کوئی باریک سی آواز تھی۔''
''یعنی وہ تم سے ملی نہیں۔''
''ہاں میں نے بتایا بھی مگر جواب یہی آیا کہ انہیں کسی سے بھی نہیں ملنا۔''
''اوکے میں سمجھ گیا تھینکیو دوست۔'' صفدر نے کہا اور فون بند کر دیا۔

❁......☆☆......❁

اس کا روم روم سلگ رہا تھا۔ تن بدن میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔ زیبا اس کی توقع کے مطابق جھوٹی ثابت ہو چکی تھی۔ ورنہ وہ عارض سے ملنے سے کیوں انکار کرتی، اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اسے بے وقوف بنا رہی تھی۔ مگر آج حد ختم ہوگئی۔ ضبط اور حوصلہ جواب دے گیا تھا تو وہ پورے طمطراق کے ساتھ زیبا کے گھر پہنچ گیا۔ شام ڈھل رہی تھی۔ دروازہ کس نے کھولا یہ نہ اس نے دیکھا اور جاننا ضروری سمجھا سیدھا صحن سے ہو کر زیبا کے کمرے میں پہنچا۔ وہ عصر کی نماز پڑھ رہی تھی۔ رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ کمزور بیمار سی بہت پاکیزہ لگ رہی تھی کسی طور چھوٹی اور بدکردار دکھائی نہیں دے رہی تھی، وہ کچھ سوچ کر کھڑا رہا، عبدالصمد کمرے میں نہیں تھا جونہی اس نے سلام پھیرا تو وہ بولا۔
''انسانوں کے ساتھ جھوٹ بولنا تو سمجھ میں آتا ہے اللہ سے بھی چال بازی۔'' اس نے اس کی نماز اور آنسوؤں پر ضرب لگائی، اس نے جواب نہیں دیا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے پورے سلیقے سے دعا مانگی دعا میں بھی اس کی آنکھیں مسلسل بہتی رہیں خشک لب تھرتھراتے رہے وہ دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سا محسوس کرنے لگا رخ موڑ کے کھڑا ہو گیا۔
''آپ جھوٹی اور منافق کے پاس کیا لینے آئے ہیں؟''
''اپنا بیٹا اور یہ بتانے آیا ہوں کہ تم نے جھوٹ بولا میرے دوست پر الزام تراشی کی میں جان گیا ہوں تمہارا عارض سے نہ ملنا دلیل ہے کہ تم نے جھوٹ بولا۔''
''مجھے کسی سے بھی نہیں ملنا جب آپ سے رشتہ نہیں تو کیا جھوٹ اور کیا سچ، بس مجھے کوئی صفائی نہیں دینی، آپ مجھے آزاد کر دیں۔'' وہ پوری سنجیدگی سے کہہ کر عبدالصمد کے کپڑے تہہ کرنے لگی۔
''ڈھیٹ ہو، مرد سڑو میری طرف سے، میں نہ بیٹے کی صورت دکھاؤں گا اور نہ آزاد کروں گا۔'' وہ بھڑک اٹھا اور دانت کچکچا کے بولا۔
''کیوں؟''
''تم نے گھٹیا حرکت کی۔''
''جی میں گھٹیا ہوں اسی لیے تو چاہتی ہوں کہ آپ اپنی جان چھڑا لیں۔'' اس نے اس سنجیدگی سے کہا کہ صفدر بپھر اٹھا اس کے کندھے پکڑ کر سختی سے دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔
''جان تو اب تمہاری اللہ ہی چھڑائے گا۔ میں اپنا بیٹا لے کر جا رہا ہوں۔'' وہ سہم سی گئی وہ باہر نکلا اسے پوری قوت سے دھکیل کر اور باہر ننھی کی گود سے عبدالصمد کو چھین کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا صحن عبور کر گیا۔ زیبا چلاتی ہوئی پیچھے بھاگی۔
''یہ میرا بیٹا ہے آپ اسے نہیں لے جا سکتے۔'' مگر اس نے ایک نہ سنی حاجرہ بیگم پکاریں، ننھی نے صفائی دی مگر

اس نے پلٹ کر نہ دیکھا، عبدالصمد چیخ و پکار میں خوف زدہ ہوکر رونے لگا۔ مگر اس وقت صفدر کے لیے ایک قلعہ تھا جو وہ فتح کر کے جا رہا تھا۔ عبدالصمد کو گود میں بٹھا کر گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے نکل گیا زیبا چوکھٹ سے لگی روتی رہ گئی۔ ننھی نے اور حاجرہ بیگم نے اسے سہارا دیا وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''اسی لیے کتنا سمجھایا کہ اپنے گھر جاؤ، آخر کب تک وہ اپنے بیٹے کو چھوڑ کر رہ سکتا تھا۔'' حاجرہ بیگم نے سختی سے کہا۔

''کون سا گھر، کس کا گھر؟'' وہ رو دی مگر آواز بلند ہوگئی۔

''زیبا، آہستہ بولو۔'' ننھی نے کہا۔

''چیخنے دو اسے چلانے دو، اب ایک مرتبہ ہی رولو، نہ بیٹا ملے گا اور نہ شوہر۔'' حاجرہ بیگم تو طعنے تشنے دے کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں اور ننھی اسے اپنے کمرے میں ہی لے آئی۔

''خالہ ٹھیک کہہ رہی ہیں اب کی بار صفدر بھائی کی سختی میں بڑی نرمی تھی نفرت میں محبت تھی، عبدالصمد کو سینے سے لگا کر لے گئے ہیں۔ اسی عبدالصمد کو جس کو اپنانے کو تیار نہیں تھے۔ اس تکلیف میں جلتے جلتے شاید وہ بھی تھک گئے ہیں۔'' ننھی نے پیار سے اس کی آنکھیں صاف کیں، بال سنوارے۔

''کچھ بھی کہہ لو، صفدر سے محبت کا چشمہ نہیں پھوٹ سکتا، بلکہ ضد کی کائی تہہ در تہہ جمتی جا رہی ہے، عبدالصمد کو صفدر کی مردانگی لے گئی ہے، وہ نوٹس کی وجہ سے تلملا رہے ہیں۔'' وہ بولی۔

''ہماری غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔'' ننھی نے کہا۔

''بس کرو پلیز، مجھے میرا بیٹا چاہیے۔'' وہ پھر سے سسکیاں لینے لگی۔

❁......☆☆......❁

اذان کو چینج کرا کے اس نے کرایہ داروں کی طرف بھیجا اور خود شاور لیا فون پر زینت آپا کی بیل دیکھ کر اس نے رات ان کی طرف گزارنے کا سوچا نیوی بلو سوٹ پہن کر کانوں میں نازک آویزے پہن کر، بال برش کیے لپ اسٹک لگا رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور اس نے اذان کے خیال سے کوئی جواب نہیں دیا۔ لپ اسٹک لگانے میں محو رہی، بہت قریب مخصوص سے پرفیوم کی مہک آئی تو چونک کر پلٹی اور عارض کے بازوؤں کے حصار میں آ گئی، وہ خوشی سے کھل اٹھا مگر اسے جیسے ہی ہوش آیا وہ کسمسا کر الگ ہوگئی۔

''تم، کیوں آ جاتے ہو؟'' اس نے کچھ نخوت سے کہا تو اس نے بڑھ کر اس کے بالوں کو ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے مخمور لہجے میں جواب دیا۔

''چاہت اپنے مرکز کی طرف ہی لوٹتی ہے۔''

''ہنہہ...... کیوں آئے ہو؟''

''شرمین کیا سچ مچ تم نے بابا سے میرے لیے انکار کیا ہے؟''

''ظاہر ہے انہوں نے اور کسی کی نہیں، تمہاری بات کی تھی۔''

''مگر مجھے یقین کیوں نہیں آ رہا؟''

''اپنے آپ سے پوچھو۔'' وہ یہ کہہ کر پیروں میں سینڈل پہننے لگی۔

''پوچھا ہے۔''

''تو۔''

''یہی جواب ملا کہ میں تم سے محبت کرتا تھا اور کرتا ہوں۔'' وہ اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

”پلیز یہ ڈرامہ بند کریں اذان کسی بھی وقت اندر آسکتا ہے۔“ شرمین نے کہا تو وہ اٹھا اور ذرا سا تر چھا ہوا تو چونک سا گیا نگاہیں بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی تصویر پر جم سی گئیں شرمین نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو خود کو اگلے سوال کے لیے تیار کرلیا۔

”یہ...... یہ سب کیا ہے؟“

”کیا ہے؟“

”یہ تصویر۔“

”جیسی ہے وہی نظر آرہی ہے۔“ وہ نظر انداز کرگئی۔

”یہ شخص اذان اور تم......!“

”ہاں یہ تکون ہے۔“

”کیسی، کیوں؟“ وہ سخت الجھا۔

”یہ اذان کے ڈیڈی ہیں۔“

”مطلب اذان صبیح احمد کا؟“

”ہوں۔“

”اور تم۔“

”میں، میں ہوں سفید کاغذ جس پر جو چاہا وقت نے لکھ دیا، اب تم جاسکتے ہو۔“

”شرمین میں کنفیوژ ہورہا ہوں۔“ وہ پریشان سا بولا۔

”نہ ہوں اپنے گھر جائیں۔“

”میں کچھ بتانا چاہتا تھا تم نے سنا نہیں۔“

”اس لیے کہ کچھ بچا نہیں۔“

”یہ شخص کہاں ہے؟“

”یہاں۔“ شرمین نے فوٹو کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے کہا۔

”میرا مطلب۔“

”پلیز۔ اذان کے ساتھ مجھے جانا ہے۔“

”شرمین پلیز بابا کے پاس چلو، وہ تمہیں اور اذان کو بلارہے ہیں۔“

”نہیں میں نہیں جاسکتی۔“

”پلیز، بابا کی التجا ہے۔“

”معذرت کرلیں۔“

”شرمین ہم بابا کے پاس بیٹھ کر بات کرلیتے ہیں تم جس کے حق میں فیصلہ کروگی مجھے منظور ہوگا۔“ وہ منت سماجت پر اتر آیا۔

”آغا جی کا احترام اپنی جگہ، مگر میں ان کی اس خواہش کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“ اس نے پوری تسلی سے جواب دیا اور اپنا ہینڈ بیگ گاڑی کی چابی اٹھا کر یہ تاثر دینے لگی کہ وہ جائے۔ اس وقت وہ دیوانوں کی طرح اسے دیکھتا رہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

❀......☆☆......❀

اس کے جانے کے بعد جانے کہاں سے کالی گھٹائیں امڈ آئیں اور آنکھوں کے رستے موسلا دھار برسنے لگیں وہ اس قدر قریب ہوگیا کہ وہ اس کے قرب کے احساس سے لپٹ کر روئی، کلائی پر اس کا لمس موجود تھا۔

''سچ تو یہ ہے کہ شرمین تم عارض سے محبت کرتی ہو، بس ایک خول میں بند ہو، اسے سزا دے رہی ہو، یہ تمہارا انتقام ہے۔

محبت اور چاہت بھرا...... انتقام......! شاید ایسا ہی ہو، عارض نے ایسا ہی کرنے پر مجبور کردیا۔'' وہ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔

''کب تک آخر، کب تک روک پاؤ گی۔ روک نہ بھی پائی تب بھی اب میری منزل عارض نہیں۔ اذان ہے مجھے سرخرو ہونا ہے عارض کے لیے بہت سے کندھے موجود ہیں اذان...... اذان...... کس کی انگلی تھامے گا؟

عارض کی محبت بھری بانہوں میں چاہت کی گرمی اور پوری شفقت کی نرمی مل سکتی ہیں کیوں کفران نعمت کرتی ہو، آغاجی نے کتنا بڑا فیصلہ یوں اچانک نہیں کرلیا اس کے پیچھے عارض کی شدید محبت ہی ہے، تم چاہتیں تو اس فیصلے کو قبول کرلیتیں مگر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

عارض کی دھوکہ دہی نے بہت بری طرح محبت کو پامال کیا ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی بھی نہیں، اس نے سختی سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے آنسو رگڑ کر صاف کیے جیسے آنکھوں کا قصور ہو، اذان کے قدموں کی باہر چاپ ابھری تو اس نے جلدی سے خود کو نارمل کیا۔

❀......☆☆......❀

کافی دنوں بعد وہ زینت آپا سے ملنے آئی تھی۔ انہوں نے شکوں کی طویل فہرست سامنے رکھ دی، یہ سچ تھا کہ میں نے انہیں اپنے دیگر معمولات میں نظر انداز کیا تھا۔ ان سے آفس کا وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا نہیں کیا یہاں تک کہ صفدر بھائی سے بھی آفس سنبھالنے کی بات نہیں کی۔

''آپا، بس ایسے مسائل نے مجھے گھیرا ہے کہ میں سر نہیں اٹھا سکی۔''

''صرف اذان کو اہمیت دیتی ہو، ہم تو کسی دیوار سے جا لگے ہیں اپنی سگی اولاد کو ماں یاد نہیں رہی اور تمہیں کیا کہوں؟'' اس نے ان کے ہاتھ تھام کر چوم لیے۔

''آپ کے شکوے بجا ہیں مگر میں ابھی صفدر بھائی سے بات کروں گی۔''

''کوئی شکوہ نہیں ہے اور نہ شرمندہ کرنا ہے بس میں تنہائی برداشت نہیں کرسکتی۔'' ان کی آواز بھرا گئی۔

''اچھا آپ پریشان نہ ہوں، میں آج آپ کے پاس ہی ہوں کل اذان کا آف ہے۔''

''اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے کمزور اور بیمار لگ رہی ہو۔''

''بس بہت سے مسائل ہیں۔''

''بتاؤ گی نہیں۔'' آپا نے کہا۔

''کیا بتاؤں، میں تو صرف امتحانات میں گھری ہوں۔''

''کیا ہوا؟''

''میں نے آغاجی کو ہرٹ کیا ہے؟''

''کیا مطلب؟''

"وہ بیمار ہیں لمبے سفر پر جا رہے ہیں پھر بھی میں ان کی خواہش پوری نہیں کرسکی۔" وہ رنجیدہ خاطر ہوئی۔
"کیسی خواہش؟"
"عارض کو قبول کرلینے کی خواہش کیونکہ وہ ایک باپ ہیں باپ کی محبت بقول ان کے موم سے نہیں بنی ہوتی۔"
"مطلب......؟"
"ہاں انہوں نے بیٹے کی محبت میں اس کی ہر زیادتی کو فراموش کردیا۔" اس نے ان کی بات کا مطلب سمجھ کر بتایا۔
"تو پھر۔"
"پھر یہ کہ میں نے معذرت کرلی بلکہ مجھ سے زیادہ تو صفدر بھائی نے کہہ ڈالا۔"
"عارض نے خود کچھ کہا۔"
"نہیں، وہ کہنا تو بہت کچھ چاہتا ہے مگر مجھے نہیں سننا۔"
"یہ بھی ٹھیک نہیں اس پر اعتبار کیا ہی نہیں جاسکتا۔" انہوں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔
"وہ تو آج بھی اعتماد دلانے آیا تھا مگر میں نے آج بھی اسے لوٹا دیا۔" وہ بہت افسردگی سے کہہ کر چپ ہوگئی۔
"لیکن تمہارا لہجہ بتا رہا ہے کہ تمہیں اس پر اعتبار آ گیا ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"بس یہی تو کمال ہے اس محبت کا جب یہ دیکھنا چاہتی ہے تو آنکھوں سے باتوں سے جھلکنے لگتی ہے دیکھ لو، سوچ لو۔"
"آپا اب تو اس نے جان لیا ہے کہ اذان صبیح احمد کا بیٹا ہے اور صبیح احمد کی اہمیت جان لی ہے۔"
"دیکھو صبیح احمد تمہارا پاسٹ تھا اذان سے اس بات کا تعلق نہیں، زندگی کیسے گزارنی ہے یہ سوچو، عارض کو مسترد کرنے سے پہلے سوچو کہ کل سامنے پڑا ہے۔"
"اذان ہے نا۔"
"اذان بچہ ہے اس کی بات نہ کرو۔"
"یہی تو بات ہے کہ وہ اب مجھے اولاد سے بڑھ کر پیارا ہے اس کے باپ نے مجھ پر اعتبار کیا اپنی بہنوں کی موجودگی میں بھی۔"
"خیر یہ بھی اس کی خودغرضی ہی تھی۔"
"کچھ ٹھیک ہے آپ کی بات۔"
"ایسا کرو آغا جی سے فون پر معذرت کرلو ورنہ کڑھتی رہوگی۔" زینت آپا نے جانے کیوں یہ بات کی۔
"آغا جی کے کہنے پر ہی تو عارض آیا تھا میں نے معذرت کرلی ہے بلکہ بہت صاف صاف جواب دیا ہے۔"
"خیر، اب یہاں آجاؤ۔" زینت آپا اصل مدعے کی طرف آگئیں۔
"آپا فی الحال یہ ممکن نہیں۔"
"مرضی ہے تمہاری۔" وہ اداس سی ہوگئیں، عادل بابا نے کھانا لگنے کی بات کی تو اسے بھولی کا خیال آیا۔
"بھولی نظر نہیں آرہی۔"
"بھولی کی شادی کروا آیا ہوں پچھلے جمعے گاؤں گیا تھا۔" بابا نے بتایا۔
"کیا، اتنی جلدی میں؟"

''بس جی لڑکا سعودی عرب میں مستری کا کام کرتا ہے چھٹی پر آیا تھا رخصت کرآیا ہوں۔'' بابا نے تفصیل بتائی' وہ چپ ہوگئی۔

❁......☆☆......❁

اس نے جھنجلا کر چوتھی بار زیبا کی فون کال کاٹی۔ کھانا ختم کرکے برتن ٹیبل پر رکھے اور بیڈ پر بے فکر سوئے عبدالصمد کو پیار بھری نظروں سے دیکھا وہ بہت معصوم اور پیارا لگ رہا تھا دل نے مجبور کیا تو پہلی بار وہ اس پر جھکا اور چومنے لگا۔ شدت ہی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، بے تحاشا پیار کرتے ہوئے وہ بھول گیا کہ یہ وہی عبدالصمد ہے جسے وہ قبول کرنے کو تیار نہیں تھا اس کو دنیا سے مٹانے کے احکامات دے چکا تھا۔ زیبا کو ساتھ لے جانے کا کہہ چکا تھا آج وہی عبدالصمد اس کے بازوؤں کے حصار میں تھا اس کے پیار کا اصل اور جائز حق دار بنا ہوا تھا وہ نہیں جان پارہا تھا کہ یہ سب کیا ہے؟ خون کی کشش، اپنے وجود کا احساس یا پھر کچھ اور......!

فون ایک بار پھر بجا تو اس نے عبدالصمد کو دوبارہ بیڈ پر لٹا کر پہلے فون اسکرین گھوری اور پھر فون اٹینڈ کرلیا۔

''پلیز صفدر، میرا بیٹا مجھے دے دو۔'' زیبا کی منت بھری آواز آئی۔

''بیٹا کون سا بیٹا۔''

''صفدر آپ اندازہ کرسکتے ہیں، میں عبدالصمد کے بغیر مرجاؤں گی۔'' زیبا رو دی۔

''مرو یا جیو بیٹا اپنے باپ کے پاس ہے اپنے گھر میں۔'' تو وہ سفاکی سے بولا۔

''ہا......کون سا باپ......کون سا گھر؟'' وہ چلائی۔

''چلاؤ مت، جھوٹ اور فریب کے قلعے سے باہر نکل کر یہ یقین کرلو کہ میرے پاس سب کچھ ہے بیٹا، دوست، ماں اور گھر......اور تمہیں کیا ملا؟''

''تمہیں ایسا دوست مبارک مجھے اپنا بیٹا چاہیے۔''

''میری زندگی میں تو یہ ممکن نہیں کہ تمہیں بیٹا دے کر زندگی ویران کرلوں۔''

''مان لیا کہ آپ کی زندگی ہمارے بغیر ویران ہے۔'' زیبا کی آواز میں طنز آ گیا وہ جذباتی ہوکر کہہ گیا۔

''ظاہر ہے۔''

''بس اسی بات کا انتظار تھا۔'' زیبا نے ذومعنی جملہ ادا کیا اور فون بند ہوگیا، صفدر ہاتھ میں پکڑے اپنے سیل فون کو دیکھتا رہ گیا زیبا کی بات کا مطلب اس نے سمجھا ہی نہیں۔

❁......☆☆......❁

اپنے گھر کی عادت ہونے کی وجہ سے نیند کہیں اور مشکل سے آتی ہے اذان کو بھی نیند نہیں آرہی تھی اسے اپنے موبائل فون پر گیم کھیلنے کی اجازت دے کر وہ ٹیرس پر آ گئی، باہر لان کا منظر بہت دل فریب تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا میں پھولوں کی مہک شامل تھی۔ چاندکی روپہلی کرنوں میں لان کا حسن خوابیدہ سا لگ رہا تھا۔ وہ دن بھر کی باتیں، خاص کر شام کو عارض کے آنے اور جانے کے احساسات کو دہرا رہی تھی۔ تبھی اذان نے اسے باآواز بلند پکارا۔

''ماما آپ کا فون۔''

''فون......کس کا ہے؟'' وہ اندر آتے ہوئے بولی۔

''عارض انکل کا۔'' اذان نے جواب دیا تب اس نے جھٹکے سے فون اس سے لیا اور واپس ٹیرس پر آ کر بولی۔

''عارض فار گاڈ سیک ہماری منزل کا کوئی راستہ نہیں آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں مت فون کریں مجھے۔'' بنا کوئی

جواب آئے فون کھٹ سے بند ہوگیا۔اس نے خاص طور پر کڑوا لب ولہجہ اختیار کیا تھا اس لیے جواب کیا آنا تھا۔
''ماما۔''اذان وہیں آ گیا۔
''ہمنہہ۔''
''فون۔''
''اب سو جاؤ کسی کا فون نہیں سننا او کے۔''
''او کے مگر عارض انکل۔''
''عارض انکل کا بھی نہیں۔''اذان اس کی بات سن کر چپ چاپ کمرے میں چلا گیا۔تب اسے کچھ افسوس سا بھی ہوا لیکن عارض کی اب کوئی جگہ بن نہیں پا رہی تھی۔دیکھ کر اسے گزرے لمحے بین کرنے لگتے تھے۔
''عارض اب کے تجدید وفا کا نہیں امکاں جاناں۔''ایک طویل سرد آہ اس کے گلابی ہونٹوں کے بیچ دم توڑ گئی۔وہ پھر باہر آسمان کی وسعتوں میں اپنی ہستی کا احساس تلاش کرنے لگی،وہ بھی تو ایک چاند کی بھٹکی ہوئی روشنی تھی۔اس کو بھی تو اپنے مرکز سے دوری نے اندھیروں میں بھٹکا رکھا تھا۔

میں نہیں معلوم آسمان کی وسعتوں میں ہوں
یا پھر
زمین کی گہرائیوں میں ہوں
بس اک حادثہ ہوں
اک تماشا ہوں
محبت کے ہاتھوں لٹا ہوا اثاثہ ہوں
بس کچھ نہیں ہوں میں
محبت جان لے اب
کہ میں اب کہیں اور
کسی کے پاس نہیں
گردش الفت کی نمناک
نگاہوں میں ہوں
نہ مل سکوں گی کسی کو
خانماخرابوں میں ہوں

آنکھوں سے بہتے پانی کو پلو میں سمیٹ کر کمرے کی طرف پلٹی تو ایک بار پھر فون کی گونج نے رات کی خاموشی میں دل دھڑکا دیا۔اسکرین پر صفدر بھائی کا نام اور نمبر جگمگا رہا تھا۔اتنی رات گئے فون آنا اسے حیران کر گیا۔
''ہیلو۔''اس نے ڈرتے ڈرتے کہا اور پھر دل تھام کر رہ گئی،حلق میں ایک گولہ سا پھنس گیا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

Downloaded From
paksociety.com
تیرے عشق نچایا
نگہت عبداللہ
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اب کے کچھ ایسی تدبیریں کرتے ہیں
مل کے اک شہر محبت تعمیر کرتے ہیں
خزاں کی اجاڑ شامیں نہ آئیں اگلے سال
اس بہار رت کو زنجیر کرتے ہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ساجدہ بیگم اور جلال احمد محسن کی منگنی نشاء سے کردیتے ہیں جبکہ نشاء اس نئے رشتے میں بندھ کر بھی اس حقیقت سے بے خبر رہتی ہے۔ دوسری طرف احسن کو اس بات سے آگاہ کرتے محسن کی بے انتہا خوشی کا بتا کر وہ اسے بھی رضامند کرلیتے ہیں۔ احسن اپنے بھائی کو خوشیوں بھری زندگی کی جانب لانے کے لیے اپنی محبت سے دستبردار ہوجاتا ہے جبکہ نشاء کا خیال اسے بے چین کیے دیتا ہے جب ہی لبنیٰ بیگم کی زبانی نشاء کے سامنے اصل حقیقت آتی ہے کہ وہ اپنے دل کی بھڑاس احسن پر نکال کر اسے مورد الزام ٹھہراتی ہے جبکہ احسن اسے اپنی محبت کی خاطر محسن کا ہاتھ تھام لینے کا کہہ کر خاموشی اختیار کرلیتا ہے۔ دوسری طرف محسن یہی سمجھتا ہے کہ نشاء اس رشتے سے خوش ہے اسے دونوں کی محبت کے متعلق کچھ خبر نہیں، نشاء لبنیٰ بیگم سے ثریا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خاطر اس اجنبی خاتون کا نمبر مانگتی ہے اور اس کی زبانی نشاء کو اپنی بہن صبا اور اپنے والدین کی علیحدگی کے متعلق پتا چلتا ہے۔ راحیلہ خاتون کسی طور بھی صبا کو برداشت کرنے پر تیار نہیں جب ہی صبا ان کے سامنے جاذب اور اپنی محبت کا صاف اقرار کرکے انہیں مشتعل کردیتی ہے۔ ایسے میں جاذب بالکل خاموش رہ کر اسے بالکل تنہا کردیتا ہے جب ہی اسے جاذب سے نفرت محسوس ہوتی ہے اور جلد ہی وہ اس محبت اور گھر کو چھوڑنے پر آمادہ ہوجاتی ہے۔ خان جنید کے پروپوزل پر غور کرتے وہ ان سے مدد طلب کرتی ہے اور فوری طور پر اس کی رہائش کا بندوبست ہوجاتا ہے۔ ایسے میں ثریا کو لے کر وہ اس نئے گھر میں آجاتی ہے جبکہ ثریا تمام حقائق جان کر بے حد رنجیدہ ہوتی ہے۔ شادی کی اولین رات ہی محسن کی طبیعت بگڑ جاتی ہے ایسے میں جلال احمد اسے اسپتال لے جاتے ہیں اور نشاء کے دل میں ہمدردی اور محبت کے جذبات یکسر محسن کے لیے بدل جاتے ہیں۔ وہ اس شخص سے متنفر ہونے لگتی ہے دوسری طرف مریم کی دوستی ریان سے ہوجاتی ہے۔ خان جنید سے شادی کے بعد صبا کی زندگی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

●♥●......●♥●......●♥●

صبح ڈائننگ روم میں موجود چند افراد کا تعارف خان جنید نے یوں کروایا۔

"یہ ہمارا سب سے بڑا بیٹا ہے خان جمشید آج کل یہ اسلام آباد میں ہوتا ہے اپنے بیوی بچوں سمیت۔" اس نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر سامنے بیٹھے خان جمشید کو دیکھا اور اس کی نظروں میں اپنے لیے ناگواری محسوس کرکے فوراً دوسری طرف متوجہ ہوگئی۔

"جمشید کے بعد یہ فریحہ ہے ہماری اکلوتی بیٹی یہ یہیں کراچی میں ہوتی ہے۔ اس کا میاں بہت کامیاب بزنس مین ہے۔" اس نے دیکھا فریحہ تفخر کے احساس میں گھری

اس سے لاتعلق نظر آنے کی بھرپور کوشش کررہی تھی۔
"اور یہ آصف جاہ گزشتہ ماہ ایم بی اے کرکے امریکہ سے لوٹا ہے اور اب میرے بزنس کو پھیلانے میں کوشاں ہے۔"
"ہیلو......" بڑے دونوں کے برعکس آصف جاہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔
"اور بنٹی اپنے کمرے میں ہے تم ناشتے کے بعد اس سے مل لینا۔" انہوں نے ظاہر نہیں کیا کہ وہ بنٹی سے پہلے بھی مل چکی ہے پھر دونوں ہاتھوں کو ایک خاص انداز سے اٹھا کر تعارف مکمل ہونے کا اشارا دیا اور ان سب کو مخاطب کرکے بولے تھے۔
"اور بچوں' یہ تمہاری ممی ہیں۔"
"ممی......" فریحہ ہنسی تھی۔ "فار گاڈ سیک ڈیڈی اتنی سی لڑکی کو آپ ہماری ممی تو نہ کہیں اور سوری ڈیڈی یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو شادی کی کیا سوجھی' یہ کوئی عمر ہے۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا' میں بوڑھا ہوگیا ہوں کیا؟" خان جنید نے بختی سے ٹوکا تو خان جمشید فریحہ کا ساتھ دیتے ہوئے بولا۔
"بوڑھے تو نہیں ہوئے لیکن جوان بچوں کے باپ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نانا اور دادا بھی ہیں۔"
"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" انہوں نے کندھے اچکائے۔
"آپ کو فرق نہیں پڑتا لیکن ہمارے لیے خاصی مشکل کھڑی کردی ہے آپ نے۔"
"میں سمجھا نہیں؟"
"آپ کو سوچنا چاہیے تھا کہ آپ کے اس اقدام سے ہماری گھریلو زندگی کتنی ڈسٹرب ہوگی۔"
"اور کیا......" فریحہ بول پڑی۔ "میرے سسرال میں جب سب کو معلوم ہوگا تو میری پوزیشن کتنی خراب ہوگی۔"
"اپنی پوزیشن کا کتنا خیال تھا انہیں اور جو اس وقت اس کی پوزیشن آکورڈ ہورہی تھی اس کا خیال کسی کو نہیں آیا کہ وہ ایک رات کی دلہن' ان باتوں سے اپنے آپ میں چور سی بن رہی تھی جیسے سارا قصور اس کا ہو۔"
"سارہ کو نہیں جانتے آپ۔" خان جمشید کہنے لگا۔
"اسے تو ایک موضوع مل جائے گا۔ بچوں کا خیال کیے بغیر میرا ریکارڈ لگائے گی۔"
"بس......" خان جنید میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولے۔ "بند کرو اپنی اپنی بکواس۔ مجھے اس گھر کے لیے عورت کی ضرورت تھی سو میں لے آیا اور مجھے بنٹی کا خیال تھا' کس قدر تنہائی محسوس کرتا ہے وہ۔"
"تو آپ اس کے لیے گورنس کا انتظام کرسکتے تھے۔" فریحہ روٹھے لہجے میں بولی۔
"یہ سب کرکے دیکھ چکا تھا۔ گورنس اس وقت ٹھیک رہتی جب میں یہاں ہوتا ہوں' اور جن دنوں میں باہر رہتا ہوں اسے من مانی کرنے کا موقع مل جاتا تھا اور تم جانتے ہو سال میں چار پانچ مہینے تو میرے باہر ہی گزرتے ہیں۔"
"آپ کیا سمجھتے ہیں بنٹی اسے قبول کرلے گا۔" فریحہ کا اس کی طرف اشارہ اور لہجہ انتہائی ہتک آمیز تھا اور مزید برداشت کی شاید اس میں طاقت نہیں تھی۔ بہت خاموشی سے چیئر دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ خان جنید کو اگر اپنی اولادوں کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً اسے روکتے ٹھیک سے ناشتہ کرنے کو کہتے لیکن اس وقت وہ بس اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔
وہ اپنے کمرے میں آکر بیٹھی تو اس کی عجیب حالت ہورہی تھی۔ گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر خان جنید نے بھی نہیں بتایا تھا کہ ان کی جوان اولادیں اس شادی پر رضامند نہیں تھیں۔ وہ بمشکل خود کو نئی زندگی سے سمجھوتا کرنے پر آمادہ کرسکی تھی اس صورت حال نے تو اسے مایوس اور دل برداشتہ کردیا تھا۔ خان جنید بہت عجلت میں کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ غالباً فوراً کہیں جانے کا ارادہ تھا لیکن اسے یوں چپ چاپ بیٹھے دیکھ کر کچھ دیر کے لیے اس کے پاس رکے۔
"کم آن صبا' تمہیں ان باتوں کو محسوس نہیں کرنا

چاہیے اور پھر انہیں کون سا یہاں رہنا ہے ابھی فریحہ اپنے گھر چلی جائے گی اور جمشید غالباً شام کی فلائیٹ سے جائے گا۔" انہوں نے آصف جاہ کا نہیں بتایا کہ وہ کب کہاں جائے گا۔

"بنٹی کہاں ہے، جس کے لیے آپ مجھے یہاں لائے ہیں۔" ان کی بات نظر انداز کر کے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ میں تمہیں اپنے لیے لایا ہوں۔ مجھے بیوی کی ضرورت تھی اس لیے شادی کی ہے تم سے۔" وہ جھنجلائے۔

"اور بنٹی......"

"بچوں کے سامنے کیا کہتا' مصلحتاً بنٹی کا سہارا لیا۔" پھر جاتے جاتے کہنے لگے۔

"اور سنو' میں بہت مصروف آدمی ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ گھر میں جو تھوڑا بہت وقت گزاروں آرام اور سکون سے رہوں۔ تم سمجھ دار لڑکی ہو اس بات کا خیال رکھنا کہ گھر میں کوئی جھگڑا' کشیدگی یا ٹینشن برداشت نہیں کروں گا۔" اس نے بہت خاموشی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھا اور پھر کتنی دیر تک یونہی بیٹھی رہی تھی۔

●♥●......●♥●......●♥●

وہ بنٹی کے کمرے میں داخل ہو کر رکی۔ بنٹی گھر کے پرانے ملازم بابا پر بگڑ رہا تھا جو اسے ناشتا کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ وہ چند لمحوں میں صورت حال سمجھ کر آگے بڑھی۔

"بنٹی..... تم ناشتا کیوں نہیں کر رہے؟"

"میری مرضی۔" بنٹی اکھڑے لہجے میں بولا۔

"اچھی بات ہے۔" وہ کہہ کر بابا سے مخاطب ہوئی۔ "آپ جاؤ بابا جب بنٹی کا دل چاہے گا ناشتہ کر لے گا۔"

"ارے....." بنٹی خوش ہوا۔ "آپ نے تو بڑی جلدی میری بات سمجھ لی۔"

"اس میں نہ سمجھنے والی کون سی بات تھی۔" اس نے کہا تو بنٹی زور دے کر بولا۔

"یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ آخر میری سیدھی سادی باتیں لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتیں۔ اب دیکھیے میرا ناشتا کرنے کو دل نہیں چاہ رہا لیکن بابا بضد تھے کہ میں ناشتا کر لوں' کیونکہ ڈیڈی کا حکم ہے اور ابھی کچھ دیر میں ڈیڈی فون کر کے بابا سے پوچھیں گے کہ میں نے ناشتا کیا یا نہیں۔"

"اب نہیں پوچھیں گے کیونکہ اب میں آ گئی ہوں۔" وہ اس کی پوری بات سن کر بولی تب ہی آصف جاہ آ گیا اور ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر غالباً پہلے ٹھٹکا پھر آگے آتے ہوئے بنٹی سے پوچھنے لگا۔

"بنٹی تمہارا تعارف ہو گیا ان سے؟"

"آپ جانتے ہیں انہیں؟" بنٹی نے الٹا اس سے پوچھا۔

"ہاں بھئی یہ انکل کی مسز ہیں۔" آصف جاہ نے کہا تو اس کے انکل کہنے پر صباگن اکھیوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"بالکل ٹھیک۔ بہت اچھا کیا ڈیڈی نے ان سے شادی کر کے۔" بنٹی پرجوش ہوا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ انکل نے اچھا کیا لیکن جمشید بھائی اور فریحہ......" آصف جاہ برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"کیوں ان دونوں کو کیا تکلیف ہے۔" بنٹی کا لہجہ بڑے بھائی اور بہن کے لیے خفگی لیے ہوئے تھا۔

"ان دونوں کا کہنا ہے کہ سسرال والے ان کا مذاق اڑائیں گے اور پتا ہے ناشتے کی ٹیبل پر دونوں نے ان کے سامنے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا۔ سچ مجھے بڑی شرمندگی ہوئی۔" پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ "پلیز آپ خیال مت کیجیے گا۔" وہ کیا کہتی خاموش ہی رہی اسی وقت بابا پھر ناشتے کا پوچھنے آ گئے تو آصف جاہ تعجب سے بولا۔

"کیا مطلب تم نے ابھی تک ناشتا نہیں کیا؟"

"دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"چلو اب کرلو بلکہ انہیں بھی اپنے ساتھ شریک کرلو کیونکہ یہ بغیر ناشتا کیے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔" آصف جاہ نے کہتے ہوئے اس پر نظر ڈالی۔
"پہلے ایک بات طے کرلیں کہ ہم انہیں کیا کہہ کر مخاطب کریں گے۔" بنٹی نے کہا تو آصف جاہ بے ساختہ مسکرایا۔
"یہ واقعی سوچنے کی بات ہے۔ اوکے میں آفس جارہا ہوں' تم ان کے ساتھ مل کر طے کرلینا۔" آصف جاہ غالباً دامن بچا کر بھاگا تھا۔
"آپ بتائیں خود کو کیا کہلوانا پسند کریں گی۔" بنٹی اس سے مخاطب ہوا تو وہ جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی اسی کھوئے انداز میں بولی۔
"جو بھی نام دو بس اتنا خیال رکھنا کہ میری عزت نفس مجروح نہ ہو۔" پھر اس نے بنٹی کے ساتھ ناشتہ کیا اس کے بعد پہلے کی طرح اس کی اسٹڈی اور پھر ہابیز میں اس کے ساتھ شریک ہوگئی تھی۔

●♥●......●♥●......●♥●

راحیلہ خاتون ثریا اور صبا کو گھر سے نکال کر اطمینان سے تو ہوگئی تھیں لیکن انہیں جاذب کی فکر تھی' کیونکہ جانتی وہ بھی تھیں کہ معاملہ یک طرفہ نہیں تھا۔ جاذب بھی صبا کے لیے دیوانہ ہورہا تھا اور ان کے رعب کے باعث برملا اظہار نہیں کرسکتا تھا لیکن کب تک' انہیں یہی خدشہ تھا کہ کسی دن وہ ان کے مقابل نہ کھڑا ہوجائے' اور اسی خدشے کے باعث وہ صبا کو نکالنے کے پلان کرتی تھیں اور آخر کار کامیاب بھی ہوگئیں تو اس کے بعد جاذب کی فکر کہ کہیں وہ صبا کے غم کو روگ نہ بنالے اور اگر اس نے روگ بنایا بھی تھا تو ظاہر نہیں کررہا تھا' بس چپ چپ رہتا تھا۔ راحیلہ خاتون نے بھی سوچا کہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گا لیکن دو دنوں سے وہ بے حد متوحش پھر رہا تھا۔ جس سے راحیلہ خاتون ٹھٹکی اور انہیں پہلا خیال یہی آیا کہ ضرور وہ پھر ثریا اور صبا کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ اس وقت وہ نگار سے یہی بات کررہی تھیں کہ جاذب کے آنے پر فوراً پینترا بدل کر اسے مخاطب کر کے کہنے لگیں۔
"اچھی گئیں تمہاری پھپو کہ کوئی اتا پتا ہی نہیں دیا۔"
"آپ کیا کریں گی اتا پتا معلوم کر کے۔" وہ دل گرفتگی سے بولا۔
"مجھے کیا کرنا ہے' بس فکر لگی ہے کہ پتا نہیں کہاں گئیں۔ سر چھپانے کو ٹھکانا ملا کہ نہیں۔" انہوں نے بظاہر ہمدردی جتائی تو وہ تلخی سے ذرا سا ہنسا پھر کہنے لگا۔
"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے امی' انہیں بہت اچھا ٹھکانا مل گیا ہے۔"
"تمہیں کیسے پتا' تم نے دیکھا ہے۔" راحیلہ خاتون نے اپنے اندر اٹھتے ابال کو بمشکل دبایا۔
"جی کچھ دن پہلے کلفٹن کے شاپنگ مال پر پھپو سے ملاقات ہوئی تھی۔ صبا کی شادی کی شاپنگ کررہی تھیں۔" اس نے بتایا تو نگار اچھل پڑی۔
"کیا..... صبا کی شادی کب ہے؟"
"اب تو ہو بھی گئی ہوگی۔" وہ اپنا درد چھپا رہا تھا اور راحیلہ خاتون کے اندر نیا درد جاگ اٹھا تھا۔
"ہائیں بلانا تو دور کی بات بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا تمہاری پھپو نے' ارے کم از کم اپنے بھائی سے تو مشورہ کرلیتی۔ کہاں کی اس کی شادی؟" اصل بات آخر میں پوچھی۔
"بہت اونچی میرا مطلب ہے اچھی جگہ' اس کے شوہر نے سی ویو پر اپارٹمنٹ صبا کے نام کیا ہے وہیں پھپو رہتی ہیں۔" وہ اپنے کسی خیال میں کھو کر راحیلہ خاتون کو ایسی معلومات فراہم کررہا تھا جس سے ان کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے تھے۔ ایسے خواب تو وہ نگار کے لیے دیکھتی تھیں اور نگار کی الگ رال ٹپک رہی تھی۔
جاذب خاموش ہوا تو راحیلہ خاتون کا سازشی ذہن فوراً متحرک ہوگیا اور پھر سارے منفی جذبات چھپا کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگیں۔
"یہ تو بہت اچھی بات ہے' بیٹی کے فرض سے سبک دوش ہوگئی ثریا۔ چلو اس نے ہمیں نہیں پوچھا' ہم تو مبارک

بادوے آئیں۔ جاؤ نگار اپنے ابو سے کہو تیار ہو جائیں۔"
"میں بھی چلوں گی۔" نگار نے اٹھتے ہوئے کہا۔
"ہاں ہاں سب چلتے ہیں۔"
"آپ لوگ ہو آئیں۔" جاذب نے گویا جانے سے انکار کیا اور انہیں ایڈریس سمجھا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسے اپنی ماں کی سمجھ نہیں آرہی تھی اور سمجھے تو سلیم احمد بھی نہیں تھے۔ پھر بھی ان کے ساتھ چل پڑے۔ راستے سے مٹھائی ہار پھول لے کر ثریا کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر حیران اور کچھ بوکھلا سی گئی تھی۔
"ارے تم نے تو غیروں کو بھی مات دے دی۔ ایسی بھی کیا ناراضگی کہ بچی کی شادی میں پوچھا تک نہیں۔" راحیلہ خاتون زبردستی ثریا کو گلے لگا کر یوں شکوہ کرنے لگیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔
"بس بھابی! وہ اتنی جلدی میں۔" ثریا شرمندہ ہونے لگیں۔
"خیر بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ خوش رکھے صبا کو۔ مجھے تو ابھی جاذب نے بتایا تو میں رہ نہیں سکی، تمہارے بھیا سے کہا چلیں مبارک باد دے آئیں اور نگار تو تڑپ گئی بہن سے ملنے کو۔" راحیلہ خاتون کی حد درجہ لگاوٹ ثریا کو مزید بوکھلائے دے رہی تھی۔
"ارے بھابی آپ بیٹھیں تو بھیا کو بیٹھنے دیں۔ بیٹھیں بھیا میں چائے لاتی ہوں۔"
"چائے بھی پی لیں گے تم بیٹھو ہمارے پاس۔" راحیلہ خاتون نے بیٹھتے ہوئے ثریا کو کھینچ کر اپنے ساتھ بٹھالیا پھر پوچھنے لگیں۔
"کہاں کی صبا کی شادی؟"
"بس بھابی جہاں نصیب لکھا تھا وہیں ہوگئی۔" ثریا گول مول جواب دے کر نگار سے مخاطب ہوگئیں۔ "تم کیسی ہو بیٹا؟"
"میں ٹھیک ہوں پھپو! آپ کا گھر بہت پیارا ہے۔ میں وہاں ٹیرس پر جا کر دیکھ لوں۔" نگار سارے گھر دیکھنے کو مچل رہی تھی۔

"ضرور بیٹا! اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟" ثریا نے کہا تو نگار فوراً اٹھ کر چلی گئی اور دل تو راحیلہ بیگم کا بھی مچل رہا تھا لیکن انہیں جبر کرنا پڑا البتہ اپنی نظروں کو نہیں روک سکیں جو باتوں کے دوران مسلسل ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔ پھر واپسی میں تو وہ جو منہ میں آیا بولتی گئیں۔
"دیکھ لیا سلیم احمد اپنی میسنی بہن اور بھانجی کو' کتنا اونچا ہاتھ مارا ہے۔ ارے ایسے ہی نہیں رشتے مل جاتے ضرور پہلے سے چکر ہوگا۔ اندر ہی اندر دونوں ماں بیٹی کھچڑی پکاتی تھیں' کسی کو بھنک بھی نہیں پڑنے دی۔" سلیم احمد خاموشی سے سنتے رہے تھے۔

●♥●●......●♥●......●♥●

ساجدہ بیگم نے اس سے نرمی سے بات کی تھی اور نرمی ہی سے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ الٹا ان کے گلے پڑ گئی تھی پھر شاید انہوں نے ہی جلال احمد سے کہا ہوگا کہ اس رات انہوں نے اسے اپنے کمرے میں بلا بھیجا۔ ان کا انداز ساجدہ بیگم سے یکسر مختلف تھا۔ انہوں نے سمجھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ تحکمانہ لہجے میں کہنے لگے۔
"میں بہت دنوں سے نوٹس کر رہا ہوں نشاء یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے' یہ گھر اور ہم سب تمہارے لیے نئے یا اجنبی نہیں ہیں۔ شروع سے تم یہیں رہی ہو یہیں پلی بڑھی پروان چڑھی ہو۔ پھر اب تمہیں اس گھر سے کیا شکایتیں پیدا ہوگئی ہیں کہ تم کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتیں' اور اپنا حلیہ دیکھا ہے تم نے' کوئی کہہ سکتا ہے کہ تم اس گھر کی نہ صرف بیٹی بلکہ بہو اور سیاہ و سفید کی مالک ہو پھر کس بات کا شکوہ ہے تمہیں؟" نشاء نے ہونٹ بھینچ کر سر جھکایا تو قدرے رک کر کہنے لگے۔
"کچھ اندازہ ہے تمہیں کہ تمہاری ان حرکتوں سے محسن کی صحت پر کیسا اثر پڑ رہا ہے؟ ہمارا نہیں تو اس کا خیال کرو۔ آخر پہلے بھی تو تمہیں اس کا خیال رہتا تھا اور اب جبکہ وہ تمہارا شوہر ہے تو تم اپنے ناروا سلوک سے اسے اذیت پہنچا رہی ہو۔ حالانکہ اب تمہیں اس کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے اور تم ہو کہ نہ وقت پر کھانا نہ دوا' رات رات بھر کھانستا

رہتا ہے وہ۔" وہ کن اکھیوں سے ساجدہ بیگم کو دیکھنے لگی جو سر جھکائے خاموش بیٹھی تھیں۔
"تم اگر یہاں نہیں رہنا چاہتیں تو صاف کہو میں تمہارے باپ سے کہتا ہوں......"
"بس کریں......" ساجدہ بیگم نے ٹوک دیا پھر اس سے بولیں۔ "تم اپنے کمرے میں جاؤ نشاء۔"
"جانے سے پہلے سن لو کہ آئندہ میں تمہارا نامناسب رویہ اور محسن کی طرف سے غفلت برداشت نہیں کروں گا سمجھیں۔"
اس کی آنکھیں دھندلا گئیں' بمشکل اپنے وجود کو گھسیٹتی ہوئی برآمدے تک آئی اور پھر وہیں ٹھنڈے فرش پر ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ ابتدائی دسمبر کی خنک رات تھی اور اس کے اندر ایسی آگ لگی ہوئی تھی کہ تن من سلگ رہا تھا۔ ذہن الگ ماؤف ہوگیا تھا۔ کتنی دیر گزر گئی' وہ کوئی بات نہ سوچ سکی۔ اسے یہ بھی خیال نہیں رہا کہ محسن اس کا انتظار کررہا ہوگا بس خالی خالی نظروں سے لان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظریں دوڑاتی رہی پھر تھک کر پیشانی گھٹنوں پر رکھ لی تو اندر کا سارا لاوا آنکھوں کے رستے بہہ نکلا۔
پتہ نہیں ابتدا کہاں سے ہوئی' امی کے جانے کے بعد سے یا اس سے بھی پہلے۔ وہ سوچنے لگی تھی کہ کندھے پر محسن کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کرکے اس نے گھٹنوں سے سر اٹھایا لیکن نہ اس کی طرف دیکھا اور نہ بہتے آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش کی۔
"یہاں کیوں بیٹھی ہو نشاء؟" وہ اس کی پشت پر کھڑا قدرے آگے جھک کر پوچھ رہا تھا۔ اس نے جواب نہیں دیا تو قدم بڑھا کر اس کے سامنے آگیا اور جب اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر نظر پڑی تو ایک دم پریشان ہوکر اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے بولا۔
"تم رو رہی ہو کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ کچھ نہیں بولی' نظریں اس کے چہرے پر جمادیں۔
"مجھ سے خفا ہو۔ امی ابو نے کچھ کہا ہے؟" ہنوز خاموشی۔
"اچھا اندر تو چلو۔ یہاں سردی بڑھ رہی ہے۔" اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔
"ٹھیک ہے' میں بھی یہیں بیٹھ جاتا ہوں۔" وہ اس کے برابر ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گیا۔ تب بھی اس نے حرکت نہیں کی نہ ہی اسے یہاں بیٹھنے سے منع کیا۔ یہ جاننے کے باوجود کہ سرد موسم میں ذرا سی بے احتیاطی اس کے لیے کتنی نقصان دہ ہوتی ہے اور اس نے کوئی گرم کپڑا نہیں پہنا ہوا تھا۔
"مجھے نہیں بتاؤ گی۔" وہ محبت سے بولا۔ "میں تمہارا شوہر ہوں۔ تمہارے دکھ سکھ کا ساتھی۔"
"تم میرے شوہر ضرور ہو لیکن میرے دکھ سکھ کے ساتھی ہرگز نہیں ہو۔" وہ سنگ دلی سے کہتے ہوئے اٹھی اور اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلی گئی۔
کچھ دیر بعد محسن اس کے پیچھے آیا تو وہ شیلف کے پاس کھڑی پتا نہیں کس چیز کی تلاش میں چیزوں کو ادھر ادھر کررہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک خاموشی سے کھڑا خود ہی اس کے بگڑے موڈ کے بارے میں قیاس کرتا رہا پھر پوچھنے لگا۔
"چائے پیوگی؟"
"نہیں' میرا اس وقت چائے بنانے کا بالکل موڈ نہیں ہے۔"
"میں بنالاتا ہوں۔"
"پھر بھی نہیں۔" وہ سختی سے کہہ کر کمرے سے نکل آئی۔
ساجدہ بیگم کچن کی طرف جارہی تھیں' وہ یونہی بلا ارادہ ان کے پیچھے چل پڑی اور جب انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے' اپنی وہاں موجودگی کا کیا جواز پیش کرے' کیتلی پر نظر پڑی تو جلدی سے اس میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دیا۔
"تم نے سوئیٹر نہیں پہنا' جاؤ تم اپنے کمرے میں چائے میں بنادیتی ہوں۔" ساجدہ بیگم نے کہا تو وہ روٹھے

لہجے میں بولی۔
"نہیں میں بنالوں گی۔"
"بیٹا! اپنے تایا ابو کی باتوں کا برا مت ماننا' کبھی کبھی یونہی غصے میں آجاتے ہیں۔ ورنہ تم جانتی ہو وہ تم سے کتنا پیار کرتے ہیں۔" ساجدہ بیگم نے اس کی خفگی محسوس کرکے کہا پھر اس کی پیشانی پر لکیریں ابھرتی دیکھ کر بات بدل گئیں۔
"موٹی نے تمہیں بتایا احسن آرہا ہے۔" اور ہمیشہ کی طرح اس خبر پر نہ اس کا دل دھڑکا نہ آنکھیں چمکیں' اور نہ ہی بے اختیار ہوکر اس نے "کب" کہا بہت خاموشی سے سنا اور قدرے رخ موڑ کر جلدی سے دو مگوں میں چائے ڈال کر اپنے کمرے میں آگئی۔
محسن نے حیرت سے اسے دیکھا کیونکہ ابھی تو وہ چائے پینے سے منع کرگئی تھی اور اس التفات کو جانے کیا سمجھا کہ مگ لے کر اس کا ہاتھ بھی تھام لیا۔
"تمہارا پل پل بدلتا روپ میری سمجھ سے باہر ہے۔ کبھی زندگی کی نوید دیتی ہو اور کبھی جو چند سانسیں باقی ہیں وہ بھی چھین لینے کے درپے ہوجاتی ہو۔"
"میرا ہاتھ چھوڑیں۔" وہ الجھ کر اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی سعی کرنے لگی۔
"نہیں میرے پاس بیٹھو مجھے بتاؤ تم کیا چاہتی ہو؟"
"کچھ نہیں کچھ بھی نہیں۔" وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہٹی پھر کھڑکی کے قریب کرسی گھسیٹ کر اس کی طرف پشت کرکے بیٹھ گئی۔ پتا نہیں اسے احساس تھا یا نہیں کہ اس کے پیچھے بیٹھا محسن جلال احمد اس کی اس حرکت سے کس قدر آزردہ ہوگیا تھا اس کی جگہ اگر کوئی توانا مرد ہوتا تو یوں اپنی طرف پیٹھ کرنے پر اسے کرسی سمیت اٹھا کر پھینک دیتا اور محسن جلال احمد ایسی توانائیاں کہاں سے لاتا؟ چپ چاپ اس کے بالوں کو دیکھتا رہا جو کرسی کی پشت سے نیچے جھول رہے تھے گھنے سیاہ بال اماوس کی راتوں جیسے یا شاید اس کے مقدر جیسے۔
"احسن بھائی آرہے ہیں؟" وہ ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کھولتے ہوئے پوچھنے لگی۔
"ہاں۔" کھڑکی کھلنے سے جو سرد ہوا اندر چلی آئی تھی اس سے بچنے کی خاطر محسن نے لحاف سینے تک کھینچ لیا' لیکن اسے کھڑکی بند کرنے کو نہیں کہا۔
"اکیلے آرہے ہیں یا......" وہ کھڑکی سے باہر کھلے آسمان پر جگمگاتے ستاروں میں جانے کیا تلاش کرتے ہوئے کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔
"کیا مطلب؟" محسن سمجھا نہیں۔
"ہوسکتا ہے انہوں نے وہاں شادی کرلی ہو اور بیوی کے ساتھ آرہے ہوں۔" اس نے کہا تو محسن ذرا سا ہنس کر بولا۔
"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو احسن بھائی اطلاع ضرور دیتے۔"
"ہوسکتا ہے انہوں نے ضرورت نہ سمجھی ہو یا پھر سرپرائز دینے کی خاطر۔"
"ایسا ہوتا ضرور ہے لیکن احسن بھائی کو تم اچھی طرح جانتی ہو۔" اس نے کہا تو وہ فوراً بولی۔
"نہیں میں انہیں اچھی طرح نہیں جانتی۔ جب وہ یہاں سے گئے تھے اس وقت میں کچے ذہن کی بے وقوف لڑکی تھی۔ ظاہری خوب صورتی سے متاثر ہونے والی۔ سمجھتی تھی جو ظاہر ہے وہی باطن بھی ہوگا۔"
"اور اب؟" محسن کو اس کی طرف دھیان رکھنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کرنی پڑ رہی تھیں۔
"اب میرا خیال ہے میں ظاہر و باطن میں تمیز کرسکتی ہوں۔" وہ دعوے سے بولی۔
"اچھی بات ہے پھر تو تمہیں خود اندازہ ہوجائے گا کہ احسن بھائی جتنے خوب صورت نظر آتے ہیں اس سے کہیں زیادہ خوب صورتیاں ان کے اندر ہیں۔"
"اچھا......!" وہ پتا نہیں کیوں ہنسی اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں بند کرتے ہوئے جانے کیا سوچنے لگی۔ سرد ہوا کے جھونکے مسلسل اس کے چہرے کو چھو رہے تھے جس سے اس کا چہرہ یخ ہوگیا تھا۔ ناک

قرآنی آیات کی عام فہم تفاسیر جنھیں

مشتاق احمد قریشی

نے مستند تفاسیر اور حوالوں سے آراستہ کیا ہے

کتاب کا نام	
تفسیر سورۃ اخلاص	تفسیر آیات ربنا اتنا
تفسیر معاذ اللہ	تفسیر سورۃ النصر
تفسیر سورۃ العصر	تفسیر سورۃ الھب
تفسیر سورۃ الکفرون	تفسیر آیات اللہ ذوالجلال
تفسیر سورۃ الفاتحہ	تفسیر سورۃ الشمس
تفسیر سورۃ کلمہ طیبہ	تفسیر سورۃ القریش
تفسیر سورۃ معوذتین	لقد خلقنا الانسان
تفسیر سورۃ الکوثر	تفسیر سورۃ القدر
تفسیر آیات السلام علیکم	آسمانی صحیفے اور قرآن
تفسیر آیات یاایھا الذین امنو	تفسیر سورۃ الماعون
امام اعظم حیات و فقہی کارنامے	

ملنے کا پتا نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز۔ 7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ کراچی

اسلامی کتب خانہ۔ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار۔ لاہور

سے الگ پانی بہنے لگا تھا پھر بھی اس نے کھڑکی بند نہیں کی بس کچھ دیر کے لیے ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا پھر جب سیدھی ہوئی تو پوچھنے لگی۔

''ایک بات بتائیں محسن' تایا ابو نے آپ کی شادی کرتے وقت احسن بھائی سے مشورہ کیا تھا؟''

''ہاں۔''

''پھر کیا کہا تھا انہوں نے؟'' وہ پتا نہیں کیا جاننا چاہتی تھی۔

''وہ بہت حیران ہوئے تھے۔انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا' بار بار کہتے نشاء سے پوچھ لیا۔شاید میری طرح انہیں بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ تم مجھے پسند کرتی ہو۔'' محسن نے بتایا تو اس کے ہونٹوں سے سسکی کی صورت نکلا۔

''پھر؟''

''پھر انہوں نے مجھ سے تصدیق کرائی۔''

''آپ سے کیوں انہیں مجھ سے تصدیق کرنی چاہیے تھی۔مجھ سے پوچھتے۔'' وہ بلاارادہ کہہ گئی۔

''تم کیا کہتیں؟''

''میں......'' وہ ایک دم سنبھلی۔''ظاہر ہے جو آپ نے کہا۔''

''لیکن اب ایسا لگتا ہے نشاء جیسے تم مجھ سے شادی کرکے پچھتا رہی ہو۔'' وہ خاموش رہی تو کہنے لگا۔

''واقعی محبت اندھی ہوتی ہے'جب ہی مجھ سے محبت کرتے وقت میری ذات سے چپٹے روگ تمہیں نظر نہیں آئے۔'' اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔گھٹاؤں جیسے بالوں کو سمیٹ کر چوٹی کی شکل دیتے ہوئے یوں ظاہر کرنے لگی جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔

''پلیز کھڑکی بند کردو اب مجھ سے سردی برداشت نہیں ہورہی۔'' وہ کہہ کر کھانسنے لگا تو اس نے اٹھ کر کھڑکی بند کردی۔

●●♥●●......●●♥●●......●●♥●●

رات اپنے اختتامی مراحل میں تھی جب محسن کی طبیعت قدرے سنبھلی اور وہ سوسکا۔نیند تو اسے بھی آرہی تھی اور وہ سونا بھی چاہتی تھی لیکن اذان کی آواز سن کر اس نے سونے کا ارادہ ملتوی کردیا اور نماز پڑھ کر کچن میں چلی آئی۔چائے بنا کر وہیں کھڑی پی رہی تھی کہ ساجدہ بیگم آگئیں اسے دیکھ کر بولیں۔

''بہت جلدی اٹھ گئیں۔''

''میں سوئی کب تھی۔'' اس نے سوچا اور بس سر ہلادیا۔

''تمہارے تایا ابو تو اٹھتے ہی ائرپورٹ چلے گئے۔'' ساجدہ بیگم نے تسلے میں آٹا نکالتے ہوئے بتایا تو اس نے یونہی پوچھ لیا۔

''اکیلے؟''

''ظاہر ہے اور کون ہے ساتھ جانے والا؟ محسن تو غالباً......''

''لائیے آٹا میں گوندھ دوں۔'' وہ ان کی بات پر توجہ دیئے بغیر بولی اور آٹے کا تسلا لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ کہنے لگیں۔

''آٹا میں گوندھ لوں گی تم احسن کے آنے پر گرم گرم پراٹھے بنا دینا۔'' وہ ہلکے سے کندھے جھٹک کر وہاں سے نکل آئی۔کمرے میں آکر دیکھا محسن بے خبر سو رہا تھا۔وہ کچھ دیر تک کھڑی اس کی خراٹوں کی آواز سنتی رہی پھر اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی تو بغل سے اخبار نکال کر دیکھنے لگی۔اسے بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ برآمدے میں سے جلال احمد کی آواز آنے لگی۔وہ وہیں سے ساجدہ بیگم کو پکار رہے تھے۔ان کی آواز کی کھنک بتارہی تھی کہ بڑھاپے کا سہارا جوان و توانا بیٹا ساتھ کھڑا ہے۔شانے سے شانہ ملاکر۔

اور اصولاً تو اسے بھی اٹھ کر جانا چاہیے تھا لیکن وہ یونہی لاتعلق بنی رہی۔باہر سے ملی جلی آوازیں آرہی تھیں پھر شاید احسن نے محسن کے بارے میں پوچھا اور کچھ دیر بعد ہی دروازے پر دستک دے کر پہلے جلال احمد اور ان کے پیچھے احسن اندر داخل ہوتے نظر آئے۔

''السلام علیکم!'' وہ سلام کرتے ہوئے کھڑی ہوگئی اور بے دھیانی میں انہیں دیکھنے لگی جبکہ اس کے اندر دور تک

خاموشیوں کا راج تھا۔
"کیسی ہو؟" وہ نظریں چرا گئے تھے۔
"جی......"
"مونی سو رہا ہے ابھی تک۔" وہ بیڈ کی طرف بڑھے اور غالباً اسے اٹھانا چاہتے تھے کہ اس نے روک دیا۔
"محسن کو مت اٹھائیں یہ تمام رات جاگتے رہے ہیں۔"
"کیوں؟" انہوں نے بے اختیار اسے دیکھا۔
"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"
"ہاں رات بھر کھانسنے کی آواز آتی رہی تھی۔" جلال احمد نے کہا تو وہ جھک کر بغور محسن کو دیکھنے لگے گوکہ وہ اسے اٹھانے کا ارادہ ملتوی کر چکے تھے پھر بھی بے اختیار دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا تو محسن کی آنکھ کھل گئی۔ انہیں دیکھا تو فوراً اٹھنے کی کوشش کرنے لگا تب انہوں نے سہارا دے کر اسے اپنے سینے سے لگالیا۔
"سوری یار میں تمہیں اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔"
"ارے نہیں بھائی میں تو ابھی نیند میں بھی آپ ہی کو دیکھ رہا تھا۔" محسن نے کہا تو وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔
"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری۔ نشاء بتا رہی ہے تم رات بھر جاگتے رہے ہو۔"
"نشاء خود بھی تو نہیں سوئی بے چاری میری وجہ سے بہت پریشان ہوجاتی ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
"کوئی دوا لی تھی؟"
"جی نشاء نے دی تو تھی۔" اس نے جھوٹ بول کر اس کا بھرم رکھا یا شاید اپنا۔
"بیٹا تم نے آتے ہی ڈاکٹری شروع کردی۔ چلو پہلے ناشتا وغیرہ کرلو۔" جلال احمد نے ہنستے ہوئے کہا تو نشاء کو یاد آیا کہ ساجدہ بیگم نے اسے پراٹھے بنانے کے لیے کہا تھا۔ فوراً کمرے سے نکل کر کچن میں آئی تو ساجدہ بیگم خود ہی ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔ وہ انہیں اندر بھیج کر خود ان کی جگہ کھڑی ہوگئی۔

پھر ناشتے کے بعد احسن نے باقاعدہ محسن کا چیک اپ کیا۔ اس کے لیے دوائیں تجویز کیں۔ کچھ دوائیں ان کے پاس موجود تھیں جو وہ باہر سے لے کر آئے تھے اور جو نہیں تھیں وہ اسی وقت جاکر لے آئے پھر ان کے بارے میں نشاء کو سمجھانے لگے کہ کون سی دوا کس وقت دینی ہے اور نشاء کو اب دواؤں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی پھر بھی کوشش کر رہی تھی کہ پوری توجہ سے ان کی ہدایات سنے لیکن پتا نہیں کیسے ان پر اس کی لاتعلقی ظاہر ہوگئی تو انہوں نے ٹوکا۔
"میں تمہیں اس میڈیسن کے بارے میں بتا رہا ہوں تم وہاں کیا دیکھ رہی ہو؟"
"بھائی......" اس سے پہلے محسن بول پڑا۔ "آپ خوامخواہ اتنی محنت کر رہے ہیں۔ نشاء ایک مدت سے مجھے دوائیں پلا رہی ہے اور اب تو میرا خیال ہے یہ آنکھیں بند کرکے بتا سکتی ہے کہ کس وقت مجھے کون سی دوا دینی ہے۔"
انہوں نے خاموشی سے ہاتھ میں پکڑی دوائیں ٹیبل پر رکھیں تو کہنے لگا۔
"سچ پوچھیں بھائی تو میں خود اب دواؤں سے اتنا الرجک ہوگیا ہوں کہ انہیں دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔"
"بس کچھ دن اور پھر تم ایک دم فٹ فاٹ ہوجاؤ گے۔"
"میں اب بھی فٹ فاٹ ہوں۔ بس کبھی جب سینے میں سانس رکنے لگتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے زندگی سے ناتا ٹوٹ رہا ہو۔" محسن نے بات کی ابتدا مسکراتے ہوئے کی تھی اور آخر میں مایوس نظر آنے لگا تو وہ اس کا ہاتھ تھپک کر بولے۔
"سب ٹھیک ہوجائے گا بس تم اپنا خیال رکھو۔"
"نشاء میرا بہت خیال رکھتی ہے۔" وہ مسلسل اسے سرخرو کر رہا تھا۔
"جانتا ہوں۔" احسن اٹھ کر کھڑے ہوئے اور جاتے جاتے جن نظروں سے نشاء کی طرف دیکھا وہ اپنی نظروں میں چور سی بن گئی تھی۔

●♥●......●♥●......●♥●

احسن کو آئے ایک ہفتہ ہوگیا تھا اور اس دوران وہ صرف ایک بار گھر سے نکلے تھے وہ بھی بلال احمد اور لبنیٰ کی دعوت پر ورنہ سارا وقت ایک تو ساجدہ بیگم کا انہیں دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا تھا دوسرے وہ خود زیادہ وقت محسن کو دے رہے تھے جس سے نشاء چڑنے لگی تھی اور اس وقت اس کی ناگواری محسوس کر کے وہ گھر سے نکل آئے تھے اور کیونکہ باقاعدہ کسی پروگرام کے تحت نہیں نکلے تھے اس لیے بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے رہے پھر ہاسپٹل دیکھ کر جہاں انہوں نے پریکٹس کی تھی وہ رہ نہیں سکے وہیں گاڑی روک دی۔ پھر ٹائم دیکھتے ہوئے سیدھے ڈاکٹر تانیہ کے روم میں آئے تو وہ انہیں دیکھ کر کھل گئی تھی۔

"کیسی ہو؟" احسن اس کے سامنے چیئر کھینچ کر بیٹھ گئے تو وہ شاکی ہو کر بولی۔

"بڑے بے مروت ہو۔"

"یہ میری بات کا جواب تو نہیں ہے۔" انہوں نے محظوظ ہو کر ٹوکا۔

"چلو تو تم جواب دے دو۔ کب سے آئے ہوئے ہو؟"

"غالباً ایک ہفتہ ہوگیا ہے۔" انہوں نے بتایا تو وہ پوچھنے لگی۔

"کیا کہیں جوائن کرلیا ہے؟"

"نہیں، ابھی تک تو گھر میں ہی تھا' اب سوچ رہا ہوں۔"

"سوچو مت۔" وہ فوراً بولی تھی۔ "اپنی جگہ واپس آجاؤ' ہم سب تمہیں بہت مس کر رہے ہیں یا تمہارا ارادہ کچھ اور ہے؟"

"مطلب؟" وہ سمجھے نہیں۔

"مطلب امریکا سے آئے ہو اتنا تو کما لائے ہو گے کہ اپنا کلینک سیٹ کرسکو۔" تانیہ کی وضاحت پر وہ ذرا سا ہنسے تھے۔

"کلینک بھی سیٹ کروں گا لیکن اس میں کچھ وقت لگے گا' بائی دی وے تم سناؤ۔"

"میں کیا سناؤں۔ جہاں تھی وہیں ہوں۔" تانیہ نے کندھے اچکائے تو انہوں نے بغور اسے دیکھا پھر پوچھنے لگے۔

"ایک بات بتاؤ' تم نے شادی کی نہیں یا ہوئی نہیں؟"

"کی نہیں۔" وہ بے نیازی سے بولی۔

"کیوں؟"

"یہ تم پوچھ رہے ہو۔ کیا تمہیں یاد نہیں' میں نے کہا تھا' میں تمہارا انتظار کروں گی۔" وہ خاصی پراعتماد تھی۔

"لیکن میں نے تو تمہیں کوئی آس نہیں دلائی تھی۔" انہیں اپنا رویہ بھی یاد تھا۔

"آس کا دیا تو خود بخود جل گیا تھا احسن اور میں نے اسے بجھنے نہیں دیا۔" اس کی صاف گوئی پر وہ جز بز ہو کر بولے تھے۔

"کوئی فائدہ نہیں۔"

"کیوں فائدہ نہیں' کیا تم نے ساری عمر کنوارا رہنے کا سوچ لیا ہے۔"

"فرض کرو میں نے اگر ایسا سوچ لیا ہو تو......"

"تو بھی میں آس کا دیا بجھنے نہیں دوں گی۔" وہ فوراً بولی اور ان کے مسکرانے پر جھنجلانے لگی تھی۔

"بہت سلفش ہو تم' صرف اپنا سوچتے ہو اور صرف تم ہی نہیں سارے مرد ایسے ہوتے ہیں' اپنی ذات سے نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ ویسے اب تمہیں کیا پرابلم ہے' جس بھائی کے لیے تم خود کو بھلائے بیٹھے تھے اس کی تو شادی ہوگئی۔"

"کم آن یار' میں نے تو صرف فرض کرنے کو کہا تھا اور تم سیریس ہوگئیں۔ میرا کنوارا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" آخر میں وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ہنسے پھر اٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے فوراً پوچھا۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"او کے سی یو۔" وہ اس کا سوال نظر انداز کرتے باہر نکل آئے تھے کیونکہ وہ اسے مزید ہرٹ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہیں اعتراف تھا کہ وہ اچھی لڑکی ہے لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتے جو اپنی محبت دان کر کے خالی' ویران ہوگیا تھا۔

●♥●......●♥●......●♥●

جب ثریا نے اسے بتایا کہ اس کے ماموں ممانی آئے تھے تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"کیوں...... کیوں آئے تھے؟ اب کیا کرنے آئے تھے اور آپ نے آنے کیوں دیا انہیں۔"

"تو کیا میں منع کرتی' دروازہ بند کردیتی انہیں دیکھ کر۔" ثریا نے کہا تو وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"یہی کرنا چاہیے تھا آپ کو۔"

"نہیں بیٹا' یہ میں نہیں کرسکتی' اگر انہوں نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کریں۔ تم بھی اپنا دل صاف کرلو۔" ثریا نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا تو وہ مزید سلگ کر بولی۔

"ہرگز نہیں' میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ اس گھر میں سے آپ کا حصہ آپ کو دلا کر رہوں گی۔"

"مجھے کوئی حصہ نہیں چاہیے' سمجھیں' تم اگر ان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتیں تو مت رکھو' لیکن میں تعلق نہیں توڑوں گی۔" ثریا نے ناراضگی اور سختی سے کہا۔

"آپ تو بس......" وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی تو ثریا نے فوراً ٹوکا۔

"اتنی سی دیر کے لیے آتی ہو۔"

"آپ ہی تو کہتی ہیں کہ بیٹیاں اپنے گھروں میں اچھی لگتی ہیں۔" وہ قصداً ہنسی پھر ثریا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے جانے کے بعد اس کی ماں اس کی باتوں اور غصے کو سوچ کر پریشان ہو۔

"اصل میں امی خان صاحب اپنی روٹین کے بہت پابند ہیں۔ جلدی سوتے جاگتے ہیں۔ رات کا کھانا ٹھیک سات بجے ٹیبل پر لگ جاتا ہے۔ میں پھر کسی دن صبح سے آؤں گی ٹھیک۔" ثریا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا پھر اس کی پیشانی چومی تو جواباً اس نے ثریا کا گال چوما اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئی۔

گھر آئی تو خان جنید آچکے تھے اور بنٹی کے ساتھ بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اس نے سلام کیا تو سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں چینج کرلوں۔"

"جی......" اس نے انہیں کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا پھر بنٹی سے بولی۔

"چلو بنٹی کھانا کھالیں۔"

"ڈیڈی کو تو آنے دیں۔"

"تمہارے ڈیڈی دو منٹ میں آجائیں گے۔" وہ کہتے ہوئے بنٹی کی چیئر دھکیل کر ڈائننگ روم میں لے آئی اور واقعی خان جنید فوراً آگئے تھے۔

"آصف نہیں آیا؟" خان جنید نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"آصف بھائی اتنی جلدی کب آتے ہیں ڈیڈی۔" بنٹی نے کہا تو وہ ہوں کرکے رہ گئے۔ پھر کھانے کے بعد خان جنید چائے پینے تک لاؤنج میں بیٹھے اس کے بعد اپنے کمرے میں چلے گئے تو وہ روزانہ کی طرح کچھ دیر بنٹی کے ساتھ ٹی وی دیکھتی رہی پھر اپنے کمرے میں آگئی۔ لیکن وہ خان جنید کی طرح جلدی سونے کی عادی نہیں تھی۔ کوشش کرتی تب بھی اسے نیند نہیں آتی تھی اور کروٹیں بدلنے سے اسے سخت چڑ تھی۔

معمول کے مطابق جب خان جنید دس بجے سو گئے تب وہ لائٹ آف کرکے کمرے سے نکل آئی اور پہلے بنٹی کے کمرے میں جھانکا اور اسے سونے کی تیاری کرتے دیکھ کر لاؤنج میں آبیٹھی۔ ٹی وی آن کیا تو عابدہ پروین کو دیکھ کر شوق سے سننے لگی۔

"پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کے ناصر
غم سہنے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے

اس کے بعد دوسری غزل پھر گیٹ اور آخر میں!

چھیتی دوڑیں وے طبیبا نہیں تے میں مر گئیاں آں
تیرے عشق نچایا کرکے تھیا تھیا......!

وہ خود بھی ساتھ ساتھ گنگنانے لگی تھی اور جب پروگرام کا اختتام ہوا تو اس نے اٹھ کر ٹی وی بند کیا پھر لائٹ آف کرنے کے ارادے سے سوئچ بورڈ کی طرف بڑھی تھی کہ آصف جاں اپنے کمرے سے نکل کر آ گیا۔

''کیا تمہیں نیند میں چلنے کی عادت ہے؟'' اس نے آصف جاں کی سوئی سوئی آنکھیں دیکھ کر ٹوکا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا تو وہ لائٹ آف کرنے کا خیال چھوڑ کر پوچھنے لگی۔

''کچھ چاہیے۔''

''جی اگر کچھ ہے تو......'' اس نے کہا تو وہ سمجھی نہیں۔

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے کھانے میں کچھ ہلکا پھلکا مل جائے تو۔ بہت بھوک لگی ہے۔''

''تم نے کھانا نہیں کھایا؟'' اس نے ٹائم دیکھا بارہ بج رہے تھے۔

''نہیں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کھانا نہیں کھاؤں گا۔''

''اچھا میں کچھ اور دیکھتی ہوں۔'' وہ فوراً کچن میں آ گئی اور ابھی فریج کا جائزہ لے رہی تھی کہ وہ اس کے پیچھے آ کر بولا۔

''سوری میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔'' وہ کچھ نہیں بولی فریج سے انڈے نکالے پھر ڈبل روٹی اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''کیا بنا دوں! آملیٹ یا فرائی کھاؤ گے۔''

''ایسا کریں فرنچ ٹوسٹ بنا دیں۔'' وہ اسٹول کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو وہ بہت خاموشی سے انڈے پھینٹنے لگی پھر اس میں چینی، دودھ ملاتے ہوئے معاً خود کو اس کی نظروں کی گرفت میں محسوس کر کے کچھ نروس سی ہو گئی۔ حالانکہ شادی سے پہلے وہ جتنی بولڈ تھی اب اتنی پر اعتماد پھر جانے کیسے اس کی نظروں سے پریشان ہو گئی۔ شاید بھیگتی ہوئی رات، خاموشی اور تنہائی، خان جنید اسے اپنا بیٹا سمجھیں یا بھانجا اور اگر ان کے حوالے سے وہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی کوئی رشتہ جوڑے تب بھی اس کی ماں جیسی تھی نہ خالہ جیسی کہ وہ کوئی چھوٹا سا بچہ نہیں تھا، پورے چھ فٹ اونچا اور اس کے لیے بالکل غیر اور اجنبی۔ بہت کوشش سے وہ اس کی طرف سے ذرا سا رخ موڑ سکی پھر خاموشی توڑنے کی خاطر اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''سنو کیا کرتے ہو تم؟''

''اتنی جلدی بھول گئیں آپ، انکل نے بتایا تو تھا کہ میں ان کا بزنس پھیلانے میں کوشاں ہوں......'' اس نے خان جنید کی بات دہرائی تو اس نے یونہی سر ہلا کر پوچھا۔

''چائے بھی پیو گے؟''

''نہیں۔'' اس کے مختصر جواب کے بعد پھر خاموشی چھا گئی تو اس نے اپنے آپ گنگنانا شروع کر دیا کیونکہ باتیں کرنے سے اس کا اعتماد لوٹ آیا تھا۔ جسے وہ خاموشی کی چادر میں کھونا نہیں چاہتی تھی۔

''ذرا اونچی آواز میں گائیں تاکہ میں بھی سنوں۔''

آصف جاں کے ٹوکنے پر اس نے دھیان نہیں دیا اور اس طرح گنگناتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہی۔ چار پانچ ٹوسٹ بنا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً بولا۔

''بس اتنے کافی ہیں۔'' اس نے پلیٹ اٹھا کر اسے تھمادی پھر چولہا بند کر کے ہاتھ دھوئے اور دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے بولی۔

''اوکے اب میں سونے جا رہی ہوں۔''

''جی نہیں، میرے کھانے تک آپ یہیں موجود رہیں گی اور کھانے میں میرا ساتھ بھی دیں گی۔'' آصف جاں نے کہتے ہوئے پلیٹ اس کی طرف بڑھائی جسے اس نے واپس اس کی طرف دھکیلا اور فوراً شب بخیر کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔

●●♥●......●♥●......●♥●

اس کے پوچھنے پر خان جنید اسے آصف جاں کے بارے میں بتانے لگے۔

''آصف میرے بہت عزیز دوست کا بیٹا ہے گو کہ میرا دوست معظم جاہ اس دنیا میں نہیں رہے اس کے انتقال کو بہت سال ہو گئے ہیں، اس وقت آصف دو سال کا تھا اور جیسا کہ دنیا کا دستور ہے چار دن ہمدردی کے بعد سب بھول جاتے ہیں تو یہ ماں بیٹا بھی بالکل تنہا رہ گئے تھے بے یار و مددگار اور میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں نے انہیں سہارا

جنوری 2016ء کے شمارے کی ایک جھلک

عشق کسی کی ذات نہیں: عشق حقیقی ہو یا مجازی، عشق پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ عشق چاہے اپنے مقصد کے لیے ہو، کسی ذات سے ہو یا پھر رب تعالیٰ سے، وہ اپنا آپ منوا لیتا ہے۔ حق و باطل کے درمیان اپنے کردار سے وہی لکیر کھینچ سکتا ہے جس کے پاس آفاقی سچائی ہو۔ قوت عشق سے وہ میدان عمل میں اترتا ہے جو ایک کردار کی شہادت دیتا ہے۔ انسانی ذات ہی وہ میدان عمل ہے جہاں حاصل عشق کا ظہور ہوتا ہے۔ ایک دوشیزہ کی کہانی جو معاشرے کی روایتی پابندیوں کو توڑ کر اپنے کردار سے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ من سچا ہو تو زمانہ جھک جاتا ہے۔ عشق اور حاصل عشق کے درمیان ڈولتی ہوئی دل گداز کہانی، قارئین نئے اُفق کے لیے توشہ خاص۔

زاد سفر: ایک سفر ہے اور یہ سفر ہے کٹھنائیوں کا جسے ہر ذی نفس نے طے کرنا ہے۔ ہر سفر کے لیے قدرت زاد سفر مہیا کرتی ہے جو نہ صرف سفر کی دلچسپی کا سبب بنتا ہے بلکہ سانس بہ سانس، جو بہ جو گامزن رہنے کی مکمل ترغیب کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ وہ معاشرے کا ایک روندا ہوا کردار تھا جسے قدرت نے طویل سفر اور زاد سفر مہیا کر کے دنیا کے اونچے نیچے راستوں پر روانہ کر دیا تھا۔ سماج ہر موڑ پر اس کے سفر کو کھوٹا کرنے کے درپے تھا جبکہ اس کی سوچ اس کے آہنی وجود کی طرح پختہ اور مستحکم تھی۔ گوشت پوست کا انسان ہوتے ہوئے اسے پتھروں سے سر ٹکراتا اور اپنا زاد سفر بچاتا تھا۔ وہ قدم بہ قدم ہمت کرتے ہوئے چلتا رہا ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا رہا اور اپنی گٹھڑی کی دل و جاں سے حفاظت کرتا رہا۔ وہ پہلے پڑاؤ پر کامیابی سے پہنچ گیا تو اس سے پہلا سفر اور پہلا زاد سفر چھین کر نئی مسافتیں، نور نیا رخت تھما دیا گیا۔ لمحہ بہ لمحہ اپنے سحر میں جکڑتی ہوئی داستان جذبات و محسوسات جسے آپ کے محبوب قلم کار نے کسی اور ہی کیفیت میں رقم کیا۔ ناصر ملک کے قلم سے ایک اور شاہکار ناول۔

زلف کا سفر: عورت جب ماں کے روپ میں ڈھلتی ہے تو قدرت اس کی جون ہی بدل دیتی ہے وہ خواہ کتنی بھی نرم و نازک ہو لیکن ماں بنتے ہی وہ شیرنی کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ ممتا کے جذبے سے سرشار ایک پیاسی ماں کی ہنگامہ خیزیاں ایک پیارے سے بچے ایک خوف ناک قاتل اور ایک محبت کرنے والے کے گرد گھومتی ہوئی طویل کہانی۔ سالوں تک یاد رکھا جانے والا ایک خوب صورت ناول۔

تلاش سحر: لوگوں کو لیلیٰ خالد کا نام ہی بھول گیا ہے جس نے دو اسرائیلی طیارے اغوا کر کے پوری دنیا میں فلسطینی حریت پسند خواتین کی دلیری کی دھاک بٹھا دی تھی۔ لیلیٰ خالد نے بڑی شہرت پائی۔ پاکستان میں وہ اتنی مقبول تھی کہ اس کے اسکارف اور وردی کے ڈیزائن کے کپڑے خواتین میں بہت پسند کیے جاتے تھے۔ اس زمانے میں ہمارے بڑے بڑے لیڈر اپنے بچوں کو لیلیٰ خالد بننے کی تلقین کرتے تھے لیکن آج اسلامی ممالک اس موضوع پر مکمل کر بات نہیں کرتے مذاکرات کی مصلحتوں میں الجھے ہوئے ہیں جن سے شاید آزادی کی منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

دیا البتہ میں کبھی ان سے غافل نہیں ہوا۔" قدرے توقف کے بعد پھر کہنے لگے۔

"آصف کی والدہ میری منہ بولی بہن ہیں۔ معظم جاہ کی زندگی میں ہی ہمارے مابین یہ رشتہ قائم ہوا تھا اور معظم کے بعد اگر میں نے ان کی ذمہ داری قبول کی تو یہ میرا فرض تھا۔ میں نے اور بنٹی کی ماں نے بھی بہت چاہا کہ وہ آصف کو لے کر ہمارے پاس آجائیں لیکن وہ اپنا گھر چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئیں۔ پھر جب انہوں نے دوسری شادی کی تو آصف کو ہاسٹل میں ڈال دیا یوں یہ بچہ ٹوٹل میری ذمہ داری بن گیا' کیونکہ سوتیلا باپ اسے قبول کرنے پر تیار نہیں تھا' بہرحال آصف مجھے اپنی اولاد سے کم عزیز نہیں ہے۔ تھوڑا شوخ اور شرارتی ہے اور اس عمر میں تو سب ہی ایسے ہوتے ہیں۔ تمہیں اگر اس سے کوئی شکایت ہو تو مجھ سے کہنا' اسے مت ٹوکنا۔ کیونکہ بظاہر جتنا کھلنڈرا نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی حساس ہے اور ایسے لوگ کبھی اچانک ٹوٹ کر یوں بکھرتے ہیں کہ پھر سمیٹے نہیں جاتے۔ میری بات سمجھ رہی ہو ناں۔" وہ جو بہت خاموشی سے انہیں سن رہی تھی اثبات میں سر ہلایا تو پوچھنے لگے۔

"اس نے تم سے بدتمیزی تو نہیں کی۔"

"نہیں۔" اس نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

اور پھر اس نے محسوس کیا اس گھر میں زندگی کے آثار آصف جاہ کی بدولت ہی نظر آتے تھے۔ گو کہ وہ سارا دن گھر پر نہیں ہوتا لیکن خان جنید کی طرح بہت مصروف بھی نہیں تھا۔ صبح نکلتا تو اکثر سہ پہر تک واپس آجاتا اور آتے ہی اپنے کمرے میں چلا جاتا' پھر بھی اس کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا' کبھی خانساماں رئیس کو پکار کر چائے کا کہتا اور کبھی ملازمہ کی شامت آتی جو صفائی کے دوران اس کی چیزیں ادھر ادھر کر دیتی تھی۔ بنٹی کے ساتھ بھی اس کی خوب بنتی تھی اور اب اس سے بھی مذاق کر جاتا تھا۔ بلکہ چھیڑنے لگا تھا۔

اس وقت وہ دوپہر کی نیند لے کر اٹھی اور شاور لینے کے بعد کمرے سے نکلی تو وہ لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے پاس کھڑا جانے کیا سوچ رہا تھا کہ اسے جانے کیا سوجھی اونچی آواز میں گانا شروع کر دیا۔

میرے سامنے والی کھڑکی میں
ایک چاند سا ٹکڑا رہتا ہے

آصف جاہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر جوابی حملہ کیا۔

"لیکن مجھے تو کھڑکی سے اندر نظر آرہا ہے۔"

"فوراً نظر ٹیسٹ کراؤ۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تو اس نے کمال ایکٹنگ کی' یکسر انجان بن کر پہلے ادھر ادھر دیکھا پھر اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے پوچھنے لگا۔

"مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں؟"

"اور کون ہے یہاں۔" اس نے کہا تو وہ فوراً بولا۔

"میں سمجھا آپ اپنے خاں صاحب سے مخاطب ہیں۔" وہ اس کا مطلب سمجھ کر چیخ پڑی۔

"خبردار جو خاں صاحب کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا کہا تو......"

"توبہ کریں' میں ہرگز بزرگوں کی شان میں گستاخی نہیں کرسکتا۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے مسکین سی شکل بنا کر بولا لیکن اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ یعنی وہ خان جنید کو بوڑھا کہہ رہا تھا حقیقتاً وہ اندر ہی اندر تلملائی لیکن اس پر ظاہر نہیں کیا بڑے آرام سے بولی۔

"شاباش اچھے بچے بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔" اس کے فوراً احتجاج پر وہ بے ساختہ زور سے ہنسی اور پھر اسے چڑانے کی خاطر ہنستی چلی گئی تب ہی خان جنید آگئے تو وہ انکل سا ان سے بولا۔

"انکل یہ میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔"

"پہل اس نے کی تھی خان صاحب یہ میرا بلکہ......" وہ آپ کا کہنے سے پہلے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا گئی پھر سنبھل کر بولی۔

"پہلے اس نے میرا مذاق اڑایا تھا۔"

"دونوں نے ایک دوسرے کا مذاق اڑا لیا' حساب برابر ہوگیا پھر اب جھگڑا کس بات کا۔" خان جنید نے بریف

کیس اسے تھماتے ہوئے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر اپنے کمرے میں چلے گئے تو ایک پل کو وہ اپنی جگہ سن ہوگئی پھر فوراً ان کے پیچھے چل دی۔ شاید کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی۔

●♥♥●●......●♥♥●......●♥♥●

احسن اپنا کلینک سیٹ کرنے میں لگ گئے لیکن گھر اور خاص طور سے محسن کی طرف سے وہ کسی پل بھی غافل نہیں ہوئے۔ محسن کے لیے ان کے احساسات وہ شروع سے جانتی تھی لیکن اب تو لگتا تھا جیسے وہ اس کے لیے بہت سنجیدہ ہوگئے ہوں۔ معمولی سی بات کو بھی بہت گہری نظر سے دیکھنے لگے تھے صبح گھر سے نکلتے ہوئے بے شمار ہدایات دن میں وقفے وقفے سے فون کرتے اور واپسی میں باز پرس۔

محسن نے دوا کس وقت لی کھانے میں کیا کھایا گھر سے کب نکلا واپسی کب ہوئی وغیرہ...... وغیرہ ہر بات تفصیل سے پوچھتے پھر محسن کی طرف یوں دیکھتے جیسے یقین کرنا چاہ رہے ہوں کہ آیا وہ ٹھیک کہہ رہی ہے یا نہیں اور وہ ان باتوں سے چڑنے لگی تھی۔

"کیا سمجھتے ہیں اپنے آپ کو احسن بھائی۔" اس روز وہ محسن کے سامنے پھٹ پڑی۔ "ہر وقت ہمارے سر پر مسلط رہنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کیا...... وہ کیا...... آخر وہ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے اور پوچھتے بھی اتنے مشکوک انداز میں ہیں جیسے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے نشاء۔" وہ اسے سمجھانا چاہتا تھا لیکن وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"پھر کیا بات ہے ان سے کہیں اگر اتنا ہی خیال ہے تو صبح جاتے ہوئے آپ کو اپنے ساتھ لے جایا کریں یا پھر خود آپ کے ساتھ لگ کر بیٹھے رہیں۔ مجھے اور بھی بہت کام ہیں۔ میں ہر وقت آپ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی نہیں رہ سکتی۔"

"میں نے کب کہا کہ تم میرے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی رہو۔"

"وہ تو ایسا ہی چاہتے ہیں ناں آپ کہہ دیں ان سے میرے کاموں میں دخل نہ دیں میں ہر کام اپنی مرضی سے کروں گی۔"

"اچھی بات ہے میں کہہ دوں گا ان سے۔" وہ مصالحت پر آمادہ تھا۔ "تم پلیز خفا مت ہو یہاں میرے پاس بیٹھو۔"

"آپ کے پاس بیٹھ جاؤں گی تو وہاں کھانا کون پکائے گا۔" وہ پیر پٹختے ہوئے کمرے سے نکلی تو دوسرے قدم پر احسن سے جا ٹکرائی۔ غصے میں تو تھی ہی مزید جھنجلا گئی۔ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے جانے لگی کہ وہ سامنے آگئے۔

"میرے کمرے میں آؤ۔" احسن دھیمی مگر سخت آواز میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تو وہ ان کی پشت پر نظریں جمائے ان کے لہجے پر غور کرنے لگی جوان کی بات رد کرنے کا حوصلہ چھین گیا تھا۔ جبھی ناچاہتے ہوئے بھی ان کے پیچھے چل دی۔

"بیٹھ جاؤ۔" احسن اسے بیٹھنے کا کہہ کر جوتے اتارنے لگے۔ پھر میز پر ٹانگیں سیدھی کرتے ہوئے اسے دیکھا وہ اسی طرح کھڑی تھی۔ وہ ٹوکنے کا خیال جھٹک کر کہنے لگے۔

"دیکھو نشاء کسی بھی شخص کو اپنے تہی دامن ہونے کا اتنا ملال نہیں ہوتا لیکن جب اس کے دامن میں کچھ ڈال کر چھین لیا جائے تو وہ ٹوٹ جاتا ہے۔" نشاء نے ہونٹ بھینچ کر خود پر ضبط کیا۔

"تمہارا دل تو ہمیشہ سے نرم تھا پھر اب کیا ہوا۔ تمہیں موتی پر ترس نہیں آتا اگر نہیں تب بھی تمہارا فرض بنتا ہے کہ تم اس کا خیال رکھو۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ ناگواری سے بولی۔

"میں اپنا فرض پہچانتی ہوں۔"

"اگر اپنا فرض پہچانتیں تو تمہارا رویہ اتنا غیر مناسب ہرگز نہ ہوتا۔" انہوں نے آہستہ آہستہ نفی میں سر ہلا کر کہا تو وہ تنک کر بولی۔

"کیا کرتی ہوں میں یقیناً محسن نے میری شکایتیں کی

ہوں گی۔"

"بخدا ایسی بات نہیں ہے۔" وہ فوراً بولے۔ "مونی تمہاری شکایت کیوں کرے گا' اس کے پاس تو سوائے تمہاری تعریفوں کے اور کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔" وہ تنگ پڑ کر دوسری سمت دیکھنے لگی تو احسن اس کے قریب آ کر نرمی سے گویا ہوئے۔

"غلط مت سمجھو نشاء میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس سے لڑامت کرو' تمہاری ذراسی خفگی اسے بے حد آزردہ کر دیتی ہے۔ کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ وہ ہر وقت افسردہ رہے۔" اس کی آنکھیں یکلخت پانیوں سے بھر گئیں تو وہ ٹوک کر کہنے لگے۔

"اوں ہوں' خود بھی خوش رہو اور اسے بھی خوش رکھو تاکہ ہمارے ساتھ گھر کے در و دیوار کو بھی پتا چلے کہ اس گھر میں ایک جوان جوڑا رہتا ہے۔ تمہاری چوڑیوں کی کھنک ہو' مونی کی ہنسی کی جھنکار ہو' تو جلترنگ بجے کچھ تو ہو' یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے بلکہ یوں لگتا ہے جیسے میرا جنازہ تیار رکھا ہو۔"

"اللہ نہ کرے۔" وہ دہل کر فوراً بولی تو ان کے چہرے پر ایک رنگ لہرا لیا گیا۔

"مگر یہی صورت حال رہی تو سچ مچ ایسا ہو سکتا ہے۔"

"بس کریں احسن بھائی' ایسی باتیں نہ کریں۔" وہ نرم دل لڑکی خائف ہو گئی تھی۔

"میرے پاس اچھی باتیں بھی ہیں اگر سننا چاہو تو۔"

"کیا؟" وہ بھیگی پلکیں اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"وہ یہ کہ جب میرا کلینک اسٹارٹ ہوگا تو میں ریسپشن پر مونی کو بٹھاؤں گا' کیونکہ اب وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اس پر چھوٹی موٹی ذمہ داریاں ڈالی جا سکیں۔" یہ واقعی اچھی خبر تھی۔ ان کا خیال تھا' وہ خوشی سے چیخ پڑے گی لیکن اس کے چہرے پر کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہیں ہوا تو ان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟"

"اچھی خبر ہے۔" وہ سرسری انداز میں کہہ کر جانے لگی کہ وہ پکار کر بولے۔

"سنو' تمہیں مونی کی حوصلہ افزائی کرنی ہے۔"

"یہ آپ کا حکم ہے؟" اس نے پلٹ کر ناگواری سے پوچھا۔

"میں کہنا تو نہیں چاہتا لیکن تمہارے لہجے اور رویے کی بدولت مجھے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہاں یہ میرا حکم ہے۔ اب تم جا سکتی ہو۔" وہ انتہائی بدتمیزی سے فرش پر زور سے پاؤں مارتے ہوئے ان کے کمرے سے نکل آئی تھی۔

اس پر عجیب سی جھنجلاہٹ سوار ہو گئی تھی۔ رات دیر تک انتہائی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتی رہی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کر ڈالے' کبھی دل چاہتا سوئے ہوئے محسن کو جھنجوڑ کر اٹھا دے' کبھی سوچتی ایک ایک چیز اٹھا کر دیوار پر مارنا شروع کر دے اور زور زور سے شور مچائے کہ سب اپنے کمروں سے نکل کر بھاگے چلے آئیں۔ پھر وہ ایک ایک سے پوچھے کہ انہیں صرف مونی کا خیال کیوں ہے کوئی اس سے بھی تو پوچھے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ نہیں یہ کوئی نہیں پوچھے گا۔" اس کے اندر مزید تلخی سما گئی۔

"مجھے اپنی پناہوں میں لینے والے اب میری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ ہونہہ' کتنے خود غرض ہیں یہ لوگ۔ میں ان پر ترس نہیں کھاؤں گی' کبھی نہیں۔" وہ صوفے پر ڈھے گئی' اور سسکتے سسکتے سو گئی تھی۔

صبح محسن کے پکارنے پر اس کی آنکھ کھلی تھی' وہ پریشانی سا سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے نشاء تم یہاں صوفے پر۔"

"پتا نہیں۔" وہ اٹھ بیٹھی۔ "مجھے شاید نیند نہیں آ رہی تھی پھر پتا نہیں کب سو گئی۔"

"ارے نیند نہیں آ رہی تھی تو مجھے اٹھا لیتیں۔" محسن نے کہا تو وہ سوچ کر رہ گئی۔

"تم کیا کر لیتے......؟"

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔" محسن نیچے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا اور اس کا چہرہ دیکھنے لگا تو وہ

اپنے آپ میں الجھ گئی۔
"ہاں، نہیں، میرا مطلب ہے میں بہت گھبرا رہی ہوں۔" پھر ایک دم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔
"ایک بات مانیں گے محسن۔"
"میں نے کب تمہاری بات نہیں مانی، تم کہو تو......"
محسن نے محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا تو وہ رک کر بولی۔
"وہ......میں ابوجی کے گھر جانا چاہتی ہوں۔"
"اتنی سی بات۔" وہ مسکرایا۔ "ضرور جاؤ، میں نے کب منع کیا ہے۔"
"تو چلیں مجھے چھوڑ آئیں۔ میں کچھ دن وہیں رہوں گی۔" وہ ایک دم سوچ کر اٹھی۔

......☆☆☆......

شام میں احسن گھر لوٹے تو ساجدہ بیگم اکیلی اور کچھ اداس سی بیٹھی تھیں۔ وہ سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آبیٹھے اور ان کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگے۔
"کیا بات ہے امی، اکیلی بیٹھی ہیں۔ باقی سب لوگ کہاں ہیں؟"
"تمہارے ابو اپنے کسی دوست کے ہاں گئے ہیں اور محسن اپنے کمرے میں ہے۔" ساجدہ بیگم نے بتایا تو انہوں نے بے ساختہ پوچھا۔
"اور نشاء......؟"
"نشاء اپنے ابو کے گھر گئی ہے۔" ان کے جواب سے وہ خاصے بددل ہوئے۔ یعنی ان کے سمجھانے کا یہ اثر لیا تھا اس نے کہ وہ میکے چلی گئی، گوکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی لیکن نشاء کے فوری ردعمل نے انہیں مایوس کیا تھا۔
"بیٹا! میں تو بہت پریشان ہوں۔ نشاء پر کسی کے سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہورہا۔" ساجدہ بیگم نے اپنی پریشانی ظاہر کی تو وہ انہیں تسلی دینے لگے۔
"آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گی۔"
"پتا نہیں، مجھے تو وہ ہر روز پہلے سے زیادہ متنفر نظر آتی ہے تم اسے سمجھاؤ ناں۔"
اب وہ کیا بتاتے کہ یہ کوشش وہ کرچکے ہیں۔ پھر بھی انہیں پریشان نہ ہونے کا کہہ کر محسن کے کمرے میں آئے اور اسے ٹیبلٹ منہ میں ڈالتے دیکھ کر بھی بلا ارادہ پوچھ گئے۔
"کیا کررہے ہو مونی؟" محسن نے پانی کے گھونٹ سے ٹیبلیٹ نگلی پھر ذرا سا ہنس کر بولا۔
"کیا کرنا ہے مجھے، دوا، دوا، بس دوا۔"
"امی بتارہی ہیں نشاء اپنے ابو کے گھر گئی ہے۔" انہوں نے بات بدلی۔
"جی۔"
"خوشی سے گئی ہے یا......میرا مطلب ہے تم سے یا ہم میں سے کسی سے ناراض ہوکر تو نہیں گئی۔" انہوں نے بظاہر سیدھے سادے انداز میں پوچھا۔
"ارے نہیں بھائی، وہ کیوں کسی سے ناراض ہوگی، البتہ اس کے جانے سے امی ابو ناراض ہوتے ہیں۔" یہ محسن کی محبت تھی کہ وہ نشاء پر کوئی بات آنے ہی نہیں دیتا اور احسن سمجھنے کے باوجود کہہ گئے۔
"تمہارے خیال میں امی ابو ناحق ناراض ہوتے ہیں۔"
"پتا نہیں بھائی۔" محسن جیسے خود کو بے بس محسوس کرنے لگا پھر کہنے لگا۔ "اصل میں بھائی نشاء کی کوئی ایکٹویٹیز نہیں ہیں گھر میں پابند رہ کر وہ بور ہوجاتی ہے، میں بھی تو اسے کہیں نہیں لے جاتا۔"
"کیوں نہیں لے جاتے؟" انہوں نے فوراً ٹوکا تو وہ افسردگی سے مسکرایا۔
"بس بھائی آپ تو جانتے ہیں میں جلدی تھک جاتا ہوں۔"
"پیدل مت چلو، گاڑی پر جاؤ نشاء کو ڈرائیونگ آتی ہے کہ نہیں؟"
"آتی ہے۔"
"پھر کیا مسئلہ ہے آرام سے گھوم پھر سکتے ہو یا نشاء تمہارے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔" آخری بات بلا ارادہ کہہ کر وہ پچھتائے بھی اور فوراً اس کا اثر زائل کرنے کی

کوشش کرنے لگے۔ ”نشاء بھلا کیوں منع کرے گی‘ اس نے ڈرائیونگ سیکھی ہی اس لیے تاکہ تم دونوں کو کسی کی محتاجی نہ رہے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ محسن نے تائید کی تو کہنے لگے۔

”بہرحال اب تک تو میں نشاء سے کہتا رہا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے لیکن اب تم سے کہوں گا کہ تمہیں اس کا خیال کرنا چاہیے‘ سمجھے۔“

”جی۔“ محسن مسکرایا تو وہ اس کا ہاتھ تھپک کر اٹھ کھڑے ہوئے‘ اچانک ان کا دل بوجھل ہوگیا تھا۔

......☆☆☆......

گو کہ آصف جاہ نے مذاق میں خان جنید کو بوڑھا کہہ کر اسے چھیڑا تھا لیکن وہ شدت سے محسوس کرگئی تھی اور جو اس زندگی سے سمجھوتا کرتے ہوئے خود کو خان جنید کی لگی بندھی روٹین کے مطابق چلنے ڈھالنے کی کوشش کررہی تھی تو اس نے اچانک ساری کوششیں ترک کردیں‘ کیونکہ دل باغی ہوگیا تھا‘ کہ نئی زندگی کی ابتدا پر ہی وہ اپنی آرزوؤں اور امنگوں کا خون کیوں کرے‘ گویا اس کی ازلی ضد عود کرآئی تھی۔

”مجھے ان کے ساتھ نہیں چلنا‘ انہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔“ یہ اس نے سوچ لیا اور اس شام جم سے واپسی پر اس نے آئس کریم اور گجرے لے لیے۔ گھر آئی تو خان جنید غالباً اسی وقت آئے تھے‘ اسے دیکھ کر رکے تھے کہ بالکل غیر ارادی طور پر اس نے اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیئے‘ گجرے اور آئس کریم دیکھ کر ان کی پیشانی پر لکیریں نمودار ہوئی اور کچھ ناگواری سے بولے۔

”نو تھینکس۔“ اور وہ جیسے ہوش میں آگئی۔ فوراً ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے قصداً ہنس پڑی۔ پھر ان کے سامنے بیٹھ کر گجرے کلائیوں میں سجاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

”خان آپ کو آئس کریم پسند نہیں ہے؟“ وہ کوئی جواب دیئے بغیر اپنے کمرے میں چلے گئے تو وہ ہرٹ ہوکر اپنی کلائیاں دیکھنے لگی‘ دھیمی دھیمی مسحور کن خوش بو اس کے چاروں اور پھیل رہی تھی۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے سر صوفے کی بیک پر ٹکالیا۔ کیسی خاموشی تھی‘ گہرا سکون‘ اچانک اس کا دل چاہا زور زور سے ہنسے پھر خود سے کہے ”یہ کیا حماقت ہے۔“

”حماقت ہی تو ہے۔“ اس نے سوچا اور آصف جاہ کو آتے دیکھ کر ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

”واؤ......“ آصف جاہ اس کی کلائیوں میں گجرے دیکھ کر خوش گوار حیرت میں گھر گیا۔ ”بہت خوب صورت لیکن افسوس خان انکل بالکل تعریف نہیں کریں گے۔“

”تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ تعریف کرچکے ہیں۔“ اس نے محض اپنا بھرم رکھنے کی خاطر مبالغہ آرائی کی اور فوراً اٹھ کر ملازمہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا جو وہ خان جنید کے لیے لے جارہی تھی۔

”آصف کو چائے دے دو۔“ وہ ملازمہ سے کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ خان جنید ٹیبل پر کوئی فائل کھولے بیٹھے تھے۔ اس کی نظریں ان کے جھکے ہوئے سر سے ہوتی ہوئی ان کے ہاتھوں پر جا ٹھہریں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سلگتا ہوا سگریٹ تھا اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں پین۔ یہ حقیقت تھی کہ اس شخص کا ہر انداز جداگانہ اور اٹریکٹو تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتب بھی اسے اپنی طرف متوجہ رکھتا تھا۔ جب ہی تو اپنی گزشتہ زندگی کا جو باب اس نے بند کردیا تھا‘ اسے کھولنے کا کبھی خیال تک نہیں آیا تھا‘ بہرحال اس نے سبک روی سے قریب جاکر چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا تو انہوں نے فوراً سر اونچا نہیں کیا اور اس نے محسوس کیا ان کی نظریں فائل سے ہٹ کر اس کی کلائیوں پر ٹھہر گئی تھیں۔ اس کا دل یکبارگی مچلنے لگا۔

”تم کھڑی کیوں ہو‘ بیٹھ جاؤ۔“ ان کے ٹوکنے پر جہاں وہ چونکی وہاں مچلتا ہوا دل بجھ کر رہ گیا۔ کس قدر کٹھور پن کا مظاہرہ کررہے تھے۔ کم از کم اس کا دل رکھنے کی خاطر ہی اس کی نہ سہی گجروں کی تعریف کردیتے۔ وہ دکھ سے سوچتے ہوئے اپنی جگہ پر جاکر لیٹ گئی اور ایک ایک کلی نوچ کر پھینکنے لگی۔ انہوں نے دیکھا ضرور لیکن ٹوکا نہیں البتہ جب

اس نے آنکھوں پر بازو رکھا تب فوراً پکار کر پوچھنے لگے۔
"صبا سو رہی ہو کیا؟" اس نے جواب نہیں دیا تو اٹھتے ہوئے بولے۔
"چلو پہلے کھانا کھالو پھر سونا۔"
"مجھے بھوک نہیں ہے آپ کھالیں۔" اس نے آنکھوں پر سے بازو نہیں ہٹایا۔
"تو جاؤ رئیس سے کہو کھانا لگادے۔" ان کا مقصد غالباً اسے اٹھانا تھا۔
"آپ خود کہہ دیں۔" اس تمام عرصے میں پہلی بار ان کی بات ماننے سے انکار کیا اور فوراً کروٹ بدل گئی تو اسے اپنے وجود پر ننھی ننھی چیونٹیاں رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ یہ یقیناً ان کی نظریں تھیں، پھر وہ کمرے سے نکل گئے اس کے بعد دوبارہ پتا نہیں کب آئے، کیونکہ وہ تو بہت دیر تک جاگتی رہی تھی اور وہ اس کے سونے کے بعد ہی آئے تھے۔
صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو انہیں کارپٹ پر بکھری موتیے کی کلیاں چنتے دیکھ کر اسے حیرت کے ساتھ شرمندگی بھی ہوئی، فوراً اٹھتے ہوئے بولی۔
"آپ رہنے دیں خان میں سمیٹ لوں گی۔" انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں ساری کلیاں سمیٹ کر کھڑے ہوئے اور اس کی طرف دیکھے بغیر بولے۔
"یہ تمہاری کلائیوں میں اچھے لگ رہے تھے۔"
"تھینک یو۔" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
اور اسی شام خان جنید ٹی وی پر اپنے مطلب کی کوئی ڈاکومنٹری فلم دیکھ رہے تھے کہ اس نے جان بوجھ کر چینل بدل دیا۔ انہوں نے ایک نظر اسے دیکھا پھر کچھ کہے بغیر اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے لگے کہ وہ فوراً پکار کر بولی۔
"خان آئی ایم سوری۔ میں نے خیال نہیں کیا۔"
"کس بات کا؟" وہ جانے سمجھے نہیں یا قصداً انجان بنے تھے۔ "آپ یہ مووی دیکھ رہے تھے۔" اس نے کہتے ہوئے دوبارہ چینل بدلا تو وہ ایک نظر اسکرین پر ڈال کر بولے۔
"نیور مائنڈ تم جو دیکھنا چاہو۔"
"میں یہی دیکھوں گی۔" اس نے کہا تو انہوں نے ذرا سا کندھے اچکائے اور آکر بیٹھے ہی تھے کہ بالکل غیر ارادی طور پر اس نے پھر چینل بدل دیا۔ تب وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔
"تم شاید مجھے اپنے ساتھ چلانا چاہتی ہو۔ آئی ایم سوری صبا یہ بہت مشکل ہے۔" وہ حیران ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔
"اس وقت جو تمہاری سوچیں اور شوق ہیں اور جن موسموں کی تم اسیر ہو وہ سب میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں لیکن تم پر کوئی جبر نہیں جو دل چاہے کرو...... اوکے۔" وہ اس کا کندھا دبا کر اٹھ گئے اور ان کے پیچھے وہ کتنی دیر تک گم صم بیٹھی رہ گئی تھی۔

●♥●......●♥●......●♥●

پھر کتنے دن گزر گئے۔ وہ خان جنید کی باتوں کو سمجھ کر کمپرومائز کرنے کی بجائے ان سے ضد باندھ بیٹھی جیسے انہوں نے کہا تھا کہ جو دل چاہے کرو اور اس کا جو دل نہیں چاہتا تھا وہ کرنے لگی۔ یعنی جہاں وہ گھر میں داخل ہوتے وہ اونچی آواز میں ڈیک لگا دیتی اور حقیقتاً اس نے ہندی فلموں کو کبھی پسند نہیں کیا تھا اب خود پر جبر کرکے وہی دیکھنے بیٹھ جاتی، ساتھ بنٹی کو بھی بٹھا لیتی تھی۔
اس صبح ناشتے کی ٹیبل پر وہ مسلسل اخبار دیکھنے میں لگے رہے۔ اس کی ہر بات کے جواب میں ہوں ہاں سے زیادہ کچھ نہیں کہا تب محض انہیں متوجہ کرنے کی خاطر اس نے چائے کا کپ اٹھاتے ہی قصداً ہاتھ سے چھوڑ دیا تو آواز پر وہ اخبار رکھتے ہوئے بولے۔
"کیا ہوا؟" پھر ٹیبل پر چائے گری دیکھ کر خود ہی سمجھ کر رئیس کو پکارا اور اس کے آنے پر کہنے لگے۔
"ٹیبل صاف کرو اور بیگم صاحبہ کے لیے اور چائے لے آؤ۔"
"نہیں بس۔" وہ اسی قدر کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور غصے کا اظہار زور سے کرسی دھکیل کر کیا پھر پیر پٹختے ہوئے

ڈائننگ روم سے نکل آئی۔ کچھ دیر بعد وہ آئے تو ادھر ادھر دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"میرا بریف کیس کہاں ہے۔" اس نے جواب نہیں دیا تو قریب آ گئے۔

"کیا بات ہے کیوں اتنی کانشس ہو رہی ہو۔ چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ دوں۔"

"میرے گھر......!" اسے جھٹکا لگا۔ "یہی میرا گھر ہے۔"

"آئی مین تمہاری مدر کے گھر۔" انہوں نے تصحیح کی۔

"نہیں مجھے کہیں نہیں جانا۔" وہ ضد سے بولی تو وہ کچھ دیر اس پر نظریں جمائے کھڑے رہے پھر اسی خاموشی سے باہر نکل گئے تو وہ اپنے آپ الجھنے لگی۔ پتا نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔ ملازمہ کمرے کی صفائی کرنے آئی تو خوامخواہ اسے بھی ڈانٹ دیا پھر سیٹنگ روم میں آ کر بیٹھی تھی کہ اس کا سیل فون بجنے لگا۔ اسے پہلا خیال ثریا کا آیا جب ہی فوراً کال ریسیو کی تھی۔

"کیسی ہو؟" مانوس آواز تھی جس پر کبھی دل دھڑکتا تھا اب تنفر سے بھر گیا۔

"بہت اچھی، بہت خوش۔" سلگتا لہجہ تھا جب ہی اس نے ٹوکا۔

"جھوٹی ہو تم۔"

"ہاہا...... تم یہی سوچ کر خود کو بہلاتے رہو جاذب سلیم احمد۔" اس نے تمسخر اڑا کر کہا تو ادھر وہ خاموش ہو گیا۔

"کیوں فون کیا ہے اور میرا نمبر کہاں سے لیا؟" اس نے ٹوک کر پوچھا۔

"پھوپو سے۔" اس کے مختصر جواب پر وہ چڑ گئی۔

"کیوں کیا ضرورت آن پڑی۔"

"تو تمہارے خیال میں اب میں کسی ضرورت کے تحت ہی تمہیں فون کروں گا؟" اس کے لہجے میں طنز محسوس کر کے وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"ظاہر ہے، میری خیریت تو تمہیں مطلوب نہیں ہو گی۔"

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ تم نے اپنے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔ اب یہ مت کہنا کہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔" جاذب کچھ اور بھی کہتا کہ وہ بول پڑی۔

"تھے، بہت راستے تھے۔ ابھی بھی ہیں۔ تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سیل فون آف کیا۔

●♥●......●♥●......●♥●

باپ کے گھر آ کر بھی وہ تنہا تھی، کوئی مہربان آغوش نہیں تھی جس میں منہ چھپا کر وہ رو سکتی، بلال احمد نے اس کی آمد کو سرسری لیا اور لبنیٰ نے بھی رسمی جملے بول کر فارمیلٹی نبھائی تھی۔ مریم تو پہلے ہی الگ تھلگ رہتی تھی گو کہ اب اس میں بڑی تبدیلی آ گئی تھی۔ وہ اپنے کمرے بلکہ گھر تک محدود نہیں رہی تھی۔ اس کے پاس بیٹھتی ضرور تھی لیکن مسلسل اپنے سیل فون میں مصروف رہتی اور وہ جو اپنے ماحول سے فرار کی خاطر یہاں آئی تھی تو یہاں زیادہ پریشان ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اب کہاں جائے۔

"کوئی تو ہو۔" اس نے شدت سے آرزو کی اور شاید یہ قبولیت کی گھڑی تھی کہ اس کا سیل فون بجنے لگا۔ اس نے چونکے بنا کال پک کی تھی۔

"ہیلو!"

"نشاء، بیٹا تم نشاء ہو۔" کوئی خاتون بے قراری سے تصدیق چاہ رہی تھیں۔

"جی......" وہ ہنوز گم صم تھی۔

"بیٹا میں ثریا ہوں تمہاری امی۔"

"امی!" ہونٹوں کی بے آواز جنبش کے ساتھ ہی وہ جیسے کسی بھنور سے نکل آئی تھی۔

"امی...... امی آپ کہاں ہیں؟ امی...... میری امی۔" وہ تڑپ تڑپ کر پکارے گئی اور ادھر ثریا کا بھی یہی حال تھا۔

"میری بچی، میری جان، کیا تم میرے پاس آ سکتی ہو؟"

"ہاں ہاں میں آ رہی ہوں۔ ابھی آ رہی ہوں۔ آپ کہاں ہیں؟" اس کے آنسو بے تحاشا بہہ رہے تھے۔

پورے دھیان سے ایڈریس سمجھا اور کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل آئی گو کہ وہ اتنی پراعتماد ہرگز نہیں تھی نہ کبھی اس طرح گھر سے اکیلی نکلی تھی لیکن شاید لگن تھی یا یقیناً خدا کو ملن منظور تھا کہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ماما کی مہربان آغوش میں بلک بلک کر رو رہی تھی۔ ثریا اسے سمیٹنے میں خود بکھر رہی تھی۔ کتنی دیر بعد آخر ثریا اٹھ کر پانی لائیں اپنے ہاتھوں سے اسے پلایا اور بقیہ پانی اس کے منہ پر ڈال کر اپنے دوپٹے کے پلو سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگی تو وہ ان کے ہاتھ تھام کر کہنے لگی۔

"امی...... جب آپ کو میرا پتہ معلوم تھا تو پھر اتنی دیر کیوں کی؟"

"نہیں بیٹا...... مجھے کچھ پتا نہیں تھا کہ تمہارے ابو تمہیں کہاں لے گئے ہیں۔ وہ تو ابھی شاپنگ مال پر اچانک مسز زینب شاہ سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا' ان کے پاس تمہارا نمبر بھی تھا' بس میں نے فوراً گھر آ کر تمہیں کال کی۔" ثریا نے بتایا تو وہ گلاس وال سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہمارے گھر سے یہاں کا فاصلہ بہت زیادہ تو نہیں ہے پھر بھی کبھی ہمارا سامنا نہیں ہوا۔"

"مجھے یہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا بیٹا' زندگی تو میں نے کہیں اور گزاری ہے۔ تمہارے ماموں کے گھر......" اور ماموں کے گھر کے ساتھ ہی ثریا نے سارے ماہ وسال اس کے سامنے کھول کر رکھ دیئے۔ وہ حیرت کی تصویر بنی ایک ٹک انہیں دیکھے گئی۔

"تم بتاؤ بیٹا تم اچھی تو رہیں؟" ثریا نے اپنی داستان غم سنا کر اس سے پوچھا تو وہ چونک کر بولی۔

"جی۔"

"سچ بتاؤ۔" ثریا کو جانے کیوں یقین نہیں آیا اور وہ ایک پل کو ڈگمگائی لیکن فوراً سنبھل گئی کیونکہ وہ اپنی ماں کو جو ایک عمر دکھوں کی بھٹی میں سلگتی رہی تھی مزید دکھ نہیں دے سکتی تھی۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں امی' مجھے تایا ابو اور تائی امی نے اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا ہے۔ کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔ مجھے پڑھایا لکھایا اور پھر محسن کے ساتھ میری شادی کردی۔" سب سچ تھا بس ایک آخری سچ میں کڑواہٹ تھی۔

"تمہاری شادی ہوگئی؟" ثریا نے حیرت میں گھر کر اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔

"جی...... صبا کہاں ہے؟" اس نے مزید سوالوں سے بچنے کی خاطر پوچھا۔

"ہاں' میں ابھی اسے فون کر کے بلاتی ہوں۔" ثریا نے کہتے ہوئے سیل فون اٹھا کر صبا کو کال ملائی پھر اس کی آواز سنتے ہی بولی تھیں۔

"صبا' گھر آسکتی ہو تو فوراً آجاؤ بیٹا۔"

"ہاں ہاں سب خیریت ہے۔ بس تم آجاؤ۔" ان کی آواز کی کھنک سے ہی صبا نے کچھ اخذ کیا تھا۔

"خوشی کی ہی بات ہے۔ آؤ گی تو دیکھ لینا۔" ثریا نے سیل فون رکھ کر اسے دیکھا وہ بے دھیانی میں انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔

"آرہی ہے صبا۔ میں جلدی سے چاول پکالوں۔" ثریا عجلت میں اٹھ کر چلی گئیں۔ تب چونک کر وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور ثریا کے پیچھے جاتے جاتے اچانک رک کر اس نے محسن کو کال کی اور اس کی آواز سنتے ہی بے ساختہ خوشی کے اظہار کے ساتھ کہنے لگی۔

"مونی...... مونی میں اپنی امی کے پاس ہوں۔ مجھے میری امی مل گئی ہیں۔"

"ہاں...... اب میں کچھ دن ان کے پاس رہوں گی۔ میری بہن صبا بھی آرہی ہے۔"

"یہ سب میں آ کر بتاؤں گی۔ ٹھیک ہے۔" سیل آف کرتے ہی خود حیران ہوگئی اور سمجھ ہی نہیں پائی کہ وہ کس بات پر حیران ہو رہی ہے۔ کچھ باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ لاشعور سے شعور تک سفر کرنے میں وقت لگاتی ہیں۔ جب ہی وہ نہیں سمجھ پائی کہ لاشعوری طور پر وہ اپنی سب سے بڑی خوشی جس شخص کے ساتھ شیئر کر گئی ہے وہی اس کا اپنا ہے۔

ڈور بیل کی آواز پر وہ متوجہ ہوئی۔ ثریا نے کچن سے نکل کر دروازہ کھولا پھر صبا کو اندر آتے دیکھ کر وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔

"پہچانو اسے۔" ثریا نے قریب آ کر اس کی طرف اشارہ کر کے صبا سے کہا تو اس نے ابھی اس کی طرف دیکھا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"میں نشاء ہوں۔"

"نشاء۔" صبا نے غالباً تصدیق کے لیے ثریا کو دیکھا پھر چیخ نما آواز کے ساتھ اسے گلے لگایا تو محبت کے اس اظہار پر اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ کتنی دیر دونوں بہنیں کبھی گلے ملتیں کبھی ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگتیں پھر گلے ملتیں، ثریا دونوں پر نثار ہوئی جا رہی تھی۔

●♥●●......●♥●......●♥●

عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر ثریا بس گھنٹہ بھر ہی ان دونوں کے ساتھ بیٹھ سکی پھر سونے چلی گئی تو وہ دونوں ٹیرس پر آ بیٹھیں۔ اوائل دسمبر میں سمندری ہوا خاصی سرد تھی لیکن وہ دونوں گرم جوش باتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ وہ باتیں جو اکثر بہنیں بھی ایک دوسرے سے چھپا جاتی ہیں، اگر وہ دونوں شروع سے ساتھ ہوتیں تو کبھی یوں عیاں نہ ہوتیں لیکن دوریوں نے بے نام فاصلوں کو بھی مٹا دیا تھا۔ البتہ دونوں میں ایک فرق تھا، صبا صاف گو تھی اور نشاء مصلحتاً کہیں کہیں مبالغہ آرائی پر مجبور۔

"تمہیں جاذب کی محبت میں گزرے لمحے یاد نہیں آتے؟" نشاء نے پوچھا۔

"نہیں، محبت ہوتی تب ناں، میں تو بس اسے اکساتی ہی رہ گئی اور وہ مجھے جھوٹی تسلیاں دیتا رہا۔ محبت کا اظہار بھی کرتا تھا لیکن خدا کی قسم اس کے اظہار نے کبھی میرے اندر ہلچل نہیں مچائی تھی۔ اس کے برعکس میں مشکوک ہی رہی۔ وہ بزدل ہی نہیں جھوٹا بھی تھا جب ہی میری محبت کو نفرت سے بدلنے دیر نہیں لگی۔" صبا نارمل انداز میں بول رہی تھی۔

"اور سچ تو یہ ہے نشاء میں اس سے نفرت بھی نہیں کرتی۔ البتہ میرے اندر غصہ بھرا ہے۔ وہ بھی اپنے لیے نہیں امی کے ساتھ جو سلوک وہاں ہوا اس پر ابھی بھی میرا خون کھولتا ہے۔ اور میرا دل چاہتا ہے انہیں ایسا سبق سکھاؤں کہ یاد رکھیں، لیکن امی نہیں مانتیں، کہتی ہیں بس بھول جاؤ سب، کچھ بھی بھولنے والا نہیں ہے نشاء کچھ بھی بھولنے والا نہیں ہے۔" اس کے تنفر سے ظاہر ہو رہا تھا نشاء نے بات بدلی۔

"اچھا جنید بھائی کیسے ہیں؟"

"ہاہاہا۔" صبا بے ساختہ ہنس کر بولی۔ "لوگ انہیں انکل کہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ کچھ نہیں۔ "تمہیں امی نے نہیں بتایا۔ خان جنید کی تین اولادیں ہیں۔ بڑا بیٹا جمشید دو بچوں کا باپ ہے۔ پھر فریحہ ایک بیٹی کی ماں اور سب سے چھوٹا بنٹی تیرہ چودہ سال کا۔" صبا نے مزے سے بتایا پھر اس کی ہونقوں جیسی شکل دیکھ کر بولی۔

"پریشان مت ہو وہ کوئی ستر اسی سالہ بڈھے نہیں ہیں، دیکھنے میں صرف بنٹی کے پاپا لگتے ہیں۔ بہت ہینڈسم سوبر پرسنالٹی ہے ان کی۔"

"تم خوش ہو۔" نشاء جانے کیوں بجھ سی گئی تھی۔

"سچ بتاؤں، میں خوش ہونا چاہتی ہوں اور ہوتی بھی ہوں لیکن کبھی کبھی اچانک پتا نہیں کیا ہوتا ہے میرا اندر خالی خالی ہو جاتا ہے ایسے میں میں گھبرا جاتی ہوں۔" پٹر پٹر بولتی صبا کی زبان اب رک رہی تھی اور دور تاریکی میں ڈوبے سمندر پر نظریں ٹھہر گئی تھیں۔

"جاذب کا خیال آتا ہے۔" نشاء کے دھیرے سے پوچھنے پر بھی اسے جیسے کرنٹ لگا تھا۔

"ہرگز نہیں آئندہ اس کا نام مت لینا۔"

"چلو چھوڑو، یہ بتاؤ ابو جی سے ملنے کو دل چاہتا تھا؟" نشاء نے پھر فوراً بات بدلی۔

"بہت اور میں نے انہیں ڈھونڈنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن اب مجھے مایوسی ہو رہی ہے کہ جو تمہیں اپنے پاس نہیں رکھ سکے انہیں میں کہاں یاد ہوں گی۔ خیر اب میں ان سے اسی طرح ملوں گی جیسے وہ......" صبا نے کندھے اچکا کر

بات ختم کی پھر پوچھنے لگی۔
"تمہارے ساتھ تایا تائی نے کیا سلوک کیا؟"
"کوئی برا سلوک نہیں کیا۔" نشاء ہنس کر بولی۔
"چلو تم فائدے میں رہیں۔ خونی رشتوں نے بھرم رکھ لیا۔" صبا نے اپنی دھن میں کہہ کر پوچھا۔ "محسن کیسا ہے؟"
"اب تو بہتر ہے؟" وہ بے دھیانی میں کہہ گئی۔
"اب بہتر ہے مطلب؟" صبا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ ٹپٹا گئی۔
"میرا مطلب ہے پچھلے دنوں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"
"کیا ہوا تھا؟"
"وہی موسمی کھانسی بخار۔" اس نے بتا کر جھرجھری لی۔ "خنکی بڑھ گئی ہے صبا چلو اندر چلیں۔"
"ہاں چلو۔ سونا چاہیے ورنہ صبح امی ناشتے پر پکارتی رہیں گی۔" دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں پھر اندر جاتے جاتے نشاء نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ تاریکی میں سمندر بہت خوف ناک لگ رہا تھا۔

●♥●......●♥●......●♥●

محسن ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ساجدہ بیگم کو یہ بتائے یا نہیں کہ نشاء اپنی امی کے گھر ہے کہ وہ خود آ کر پوچھنے لگیں۔
"نشاء کب آئے گی بیٹا؟"
"آ جائے گی امی۔" وہ ابھی بھی گومگو میں تھا۔
"آ تو جائے گی میں پوچھ رہی ہوں کب تک آئے گی؟ کتنے دنوں کا کہہ کر گئی تھی تم سے؟" ساجدہ بیگم جانے کیوں پریشان ہو رہی تھیں۔
"دنوں کی بات تو نہیں ہوئی تھی امی بس وہ جانا چاہتی تھی میں نے بھیج دیا۔" اس نے بتایا تو وہ زچ ہو کر بولیں۔
"شاباش ہے بیٹا۔ اس کا مطلب ہے تم خود ہی اس سے جان چھڑانا چاہتے ہو۔"
"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں امی۔ میں اپنی جان سے جان چھڑانا چاہوں گا۔"
"تو بیٹا تمہیں پوچھنا تو چاہیے تھا بلکہ کہنا چاہیے تھا کہ جا رہی ہو تو جلدی واپس آنا۔" ساجدہ بیگم نے نرم پڑ کر کہا۔
"اصل میں امی نشاء چچا جان کے گھر نہیں ہے۔ وہ اپنی امی کے پاس ہے۔" وہ بتا کر ان کا چہرہ دیکھنے لگا جو اچانک رنگ بدل گیا تھا۔
"ثریا کے پاس وہاں کیسے پہنچ گئی؟"
"پتا نہیں یہ تو وہ آ کر بتائے گی۔" وہ کہہ کر پوچھنے لگا۔
"آپ پریشان کیوں ہو گئیں امی۔"
"پریشانی کی بات ہے تمہارے ابو کو پتا چلا تو......" جلال احمد کو آتے دیکھ کر ساجدہ بیگم ایک دم خاموش ہو گئیں لیکن وہ ان کی بات سن چکے تھے۔
"کیا پتا چلا مجھے کیا ہوا ہے؟" جلال احمد نے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا تو ساجدہ بیگم خائف ہو کر محسن کو دیکھنے لگیں۔
"اسے کیا دیکھ رہی ہو۔ میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔" جلال احمد مزید تیز ہوئے تو محسن بول پڑا۔
"کچھ نہیں ہوا ابو۔ نشاء اپنی امی سے ملنے گئی ہے۔"
"کیا؟" جلال احمد کی پیشانی پر بے شمار شکنیں پڑ گئی تھیں۔ "تم نے تو بتایا تھا بلال کے ہاں گئی ہے۔"
"جی وہیں گئی تھی پھر وہاں سے ثریا چچی کے پاس چلی گئی۔" محسن کے اطمینان سے کہنے پر جلال احمد کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر جیب سے سیل فون نکال کر بلال احمد کو کال ملائی۔
"ہاں بلال نشاء کو اس کی ماں کے گھر تم نے خود بھیجا ہے۔" پھر دوسری طرف کی بات سن کر کہنے لگے۔
"نہیں...... مجھے ابھی محسن نے بتایا ہے۔ برا مت ماننا بلال تمہاری بیٹی بہت خود سر ہو گئی ہے۔ محسن کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگی ہے۔"
"مجھ سے پوچھے تو میں منع کروں وہ محسن کو بتا کر جاتی ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" انہوں نے سیل آف کر کے ساجدہ بیگم کو دیکھا تو وہ کہنے لگیں۔

"کیا ضرورت تھی بلال کو بتانے کی۔"
"وہ اس کے گھر سے گئی ہے اور اسے پتا نہیں۔ اس کے علم میں ہونا چاہیے تا کہ کل کو کوئی بات ہو تو ہمیں الزام نہ دے۔" جلال احمد کہہ کر کمرے سے نکل گئے تو ساجدہ بیگم فوراً محسن سے بولیں۔
"مونی' نشاء کو فون کرو اسے کہو فوراً آ جائے۔"
"آ جائے گی امی' وہ کہہ رہی تھی ایک دو دن میں آ جائے گی۔" وہ عاجز ہو رہا تھا ساجدہ بیگم پھر زچ ہو گئیں۔
"ایسا کیا گھول کے پلا دیا ہے نشاء نے تمہیں کہ تم اب مجھ سے جھوٹ بولنے لگے ہو۔ میں مانتی ہوں تم نے نشاء کو فون کیا ہوگا لیکن تمہاری اس سے بات نہیں ہوئی۔"
"جی...... وہ اس کا سیل آف تھا۔" وہ جز بز ہوا۔
"کیوں...... کیوں آف کر رکھا ہے اس نے اپنا سیل فون۔ کیا سارے تعلق توڑ کر گئی ہے وہ جو رابطے بھی توڑے بیٹھی ہے؟"
"اوہو' ایسا کچھ نہیں ہے امی۔" وہ جھنجلا۔ "وہ بس ایک ہی روٹین سے گھبرا جاتی ہے۔ آپ احسن بھائی کی شادی کیوں نہیں کرتیں۔ گھر میں ایک اور لڑکی آ جائے گی تو نشاء بھی بہل جائے گی۔"
"ہاں لیکن......" ساجدہ بیگم سوچ میں پڑ گئیں۔
"بس اب آپ احسن بھائی کے لیے لڑکی دیکھنے کی مہم شروع کر دیں۔" محسن نے کہا تو وہ اسی سوچتے انداز میں بولیں۔
"احسن مانے تب ناں۔"
"کیوں' احسن بھائی کیا کہتے ہیں؟" اس نے فوراً پوچھا۔
"ابھی نہیں' بس اس کی ایک ہی رٹ ہے۔ ابھی نہیں۔ پتا نہیں کیا سوچ رکھا ہے اس نے۔" وہ اب احسن کے لیے فکر مند ہو رہی تھیں۔
"میں بات کروں گا بھائی سے بلکہ انہیں مناؤں گا دیکھئے گا وہ میری بات نہیں ٹالیں گے۔" محسن نے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

●♥●......●♥●......●♥●

سرکش لہروں کو پیچھے چھوڑتی وہ دونوں بینچ پر آ بیٹھیں۔ شام ابھی پوری طرح نہیں اتری تھی۔ ویک اینڈ کے باعث ساحل کی رونق بڑھتی جا رہی تھی۔ نشاء کی نظریں نارنجی گولے کے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ شاید وہ اسے ڈوبتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی جب ہی ہر طرف سے بے نیاز ہو گئی تھی کہ اچانک صبا اس کا بازو ہلا کر بولی۔
"نشاء' دیکھو کتنا خوب صورت کپل ہے۔" نشاء اس کے اشارے کی سمت دیکھتے ہی چونک کر بے ساختہ بولی تھی۔
"یہ تو مریم ہے۔"
"مریم؟" صبا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ رک کر بولی۔
"ہماری بہن۔"
"مطلب سوتیلی بہن۔" صبا نے فوراً سمجھ کر کہا۔
"ہاں' یہ ابو کی دوسری بیوی سے ہے جن کا شاید اس کی پیدائش پر ہی انتقال ہو گیا تھا۔ اس نے بتایا تو صبا نے افسوس کے ساتھ پوچھا۔
"اوہ...... ان کے بعد ابو نے تیسری شادی کی؟"
"ہاں' مجھے تائی امی نے نہیں بتایا تھا۔ مریم سے پتا چلا' بے چاری بہت اکیلی تھی۔ لیکن اب یہ اس کے ساتھ پتا نہیں کون ہے؟" نشاء پھر مریم اور ریان کو دیکھنے لگی جو سست روی سے لہروں کی طرف بڑھ رہے تھے۔
"کوئی کزن ہوگا۔" صبا نے بے نیازی سے کہا تب ہی اس کے سیل فون کی ٹون بجنے لگی تو اسکرین پر خان' دیکھ کر اس نے کال ریسیو کی۔
"جی خان صاحب۔"
"ابھی۔"
"اوکے۔" وہ سیل آف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"چلو نشاء خان صاحب آ رہے ہیں۔"
"تمہیں لینے؟" نشاء نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ ذرا

ساہنسی پھر کہنے لگی۔
"لانے لے جانے کا کوئی سلسلہ تو نہیں ہے۔ مطلب میں خود ہی آتی جاتی ہوں پھر بھی اگر انہوں نے کہا تو چلی جاؤں گی یا نہ جاؤں؟"
"نہیں ضرور جاؤ۔" نشاء بے ساختہ کہہ گئی۔
"تم تو ابھی رہو گی ناں؟"
"ہاں ابھی تو میں نے امی سے جی بھر کے باتیں بھی نہیں کیں۔"
"ٹھیک ہے پھر میں جلدی آؤں گی۔" دونوں باتیں کرتی ہوئی گھر پہنچیں تو ثریا چائے پر کافی اہتمام کرچکی تھیں۔
"جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آجاؤ میں چائے نکالتی ہوں۔" ثریا نے انہیں دیکھتے ہی کہا۔
"ابھی رک جائیں امی' خان صاحب آرہے ہیں۔" صبا کہتے ہوئے سیدھی واش روم چلی گئی اور نشاء نے کچن کا رخ کیا۔
پھر خان جنید کے آنے پر ہی نشاء چائے لے کر آئی تھی باقی لوازمات اس نے پہلے سے ہی ٹیبل پر رکھ دیئے تھے۔
"خان' یہ میری بہن ہے نشاء۔" صبا نے اس کا تعارف کرایا۔
"السلام علیکم۔" نشاء اب حیران نہیں مرعوب تھی۔
"آپ کہاں ہوتی ہیں؟" خان جنید نے سلام کا جواب سر کے اشارے سے دے کر پوچھا تو نشاء بے اختیار بولی۔
"اپنے گھر۔" انہوں نے مسکرا کر چائے کا کپ اٹھایا۔
پھر ثریا کا اصرار تھا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر جائیں لیکن انہوں نے سہولت سے منع کردیا۔
چائے کے بعد کچھ دیر بیٹھے پھر صبا کو چلنے کا اشارہ کیا تو اس نے ثریا سے اجازت لی اور نشاء سے پھر جلدی ملنے کا کہہ کر ان کے ساتھ باہر نکل آئی۔
"میرا خیال تھا آپ مجھے بھول گئے ہوں گے۔" صبا نے گاڑی میں بیٹھتے ہی کہا تو وہ حیران ہوئے۔ "یہ خیال کیوں آیا تمہیں؟"
"پتا نہیں' لیکن آیا ضرور۔" اس کی صاف گوئی پر وہ ذرا سا مسکرائے پھر گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولے۔
"کوئی اپنی چیز کو بھی بھولتا ہے۔" اور اس کے اندر باہر یہاں وہاں ہر طرف دھنک رنگوں کی برسات اتر آئی تھی۔ کتنا مبہم سا اظہار تھا' گھر آنے تک وہ ان چند لفظوں کے سحر میں گرفتار رہی تھی۔
"کہاں چلی گئی تھیں؟" وہ جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئی آصف جاہ نے اسے دیکھ کر یوں پوچھا جیسے مسلسل اسے کھوجتا رہا ہو۔
"افق کے اس پار۔" اس نے کھلتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو پوچھنے لگا۔
"کس کے ساتھ؟"
"ظاہر ہے خان کے ساتھ اور ابھی وہ مجھے وہیں سے لے کر آرہے ہیں۔" اس نے کہتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا خان جنید آرہے تھے۔ جیسے ہی قریب آئے آصف جاہ انہیں سلام کرکے بولا۔
"انکل یہ آپ نے بہت اچھا کیا' خاتون خانہ کو لے آئے ان کے بنا گھر بہت سونا سونا لگ رہا تھا۔"
"ہوں۔" خان جنید کی آواز صرف اس نے سنی اور ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی۔
ابھی کچھ دیر پہلے خان جنید کے مبہم سے اظہار نے اسے جتنا سرشار کیا تھا اتنا ہی آصف جاہ کا بے ساختہ اور برملا اظہار پریشان کررہا تھا۔
"ان کے بنا گھر بہت سونا سونا لگ رہا تھا۔"
(جاری ہے)

رنگوں میں ایک رنگ تری سادگی کا رنگ
ایسی ہوا چلی کہ وہ رنگت نہیں رہی
باتوں میں ایک بات، تری چاہت کی بات
اور اب یہ اتفاق کہ چاہت نہیں رہی

اس گھر میں دلہن بن کے آئے اسے ہفتہ ہو چلا تھا اب تو گھر کے اکا دُکا مہمان بھی رخصت ہو گئے تھے۔ بڑی نند رات کو کینیڈا کے لیے فلائی کر گئی تھی اور دونوں چھوٹی نندیں بھی اپنے اپنے سسرال اپنے تحفہ تحائف بمعہ نیگ خوشی خوشی سدھار چکی تھیں۔

گھر کی فضا میں سکون اور ٹھہراؤ آ چکا تھا اور اسے قدرے بے رونقی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ ناشتے کی میز پر گئی تو ساس صاحبہ اپنی اولین روز کی سرد مہری سمیت طرح طرح کے لوازمات ٹیبل پر لگا رہی تھیں۔ وہ سلام کر کے زوار کے سامنے بیٹھ گئی جو پہلے سے ناشتے کی طلب میں وہاں آ بیٹھا تھا' بھوک کا کچا جو تھا۔

"کتنا تکلف کر لیا آپ نے امی جان! ہم تین بندے اتنا کچھ کہاں کھا پائیں گے۔" اس نے نہاری کی ڈش اپنے سامنے رکھی طرح طرح کی خوشبوئیں اس کی خوش مزاجی کو عروج تک پہنچا رہی تھیں۔

"دلہن تکلفات تو لازمی ہیں' بہوؤں کے لیے جتنا بھی کر لو کم ہی ہوتا ہے۔" بر فیلے لہجے سمیت بہت عجیب سا جملہ سماعت میں اترا اس نے نظریں اٹھا کر ان کے سپاٹ چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ جوس کا جگ رکھ رہی تھیں' منتظر تھی کہ وہ بیٹھیں تو ناشتا شروع کرے۔ زوار تو پورا پورا انصاف کر رہا تھا پر وہ کمرے کی طرف مڑ گئی تھیں۔

"سنیں......" اس نے اسے مخاطب کیا۔

"امی کمرے میں جا رہی ہیں' ناشتا نہیں کریں گی کیا؟" اس کی ہمت نہیں ہوئی کہ براہ راست ان سے پوچھے اس لیے زوار کا سہارا لیا اس نے پکارا۔

"امی......" وہ جاتے جاتے بغیر مڑے رکی تھیں۔

"آپ ناشتا نہیں کریں گی' کمرے میں کیوں جا رہی ہیں؟"

"میں کمرے میں کروں گی تم لوگ کرو آرام سے ہنسی خوشی۔" ایک اور سہلا کر زخم لگانے والا جملہ سماعت سے ٹکرایا۔ زوار نے اس کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر قدرے معاملے کو سنبھالنا چاہا۔

"تم ناشتا کرو' امی کی طبیعت جب نارمل نہیں ہوتی تو وہ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیتیں ہیں' تھوڑی دیر

بعد جب سیٹ ہوں گی تو خود ناشتا کرلیں گی۔"

"زوار...... وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن جب سے میں اس گھر میں آئی ہوں امی کے چہرے پر مسکراہٹ کی ایک رمق بھی نہیں دیکھی۔ پتا نہیں کیا بات ہے حالانکہ انہوں نے ہی مجھے پسند کیا تھا' کوئی ہماری لومیرج بھی نہیں جس کا انہوں نے اثر لے لیا ہو۔"

"ارے تم بھی نا' معاملے کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہو۔" وہ ہنسا۔ "بھئی بڑھاپا اور بیماری مزاج کو ایسے ہی تباہ و برباد کردیتے ہیں' امی کئی سالوں سے شوگر اور بلڈ پریشر میں مبتلا ہیں دونوں کی کمی بیشی ان کے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا کردیتی ہے۔ تم سمجھنا سیکھو انہیں' آہستہ آہستہ ان کے موڈ کی عادی ہوجاؤ گی تم۔"

"تمہیں پتا ہے میری ممی ایک حصے سے مفلوج ہیں' اس کے باوجود ان کی ہمت اور قوت ارادی انہیں مسکراہٹ عطا کرتی ہے اور بے وہ تحاشا بولنے کی بھی کوشش کرتی ہیں خواہ کسی کو سمجھ میں آئے یا نہیں۔ مجھے نہیں لگتا امی کی خوش مزاجی' صحت مندی کی مرہون منت ہے۔"

"اف اوہ...... تمہاری بحث میں یہ انڈوں کا حلوہ اور نہاری یخ بستہ ہوئے جارہے ہیں۔ تمہیں سوچنے سے کوئی نہیں روک سکتا' مجھے تو آج سے آفس جوائن کرنا ہے اس لیے ڈٹ کر ناشتا کرنا ہے۔" اس نے بھرپور انصاف کرنا شروع کیا۔

"اور ویسے بھی...... نئی دلہن کو اپنے شوہر کے متعلق زیادہ سوچنا چاہیے نہ کہ ساس کو۔" ذومعنی جملے پر وہ نظریں جھکا گئی لیکن اندر کی الجھن سلجھ نہ سکی۔

ساس کا یہ رویہ اس کی سوچ کے برعکس نہ تھا' یہ پتا تھا کہ ساس کبھی ماں اور بہو بیٹی نہیں بن سکتی لیکن ابتدا میں ہی یہ پیچیدہ اطوار اس کی سمجھ سے باہر تھے۔ شروع میں تو ساسوں کو بہوؤں پر نثار ہوتے دیکھا اور سنا تھا بعد میں کچھ بھی ہو لیکن ابتدائی زمانہ پر بہو کے لیے پیار بھرا ہی ہوتا ہے اور وہ بھی اس گھر کی اکلوتی بہو بن کر آئی تھی۔ کچھ الگ معاملات اور رویے کی خواہش مند تھی وہ پر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

ساس زیادہ تر اپنے کمرے میں ہی بند رہتیں اور وہ کچن لاؤنج' کمرے' ڈرائنگ روم میں بولائی بولائی پھرتی۔ اتنی خاموشی کی عادت نہیں تھی' دل چاہتا کوئی بات کرنے والا ہو اب یہ اس کا گھر تھا وہ اس کے تمام معاملات میں بولنا چاہتی تھی' سمجھنا چاہتی تھی۔ کچھ گھریلو امور پورے خلوص کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہتی تھی پر وہ اس کے ساتھ بات ہی بہت کم کیا کرتی تھیں تو وہ اپنی خواہشات کیا بتاتی' ابھی تک تو کچن کے امور سے انہوں نے اسے دور رکھا ہوا تھا۔ جب طرح طرح کی ڈشز کھانے کے ٹائم ٹیبل پر رکھا کرتیں تو اسے عجیب طرح کی شرمندگی آن گھیرتی۔ ایک دن اس سے رہا نہ گیا جب وہ گرم گرم چکن فرائیڈ رائس کی ٹرے اس کے سامنے رکھ رہی تھیں۔

"امی...... آپ مجھے بھی کچھ کرنے دیا کریں' بہت عجیب سا لگتا ہے جب آپ کوکنگ کرتی ہیں۔ میں آپ جیسا لذیز اور ذائقہ دار تو نہیں پکا سکتی لیکن آپ کی مدد تو کر ہی سکتی ہوں اس طرح مجھے بھی پکانا آجائے گا آپ جیسا۔" بہت مٹھاس بھرے لہجے میں وہ گویا ہوئی' جواباً وہی عجیب سی اجنبی نظروں کا سامنا اسے کرنا پڑا جو اسے تذبذب سے ہمکنار کرتا ہوا اس کی ہمت توڑنے لگا۔

"آپ نے تو ابھی تک کھیر میں بھی ہاتھ نہیں ڈلوایا ہے' ایسا برتاؤ تو مہمانوں کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ میں اس گھر کی فرد ہوں۔"

"بہوئیں مہمان ہی ہوتی ہیں' نہ سمجھا جائے تو بن جاتی ہیں اس لیے بہتر ہے کہ میں اپنی حد میں رہوں۔" انہیں سمجھنے میں وہ پوری آنکھیں وا کیے ان کے لہجے اور جملے کی چبھن کو محسوس کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

کہاں اس سے غلطی ہوگئی تھی کچھ سمجھ میں نہ آیا جب ابتدائیہ اتنا سنگین ہے تو انتہا خدا جانے کیا ہوتا۔ لوگ تو بڑے سے بڑا قصور کرکے دندناتے ہیں وہ بغیر گناہ کے مصلوب ہورہی تھی۔ یہ نہیں کہ پہلے کسی بہو کی تجربہ کاریوں کا شکار وہ رہی ہوں جب وہ ہی پہلی بہو تھی اور آخری بھی۔

کیا ان کی دونوں بیٹیاں بھی اسی سلوک کا شکار ہوں گی کیونکہ انہیں بھی تو کسی کی بہو ہونے کا شرف اصل ہے وہ تلخ گھونٹ بھر کر رہ گئی۔

یہ نہیں کہ وہ اس کے کسی معاملات میں مداخلت کرتی تھیں وہ جو چاہتی پہنتی' کھاتی پیتی' اپنی مرضی سے سوتی جاگتی جہاں چاہتی گھومتی پھرتی۔ کبھی روایتی ساسوں کی طرح اس کے فعل پر ناقدانہ نگاہ انہوں نے نہیں ڈالی' کوئی روک ٹوک نہیں کیا۔ یہ افعال بھی تو قابل تشویش تھے کہ وہ اعتراض کا حق رکھتے ہوئے بھی اجنبی بن جاتیں۔ زوار سے ذکر کرتی تو وہ خاموش ہو جاتا' کبھی ہنس کے ٹال دیتا۔

"ارے اچھا ہے نا کہ تم ان کی نکتہ چینیوں کا شکار نہیں ہوتیں ورنہ ساسیں تو اعتراضات سے مار مار کر زندہ کرتی ہیں اور زندہ کر کے مارتی ہیں بہوؤں کو۔" اس نے خشمگیں نگاہوں سے گھورا۔

یہ اطمینان بخش رویہ نہیں' طوفان کا پیشہ خیمہ ہے جو اٹھے گا تو بہت کچھ تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ اس کا اٹل رویہ دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔ اس روز وہ چھوٹی نند کی شادی کا البم اٹھائے ساری تصاویر دیکھ رہی تھی' زوار پاس ہی لیپ ٹاپ پر کوئی کام کر رہا تھا۔ اس کی دونوں نندیں بہت خوب صورت تھیں' کینیڈا والی زیادہ خوش مزاج تھی اور چھوٹی کچھ ریزرو قسم کی کم گو لڑکی تھی۔ ایک سال قبل اس کی شادی ہوئی تھی' اس لیے سسرال والوں کے مزاج کے مطابق چلتی اور آنا جانا ذرا کم ہی ہوتا۔ اچانک دلہن کے ساتھ مسلسل ایک گریس فل خاتون کو دیکھ کر ٹھٹک گئی جب کلوز تصویر پر نگاہ پڑی۔

"آپ نے کبھی بتایا نہیں کہ آپ کی کوئی خالہ بھی ہیں۔"

"خالہ...... خالہ ہوں گی تو بتاؤں گا نا۔" اس کی نگاہیں مسلسل کام پر مرکوز تھیں۔

"تو پھر یہ خوب صورت سی خاتون کون ہیں؟" اس نے البم آگے کی۔ "یہ امی کی ہم شکل کون ہیں پھر؟"

"حیرت ہے تم پر بھی۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے ہنسا۔ "بھئی یہ امی ہی ہیں' شکر ہے ان کے سامنے اس قسم کے معرکتہ الآ خیالات کا اظہار تم نے نہیں کیا ورنہ وہ جانے کیا سوچتیں؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں یہ بات تو آپ نے صحیح کہی ان کی سوچوں پر تو کسی کا پہرا نہیں جانے کیا کیا سوچتی رہتی ہیں' بہر حال یہ بات قابل غور ہے کہ ایک سال پہلے اور اب والی امی میں بہت فرق ہے اور تم خود غور کرو' کہاں یہ خوشی لباسی' آرائش' چہرے کی تازگی اور کہاں اب سنجیدہ اور سپاٹ چہرے والی خاتون' لگ رہا ہے ایک سال بعد کی نہیں دس' پندرہ سال آگے کی ہیں امی جان کی حالت اور تو اور ہماری شادی پر بھی کیسے روکھے پھیکے انداز میں انہوں نے شرکت کی ہے جیسے بیٹی وداع کر رہی ہوں' بیٹے کا سہرا نہیں سجا رہی ہیں۔" عجیب تذبذب والی سچوئشن تھی۔

وہ اس اسرار کو کھولنا چاہتی تھی کہ بیٹے کی شادی کے بعد انہوں نے پژمردگی کی چادر کیوں اوڑھ لی؟ مائیں تو بیٹوں کے سر پر سہرا دیکھنے کی متمنی ہوتی ہیں۔ ہزار ارمان ان کے بیٹے سے وابستہ ہوتے ہیں یہ کیسی ماں تھیں جنہیں اس شادی سے کوئی خوشی نہیں ملی۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ پوشی ہو رہی تھی' خود سے ان کی ناپسندیدگی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ کون سا زوار کی پسند تھی ایک جاننے والی نے یہ رشتہ کرایا تھا۔ امی جب اسے دیکھنے آئیں بھی تو بہت سنجیدہ اور کم گو لگی تھیں۔ وہ سمجھی یہ ان کے مزاج کا عنصر ہے لیکن نہیں وہ تبدیل ہوئی تھیں بغیر اس سے کسی لڑائی جھگڑے اور بحث و مباحثہ کے وہ لیے دیئے انداز میں رہنے لگی تھیں۔

❀......❀......❀

ایک دن ساتھ والی آنٹی ان سے ملنے آ گئیں وہ انہیں چائے وغیرہ دے کر دوبارہ کچن میں آ گئی تھی اب کچھ نہ کچھ کام زبردستی وہ سر انجام دیا کرتی تھی جس پر ان کی پیشانی پر کچھ بل ضرور پڑ جاتے لیکن زبان سے کچھ نہ کہا کرتیں' یہ بھی غنیمت تھا اس کے لیے۔ ایک بار اتفاقیہ ڈرائنگ روم کی طرف آئی تو عجیب ہی منظر دیکھا' وہ آنٹی

چشمہ آنکھوں سے ہٹا کر اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں اور امی خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے دوبارہ چشمہ آنکھوں پر جمالیا' مبادا ان کی بھیگی ہوئی آنکھیں وہ دیکھ لے پر امی اسے دیکھ نہ پائیں اسی لیے اپنی رو میں بولنے لگیں۔

''آپ کو کس نے کہا تھا بہو جیسی چیز سے توقعات وابستہ کرنے کو بہویں تو وہ سپر پاور ہوتی ہیں جو خون جگر سے پروان چڑھائے بیٹے کو پل بھر میں چھین کر فتح کا جشن مناتی ہیں اور سارا الزام بھی ماؤں پر ڈال دیتی ہیں۔'' اس کا وجود سناٹے میں آ گیا' پلک جھپکتے ہی وہ دروازے کی اوٹ میں ہوگئی کہ دیدہ دلیری سے ان کی باتیں نہیں سن سکتی تھی۔

''میں نے سوچا بھانجی ہے' گھر کو گھر سمجھے گی۔ مجھے بھی بڑھاپے کا آسرا مل جائے گا' بہن کی بیٹی سے اس لیے پورے ارمان کے ساتھ اسے بیاہ کرلائی لیکن وہ باقی دونوں بہوؤں کے ساتھ مل کر محاذ کھڑا کر رہی ہے۔ میرے مرحوم شوہر کی آخری نشانی یہ گھر بیچ کر تینوں بیٹے اپنا حق مانگ رہے ہیں' یہ بھی نہیں سوچ رہے میں کنواری بیٹی کو لے کر کہاں در در کی ٹھوکریں کھاتی رہوں گی اور ابھی سے یہ حال ہے کل کو مجھے کسی نے برداشت نہیں کیا تو کہاں جاؤں گی؟''

''یہی تو المیہ ہے بیٹوں کی ماؤں کا کہ بہوؤں سے کچھ زیادہ ہی توقعات لگا بیٹھتی ہیں۔ بھانجی' بھتیجیوں کو بیاہ کر لاتی ہیں کہ ان کی طرح گھر دار بن کر رہیں گی خاندانی لڑکیاں' پر بہو ہر حال میں بہو ہی بن جاتی ہے' بھانجی اور بھتیجیوں جیسے رشتے کی پاسداری کیسے بنا۔''

اتنا زہر اس رشتے کے خلاف ان کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ یہ ٹھیک تھا کہ اب ساس بہو کا رشتہ ماں بیٹی والا نہیں رہا تھا بلکہ شاید کبھی نہیں رہا ہوگا لیکن ہر دور میں اس خوب صورت رشتے کو نبھانے والی ساس اور اس رشتے کو عزت و وقار بخشنے والی بہو کہیں نہ کہیں ضرور ہے پھر امی کے دل میں اس رشتے کے خلاف اتنی گہری کائی کیوں جمی ہوئی تھی۔

کیوں اس کے گھر میں قدم رکھتے ہی وہ عمر رسیدہ عورتوں کی طرح اپنے آپ کو آرام بے زار تصور کرنے لگی تھیں۔ اپنی ذات کے خول میں انہوں نے خود کو کیوں بند کرلیا تھا؟

کیا انہوں نے اسے ان بہوؤں کی طرح سمجھ لیا تھا جو آتے ہی بیٹے اور اس کے گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں اپنے متعلق منفی سوچ بھی تو غلط تھی ان کی۔ مجھے سمجھنے کے بجائے ساری برائیاں میری ذات سے منسوب کرلیں۔ یہ بھی اچھی رہی' غصے سے اس کا دل بھر گیا۔ یہی غلط خیالات' غلط روش کو جنم نہ دے دیں' باغیانہ خیالات دماغ میں کلبلانے لگے۔ میری ذات کی نفی کرکے اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہی ہیں جو میں ہوں نہیں وہ مجھے سمجھ رہی ہیں۔ ساری رات انہی خیالات کی یورش میں گزر گئی۔

❁......❁......❁

''زوار بیٹا گھر کا کام کہاں تک پہنچا؟ تم ذرا آفس سے ہٹ کے اس مسئلے میں بھی دلچسپی لو۔ میں تو بھاگ دوڑ کر نہیں سکتی۔'' اس رات انہوں نے معمول سے ہٹ کے اپنے بیٹے سے کوئی بات کی۔

''میں روز آفس جاتے ہوئے اور واپسی پر چکر لگاتا ہوں جہاں ہدایات کی ضرورت ہوتی ہیں وہ دے دیتا ہوں۔ آپ فکر مت کریں ویسے بھی گھر اب اختتامی مراحل میں ہے' مزید کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو چھٹی والے روز لے آؤں گا۔''

''ہاں میں بھی یہی چاہتی ہوں جتنی جلد ممکن ہو رنگ و روغن بھی ہوجائے تاکہ اسے تمہارے سپرد کرکے خود پرسکون ہوجاؤں۔'' یہ تھا گفتگو کا لب لباب جس موضوع کو معمول سے ہٹ کے وہ سمجھی تھی وہ اس کی غلط فہمی تھی۔

''کیا بات کررہی ہیں آپ بھی امی! پہلے بھی میں نے آپ کو کہا ہے کہ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا پھر بھی آپ کی وہی ضد ہے پلیز ایسی باتیں مت کریں۔''

''لفظوں کے سہارے زندگی گزر جاتی تو انسان رشتوں کا محتاج بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو شکر ہے خدا کا میں انسان کی احتیاجات وقت سے پہلے جان گئی ہوں جو کام

کل لڑ جھگڑ کر ہونا ہے وہ عزت وآبرو کے ساتھ آج کیوں نہ ہوجائے۔"

"کون لڑ رہا ہے امی! چار مہینے تو ہوگئے ہیں ہمیں ساتھ رہتے ہوئے ابھی تک آپ مجھے سمجھ نہیں پائی ہیں۔" اب اس سے رہا نہ گیا۔

"میں تم سے بات نہیں کررہی اپنے بیٹے سے کررہی ہوں۔ تم پر میرا اختیار ہی کیا ہے جو کچھ کہوں گی۔"

"ہاں تو جس پر اختیار ہے اسی کو کیوں اپنے اختیارات سے بے دخل کررہی ہیں سارے فیصلے آپ خود سناتی ہیں ساری باتیں خود سے اخذ کرتی ہیں سامنے والے کے احساسات اور خیالات کی پروا کیے بغیر۔"

"زوار......" وہ خلاف معمول زور سے چلائی تھیں۔

"اسے کہو ہمارے معاملات میں نہ بولے۔"

"میں اسی گھر کی فرد ہوں اور ہر اس مسئلے میں بولنے کا حق رکھتی ہوں جو میری ذات سے وابستہ ہے۔ جس گھر میں آپ بھیجنا چاہ رہی ہیں کیا صرف زوار جائیں گے میں نہیں جاؤں گی تو یہ مجھ سے متعلق بات ہوئی کہ نہیں؟" وہ اپنے مزاج اور تربیت کے خلاف خود بھی چلا اٹھی۔ اب برداشت سے باہر ہوچلی تھی ان کی غلط فہمیاں......

"چلاؤ مت...... تمہیں جانا ہی ہے آج نہیں تو کل پھر کیوں نہ میں آج ہی اپنے بیٹے سے دستبردار ہوجاؤں اسی میں میری ناموس کی بقا ہے۔ اس عمر میں اپنی عزت کو سرعام رسوا کرنے سے بہتر ہے عزت واحترام کے ساتھ ہم الگ ہوجائیں ورنہ کل کو خود چھوٹی چھوٹی باتوں کو رائی کا پہاڑ بنا کر تم اپنے شوہر کے آگے پیش کرو گی اور میں بدنام ہوں گی میں یہ نہیں چاہتی۔"

"دیکھ لی آپ نے ان کے اندر کی بھڑاس وہ نظریہ پیش کررہی ہیں میرے متعلق جو میں نے سوچا بھی نہیں۔ اتنے غلط خیالات میرے متعلق رکھیں گی تو میں اس گھر میں "صحیح" بن کر کیسے رہوں گی۔ میری محبت اور خلوص تو بدگمانی کے سامنے کبھی سینہ سپر نہیں ہوسکیں گی۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں اول روز سے آج تک ساس کی بداعتمادی کا ہی سامنا کیا تھا پیار نہیں۔

"کومل...... امی کسی بری نیت کے تحت یہ سب باتیں نہیں کہہ رہی تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" اب زوار آگے بڑھا۔ امی کا دل بھی کچھ پسیجا تھا لیکن خود کو اس کے آنسوؤں کے آگے کمزور کرنے کا مقصد بے آبروئی تھی۔

"مجھے عزت کی ضرورت ہے محبت اور خلوص سے زیادہ بہت محنت سے اپنے آبرو کی حفاظت کی ہے۔ دو بیٹیوں کی شادی کی ہے آج تک میری اور بیٹیوں کی آوازیں چار دیواری سے بلند نہیں ہوئی ہیں اور اب بھی میں لڑائی جھگڑوں سے اپنے سر پر خاک نہیں ڈلوانا چاہتی اور کسی بری نیت سے بھی تمہیں الگ نہیں کررہی۔ بیٹا عزت سے اپنے گھر میں آباد کررہی ہوں۔" پہلی بار اپنے لیے بیٹا کا لفظ ان کی زبان سے سنا تھا۔

"یہ میرا ہی گھر ہے سن لیں غور سے کہ میں اس گھر سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" نہایت مضبوطی سے ادا ہوئے جملے کے آگے وہ لرز گئیں۔

"ٹھیک ہے پھر میں اس گھر سے چلی جاؤں گی تم لوگ یہیں آباد رہو۔" وہ بھی اپنے نام کی ایک تھیں اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ اپنے کمرے میں مقید ہوچکی تھیں۔ اس نے آنسوؤں سے بھری نگاہوں سے زوار کو دیکھا جس میں حد درجہ غصہ بھی شامل تھا وہ بے چارگی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

وہ آنسو پونچھتی پیر پٹختی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ کمرے میں اس رات زوار نے منانے کے لیے ہاتھ بڑھائے اس نے جھٹک دیئے کسی نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا۔

"اتنا ناراض نہیں ہوتے کون سا ہم جارہے ہیں اس گھر میں امی کو جو بولنا ہے انہیں بولنے دیا کرو تم ٹینشن مت لو۔"

"حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے جارہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں ٹینشن نہ لوں۔ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں آپ زوار کہ ماحول کی گمبھیرتا کا اثر ہی نہیں ہوتا آپ پر جو بہو خود مختارانہ زندگی گزارنا چاہتی ہیں انہیں تو ساسیں

اپنے دباؤ میں رکھتی ہیں اور جو یہ آزادی نہیں چاہتی اسے یہ نکالنا چاہتی ہیں مجھے سمجھ نہیں آتی انہیں مجھ سے کس بات کی چڑ ہے؟ کس بات کا خطرہ ہے میرے وجود سے جو ایسا کررہی ہیں؟" جواباً ایک سکوت سا زوار کے چہرے پر چھا گیا تھا جیسے کسی گہرے راز سے خود کو آزاد کرنا چاہتا ہو۔

"اب وہ کہہ رہی ہیں کہ ہم لوگ نہیں جائیں گے تو وہ خود چلی جائیں گی۔ زندگیوں کا تماشا تو وہ خود بنانا چاہ رہی ہیں اور اندیشوں میں مبتلا ہیں۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کومل! امی کا ڈر بے جا نہیں ہے۔" زوار کی آواز جیسے کسی گہرے کنویں سے آئی۔ "ان کے خدشات بے بنیاد نہیں اسی لیے تو میں خاموش رہتا ہوں تاکہ ان کے دل کی بھڑاس نکلتی رہے۔"

"یعنی...... میں ان کے لایعنی وسوسوں پر پورا اتروں گی جو الزامات وہ مجھ سے لاگو کررہی ہیں' میں وہ سچ کر دکھاؤں گی واہ زوار! خوب کہی آپ نے بھی۔" بے یقین ہوتے ہوئے وہ استہزائیہ ہنسی ہنس دی۔

"نہیں تم سے چڑ نہیں لفظ بہو اور بھابی سے چڑ ہے شاید ان کے سابقہ حالات سن کر ان کے موجودہ حالات سے تمہیں ہمدردی محسوس ہو۔ تم اپنی ماں سمجھ کر ان کی نفسیات کو سمجھ سکو۔" زوار کی آواز میں پراسرار سا درد اتر آیا تھا۔

.......☆☆☆.....

"راحیلہ دو بھائیوں کی اکلوتی بہن تھیں' بھائیوں کے لاڈ پیار میں پلی بڑھیں۔ ماں باپ کے ساتھ یہ تینوں' بہن بھائی بہت آسودہ زندگی گزار رہے تھے ابا جی کا انتقال ہوا تو زندگی جہاں غم واندوہ میں ڈوب گئی وہاں دونوں بھائیوں نے بخوشی گھر کی ذمہ داری اٹھالی۔ ماں کے دل کو تھوڑا آسرا ملا اب یہی تین بچے ان کی کل کائنات تھے۔ زندگی کی گاڑی دوبارہ گامزن سفر ہوگئی۔ راحیلہ دونوں بھائیوں سے چھوٹی تھیں' ماں جی نے یہی سوچا کہ پہلے ایک بہو گھر سنبھالنے آجائے تو راحیلہ کے ہاتھ بھی پیلے کردیں گے اس لیے دل میں ہزار ارمان سمیٹے دونوں ماں بیٹی نے اریبہ جیسی خوب صورت لڑکی کو گھر کی زینت بنادیا۔ اس قدر دل میں خوشی اور سرشاری تھی بس نہیں چلتا کہ اسے کہاں اٹھائیں اور بٹھائیں۔

دو مہینے گزر گئے تھے لیکن دونوں نے ابھی تک اسے ہتھیلی کا چھالہ بنا کر رکھا تھا' دونوں اس طرح اس کے اشارے کی منتظر رہتیں جیسے کسی اعلیٰ پائے کی ہستی کی حکم عدولی نہ ہوجائے۔ انہی نوازشات کی چھاؤں میں اریبہ کیا ان لوگوں سے عاجزی و الفت کا رویہ روا رکھتی اس نے فائدہ اٹھانا شروع کردیا۔ شوہر کا ساتھ اور ساس نند کے پیار کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگی۔ دن بھر تو اپنے اشارے پر دونوں ماں بیٹی کو نچاتی جب عنایت گھر آتا تو گھومنے پھرنے یا میکے نکل جاتی۔ دونوں اسے بھی اپنائیت ہی سمجھتیں اور بخوشی اس کے ناز نخرے اٹھاتیں' گھر کی کل ذمہ داری ابھی بھی ان کے ہی سر تھی۔

سال ہونے کو آیا حق حقوق اور ناز برداری کے لیے وہ اپنا گھر کہتی پر فرائض کی ادائیگی کے لیے گھر کے لوگوں کے لیے نئی اور کم عمر بہو بن جاتی۔ ماں جی کو اب راحیلہ کی فکر ستانے لگی اس کے لیے عنایت اور اریبہ کے سامنے بھی اپنی فکرمندی کا اظہار کیا جس پر عنایت نے حیرت کا اظہار بھی کیا۔

"ابھی راحیلہ کی عمر ہی کیا ہے؟ ابھی تو اس کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں جسے آپ ذمہ داریوں کی نذر کرنا چاہ رہی ہیں۔" لہجے میں محبت گھلی ہوئی تھی۔ ماں جی کا حوصلہ بڑھا بیٹے کی اپنائیت پاکر۔

"یہی عمر ہوتی ہے بیٹی کو اپنے گھر بار کا کردینے کی بیٹا ورنہ اچھے رشتہ ملنا مشکل ہوجاتے ہیں۔ ابھی جتنے رشتے آرہے ہیں سب کے سب قابل بیان ہیں بس تم جانچنا پرکھنا شروع کردو۔"

"ماں جی ہماری راحیلہ میں کسی بات کی کمی نہیں دو چار سال بعد بھی اس کی عمر نکلے گی نہیں اور اچھے سے اچھا رشتہ ملے گا۔ سترہ سال کی عمر بھی کوئی عمر ہوتی ہے آپ پلیز فکرمند ہونا چھوڑ دیں ابھی اسے زندگی انجوائے کرنے دیں۔"

"تم ماں کی فکرمندی نہیں سمجھو گے' باپ بنو گے تب

سمجھ آئے گی۔" وہ مسکرایا اس عہدے پر فائز ہونے کے دن جو قریب آ رہے تھے۔ ماں جی دل میں لاکھ شکر بجا لائیں کہ ابھی بھی بیٹے کے دل سے بہن کی محبت کم نہیں ہوئی ہے۔ یہ خوش فہمی اور پروان چڑھتی اگر وہ رات کو کچن میں آتے ہوئے بیٹا بہو کی گفتگو نہ سن لیتیں۔ وہ راحیلہ کا نام سنتے ہی دروازے پر ہی ٹھٹک گئی تھیں جب اریبہ نہایت زہر خند لہجے میں مخاطب تھی۔

"آپ زیادہ چاؤ چونچلے مت دکھائیں ماں جی جن رشتوں کا ذکر کر رہی ہیں ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر کے جان چھڑائیں اس ذمہ داری سے ورنہ عمر گزرتی گئی یا خدانخواستہ...... ماں جی کو ہی کچھ ہو گیا میرا مطلب ہے حیات موت کا کوئی ٹھکانہ تھوڑی ہے تو بہن کی فکر میں دن رات اکیلے آپ ہی کو گھلنا پڑے گا۔"

یہ وہ بہو تھی جسے آج بھی وہ یا راحیلہ رات کو دودھ کمرے میں پہنچایا کرتی تھیں اور جب ناشتہ' کھانا دستر خوان پر لگا دیتیں تب اسے آواز دیا کرتی تھیں۔ آج کن الفاظ میں وہ ان کا ذکر کر رہی تھی انہوں نے دیوار کا سہارا لیا تھا۔ خیال تھا کہ اب عنایت غصے کا اظہار بیوی پر کرے گا لیکن امید ناامیدی میں بدل گئی حوصلے شکستہ ہو گئے جب انہوں نے یہ جملے سنے تھے وہ کہہ رہا تھا اور ان کی رگ و پے میں جیسے زہر اتر رہا تھا۔

"کیوں...... اپنی آزادی بُری لگ رہی ہے کیا' ارے پاگل دو چار سال آرام کر لے اسی بہانے' ابھی ہماری اولاد ہو گی ان اوقات میں کیا ان لوگوں کی خدمت گزاری کی ضرورت نہیں ہو گی تمہیں۔ تم جی بھر کے آرام کرنا یہ لوگ اپنے پوتے پوتی کو پالیں گی' تین چار سال بعد ہم اپنی فیملی بھی مکمل کر لیں گے۔" دونوں کی دھیمی ہنسی کی آواز نے انہیں اندر تک جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

اتنی جلدی بیٹا بیوی کی زلفوں کا اسیر ہو گیا تھا۔ برسوں کی ریاضت ایک سال میں مفقود ہو گئی تھی اب تھی تو کسی کی ساحری اجارہ داری۔ اپنے کمرے تک آتے آتے ان کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ دل کی دھڑکن ایسی بڑھی تھی کہ ہاتھ پاؤں میں لرزاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ سوئی ہوئی راحیلہ پر ترحم بھری نظر ڈالی جس کا بھائی بھابی کرتے منہ نہ سوکھتا تھا۔ دونوں بیٹوں اور بہو کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک سال کے اندر انہوں نے شوہر کی جمع پونجی سے راحیلہ کو بیاہ ڈالا۔ منہ سے کچھ نہ کہتیں لیکن زمانے کی بدلتی روش سے چوکنا ضرور ہو گئی تھیں۔ اسی عرصہ میں اریبہ کا گھناؤنا روپ کھل کر سامنے آ چکا تھا جس کی خبر راحیلہ کو بھی ہو چکی تھی۔ دل میں کمزور پڑتی ماں کی فکر مندی کا احساس لیے وہ رخصت ہوئی تھی اس لیے ہفتے دس دن میں ماں کو دیکھنے میکے آ جاتی جن پر اب بہو کی حکمرانی تھی نہ ان کی دوا کی فکر کسی کو رہتی نہ غذا کی' کھانے کا ٹائم ہونے پر بھی وہ کئی کئی گھنٹے بہو کی بیٹھی پوتے پوتی کو کھلاتی رہتیں کیونکہ بہو نے کچن کی ذمہ داری جو سنبھال لی تھی۔

شفقت نے پسند سے شادی کر لی تھی وہ اس کے ساتھ آفس میں کام کرنے والی من موجی لڑکی تھی اس کی رائے پورے گھر والوں سے الگ ہوتی کسی کی ذات سے اسے قطعی کوئی دلچسپی نہیں تھی بس اپنا آپ ہر سو نظر آتا۔ اصل معنوں میں وہ ایک اڑتی تتلی تھی جس کے بس رنگ ہی دیکھ کر شفقت مدہوش رہتا۔

ماں جی کی طبیعت آہستہ آہستہ گرتی ہی چلی جا رہی تھی' بمشکل خود کو گھسیٹ کر اپنے لیے کھانا نکال پاتیں۔ دونوں بہوئیں اس قدر بے پروائی اور بے زاری کا اظہار کرتیں جیسے وہ کونے میں پڑی کوئی فالتو چیز ہوں۔ دوائی ختم ہوتی تو کئی کئی دن گزر جاتے ڈرتی سہمتی کبھی بیٹے سے بولتیں تو بیٹے سے پہلے بہو بول پڑتی۔

"دوا کو دوا کی طرح کھایا کریں' کھانے کی طرح نہیں۔ تھوڑا بیماری کو برداشت بھی کرنے کی عادت ڈالیں یہ کیا ذرا سا درد اٹھا گولی منہ میں' ذرا سی تکلیف ہوئی میڈیکل اسٹور دوڑ گئے۔ آخر اتنی جلدی دوائی ختم کیسے ہو جاتی ہے۔"

"ماں جی تنخواہ ملتے ہی لا دوں گا ابھی مہینہ آخر ہو گیا ہے ہاتھ ذرا تنگ پڑ رہا ہے۔"

ایک دن قبل ہی سات سالیوں بمعہ شوہر کے پورے میکے کی ضیافت کرنے میں ہاتھ تنگ نہیں پڑا تھا۔ بیوی کی بھتیجی کے عقیقہ کے فنکشن میں سونے کا لاکٹ سیٹ بچی کو چڑھانے میں کوئی مشکل درپیش نہیں ہوئی تھی۔ بس دل کی مریضہ ماں کی دوائی فضول خرچی میں شمار ہو رہی تھی وہ بے بسی سے دیکھتی رہ گئیں۔ کسی نے صحیح کہا تھا "شوہر کا راج مہاراج" ہوتا ہے۔ راحیلہ آتی تو ان کا بہت کچھ کام کر جاتی' سخت مزاج شوہر کے ہونے کے باوجود اپنے خرچ میں سے ماں کی دوا لے آتی۔ کبھی فردوس' یہ بھی دونوں بہوؤں کو بہت کھلتا۔

"ہنہہ...... ہمدردی تو ایسے جتاتی ہے جیسے ہم دشمن ہوں۔ زیادہ ہی ہمدردی ہے تو اپنے پاس کیوں نہیں رکھ لیتیں۔ دن بہ دن مصیبت بنتی جارہی ہیں ذرا سی بیماری کی آڑ لے کر۔ شوہر کا حکم ہے اس حالت میں انہیں چھوڑ کر کہیں آؤ جاؤ نہیں ہنہہ...... پھنس کر رہ گئی ہے زندگی عجیب مصیبت میں۔" جھنجھلاتیں ایسے جیسے شوہر کی بہت فرماں بردار بیوی ہوں۔ عجیب روپ تھے' عجیب تماشے تھے۔

جس نے ایک سال تک میں بھابی کی مہندی بھی ہلکی نہ پڑنے دی تھی اسے وہ آج کن نظروں سے دیکھ رہی تھیں اور کن جملوں سے پذیرائی کر رہی تھیں وہ بس ہونٹ کچل کر رہ جاتی۔ بھائی کی نظریں بدل گئی تھیں چاہت اور والہانہ پن اب کسی اور کے اثاثے تھے' بہت ڈر لگنے لگا تھا اس روپ سے اسے۔ ستم ظریفی کچھ اور یوں ہوئی کہ ماں جی کا آدھا دھڑ مفلوج ہوگیا ان پر جو قیامت ٹوٹنی تھی ٹوٹی ہی دونوں بہوؤں پر ان سے زیادہ عذاب مسلط ہوگیا۔ اب تو وہ ہر ہر کام کے لیے ان کی راہ تکتی رہتیں' بول بھی نہیں سکتی تھیں بس غوں غاں یا ایک ہاتھ کے اشارے سے اپنی احتیاجات بیان کرتیں جو بسا اوقات پوری ہوتیں' وہ بھی بیٹے عنایت کی عنایت سے ورنہ بیٹھی کی بیٹھی رہ جاتیں۔

بڑے بڑے زخم بھر جاتے ہیں التفات کے پھاہے سے لیکن یہ وہ زخم تھا جو اپنا منہ کھولتا ہی چلا جارہا تھا۔ محبت جو نہیں تھی اب تو ناسور بن گیا تھا اندرونی اور ظاہری بھی' بہوئیں رات دن انتظار میں رہتیں کہ کب ان کا آخری وقت آئے کہ پورے گھر پر ان کی ملکیت قائم ہو اور ان سے جان چھوٹے۔ کوئی خدمت نہ کر کے بھی بہت عاجز رہتیں ان کے گندے وجود سے۔

پوتے پوتیوں کو ان کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی' جراثیم کے حملے کا خطرہ جو تھا لیکن ان کے وجود کو غلاظت کا پوٹ کس نے بنایا تھا وہ یہ سوچنے سے قاصر تھیں۔ خدا نے دلوں پر مہر جو لگادی تھی۔ بہو اور بھائی کے اس روپ سے وہ اس قدر آشکارا ہوگئی تھی کہ بیٹا ہونے کی دعا نہ مانگتی۔ خدا نے جب جب اسے ماں بننے کی نوید سنائی وہ یہی دعا کرتی کہ "اللہ رحمت دینا" اپنی عزت بیٹی کے ہاتھ میں محفوظ سمجھتی۔

لیکن تین بچوں میں سے ایک بیٹا خدا نے نواز ہی دیا یہی سمجھ کر قبول کیا کہ شادی ہونے تک اس کے وجود' خیالات اور مرضی پر حکمرانی ہے اس کے بعد بیٹا صرف ایک شوہر بن جاتا ہے کسی کا' ماں کے سارے اختیارات شادی ہونے تک ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اس بار ننھے زوار کی طبیعت کی خرابی کے باعث کچھ زیادہ ہی دن گزر گئے تھے۔ دل بہت پریشان رہتا تھا' ماں جی کی حالت کی طرف سے جوں ہی اس کی طبیعت بہتر ہوئی وہ ان کی طرف نکل آئی۔

خبر کیا تھی اس کے قدم کی راہ تک رہے تھے حالات' دور سے ہی اپنے گیٹ پر یہاں وہ منظر دیکھا کہ دل شق ہوگیا تھا۔ بس یہی ایک خیال ذہن میں بپا تھا کہ اگر آج بھی وہ یہاں نہ آتی تو ماں جی کا حال کیا ہوتا؟ یہ بیٹوں کا کام کا ٹائم تھا دونوں اپنے اپنے حصے کی روزی کمانے نکلے ہوئے تھے بس ایک بوڑھی' مفلوج عورت کے حق پر ہی شب خون مارا گیا تھا اور لٹیرے کوئی اور نہیں اس کے اپنے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اسی لیے آج اس کے دل کی کچھ عجیب ہی حالت ہوئی کہ وہ ان کی طرف نکل آئی تھی۔ ماں جی ڈھیل چیئر سمیت گیٹ کے باہر لڑھکی پڑی تھیں' گیلی ہونے کی وجہ سے مٹی میں بھی لت پت ہوگئی تھیں۔ بے بسی' لاچارگی اور

شفیق القلبی کا یہ منظر شاید پہلے کبھی نہ اس نے دیکھا ہو۔ اریبہ ان پر برس رہی تھی اور دوسری بہو سارا تماشا اوپر ٹیرس پر کھڑی دیکھ رہی تھی۔ ان کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے وہ دوڑ کر پاس آئی تھی۔

"کیا ہوا...... کیسے گریں ماں جی......" انہیں اٹھاتے ہوئے اس کی چیخ نکل گئی۔

"لو آ گئیں ایک اور دکھاوے کی ہمدرد' ساری گندگی بھگتنے کو ہم رہ گئے ہیں اور یہ بی بی آ کر تسلی کے دو بول بول کر ہمدرد بیٹی ہونے کا شرف حاصل کر لیتی ہیں۔"

"ماں جی اٹھیں...... تھوڑی سی ہمت باندھیں۔" وہ اریبہ کی باتوں سے قطع نظر اس بات کی فکر میں تھی کہ انہیں جلدی سے اٹھا لے اس سے پہلے کہ دنیا والوں کی نظر میں تماشا بنے۔

انہیں کسی طرح سمیٹ کر وہ اندر لانے میں کامیاب ہوئی' حوصلے نہ سمیٹ سکی' امیدیں اور توقعات تو دھوکا محسوس ہوئے ہی تھے اب رشتوں کی صداقت بھی دم توڑ گئی تھی۔ ان کی حالت ابتر تھی ان کے گندے وجود کو صاف کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ انہیں نیم گرم پانی سے نہلا کر صاف ستھرا کیا اور ٹیکسی منگوائی۔ اب کسی سے اجازت لینے کی اسے ضرورت ہی نہیں تھی' ان کے گندے وجود سے زیادہ لفظ بہو سے غلاظت محسوس ہوئی تھی۔ ان کے سارے کپڑے' دوائیاں اور دیگر ضروریات کی چیزیں سمیٹیں' ٹیکسی میں بٹھایا اریبہ اور نشو دونوں نکل آئیں۔

"کہاں لے کر جا رہی ہو' اپنے بھائی سے پوچھ لیتیں بی بی!" زہر خند لہجے میں اس نے اپنا حق جتایا اب چپ رہنے کا ٹائم اس کا بھی نہیں تھا۔

"سارے رشتوں کی موت ہو چکی ہے' کون سا بھائی کون سا بیٹا...... بس اب خدا کے فیصلے کا انتظار ہے جب آپ بھی کپڑے گندے کریں گی اور بہو گیٹ سے باہر آپ کو پھینک دے گی۔" آنسو رخسار کو بھگو گئے۔

"اے لو' یہ تو بددعا دے رہی ہے ڈائن کی طرح...... میں نے نہیں پھینکا تھا یہ خود گیٹ تک آ گئی تھیں کہ وہیل چیئر سلپ ہوگئی۔ اپنے کارنامے پر پردہ ڈالنے کے لیے......" وہ اور بھی بہت کچھ کہتی رہیں چلا چلا کر اپنی صفائی دیتی رہیں اس نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کر دیا۔

ماں جی اس کے کندھے پر سر رکھ کر بے آواز روتی رہیں اور وہ خود بھی آنسوؤں کی بارش میں بھیگتی رہی تھی۔ اعتزاز کے آگے سارا ماجرا رکھا' ہاتھ جوڑ کر التجا کی کہ اس کی اپنی ماں بھی حیات ہوتیں تو وہ اسی طرح خدمت کرتی' اس کا دل بھی پسیج گیا' بخوشی اپنے ساتھ انہیں رہنے کی اجازت دے دی۔

اتنے دن کی خاموش ریاضت کا صلہ اسے مل گیا کہ داماد نے ساس کو اپنی ماں سمجھ کر ان کی خدمت شروع کر دی تھی۔ دونوں بھائیوں کے فون آتے اس نے صرف یہ کہہ کر یہ رابطہ بھی منقطع کر دیا تھا۔

"مجھے فرصت نہیں ہے آپ لوگوں کی جھوٹی سچی صفائیوں اور استحقاق پر کان دھرنے کا اور ماں جی تو بات ہی نہیں کر پاتیں' پھر کس لیے آپ اپنا اتنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔"

دن رات ماں جی کی خدمت کی لیکن انہیں دوبارہ وہ زندہ نہ کرسکی تھی جو وہ بیٹوں کی کج ادائی کی موت مرگئی تھیں۔ دو سال بعد وہ سارے حوصلے ہار کر راحیلہ کی گود میں سر رکھے اپنے ابدی سفر پر روانہ ہوگئیں لیکن اس کے دل میں ڈر اور بداعتمادی کا بیج بوگئیں۔

زوار کو دیکھ کر ڈر لگتا کہ انہی ہاتھوں میں خود کی ظلالت تو نہیں لکھی ہوئی تو کیوں نہ ابھی سے وہ سارے حوصلے مجتمع کرلوں جو وقت سے پہلے مجھے بکھیرنے پر تل جائیں گے۔ اپنا فرض سمجھ کر تینوں بچوں کی پرورش کی لیکن حقوق کی توقعات کی پوٹلی باندھ کر سمجھوتے کے سمندر میں پھینک آئی تھیں۔

ایک روز بیٹی کو اپنا دکھ بتاتے ہوئے زوار کی سماعت بھی چوکنا ہوگئی تھی کہ وہ بیٹے کی شادی سے کیوں ڈرتی ہیں؟ پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں وہ سمجھا نہ سکا کہ آنے والی کا رویہ جانے کیسا ہو؟ ویسے بھی آج کل گھر گھر میں پھیلنے والی ساس بہو کی ذہنی ناہم آہنگی کی داستان سن سن کر وہ کچھ اور بے زار ہوگئی تھیں اس رشتے سے۔

گھر میں بہو اتارتے ہوئے یہی سوچا تھا یہ ملکیت کا آخری دن ہے کل کسی اور کی حکمرانی کا سورج طلوع ہوگا۔ کومل کی آنکھیں بھیگ چلی تھیں' کتنا غلط سمجھ بیٹھی تھی وہ اپنی ساس کو ان کے پیار بھرے دل میں خوف و وسوسے پھن پھیلائے ہوئے تھے' محبت نمایاں ہوتی تو کیسے......؟

''میں ان کے سارے اندیشوں کو غلط ثابت کروں گی۔'' ایک عزم سے وہ اٹھی تھی۔ ''میں ثابت کروں گی کہ کہیں بہو غلط ہوتی ہے تو کہیں ساس بھی احساس ملکیت میں بیٹوں کے حوصلے پست کرتی ہیں۔'' کیونکہ ایسے چند گھرانے اس کی نظر میں بھی تھے جہاں لے جا کر ان کی آنکھیں کھولنی تھیں۔ اب اپنی ماں سے بڑھ کر انہیں محبت دینی تھی تاکہ ان کے سارے اندیشے نادم ہوکر اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

وہ دونوں تو جوان تھے بھوکے رہ کر رات گزار سکتے تھے لیکن امی کمزور پڑ رہی تھیں کچھ بیماری سے کچھ خوف سے کچن میں جا کر دودھ کا گلاس تیار کیا' ہارلکس ڈال کر ان کے دروازے پر ایک تواتر سے دستک دینی شروع کی۔

''اگر آپ نہیں کھولیں گی دروازہ تو میں چلا چلا کر روؤں گی کہ محلے والے آجائیں گے۔'' یہ کہنے کی دیر تھی کہ خوف زدہ اور ہراساں ہوکر راحیلہ نے دروازہ کھول دیا جو نہ کھولنے کا قصد کیے بیٹھی تھیں۔

ان کے درواہ کھولنے کی دیر تھی کہ کومل ان کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونے لگی۔ دودھ سائیڈ ٹیبل پر دھرا تھا اس کے رونے سے وہ کچھ نہ اخذ کرپا رہی تھیں۔

''ہوا کیا ہے کچھ بولو گی؟ کیوں رات گئے مجھے بھی پریشان کررہی ہو؟''

''دو بیٹیوں کی جدائی پر بھی آپ کو بیٹی کی کمی محسوس نہیں ہوتی' حیرت ہے کتنا پتھر دل ہے آپ کا۔'' اس نے ناک سکیڑی۔

''ہاں......تو دونوں کو خدانخواستہ پھر سے بلالوں اسی گھر میں' اللہ انہیں آباد رکھے اپنے گھر میں۔'' معاملے کی نزاکت کو کچھ کچھ سمجھتی اس کا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

''اور میں کیا کروں......کہاں جاؤں میں بھی تو آپ ہی کی بیٹی ہوں' میرا کوئی ٹھکانہ ہے کہ نہیں؟'' ان کی آنکھیں بھیگ چلی تھیں' پتا چل گیا تھا اس بار نہ انتخاب غلط ہے نہ تربیت ورنہ رات کے اس پہر اتنی ضد اور دھمکی سے دروازہ کھلوا کر محبت کوئی اور نہ جتاتا۔ ماں' فخر اور توقعات کی ایک بیل جاری تھی جس سے دونوں سیراب ہورہی تھیں۔

''تمہارا ٹھکانہ میرا دل ہے' بتاؤ اس سے بھی مضبوط اور کوئی آشیانہ ہوگا۔'' اس کی ٹھوڑی تھام کر انہوں نے پیار بھری نظروں سے دیکھا تو وہ دوبارہ ان کے سینے میں گھس گئی۔

''امی جان......'' بہت چاہ سے انہیں پکارا تھا جواباً انہوں نے اس کے گرد اپنے دونوں بازوؤں سے کس کر حصار باندھ دیا تھا۔

❀

ہونٹ وہ بات کر نہیں پاتے
جو آنکھوں کے رنگ کرتے ہیں
چپ چاپ گم صم رہتے والے
اپنے آپ سے جنگ کرتے ہیں

اندر سے لے کر باہر تک ویٹنگ روم کی قطار بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک سائکاٹرسٹ کے کلینک کے اندر کا منظر تھا۔
کونے کی ایک میز کے سامنے ایک کرسی پہ وہ بھی بیٹھی تھی۔ یہاں اس کے علاوہ کون نہیں تھا۔ بچے، بوڑھے، آدمی، عورتیں ہر عمر کے افراد موجود تھے۔ وہ اپنی ازلی غائب دماغی سے ہر شخص کے چہرے سے اس کی عمر کا مشاہدہ کررہی تھی۔ ہر ایک کے چہرے کی الگ تصویر کشی کی کوشش میں ذہن ہلکان تھا۔
جانے انسان اور چہروں میں اپنی کن محرومیوں کے جواب ڈھونڈتا ہے؟ یا پھر ان کو تلاشنے کی وجہ۔
اس نے سوچا بھلا نو سال کے بچے کو کیا مسئلہ درپیش ہوسکتا ہے۔ جسے ماں اپنے پریشان چہرے سے بار بار دیکھتے ہوئے نظروں ہی نظروں میں بلائیں لے رہیں تھی۔
اسے تعجب بھری حیرت سے دکھ بھی ہورہا تھا، نوجوان لڑکی کے چہرے پہ نا آسودہ خوابوں کی جھلکیوں میں محرومی تھی۔
اگر ابھی خواب کے ٹوٹنے سے گزرنا باقی تھا تو خواب کی فصل اسے مہنگی پڑنے والی تھی۔
بوڑھے چہرے کی جھریوں میں صدیوں کی تھکن پوشیدہ تھی۔ اسے عمر کے اس اسٹیج پہ کھڑے ستر سالہ بے ترتیب کپڑوں اور داڑھی والے اباجی پہ کتنا رحم آیا تھا۔ جس کے چہرے پہ مشقت اپنی پوری داستان سنا رہی تھی۔
اور ایک ادھیڑ عمر تھکی آنکھوں والی دنیا جہاں کی رونقوں سے بیزار نظر آنے والی خاتون اور اس کے سامنے سے گزرتا ہوا رکتا ادھر ادھر بے خیالی میں غائب دماغی سے نظر گھماتا بے چین طبیعت کا عکس لیے کوئی نوجوان۔
اسے لگا اس ایک کونے میں قطار کی صورت سارے جہاں کے مسئلے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ لمحہ جیسے ساکت تھا۔
اس نے ایک نظر اپنے اندر ڈالنا چاہی اور ہمیشہ کی طرح مایوسی ملی خود اس کے اندر کی کہانی کون کہتا۔
وجہ کیا تھی یہ کون جانتا۔
ہر کوئی باری باری اپنی کہانی سنانے اندر جاتا اور

دوائیوں کا نسخہ لئے یقین بے یقینی کی آدھی ادھوری ٹوٹی پھوٹی بکھری کیفیت لئے ہوئے باہر آتا اور دوائیوں کا نسخہ لیے گزر جاتا۔ نام پکارا جانے لگا۔ کہانی سنانے کی باری اب اس کی تھی۔

......☆☆☆......

وہ اس کا پرانا جاننے والا تھا اس کے ابا کا پرانا دوست گو کہ شکل دیکھے ایک عرصہ ہوا تھا مگر یادداشت نے سگنل دیا تو شناسائی نے احساس دلایا وہ مسکرائے تو اس کے چہرے پہ بھی اک مسکراہٹ ابھری مگر بجھی ہوئی۔

انہیں اس کا تعلیمی ریکارڈ سب یاد تھا بہت شاندار رہ چکا تھا۔

وہ پوچھ رہے تھے۔

''پڑھائی چھوڑ دی تھی کیا؟ ایم اے اردو ایم اے سندھی تمہارا خواب تھا۔''

''خواب پورا ہوا اس کے بعد لیکچرر شپ کے لیے دی ہوئی کمیشن بھی کلیئر کی۔''

''مطلب تعلیمی لحاظ سے کوئی کمی نہیں۔ یہ بتاؤ شادی ہوئی؟'' سوال بہت اہم اور ضروری تھا۔

''جی بالکل ہوئی۔''

''شوہر کیسا ہے...... کماتا ہے...... جیب خرچ اچھا دیتا ہے...... خیال رکھتا ہے...... شک تو نہیں کرتا...... زیادہ روک ٹوک تو نہیں...... کام کیا کرتا ہے...... سیر وغیرہ کے لئے لے جاتا ہوگا؟'' ہر سوال کا جواب مثبت تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔

''بچے؟'' ایک اور اہم سوال۔

''جی دو ہیں۔'' جواب تسلی بخش تھا۔

''دو بیٹے یا دو بیٹیاں؟''

''ایک بیٹا ایک بیٹی۔''

''شکر ہے رحمت بھی اور نعمت بھی۔''

''سب ہے۔ شادی، بچے، شوہر سہولیات سب کچھ...... پھر یہ خلا......'' کہنے لگے۔

''یہ بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟''

''اس کا پتہ ہوتا تو کیا میں یہاں آتی؟'' چپ ہوئے۔ کہنے لگے۔

''کل گھر آؤں گا تمہیں کوئی اعتراض؟''

''سو بار آئیں اعتراض کیوں ہوگا۔'' اس نے کہا۔

ان کی مسکراہٹ میں خاموشی آ گئی۔

اور یہ پہلی مریض بغیر کسی نسخے کے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

اگلی صبح وہ اس کے گھر تھے۔ سڑک سے لے کر گھر تک وہ چھوٹے چھوٹے مسائل کو ڈھونڈنے کی کوشش میں ناکام رہے تھے۔ لاؤنج میں ایک بڑا سا کتابوں کا شیلف بھی تھا وہ اس کی من پسند کتابوں کی ورق گردانی کرنے لگے جب اس کا شوہر عاشر اندر آیا بڑے اخلاق سے ملا اور اس سے کہیں زیادہ اچھی گفتگو بھی کی۔ تب ہی وہ اپنے کمرے سے باہر آئی تھی۔

اچھی خاصی فریش اور تازہ دم مگر اچانک یہ سوچ کی لہر کیوں چہرے پہ آ کر اس کی مسکراہٹ ڈبو دیتی تھی۔

بچوں کے آنے کا وقت ہوا کافی تمیز دار بچے تھے۔

سلام کیا ان کے چھوٹے چھوٹے سوالوں کے جواب دیے۔ لنچ ساتھ کیا۔ لاؤنج سے ڈائننگ ہال اور ڈائننگ ہال سے سٹنگ ایریا میں بیٹھ کر چائے پینے تک سب خیر تھی۔ سب ٹھیک تھا بلکہ ضرورت سے زیادہ اچھا تھا۔

لینڈ لائن فون کی بیل ہوئی عاشر نے مہر سے کہا۔

''تمہاری دوست کا فون ہے بات کر لو رات سے کال کر رہی ہے۔'' وہ اٹھی کچھ منٹ بات کی۔ پھر آ کر اپنی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

بچے آئے ماں کے گال پہ پیار کیا پاپا کے ساتھ چمٹ گئے یہ کچھ منوانے کی ادا تھی۔

وہ مسکرایا اس کی مسکراہٹ پہ صاف لکھا تھا وہ شرارت سے نفی میں سر ہلا رہا تھا پھر مصنوعی انکار اس ساری کارروائی میں وہ مسکراتے رہے تھے۔ کتنی مکمل خوش حال خوش مزاج فیملی تھی۔

مگر اس کے چہرے پہ آتی کیفیت کی لہر جس سے

نڈھال ہوتے بالوں کی لٹ وہ بیزاری سے کان کے پیچھے اڑس رہی تھی۔

اسی وقت عاشر اٹھا کسی ملازم سے معمولی بات کی تکرار کے بعد عاشر نے اسے پیسے دیے مہر مسلسل اسی طرف متوجہ تھی۔

عاشر بہت ٹھیک موڈ میں کمرے کی طرف چلا گیا۔ مہر پھر تسلی سے ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔

بچے پپا کی اجازت سے کہیں گھومنے نکل گئے۔

مہر نے ملازمہ کو بلا کر صاحب کا پوچھا اس نے بتایا کہ وہ کسی ضروری میٹنگ میں جا رہے تھے۔

انہیں لگا بیٹھنے کا اب کوئی جواز نہیں۔

وہ اجازت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے مگر ذہن میں ایک نکتہ اپنے پورے سوال کے قد کے ساتھ کھڑا تھا۔

اور دوسری طرف وہ لہر تھی جو چہرے کی مسکراہٹ میں خاموشیاں بھر دیتی ہے۔

اس سے پہلے کہ دوپہر شام میں بدلتی ان کو کلینک پہنچنا ہوتا کیونکہ مریضوں کی لمبی قطار ان کا انتظار کرتی تھی۔

شہر کے بہت بڑے ماہر نفسیات میں ان کا شمار تھا۔ کسی کی کہاوت یاد آئی۔

"نفسیات کو سمجھنے سے پہلے خود نفسیاتی ہونا پڑتا ہے۔"

اس لیے کسی بھی نفسیات دان کا نفسیاتی لگنا تعجب کی بات نہیں۔ پچھلی رات سے وہ کئی بار مہر کی پچھلی زندگی کے بارے میں سوچتے رہے۔ وہ پہلے سے بہت اچھے حالوں میں تھی۔

ماضی قریب سے ایک جھجکتی ہوئی پرسوچ نگاہوں والی چلتے چلتے لڑکھڑاتی ہوئے سنبھلتی اور سنبھلتے ہوئے حیرتوں میں ڈوب جانے والی حیرتوں سے چونکتے حال میں لوٹتے منظر سے فرار ہوجانے والی مہر الگ تھی۔

اور یہ پر اعتماد پڑھی لکھی ایک اچھے گھر کی مالک دو بچوں کی ماں ایک خوش مزاج شوہر کی بیوی ہونے کے باوجود کسی لہر کی ضد میں کیوں آجاتی تھی۔

اب کی بار انہوں نے پکا سوچ لیا بس فون کر کے خوب سارا ڈانٹنا ہے اور سمجھانا ہے کہ اتنی نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی یہ الجھن ایک ناشکری نہیں تو اور کیا ہے۔ ناشکری سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اور شکر کی تسبیح نعمت کو بڑھا دیتی ہے۔ کلینک سے باہر پارکنگ ایریا میں گاڑی تھی۔

وہ نماز کے وقفے کے بعد مسجد سے کلینک ہی جا رہے تھے جب رستے میں قدم رک گئے تھے۔

یہ تو وہی لڑکا تھا جسے ایک خاتون زبردستی ان کے پاس لائی تھیں۔ لڑکا خاصہ اکھڑ مزاج تھا بار بار کہہ رہا تھا کہ مجھے کوئی نفسیاتی مسئلہ نہیں ہے اور ماں کی الگ یہی تکرار کے اس کی سوچوں نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا۔

انہیں نسخہ لیتے ہوئے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ باہر نکلتے ہی پرچی پھاڑ کے ڈسٹ بن کے حوالے کر دے گا نہ پھاڑی تو دوا نہیں لے گا۔ لے بھی لی تو کھائے گا نہیں اور اگر ماں نے زبردستی کھلا بھی دی تو اثر نہیں کرے گی۔ اس کے چہرے پہ وہی اکھڑ سے تاثر مزاج کی گرمی ظاہر تھی اور جملہ وہی کہ دیکھو کون کہتا ہے میں نفسیاتی ہوں میں تمہیں نفسیاتی لگتا ہوں؟ لہجہ تیز تھا۔ تیکھا۔

وہ بینچ پر بیٹھ گئے لڑکا اپنی گفتگو میں مگن تھا۔ انہوں نے اسے زیادہ دیکھنے سے گریز ہی کیا کہ نظر کی کشش انسان کو الرٹ کر دیتی ہے۔ بس سننے پہ اکتفا کیا۔

”دیکھو سنیعہ میری بات سنو۔ بات دراصل یہ ہے کہ مسائل کئی ہوتے ہیں کئی چھوٹے مسائل ایک بڑی غلطی سے نکلتے ہیں اور پھر چھوٹے چھوٹے زخموں کی طرح رسنے لگتے ہیں۔ مگر تم نہیں سمجھوگی۔“ لڑکا کسی لڑکی کو سمجھاتے ہوئے ہلکان تھا۔

”دیکھو بہت سادہ سی مثال ہے مجھے نفسیاتی کہنے والے سن لیں۔“ لڑکے نے کہا اور ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

”ہم دو ایک جگہ بیٹھے ہیں کوئی اپنی قیمتی چیز امانتاً لے آتا ہے۔ وہ تمہارے بجائے مجھے دیتا ہے اس اعتماد کے قابل وہ مجھے سمجھتا ہے۔ چاہے وہ تم سے پیار کرتا ہو۔ چاہے تمہاری پروا بھی کرتا ہو۔ مگر اہمیت اور بھروسے کے قابل تمہیں نہ سمجھتا ہو۔ اہمیت کا حصہ میرے حصے میں آتا ہے تم پر کیا گزرے گی۔“ ایک لہر صرف ایک لہر جو مہر کے چہرے پہ آ کر ٹھہری تھی اس کے مفہوم کے در کھلنے کا لمحہ تھا۔

”دیکھو میں سب سے چھوٹا تھا۔ مجھے ہر اہم فیصلے سے نکال دیا جاتا تھا۔“ لڑکا بول رہا تھا اور انہیں یاد آیا۔

مہر گھر میں سب سے چھوٹی ہے۔ بچی ہے نا سمجھ ہے، شرمیلی بھی ہے جھکتی ہے اس لیے۔

”میرا جھجکنا ڈرنا چپ رہنا اور کم ہمتی، جو بھی سمجھو اس میں رویوں کا قصور ہے نا کہ میرا۔ میں اس گھر کا چھوٹا بچہ ہوں جہاں خود میرے نصیب کا فیصلہ بھی مجھ سے پوچھے بغیر صرف بتا کر کر دیا جاتا ہے اور تم کہتی ہو میں لڑتا ہوں۔ یا چپ رہتا ہوں، سوچتا رہتا ہوں، رنگ کیوں اڑ جاتا ہے چہرے کا۔“

وہ اٹھے حالانکہ لڑکا اب بھی بول رہا تھا۔ انہیں اپنے الجھے ہوئے سوال کا بہت آسان جواب مل چکا تھا۔ ذہن کی اسکرین پر کل کا دن فلم کی طرح چل رہا تھا۔

وہ ٹیکسٹ جو انہوں نے مہر کو کرنا تھا اس کی نوعیت اب بدل گئی تھی۔

ان کی نظر میں بس ایک منظر تھا جب ملازم پیسے کے لئے بی بی کے بجائے صاحب سے بات کر رہا ہے۔ بچے پیار تو ماں سے کرتے ہیں مگر اجازت بابا سے لے رہے ہیں۔ شوہر کتنا خیال رکھتا ہے کہ بغیر بتائے گھر سے نکل جاتا ہے۔

اور ہر بار بھروسے اور اہمیت کے کچلنے پر جو لہر اس کے چہرے پر آتی ہے۔ وہ بے وجہ نہیں ہے۔

Downloaded From
paksociety.com
ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

مسئلے تو پچھلے سال کے اپنی جگہ رہے
سب سوچتے رہے کہ نیا سال آ گیا
خوشیاں جو بانٹتا تو کوئی نئی بات تھی
گزرا ہوا یہ سال بھی عمریں بڑھا گیا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ایاز دریہ کی مدد سے شہوار اور مصطفیٰ کے درمیان بدگمانی پیدا کرنے میں کامیاب رہتا ہے جب ہی شہوار مصطفیٰ کے رویے سے خائف ہوجاتی ہے۔ اسی دوران ایاز اسے کالج سے واپسی کے دوران اسلحہ کے زور پر کڈنیپ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ڈرائیور اور امجد خان کی بروقت مدد سے شہوار خود کو چھڑانے میں کامیاب رہتی ہے جبکہ اس حادثے کے دوران دریہ اچانک ہی منظر سے غائب ہوجاتی ہے ایاز اپنی اس ناکامی پر شدید مشتعل ہوتے فرار ہوجاتا ہے۔ شہوار کو اس حال میں دیکھ کر مصطفیٰ شدید کرب میں مبتلا ہوتا ہے اسے یہ سب باقاعدہ کسی پلان کے تحت انجام ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ سکندر اپنی اسٹوڈنٹ لالہ رخ کے رکھ رکھاؤ اور محتاط رویے سے کافی متاثر ہوتا ہے دوسری طرف لالہ رخ بھی اس کے لیے خاص جذبات رکھتی ہے جبکہ افشاں کے لیے یہ سب ناقابل برداشت ہوتا ہے وہ سکندر کو پسند کرتی ہے جب ہی ضیاء کے پروپوزل پر صاف انکار کردیتی ہے دوسری طرف سکندر کا جھکاؤ لالہ رخ کی طرف ہوتا ہے اسی دوران لالہ رخ اپنے تمام حالات سے اسے آگاہ کرتے اپنے گاؤں لوٹ جاتی ہے۔ اس کا تعلق اچھے گھرانے سے ہے مگر اس کا باپ جائیداد کی خاطر اس کی شادی اپنے اوباش بھتیجے سے کردینا چاہتا ہے ایسے میں اپنی ماں کے کہنے پر لالہ رخ اپنا پروپوزل اس کے سامنے رکھ کر اسے حیران کردیتی ہے یہ سب جان کر سکندر کی بے چینی از حد بڑھ جاتی ہے وہ کسی بھی طور لالہ رخ سے رابطہ کرنا چاہتا ہے۔ کاشفہ ولید کی عیادت کی غرض سے اسپتال پہنچتی ہے، جبکہ ولید اسے دیکھ کر شدید اشتعال میں آجاتا ہے دوسری طرف وہ انا کو بھی اپنی دھمکی آمیز رویے سے خائف رکھتی ہے۔ مصطفیٰ اس حادثہ کے متعلق دریہ سے استفسار کرتا ہے جس پر وہ شہوار کی ذات کے حوالے سے کافی تحقیر آمیز لہجے میں بات کرتی ہے جبکہ دریہ کا یہ انداز مصطفیٰ کو شدید غصے میں مبتلا کردیتا ہے جب ہی وہ اسے سخت سناتا ہے دوسری طرف ایاز ایک مرتبہ پھر دریہ کی مدد سے اپنے نئے پلان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش جاری رکھتا ہے۔ فیضان رابعہ کے پروپوزل کے سلسلے میں عباس سے ملتے ہیں اور عباس کو رابعہ کے رشتے پر صاف انکار کردیتے ہیں یہ صورت حال عباس کے لیے قطعی غیر یقینی ہے جب ہی وہ اس انکار کی وجہ جاننا چاہتا ہے لیکن فیضان اس کی ہر بات کو رد کردیتے ہیں۔ لالہ رخ کے گاؤں پہنچنے پر اس کی ماں اسے یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلے جانا کا کہتی ہے دوسری صورت میں ظالم باپ اور ہمایوں جیسے شخص کا ساتھ وہ بھی نہیں چاہتی۔ جب ہی خان بابا کے بیٹے امجد خان کے بیوی بچوں کے ساتھ وہ شہر آجاتی ہے دوسری طرف امجد خان اسے ہاسٹل میں چھوڑ کر سکندر کو تمام صورت حال سے آگاہ کرنے کی غرض سے اس کے گھر پہنچ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

دروازہ کھولنے والی خالہ بی تھیں اپنے سامنے اجنبی لوگوں کو دیکھ کر چونک گئی تھیں چونک تو افشاں بھی گئی تھی۔
"آپ کون لوگ ہیں؟" افشاں نے پوچھا۔
"مجھے سکندر صاحب سے ملنا ہے۔" امجد خان نے کہا تو افشاں نے الجھ کر ان کو دیکھا۔ ایک عورت ساتھ ایک بچہ اور مرد تھا۔
"وہ ادھر ہی رہتے ہیں نا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔
"مگر آپ ہیں کون؟" افشاں نے پھر پوچھا۔
"سکندر صاحب سے ملوادیں اپنے بارے میں ان سے ہی بات کروں گا۔" افشاں نے الجھ کر خالہ بی کو دیکھا۔
"میں بلا کر لاتی ہوں۔" خالہ بی اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھیں۔ کچھ دیر بعد سکندر امجد خان سے ہاتھ ملا رہا تھا۔
"میں معذرت چاہتا ہوں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" وہ لوگ ابھی بھی دروازے پر ہی کھڑے تھے۔
"آپ لالہ رخ کو تو جانتے ہوں گے نا۔" سکندر کے ساتھ ساتھ افشاں بھی چونکی تھی۔
"لالہ رخ......؟" سکندر پکار اٹھا۔
"میں ان کے ملازم کا بیٹا ہوں لالہ رخ اس وقت وویمن ہاسٹل میں ہے اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" سکندر ایک دم چونکا۔ افشاں ناسمجھی سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔
"وہ ٹھیک ہیں نا؟" سکندر نے بے اختیاری میں پوچھا۔
"ابھی تک تو ٹھیک ہی ہیں لیکن آئندہ کیا حالات ہوتے ہیں کچھ کہہ نہیں سکتا۔" امجد خان ایک سلجھا ہوا مرد تھا اس کی گفتگو بھی مہذبانہ تھی۔
"اوکے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" سکندر نے فوراً فیصلہ کیا افشاں نے حیرت سے دیکھا۔
"تم کہاں جاؤ گے؟ تم بھلا ان لوگوں کو کیسے جانتے ہو۔"
"لیکن میں لالہ رخ کو تو جانتا ہوں میں کچھ دیر میں آجاؤں گا ڈونٹ وری۔" وہ افشاں کو تسلی دے کر واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ لباس بدل کر کچھ دیر بعد امجد خان کے ساتھ چل دیا تھا۔
وہ ہاسٹل پہنچا تو لالہ رخ وارڈن کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ وارڈن لالہ رخ کے حالات سے باخبر تھی وہ نیک دل عورت تھیں ان کو لالہ رخ سے خصوصی لگاؤ تھا سو کسی کو بھی خبر ہونے سے پہلے وہ خاموشی سے لالہ رخ کو اپنے کمرے میں لے آئی تھیں۔ سکندر وہاں پہنچا تو لالہ رخ کو دیکھ کر چونکا تھا۔ عجیب کمزور نڈھال پژمردہ سی لڑکی لگ رہی تھی چہرے کی تازگی نچڑ کر رہ گئی تھی۔ لالہ رخ سے مل کر اس کی ساری کتھا سننے کے بعد سکندر کافی دیر تک خاموش رہا تھا۔
"دیکھیں آپ اگر ہماری کوئی مدد کر سکتے ہیں تو ہمیں بتادیں ورنہ ہمارے پاس بالکل بھی وقت نہیں ہے۔ صبح کی روشنی ہوتے ہی لالہ رخ بی بی کی حویلی میں ان کی گمشدگی کی خبر پھیل جائے گی اور سب سے پہلے ان کو تلاش کرنے وہ لوگ یہاں ہی آئیں گے۔ اگر آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں تو ٹھیک ورنہ پھر میں ان کو لے کر کہیں اور چلا جاؤں گا۔" امجد خان کا اٹل انداز تھا سکندر نے چند پل سوچا تھا۔ ایک نگاہ گم صم بیٹھی انگلیاں چٹخاتی لالہ رخ پر ڈالی اور پھر ایک دم ایک فیصلہ کیا تھا۔
"آپ لوگوں کا یہاں رہنا ٹھیک نہیں آپ لوگ ہمارے ساتھ گھر چلیں۔" سکندر کے الفاظ پر لالہ رخ نے بے

اختیار اسے دیکھا تھا' سکندر مسکرا دیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ ان لوگوں کو لے کر اپنے گھر آ گیا تھا۔ افشاں ان کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

''تم ان کو یہاں کیوں لائے ہو؟'' وہ اس سے الجھ پڑی۔ جواباً سکندر نے اسے لالہ رخ کی ساری کہانی سنا دی تھی۔

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' افشاں نے خوف زدہ نظروں سے سکندر کو دیکھا۔

''ایک لڑکی میرے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آئی ہے' وہ اس وقت سخت مصیبت میں گرفتار ہے' اسے میں ایسے تنہا نہیں چھوڑوں گا۔'' افشاں حیرت سے دیکھے گئی۔

''اوپر والے پورشن میں ان لوگوں کے رہنے کا انتظام کردو' میں نے ہاسٹل سے ہی ضیاء کو کال کردی تھی وہ کچھ دیر میں صبوحی اور وقار کو لے کر پہنچ رہے ہوں گے۔ میں کل لالہ رخ سے نکاح کرلوں گا۔'' انداز اٹل اور فیصلہ کن تھا' وہ کہہ کر پلٹا اور افشاں بالکل ڈھے سی گئی۔

اس کے رخساروں پر بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے' وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں پلٹ گئی تھی۔ خالہ بی نے لالہ رخ' امجد خان اور اس کی بیوی کے لیے اوپر والے حصے میں آرام کرنے کا انتظام کردیا تھا کچھ دیر میں صبوحی ضیاء اور وقار بھی پہنچ گئے تھے۔ فجر کے بعد ضیاء ایک مولوی صاحب کو لے آئے تھے' دو تین اور لوگوں کی موجودگی میں سکندر اور لالہ رخ کا نکاح ہوگیا تھا۔ امجد خان سب معاملے میں پیش پیش تھا۔ لالہ رخ کو لگ رہا تھا کہ جیسے ایک دم اس کی زندگی بدل گئی ہے۔ وہ کل کیا تھی اور اب کیا سے کیا ہوگئی ہے' افشاں گم صم اور چپ چاپ تھی صبوحی بہت خوش تھی۔ وقار نے سکندر کو اس کے اس نیک عمل پر بہت سراہا تھا۔

سکندر خوش بھی تھا اور مطمئن بھی۔ اگلے دن امجد خان دوپہر میں اپنے باپ کو فون کرنے گیا تھا' وہ فون کر کے واپس آیا تو بہت افسردہ تھا۔

''بڑی بیگم صاحبہ کی طبیعت بہت خراب تھی' سب ملازمین کو علم ہو چکا تھا کہ لالہ رخ حویلی میں نہیں ہے اور ملازمین نے اشفاق احمد اور بھائیوں کو بھی اطلاع کردی تھی' وہ دونوں کسی وقت بھی حویلی پہنچ سکتے تھے۔'' سکندر امجد خان کی زبانی وہاں کے حالات سن کر افسردہ ہوا' تاہم اس نے لالہ رخ سے ذکر کرنے سے منع کردیا خوامخواہ وہ بے چاری پریشان رہتی۔

اسی دن امجد خان اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ رخصت ہوگیا تھا۔ سکندر کا ابھی تک نکاح کے بعد لالہ رخ سے سامنا نہیں ہوا تھا' خواتین ہی اس کے پاس موجود تھیں۔ شام ہوئی تو صبوحی وقار اور ضیاء اسے ڈھیروں نیک خواہشات سونپتے رخصت ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد خالی بی لالہ رخ کے پاس موجود رہی تھی جبکہ افشاں ان لوگوں کے رخصت ہوتے ہی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ شاید سارے دن کی اس مصروفیت سے وہ تھک گئی تھی۔ سکندر نے اسے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا اور خود ہی کچن میں آ کر اپنے لیے چائے بنائی تھی۔ کھانا سر شام ہی سب کھا چکے تھے۔

''ارے بیٹا تم نے کیوں زحمت کی؟ مجھ سے کہا ہوتا میں بنا دیتی۔'' خالہ بی لالہ رخ کے پاس سے اٹھ کر نیچے آئیں تو اسے کپوں میں چائے ڈالتے دیکھ کر ٹوکا۔

''کوئی بات نہیں خالہ بی!'' سکندر نے ایک کپ اٹھا کر انہیں تھمایا۔

''ماشاء اللہ بہت ہی پیاری بچی ہے لالہ رخ! سارا وقت ماں کو یاد کرتے روتی رہی ہے۔ تم اس سے ذرا نرمی سے پیش آنا' کسی نیک ماں کی اولاد لگتی ہے۔'' خالہ بی نے نصیحت کی' سکندر مسکرا دیا۔

''لاؤ میں دلہن کو چائے دے آؤں بلکہ تم بھی آؤ مل کر پی لینا۔'' خالہ بی نے کہا' انہوں نے اپنا کپ رکھ کر چھوٹی سی

ٹرے میں دو کپ رکھے تھے۔
سکندر بھی ان کے ہمراہ اپنے کمرے میں آ گیا تھا' لالہ رخ آج سارا دن اس کے کمرے میں ہی رہی تھی۔ سادہ سے لباس میں بغیر کسی ہار سنگھار کے بستر پر اپنی ہی سوچوں میں گم بیٹھی لالہ رخ سکندر کی دلہن تھی۔ سکندر نے کمرے میں داخل ہوکر سلام کیا تو وہ سر جھکا گئی تھی۔
"چلو بیٹا چائے پی لو کھانا بھی تم نے بس برائے نام ہی کھایا تھا۔" خالہ بی نے کہا تو لالہ رخ نے محض سر ہلایا تھا۔ خالہ بی اس سے ایک دو باتیں کر کے چلی گئی تھیں۔
لالہ رخ کچھ کنفیوژ سی تھی' سکندر اس کے سامنے بیٹھا تو وہ اپنی ذات میں کچھ اور سمٹ گئی تھی۔
"یہ چائے لیں۔" سکندر نے کپ اٹھا کر اسے تھمایا جسے اس نے شکریہ کہہ کر تھام لیا تھا۔ دونوں نے بہت خاموشی سے چائے پی تھی' سکندر گاہے بگاہے اسے دیکھتا رہا تھا۔
وہ بہت ہی خوب صورت اور دل موہ لینے والی لڑکی تھی۔ پلکوں کی گھنی جھالر اٹھتی گرتی اسے کچھ اور ہی روپ بخش رہی تھی۔ چائے پینے کے بعد سکندر نے دونوں کپ ٹرے میں رکھ کر ٹرے ایک طرف رکھ دی تھی۔ سکندر لالہ رخ کے پاس بیٹھا تو انداز میں استحقاق تھا۔
"مجھ سے شادی کر کے مطمئن ہیں۔" مسکرا کر پوچھا تو لالہ رخ نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔
"اگر غیر مطمئن ہوتی تو میں کبھی بھی امجد خان کو آپ کے پاس نہ بھیجتی۔" دھیمے لہجے میں اس نے دل کی بات کہہ دی' سکندر مسکرایا۔ محبت سے اس کا ہاتھ تھاما تو لالہ رخ کا ہاتھ لرزنے لگا۔
"کیا بتا سکتی ہیں کہ مجھ میں ایسی کیا بات اچھی لگی تھی جو مجھ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔" نرمی سے دونوں ہاتھوں میں لالہ رخ کے ہاتھ کو سہلاتے سکندر نے پوچھا۔
"دل کے معاملات کسی وضاحت کے محتاج نہیں ہوتے سر!" سکندر ہنسا۔
"اب بھی سر؟" لالہ رخ کے ہونٹوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ سمٹ آئی۔
"سر کا رشتہ میرے لیے بہت محترم ہے اور آپ ہمیشہ محترم رہیں گے۔ آپ نے جس طرح میری مجبوری سمجھ کر میرا ساتھ دیا ہے میں شاید عمر بھر آپ کا یہ احسان نہ بھلا پاؤں۔"
"لالہ رخ......" سکندر نے ٹوک دیا' لالہ رخ نے آنکھوں میں در آ جانے والی نمی کو بمشکل روکا تھا۔
"یہ احسان والی بات مت کریں' اصل میں کچھ لوگ زندگی میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو پہلی نگاہ سے اچھے لگتے ہیں' مجھے آپ سے کوئی محبت کا دعویٰ نہیں ہے لیکن آپ کے رکھ رکھاؤ اور محتاط انداز نے ہمیشہ آپ کے کردار کو میری نگاہ میں بہت معتبر بنا کر پیش کیا تھا۔" لالہ رخ مسکرا دی۔
"آپ نے اپنے بارے میں تو بہت کچھ بتا دیا تھا لیکن میرے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتیں۔" لالہ رخ کی رنجیدگی ختم کرنے کو سکندر نے بات بدلی۔
"آپ نے جس طرح میری مدد کی ہے وہ سب آپ کی ذات کو میرے سامنے آشکار کرنے کے لیے کافی ہے۔ میں یہاں اپنی ماں کے مجبور کرنے پر آئی تھی' مجھے قطعی امید نہ تھی کہ آپ اس طرح میرا ساتھ دیں گے بھی یا نہیں لیکن آپ نے میرے تمام وسوسوں کو غلط ثابت کر دیا' میں ہمیشہ آپ کی احسان مند رہوں گی۔" لالہ رخ کی رنجیدگی جوں کی توں تھی۔ سکندر نے محبت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔
"زندگی کے بارے میں میرے کوئی لمبے چوڑے خواب نہیں ہیں' سادہ سی عام سی ترجیحات ہیں۔ میں پوری کوشش

کروں گا کہ آپ جس بھروسے کو لے کر میری طرف بڑھی ہیں وہ بھروسہ ہمیشہ قائم رہے۔ میں آپ کو اپنے بارے میں مختصراً بتادینا چاہتا ہوں میری ماں ایک غریب گھرانے سے تھیں' میرے والد ایک جاگیردار تھے۔ میری والدہ ان کی دوسری بیوی تھیں' میرے والد کے خاندان نے میری والدہ اور پھر مجھے قبول نہ کیا' میری والدہ کے انتقال کے بعد میرے نانا نے مجھے ایک یتیم خانے میں چھوڑ دیا جہاں کچھ سال بعد میرے والد نے واپس لے لیا تھا اور پھر مجھے سبحان صاحب نے اڈاپٹ کرلیا تھا۔ بچپن کے علاوہ میں نے زندگی میں اپنے اصلی باپ کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی ملا البتہ تصاویر ضرور دیکھ رکھی ہیں۔ سبحان صاحب اور ان کی بیگم نے میرا بہت خیال رکھا' حقیقی بیٹے کا سا پیار دیا اور میں نے بھی ان کو ہمیشہ والدین سمجھا۔ میری ولدیت کے خانے میں ہمیشہ سبحان احمد لکھا گیا' ان دونوں کی وفات کے بعد مجھے ان کے خاندان نے لے پالک کہہ کر گھر سے نکال دیا تھا۔ میں چاہتا تو مقدمہ کرسکتا تھا لیکن مجھے دولت جائیداد کسی بھی چیز سے کوئی غرض نہ تھی۔ امریکہ میں میرے نام کچھ پراپرٹی موجود ہے لیکن میں فوراً یہاں سے نہیں جاسکتا تھا مجبوراً مجھے کالج میں جاب کرنا پڑی۔ میں مالی لحاظ سے اس وقت بہت مضبوط نہیں ہوں وقت کے ساتھ ساتھ میں شاید اسٹیبلش ہوجاؤں لیکن اس وقت میں جس گھر میں رہتا ہوں یہ بھی افشاں کے نام ہے۔ افشاں میری سگی خالہ زاد ہے۔'' سکندر نے اپنے بارے میں سب بتادیا تھا۔

''مجھے آپ کی دولت اور جائیداد کسی سے کوئی غرض نہیں' وہ سب کچھ جو آپ لے کر آئی ہیں وہ سب صرف اور صرف آپ کا ہے۔ البتہ میں آپ سے یہ ضرور وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی میں جہاں تک بھی بن پڑا میں ہر موڑ اور ہر معاملے میں آپ کی مدد کروں گا۔'' سکندر کا انداز پُرعزم اور اعتماد بخشنے والا تھا محبت جتاتا' احساس دلاتا' لالہ رخ مسکرادی۔ رنجیدہ سی مسکراہٹ تھی' جو سکندر کے دل میں ایک چراغ بن کر دہکنے لگی تھی۔ سکندر نے گرم جوشی سے اس کا نرم ہاتھ دبا کر اس کی مسکراہٹ کو مزید اعتماد بخشا تھا۔

❁.......❁.......❁
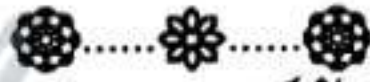
ولید دو ہفتوں بعد گھر شفٹ ہوگیا تھا' مصطفیٰ کئی بار عیادت کو آچکا تھا لیکن شہوار نے ایاز کے خوف سے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ وہ آج کئی دنوں بعد مصطفیٰ کے ساتھ ولید کی طرف آنے کو تیار ہوئی تھی۔ مصطفیٰ آج جلدی گھر آ گیا تھا۔

وہ مغرب سے پہلے ولید کے ہاں آچکے تھے۔ ولید اپنے کمرے میں تھا' روشنی ان کو اس کے کمرے میں ہی لے آئی تھی۔ انا شہوار اور مصطفیٰ کے لیے چائے بنانے گئی تھی ولید کے زخم تو ابھی بھی برقرار تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی اب مندمل ہونے تھے تاہم وہ آج کل مکمل طور پر بیڈ ریسٹ پر تھا۔ وہ مصطفیٰ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا' وہ سارا سارا دن بیڈ ریسٹ سے اب اکتا چکا تھا لیکن اتنے سارے لوگوں کے سامنے اس کی ایک بھی نہیں چل رہی تھی۔

''کیسا فیل کررہے ہو؟'' مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت بیڈ...... میں اس جبری قید سے سخت اکتا گیا ہوں' سب نے مجھے ایک چھوٹا سا بچہ سمجھ لیا ہے۔ حتیٰ کہ کمرے سے نکلنے پر بھی پابندی ہے۔'' وہ سخت خفا تھا' بہت خفگی سے بہن کو بھی دیکھا تھا' روشنی ہنس دی۔

''یہ سب آپ کی بہتری کے لیے ہی تو کررہے ہیں ہم۔''

''میں بالکل بے کار پرزہ بن کررہ گیا ہوں یار!'' ولید کے چہرے پر ازحد بے چارگی کی تحریر رقم تھی۔

''چند دن کی بات ہے پھر آپ کے ٹیسٹ کروالیں گے ڈاکٹر نے اجازت دے دی تو آپ باہر نکل سکتے ہیں۔'' روشنی نے سخت گیر بہن کا کردار ادا کیا تھا۔

"ایک دفعہ مجھے کمرے سے باہر نکلنے دو تمہیں تو میں اچھی طرح پوچھوں گا۔" ولید نے دھمکی دی جو روشنی نے ہنس کر ٹال دی۔ وہ شہوار سے باتیں کرنے لگ تھی جبکہ مصطفیٰ ولید کے ساتھ اس کے بستر پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد انا چائے کے لوازمات لیے ادھر آ گئی تھی صغراں ہمراہ تھی۔ دیگر لوازمات وہ دونوں ٹیبل پر سجانے لگیں تھیں۔

مصطفیٰ سے بات کرتے ولید نے ایک ناگوار سی نگاہ انا پر ڈالی تھی۔ ہسپتال سے صبوحی بیگم کے ڈسچارج ہونے کے بعد وہ دوبارہ وہاں نہیں گئی تھی اور گھر آنے پر بھی وہ اتنے دنوں میں کہیں نظر نہ آئی تھی لیکن آج اسے یہاں دیکھ کر اس کی کنپٹیوں کی رگیں ابھر آئی تھیں۔ صغراں چلی گئی تھی انا خود ہی مگوں میں چائے انڈیل کر سب کو سرو کررہی تھی۔ اس نے مصطفیٰ کو کپ تھمایا تو اس نے شکریہ کے ساتھ تھام لیا تھا۔

"ولید بھائی آپ بھی چائے پئیں گے نا؟" روشنی نے پوچھا۔

"ہاں دے دو۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"انا بھائی کو بھی چائے دے دو۔" روشنی نے انا کو کہا اور پھر شہوار کے ساتھ باتوں میں لگ گئی۔ انا ایک دم جز بز ہوئی تھی۔ اس نے ولید کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر از حد سنجیدگی تھی۔ اس نے خاموشی سے کپ میں چائے انڈیلی اور ساسر میں کپ رکھ کر اسے ولید کی طرف آئی۔

اس نے قریب آ کر چائے والا کپ ولید کی طرف بڑھایا جبکہ ولید توجہ دیئے بغیر مصطفیٰ سے گفتگو کررہا تھا۔ مصطفیٰ نے دونوں کو دیکھا تھا' دونوں کے انداز عجیب سے تھے اس نے بغور نوٹ کیا تھا۔

"یار چائے لے لو۔" مصطفیٰ نے انا کی طرف اشارہ کیا تو ولید نے انا کی طرف دیکھا۔ انداز میں بہت گرمی تھی۔ اس نے انا سے کپ لینے کو ہاتھ بڑھایا تھا' انا کا ہاتھ لڑکھڑایا تھا یا ولید نے بہت غصے سے ہاتھ بڑھایا تھا۔ ولید کا ہاتھ ساسر سے ٹکرایا نتیجتاً چائے کا کپ انا کے ہاتھ پر الٹتا بستر پر گرا تھا' جو انا کے ہاتھ کو جلاتا بستر کی چادر کو بھی داغ دار کر گیا تھا۔

"اُف......" انا نے ایک دم بائیں ہاتھ سے اپنا دایاں ہاتھ تھاما تھا سبھی پریشان ہو گئے تھے۔

"اوہ نو......" روشی ایک دم اٹھ کر پاس آئی تھی۔ ولید نے مطمئن سا بستر کی بیک سے کمر ٹکا کر سنجیدگی سے انا کو دیکھا تھا۔ جو لب دبائے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ تھامے ہوئے تھی' مصطفیٰ نے خاموشی سے ساری کارروائی نوٹ کی تھی۔ شہوار بھی انا کے پاس آ گئی تھی۔

"یہ تو جل گیا ہے' اس پر کوئی آئنمنٹ لگائیں فوراً......" شہوار نے انا کا ہاتھ تھام کر دیکھتے فکر مندی سے کہا۔ انا نے ہونٹ دانت تلے دبا لیے تھے' اس نے ایک نگاہ ولید پر ڈالی تھی۔ ولید کے چہرے پر از حد سنجیدگی تھی تاہم اس کی آنکھوں میں عجیب سی گرمی تھی۔

"میں لگا لوں گی' تم لوگ چائے پیو۔" وہ سنجیدگی سے کہتے وہاں سے نکل گئی تھی' شہوار بھی اس کے ساتھ فوراً کمرے سے نکلی تھی۔ روشی نے ایک گہرا سانس لیا' وہ بھی کمرے سے باہر نکل آئی۔ انا اپنے بیڈ کی سائیڈ کی درازیں کھنگال رہی تھی اور پھر ایک دراز سے کریم نکال کر اس نے اس کا ڈھکن کھولا تھا شہوار نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے کریم لے کر اس کے ہاتھ پر لگانا شروع کر دی تھی۔

روشی کمرے میں آئی تو انا لب دانتوں تلے دبائے بستر کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی' شہوار اس کے پاس خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔

"زیادہ زخم تو نہیں؟" اس نے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں بس ٹھیک ہے۔" انا نے سنجیدگی سے کہا۔ آج کل وہ ویسے بھی بہت سنجیدہ تھی' روشی نے ایک گہرا سانس لیا' صغراں چائے لے آئی تھی۔

شہوار نے کالج اور اسٹڈی کی باتیں چھیڑ دی تھیں' وہ خود کالج نہیں جا رہی تھی لیکن انا ضرور دوسرے تیسرے دن اس کے ہاں آجاتی تھی اور دونوں مل کر ایگزامز کی تیاری کر رہی تھیں۔ شہوار کالج جانے پر تو آمادہ نہ ہوسکی تھی تاہم ایگزامز دینے پر ضرور راضی ہوگئی تھی۔ چائے پینے کے بعد روشنی برتن سمیٹ کر چلی گئی تھی۔

"کل پھوپو آئی تھیں ہماری طرف۔" شہوار نے روشی کے جانے کے بعد کہا تو انا چونکی۔

"بتا رہی تھیں کہ وہ اب ڈائریکٹ شادی ہی کریں گی' حماد کا ٹرپ بڑھ گیا ہے وہ جیسے ہی پاکستان آتا ہے تمہاری رخصتی کرالیں گی۔" انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

مصطفیٰ کی پھوپو پرسوں ان کی طرف بھی آئی تھیں اور سب باتیں طے کرنے کے بعد جاتے وقت انا کو ساتھ لپٹا کر ایک دم بیگ سے ایک کنگن نکال کر انا کا ہاتھ تھام کر اسے پہنایا تھا۔ انا نے گھبرا کر سب کو دیکھا تھا سبھی خاموش اور سنجیدہ تھے' ولید کے سوا سبھی وہاں موجود تھے۔

"ہم باقاعدہ کوئی رسم نہیں کرسکے لیکن ہماری طرف سے یہی رسم کی نشانی ہے ان شاء اللہ شادی پر ہم کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔" انا کی پیشانی چومتے اسے گرم جوشی سے ساتھ لگاتے انہوں نے حاضرین سے کہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ چلے گئے تھے لیکن اس کے بعد وہ سبھی لوگ ساکت سے تھے' خاموش گم صم اور انا اس کو لگ رہا تھا کہ جیسے وہ دھیرے دھیرے کسی گہری کھائی میں خود کو گراتی جا رہی ہو۔ وہ چیخنا چاہتی تھی' چلانا چاہتی تھی لیکن بے بس تھی۔

"انا......" اسے گم صم دیکھ کر شہوار نے اس کا کندھا ہلایا تو اس نے اسے دیکھا۔

"تم کوئی اسٹینڈ کیوں نہیں لے رہیں' تم سب کو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ تم نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا تھا' وہ سب

ڈرامہ تھا کاشفہ سے بچنے کے لیے۔'' شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ولید کی نفرت کا یہ عالم ہے کہ وہ مجھے دیکھ کر نفرت سے رخ بدل لیتا ہے' میں نے خود سب کو بدظن کیا ہے اب میں کچھ بتاؤں گی تو سب مجھے برا بھلا کہیں گے اور ولید وہ تو شاید عمر بھر میری شکل بھی نہ دیکھنا چاہے۔ کاشفہ کی ذات کو لے کر میں نے اسے اس قدر مینٹلی ٹارچر کیا تھا۔ میں خود سب کو اس مقام پر لے کر آئی ہوں اور اگر اب سب کو سچ بتاتی ہوں تو سب کا اعتبار کھو جائے گا اور ولید سے شاید اب عمر بھر سامنا نہ کر پاؤں اس کی نفرت اس کا برا رویہ سب حق بجانب ہوگا اور میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ میں سب کی نظروں میں اپنے لیے لعنت ملامت دیکھوں۔''

''تو کیا خاموشی سے چپ چاپ حماد کے ساتھ رخصت ہولوگی؟'' شہوار نے تلخی سے کہا۔

''جو بویا ہے وہ اب کاٹنا تو ہے نا' شاید یہی اب میری سزا ہے۔ تاعمر اپنی ہی چلائی' شک کی آگ میں جلیں۔'' اس کی آواز رنجیدہ ہوگئی تو وہ اپنے ہی ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔

''میں بہت بری ہوں شہوار...... بہت بری......'' شہوار نے بہت سنجیدگی سے اسے یوں سسکتے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁
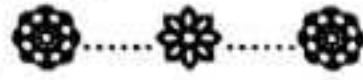
سکندر کے ساتھ گزرنے والے یہ دو دن بہت خوب صورت تھے' زندگی کے سب سے حسین دن تھے لیکن پھر اچانک سکندر کو اپنے کالج کے نمبر پر امجد خان کی کال ریسیو ہوئی تھی۔ امجد خان نے لالہ رخ کی والدہ کے انتقال کی خبر سنائی تھی' سکندر کو ازحد افسوس ہوا تھا۔ اس نے افشاں کو بتایا تھا' افشاں آج کل بہت سنجیدہ سنجیدہ سی اور ریزرو سی ہوگئی تھی۔ اپنی نئی زندگی کی رونقوں کو کشید کرتے سکندر کو افشاں کے مزاج کی یہ تبدیلی نظر نہ آسکی تھی۔

''میرے اندر تو ہمت نہیں لالہ رخ کو اس کی ماں کی انتقال کی خبر سنانے کی' پلیز تم بتا دینا۔'' افشاں کو کہا تو افشاں نے بہت سنجیدگی سے سکندر کو دیکھا۔

''گزرے دنوں میں سکندر اس قدر خوش دکھائی دینے لگا تھا کہ اب تک اس نے اسے اس قدر خوش کبھی نہ دیکھا تھا۔'' اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔ گھر آ کے افشاں نے خالہ بی کو بتایا تھا اور خالہ بی نے لالہ رخ کو۔ لالہ رخ کا تو مارے صدمے کے برا حال تھا' رو رو کے اس نے اپنی حالت خراب کرلی تھی۔

وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی اور بدقسمتی یہ تھی کہ وہ ماں سے کوسوں دور تھی۔ وہ اس تک پہنچ بھی نہیں سکتی تھی اس کا آخری بار چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ سکندر' خالہ بی' افشاں' صبوحی سبھی اس کے غم میں برابر کے شریک تھے۔ ضیاء اور وقار بھی چکر لگا لیتے تھے اور سبھی لالہ رخ کی دل جوئی کرتے رہتے تھے۔

دن خاموشی سے سرکنے لگے تھے' ضیاء کے باہر جانے کی ڈیٹ قریب آرہی تھی۔ صبوحی ایک بار پھر ضیاء کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ لالہ رخ اپنے کمرے میں تھی' خالہ بی کچن میں جبکہ سکندر باہر کسی کام سے گیا تھا۔

''آخر تم کب تک سکندر کا جوگ لیے بیٹھی رہوگی' سکندر شادی کرچکا ہے۔ میں کبھی نہ آتی لیکن تمہیں اس حالت میں دیکھ کر دل دکھتا ہے میرا' میں اب مزید برداشت نہیں کرسکتی۔'' صبوحی نے کہا تو افشاں نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

''میں سکندر کے نام کا جوگ نہیں لے رہی لیکن ابھی اتنی جلدی کسی اور کے لیے فیصلہ کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے پلیز مجھے بار بار ڈسٹرب مت کرو۔''

''میں سمجھ سکتی ہوں تمہارے لیے یہ سب بہت مشکل ہے لیکن یہ بھی تو سوچو ضیاء بھائی تم سے بہت محبت کرتے ہیں اور تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے۔''

''پلیز صبوحی مجھے ڈسٹرب مت کرو' پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کرو میں بے بس ہوں۔'' وہ رنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

عباس آفس میں تھا جب فیضان صاحب کی کال اس نے ریسیو کی اور انہوں نے اس سے جو بات کی تھی عباس وہ سن کر ہی حیران رہ گیا تھا۔
"آپ واقعی سچ کہہ رہے ہیں۔" عباس نے پھر پوچھا۔
"ہاں، تم اپنے والدین کو آج رات ہمارے گھر لے کر آنا باقی بات پھر وہیں ہوگی۔" ان کا انداز حتمی اور دو ٹوک تھا۔
کال بند ہوگئی تھی۔ عباس کتنی دیر تک شادی مرگ کی کیفیت میں بیٹھا رہا تھا۔ اس دن وہ فیضان صاحب کے جواب پر ناامید ہو کر پلٹا تھا لیکن انہوں نے اسے پھر روک لیا تھا اور کہا تھا کہ وہ کچھ دن سوچیں گے اور پھر جواب دیں گے۔
اور تب سے عباس انتظار کی صلیب پر لٹک رہا تھا اور آج فیضان صاحب نے کال کر کے گویا مژدہ جاں سنا دیا تھا۔
عباس نے اسی وقت شاہزیب کی سیکرٹری کو کال کر کے ان کی موجودگی کنفرم کی اور پھر اپنے آفس سے نکل آیا تھا۔ وہ شاہزیب صاحب کے آفس میں آیا تو وہ فون پر کسی سے بات کر رہے تھے۔ اس سے بات کر کے انہوں نے اپنی فیکٹری کے پروڈکشن منیجر سے بات کی تھی۔ تب تک عباس بڑے صبر سے بیٹھا رہا تھا۔ انہوں نے کال بند کی تو عباس ان سے نئے پروجیکٹ کے بارے میں بات کرنے لگا تھا بات ختم ہوئی تو عباس نے سنجیدگی سے اپنے والد کو دیکھا۔
"بابا جان میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔" شاہزیب صاحب ایک دم چونکے تھے۔ ایک دم بزنس امور سے ہٹ کر عباس نے ایک نئی بات کہہ دی تھی۔ انہوں نے بیٹے کو بغور دیکھا۔ عباس کا انداز سنجیدہ اور اٹل تھا۔
"خیریت؟ یہ ایک دم اچانک شادی کا خیال کیسے آ گیا؟" انہوں نے بظاہر سرسری انداز رکھا لیکن اندر ہی اندر وہ چونک ضرور گئے تھے۔
"اچانک نہیں میں بہت عرصے سے اس بارے میں سوچ رہا تھا۔"
"اوکے بہت اچھا فیصلہ ہے۔" انہوں نے ایک حوصلہ افزا مسکراہٹ سے بیٹے کو دیکھا تھا۔ "برخوردار ابھی صرف شادی کر لینے کا سوچا ہے یا پھر مزید بھی کچھ پلاننگ کر رکھی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔
وہ جانتے تھے کہ ان کا یہ بیٹا ان کے باقی دونوں بیٹوں سے قدرے مختلف ہے۔ عباس بڑا بیٹا ہونے کے سبب بہت رعایت لے جاتا تھا وہ اپنا ہر فیصلہ خود کیا کرتا تھا پہلی شادی سے لے کر طلاق اور نیا فیصلہ۔
"لڑکی میں سلیکٹ کر چکا ہوں یقیناً آپ کو بھی پسند آئے گی۔" عباس نے بتایا تو انہوں نے سنجیدگی سے دیکھا۔
"بس مسئلہ یہ ہے کہ اس کے اور ہمارے اسٹیٹس لیول میں بہت فرق ہے۔ وہ ایک مڈل گھرانے سے تعلق رکھتی ہے گھرداری اور اخلاقی لحاظ سے بہت اچھی لڑکی ہے۔" عباس نے مزید بتایا تھا۔
"دیکھو عباس تم نے زندگی میں عاولہ کو سلیکٹ کرنے کی ایک غلطی کی تھی اس کا خمیازہ آج تک ہمارا خاندان بھگت رہا تھا یہ مت بھولو کہ تم ایک بچے کے باپ بھی ہو آفاق بے شک بہت توجہ اور پرسکون ماحول میں پل رہا ہے لیکن سوتیلی ماں سوتیلی ہی ہوتی ہے اور یہ لوئر یا مڈل گھرانے کی لڑکیاں بعض اوقات پیسہ دیکھ کر بدل جاتی ہیں۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے بابا میں نے ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا ہے۔" عباس نے کہا تھا شاہزیب نے بغور بیٹے کو دیکھا۔
"کون ہے وہ لڑکی؟"
"رابعہ۔" شاہزیب صاحب چونکے۔
"کون سی رابعہ؟"

"یہ وہی لڑکی ہے جو کچھ عرصہ میرے کمپیوٹر سیلشن میں کام کرتی رہی تھی پھر اس نے یہ جاب چھوڑ دی تھی۔"
"لیکن اس لڑکی کی تو شادی ہو رہی تھی تب۔" شاہزیب صاحب اب اتنے بھی بے خبر نہ تھے۔
"جی لیکن پھر نہ ہو سکی۔"
"کیوں؟" انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"اس کی جس لڑکے سے شادی ہو رہی تھی وہ کہیں اور انوالو تھا پھر اس لڑکے کا کہیں اور نکاح ہو گیا تھا۔"
"اوہ۔" شاہزیب صاحب کو یہ جان کر حقیقتاً افسوس ہوا تھا۔ وہ واقعی بہت اچھی لڑکی تھی۔
انہیں یاد تھا کہ اسے انہوں نے ہی اپائنٹ کیا تھا عباس کو اعتراض تھا پھر وہ جاب کرنے لگی تھی اور عادلہ کی وجہ سے وہ بے چاری کافی زیادہ پریشان بھی رہی تھی۔ تصاویر وغیرہ کے مسئلے میں وہ بھی انوالو ہوئی تھی۔
"لڑکی تو بلاشبہ واقعی بہت اچھی ہے لیکن اس کا گھرانہ، لوگ کیا کہیں گے وہ ہماری ایک عام سی امپلائی تھی بیٹا۔"
"بابا ایسی باتیں مت کریں میں جانتا ہوں آپ نے ہمیشہ انسان کے کردار اور اس کی خوبیوں کو اہمیت دی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی اپنے سب سے چہیتے بیٹے مصطفیٰ کی شادی شہوار جیسی لڑکی سے نہ کرتے کہ جس کے خاندان تک کی کسی کو خبر نہیں، جبکہ رابعہ کا ایک خاندان ہے والدین، بہن بھائی ہیں۔ بھلے مالی لحاظ سے وہ لوگ ہم سے کم تر ہیں لیکن اخلاقی لحاظ سے میں نے ان لوگوں کو خود سے بہت بلند تر پایا ہے۔ میں عادلہ کی طرف سے ایک بار دھوکہ کھا چکا ہوں میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو اس پر کوئی اوبجیکشن ہوگا۔" عباس کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا۔
"لیکن بیٹا خاندان میں بھی کچھ لڑکیاں موجود ہیں میں دریہ کے بارے میں سوچ رہا تھا ہمارے خاندان کی ہے ہماری بیٹی ہے۔"
"دریہ، بابا وہ دوسری عادلہ ہے آپ نے اس کے بارے میں کیسے سوچ لیا۔" عباس کو شدید دھچکا لگا تھا۔
"وہ عرصہ دراز سے بیرون ملک میں رہی ہے وہیں پیدا ہوئی پلی بڑھی ہے شاید کچھ عرصہ ہمارے درمیان رہے تو بدل جائے۔"
"میں مفروضوں کی بنیاد پر اپنی زندگی برباد نہیں کر سکتا بابا، وہ کئی ماہ سے ہمارے درمیان ہے ایک انچ بھی اس کی ذات میں کوئی فرق نمایاں نہیں ہوا مزید کیا امید رکھوں، ایم سوری بابا۔" شاہزیب صاحب نے خاموشی سے بیٹے کو دیکھا تھا۔
"آپ ایک بار میرے ساتھ چل کر ان لوگوں سے مل لیں آئی ہوپ آپ کو سب لوگ پسند آئیں گے مالی لحاظ سے کمزور ضرور ہیں لیکن کرداری لحاظ سے بہت بلند ہیں آج رات کا ٹائم دیا ہے رابعہ کے ماموں صاحب نے آپ کو ماں جی کو لے کر ان کی طرف جانا ہوگا۔" عباس نے مزید بتایا تو شاہزیب صاحب نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
"او کے بی پی، ہم ضرور جائیں گے کس وقت پہنچنا ہے کنفرم کر کے ہمیں بتا دینا۔" بیٹے کا کندھا تھپتھپا کر حوصلہ افزائی کی تو عباس ایک دم مسکرا دیا تھا۔
"تھینک یو سو مچ بابا۔"
"جیتے رہو، یہ ایک دو فائلز ہیں ان کو دیکھ لو، میں ایک میٹنگ میں انوائٹڈ ہوں کچھ وقت لگے گا۔" انہوں نے موضوع بدلا۔ عباس نے سعادت مند بیٹے کی طرح ان کے حکم پر سر ہلایا تھا۔

❀......❀......❀
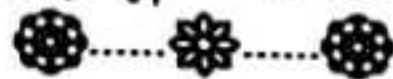
آج فیضان صاحب جلدی گھر آ گئے تھے۔ ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان تھا وہ تمام چیزیں انہوں نے بھابی کو تھما دی تھیں اور خود ثریا آپا کے پاس کرسی پر آ بیٹھے تھے۔

دونوں کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تھے۔ اماں نے سہیل بھائی کو بھی آواز دے دی تھی۔ وہ روم میں سو رہے تھے اماں کی پکار پر ان کے پاس ہی آ بیٹھے تھے۔ رابعہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی۔ تینوں کی میٹنگ کافی دیر تک چلی اور پھر ماموں کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ شام سے پہلے ایک فیملی کے کچھ لڑکوں کو ٹیوشن دیا کرتے تھے ان کی ٹیوشن کا ٹائم ہو رہا تھا۔ اماں نے بھابی کو بلا کر بتایا تھا۔

''رابعہ کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آ رہے ہیں کافی امیر فیملی ہے تم رابعہ کو ساتھ ملا کر کھانے پینے کا اچھا سا انتظام کر لینا۔'' بھابی سن کر ایک دم ایکسائٹڈ ہوئی تھیں۔

''کون لوگ ہیں؟''

''رابعہ کے آفس کے لوگ ہیں جن کے ہاں وہ نوکری کرتی تھی۔''

''ہائے اللہ وہ لوگ تو بہت امیر ہیں۔'' بھابی تو ایک دم حیران ہوئی تھیں۔

''رابعہ کے ماموں سے لڑکے نے کئی بار بات کی ہے وہ راضی ہیں آج شام میں آنے کا وقت دیا ہے ان لوگوں کو۔ اب وہ آئیں گے دونوں طرف ملنا ہوتا ہے تو فیصلہ کریں گے۔''

''ہماری رابعہ تو بہت لکی ہے پھر اتنے امیر لوگ...... اس کی تو قسمت کھل گئی۔'' بھابی واقعی بہت خوش تھیں۔

''قسمت تو مقدر سے کھلتی ہے دولت روپیہ پیسہ بھلا کیا قسمت کھولتا ہے، دعا کرو جو بھی ہو ہماری بچی کے حق میں بہتر ہو ورنہ امیری دیکھ کر کون خوش رہ سکتا ہے۔'' اماں کے الفاظ پر بھابی نے سر ہلایا۔

بھابی نے رابعہ کو اٹھا کر سب بتایا تو وہ حیران ہوئی تھی۔ وہ تو گزرے دنوں میں ماموں اور سر عباس کی خاموشی سے یہی سمجھی تھی کہ اب اس رشتے سے انکار ہو چکا ہے لیکن اب یہ نیا فیصلہ، وہ عجیب سی کیفیت سے دوچار تھی۔

اماں کے کہنے پر اس نے بیٹھک کی حالت درست کی تھی، باقی گھر کی حالت بھی سنوار دی تھی۔ اس نے سر عباس کا گھر نہیں دیکھا تھا لیکن وہ جس آفس میں کام کرتی تھی اس کو دیکھ کر وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ ان لوگوں کا لیونگ اسٹائل کیا ہوگا۔ اور پھر ان کے بھائی کی شادی پر ان کے گاؤں جانے پر وہ لوگ جس حویلی میں ٹھہرے تھے اس کی خوب صورتی اور شان و شوکت دیکھ کر ان لوگوں کی امارت کھول کر سامنے آ گئی تھی۔ گھر کی صفائی سے فارغ ہو کر وہ بھابی کے ساتھ کچن میں ان کا ہاتھ بٹانے لگی تھی۔

مغرب کے بعد ان لوگوں نے آنا تھا ماموں مغرب کے بعد بھی گھر نہیں لوٹے تھے۔ مغرب کے بعد اماں کے کہنے پر رابعہ ایک سادہ لیکن کافی اچھا سا سوٹ پہن کر نہا دھو کر فارغ ہو چکی تھی بھابی کے لاکھ کہنے پر بھی اس نے میک اپ نہیں کیا تھا۔ رات سات بجے ان لوگوں کی گاڑی ان کے روڈ پر آ کر رکی تھی شاہزیب اور مہر النساء بیگم دونوں تھے ساتھ ڈرائیور تھا وہ گلیوں میں چلنے ان کے گھر تک آئے تھے۔ سہیل بھائی گھر پر ہی تھے۔ عباس نے ڈرائیور کو اچھی طرح سارا ایڈریس سمجھا کر بھیجا تھا سو ڈرائیور کو کوئی دقت نہ ہوئی تھی۔ سہیل بھائی اور اماں نے ہی مہمانوں کو ریسیو کیا تھا۔

مہر النساء بیگم کا بڑا پروقار انداز تھا شاہزیب صاحب بھی آفس ڈریسنگ میں تھے دونوں کی مالی حیثیت ان کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی تاہم دونوں بڑے خلوص اور خوش دلی سے ملے تھے۔ اماں اور سہیل بھائی دونوں سے بات چیت کر رہے تھے۔

''عباس نے مجھے آپ کے ماموں کا بتایا وہ کہاں ہیں؟''

''ماموں ٹیوشن پڑھاتے ہیں وہ آج کچھ لیٹ ہوگئے تھے میں نے کال کی تھی کہہ رہے تھے کہ وہ پہنچ جاتے ہیں کچھ دیر میں۔'' شاہزیب صاحب نے سر ہلا دیا تھا۔

مہر النساء بیگم بظاہر خوش دلی سے ثریا بیگم سے مخاطب تھیں لیکن اندر ہی اندر ان لوگوں کی مالی حیثیت دیکھ کر الجھی ہوئی تھیں۔

گھر آ کر شاہزیب صاحب نے بس یہی کہا تھا کہ عباس کے رشتے کے سلسلے میں ایک جگہ چلنا ہے تیار ہو جایئے اس سے زیادہ نہ انہوں نے بتایا تھا اور نہ ہی پوچھنے کا وقت ملا تھا فوراً وہ تیار ہو کر ان کے ساتھ آ گئی تھیں۔

''بیٹا رابعہ کو کہو چائے لے آئے۔'' ثریا بیگم نے کچھ دیر بعد کہا تھا سہیل باہر چلا گیا تھا۔ وہ پیغام دے کر پھر واپس آ کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ شاہزیب صاحب سے باہر گزارے گئے تجربے کو شیئر کر رہا تھا وہ بھی خوش اخلاقی سے سن رہے تھے۔

رابعہ کے ساتھ بھابی بھی آ گئی تھیں آج سر شام ہی انہوں نے گڑیا کو سلا دیا تھا رابعہ نے سلام کیا تھا مہر النساء بیگم نے کھڑے ہو کر محبت سے اسے ساتھ لگایا تھا۔

''یہ میری بیٹی رابعہ ہے۔'' ثریا بیگم نے بتایا تھا۔

پھر مہر النساء بیگم نے بھابی کو ساتھ لگایا تھا انداز خوش اخلاقی لیے ہوئے تھا۔ ثریا بیگم کے اندر اعتماد بڑھا تھا انہوں نے بھابی کا بھی تعارف کرایا تھا۔ رابعہ نے چائے بنا کر شاہزیب صاحب اور مہر النساء بیگم دونوں کو دی تھی۔

بھابی دیگر لوازمات لائی تھیں کچھ گھر میں بنایا تھا اور کچھ ریڈی میڈ ان لوگوں نے کافی کچھ اکٹھا کر لیا تھا۔

''ان سب چیزوں کے تکلف کی بھلا کیا ضرورت تھی۔'' مہر النساء بیگم نے ٹوکا تھا۔

''یہ سب تو آنٹی آج کل مہمان داری کا حصہ ہے یہ کیک لیں میں نے خود بنایا ہے۔'' بھابی نے خوش دلی سے پلیٹ میں کیک کا پیس ڈال کر ان کی طرف بڑھایا تھا تاہم رابعہ خاموشی سے ثریا بیگم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ باقی چیزیں بھابی ہی سرو کر رہی تھیں۔ مہر النساء بیگم نے کئی بار رابعہ کو دیکھا تھا۔

نجانے کیوں انہیں رابعہ کا چہرہ دیکھا بھالا لگ رہا تھا۔ عجیب سی کشش تھی جو انہیں اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ تبھی ڈور بیل ہوئی تھی سہیل بھائی اٹھ کر چلے گئے تھے ان کا خیال تھا کہ ماموں ہوں گے لیکن ماموں کے بجائے ابوبکر تھا۔

ابوبکر گزشتہ دنوں اپنے گھر شفٹ ہو چکا تھا تاہم کبھی کبھار وہ اکثر شام میں ادھر بھی چکر لگا لیا کرتا تھا۔ سہیل ابوبکر کو بھی وہیں لے آئے تھے۔

ابوبکر ایک پڑھا لکھا نوجوان تھا اس کی کمپنی میں شاہزیب صاحب بہت خوش ہوئے تھے۔ رابعہ اٹھ کر اندر چلی گئی تھی۔ مہر النساء بیگم بھی اٹھ کر ثریا اور بھابی کے ساتھ باہر آ گئی تھیں۔ انہوں نے سرسری گھر پر نگاہ ڈالی تھی۔

چند کمرے، ایک کچن ایک ڈرائنگ روم اور ایک چھوٹا سا کچن۔ ان کے گھر کے سامنے یہ گھر کچھ بھی نہ تھا۔ وہ سوچتیں تو اس سے بہتر ان کے ملازمین کے گھر تھے لیکن اس گھر کے مکینوں کی جو بات سب سے زیادہ اٹریکٹ کی تھی وہ ان کی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی تھی۔

وہ کافی دیر تک وہاں بیٹھی تھیں فیضان صاحب نہیں آئے تھے، سہیل بھائی نے کئی بار کالز کی تھیں اور وہ ہر بار کچھ دیر میں پہنچ رہا ہوں کہہ کر کال بند کر دیتے تھے۔ ساڑھے نو بجے شاہزیب صاحب اکتا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

''یار زندہ صحبت باقی سہیل بیٹا اپنے ماموں کو سلام کہیے گا بہت وقت ہو چلا ہے، ہم چلتے ہیں۔''

سہیل بھلا اور کیا کہہ سکتا تھا۔ مہر النساء بیگم اور ثریا بھی وہیں آ گئی تھیں۔ ان لوگوں نے بصد اصرار ان دونوں کو ڈنر

کر کے جانے کا کہا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا۔
''اگر رشتہ داری رہی تو ان شاء اللہ ہم نہ صرف ڈنر کریں گے بلکہ یہاں رکیں گے بھی لیکن فی الحال دیر ہو رہی ہے رخصت چاہتے ہیں اب ہم۔'' شاہزیب صاحب نے کہا تو اماں نے سر ہلا دیا تھا۔
شاہزیب صاحب نے سہیل کا نمبر لے لیا تھا گھر جا کر بیگم سے مشورہ کر کے جواب دینے کا کہہ کر وہ لوگ چلے گئے تھے۔
ابوبکر اور سہیل ان کے ساتھ باہر مین روڈ تک ان کو گاڑی تک چھوڑنے گئے تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد وہ واپس آ گئے تھے۔ اماں بھابی سہیل بھائی اور ابوبکر سب ہی اسی رشتے پر ہی گفتگو کرنے لگ گئے تھے۔ جب ان لوگوں کے جانے کے 5 منٹ بعد ماموں گھر آ گئے تھے۔
''بہت دیر لگا دی ماموں آپ نے وہ لوگ ابھی نکل کر گئے ہیں۔'' سہیل نے شکوہ کیا تھا۔
''کیا کرتا یار بڑی مشکل سے گھر پہنچا ہوں پہلے رکشہ لیا اس کا رکشہ خراب ہوا اس نے جس رکشے پر بٹھوایا وہ ٹریفک کے اژدھام میں پھنس گیا تھا اللہ اللہ کر کے ٹریفک کھلا اور میں گھر پہنچا ہوں۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا تھا۔
''ان لوگوں نے کافی دیر انتظار کیا تھا پھر چلے گئے تھے۔'' ماموں وہیں کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔
سبھی مہمانوں کے جانے کے بعد ڈرائنگ روم میں ہی تھے۔
''رشتے سے متعلق کوئی بات کی ان لوگوں نے۔''
''مجھ سے ہی بات کی تھی ان کی بیگم صاحبہ ساتھ تھیں وہی ہمارے خاندان، رشتہ داروں، کہاں سے ہیں سب کے بارے میں پوچھتی رہی تھیں بظاہر تو اچھے لوگ ہیں اب اللہ مدد کرنے والا ہے۔'' ماموں نے سنجیدگی سے سر ہلا دیا تھا جبکہ سہیل شاہزیب صاحب سے ہونے والی گفتگو بتانے لگ گیا تھا اور ماموں سنجیدگی سے سن رہے تھے۔

❁.........❁.........❁
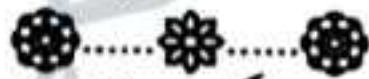
''کیسا لگا آپ کو یہ رشتہ؟'' گھر میں ان دونوں نے کسی سے بھی ذکر نہ کیا تھا کھانا کھا کر شاہزیب صاحب کمرے میں آ گئے تھے مہر النساء بیگم بھی فارغ ہو کر آئیں تو انہوں نے پوچھا تھا۔
''اگر مالی حیثیت سے ہٹ کر دیکھا جائے تو بہت ہی اچھا ہے یہ رشتہ لڑکی بھی پیاری سلجھی ہوئی اور تعلیم یافتہ ہے سارا گھرانہ ہی سلجھا ہوا ہے لیکن آپ کو اس رشتے کا کس نے بتایا کون لوگ تھے یہ؟''
''یہ لڑکی ہماری فرم میں جاب کرتی تھی پھر اس نے جاب چھوڑ دی تھی۔''
''اچھا۔'' مہر النساء بیگم حیران ہوئی تھیں۔
''عباس نے مجھے خود اس لڑکی کا کہا تھا اور کہا تھا کہ آج اس کے ہاں جاؤں۔''
''اوہ۔'' مہر النساء بیگم کے لیے مزید حیرانی کی بات تھی۔
''عباس نے خود کہا تھا۔'' وہ واقعی حیرت زدہ تھیں۔
شاہزیب صاحب نے رابعہ اور عباس سے متعلق جو کچھ علم تھا مہر النساء بیگم سے کہہ دیا تھا مہر النساء بیگم سنجیدگی سے سنتی رہی تھیں انہوں نے عادلہ اور رابعہ کا قصہ بھی سنا دیا تھا اور آخر میں عباس کا موقف بھی۔
''ماشاء اللہ لڑکی تو مجھے بہت ہی پیاری لگی ہے بالکل شہوار جیسی۔'' اچانک ان کے ہونٹوں سے نکلا تھا اور پھر وہ خود بھی حیران ہوئیں۔
''کیا انہیں واقعی وہ لڑکی شہوار جیسی لگی تھی؟'' وہ الجھیں۔

"اچھا کیا سوچا ہے پھر آپ نے عباس چاہتا تھا کہ میں آج ہی رشتے کی بات بھی کر کے آؤں لیکن مجھے فوراً یہ سب مناسب نہیں لگا میں نے سوچا کہ پہلے آپ کو دکھالوں، خواتین میں خواتین کو جج کرنے کی صلاحیت بہتر انداز میں موجود ہوتی ہے۔" مہر النساء بیگم نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔ ان کی الجھی سوچ کو شاہزیب صاحب کی بات نے کسی اور طرف موڑ دیا تھا۔

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں دولت، جائیداد کسی کی ہمیں کوئی کمی نہیں عباس کی خواہش بھی ہے تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلیں آپ۔"

"ٹھیک۔" شاہزیب صاحب نے ہنکارا بھرا تھا۔

"میں کل بابا صاحب سے مشورہ کروں گا پھر وہ جو جواب دیں میں وہی کروں گا۔" انہوں نے کہا تو مہر النساء بیگم نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"یہ زیادہ مناسب ہے وہ خاندان کے بڑے ہیں بے شک عباس لڑکی پسند کر چکا ہے لیکن بابا صاحب کی مرضی اور مشورے سے فیصلہ ہو تو زیادہ بہتر ہے۔" مہر النساء بیگم نے شوہر کے فیصلے پر فوراً اثبات میں سر ہلایا تھا۔

......☆☆☆......

عباس سخت پریشان تھا۔ اس نے شاہزیب سے تو نہیں لیکن اگلی صبح مہر النساء بیگم کو جالیا تھا۔

"کیا فیصلہ کیا آپ لوگوں نے؟"

"لڑکی تو اچھی ہے فیملی بھی اچھی ہے، رہ گئی مالی حیثیت نہ میں نے پہلے اس کو اہمیت دی ہے اور نہ ہی اب دوں گی، تمہارے والد صاحب سے بات کرلی ہے رات، ہم تمہارے بابا صاحب سے مشورے کریں گے پھر جو فیصلہ ہوگا دیں گے۔" عباس نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔

باقی سارا دن اس کے لیے بڑا کٹھن گزرا تھا اور شام میں بھی وہ جلد آفس سے آ گیا تھا۔ اس نے ماں جی سے بابا صاحب سے مشورہ کرنے کا پوچھا تو انہوں نے کچھ دیر بعد بات کرنے کا کہا تھا۔

کھانا کھا کر سبھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔ شاہزیب صاحب اور مہر النساء بیگم بابا صاحب کے پاس آ گئے تھے۔ کھانا وہ کمرے میں ہی کھاتے تھے۔ وہ کتاب پڑھ رہے تھے۔ کتاب ایک طرف رکھ دی تھی۔

شاہزیب صاحب نے بغیر تمہید باندھے بابا صاحب کو پروپوزل کے بارے میں سب بتا دیا تھا۔ انہوں نے کافی دیر سوچا تھا اور پھر سر ہلا دیا تھا۔

"بظاہر اس رشتے میں کوئی خامی نظر نہیں آ رہی لیکن جس طرح تم نے ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ مالی لحاظ سے کمزور ہیں تو تم اچھی طرح جانتے ہو میں ان باتوں کو اہمیت نہیں دیتا، عباس کی اگر خواہش ہے وہ خود اس جگہ شادی کرنا چاہتا ہے تو تم دونوں سوچ بچار کر کے فیصلہ کرلو۔"

"میں بتا چکا ہوں نا کہ لڑکی ہمارے آفس میں جاب کرتی رہی ہے ہر لحاظ سے بہت اچھی ہے اصل میں عادلہ کی طرف سے جو نقصان ہم اٹھاتے ہیں اس کے بعد عباس کی ذات کے حوالے سے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ میرے سامنے آفاق کی ذات ہے اور آفاق کو میں کسی سوتیلی ماں کے تجربے سے نہیں گزار سکتا۔" شاہزیب صاحب نے اپنے خدشات بیان کیے تھے۔

"رسک تو لینا ہی ہوگا خاندان میں کرتے یا باہر سے لڑکی لاتے دونوں صورتوں میں رسک تو لینا ہی تھا عباس آفاق کا باپ ہے اور کوئی بھی باپ اپنی اولاد کے لیے برا نہیں سوچتا کچھ سوچ سمجھ کر ہی عباس آگے بڑھا ہوگا۔" بابا صاحب کے

الفاظ پر شاہزیب صاحب نے سر ہلا کر اپنی بیگم کو دیکھا تھا۔
"ٹھیک ہے ایسا کرتے ہیں، ہم ان کو کال کردیتے ہیں ہم لوگ تو وہاں کا چکر لگا چکے ہیں کسی دن ان لوگوں کو بھی انوائٹ کرلیتے ہیں پھر آپ بھی مل لیجیے گا اس کے بعد بات آگے بڑھاتے ہیں شادی یا منگنی جو بھی وہ لوگ چاہیں گے ہم طے کرلیتے ہیں۔" شاہزیب صاحب نے فوراً حتمی فیصلہ کیا تھا۔
"اچھی رائے ہے یہ بھی، بسم اللہ کرو، اچھے کام میں مزید تاخیر نہیں کرو، باقی اللہ برکت ڈالنے والا ہے۔" بابا صاحب مطمئن تھے۔ بابا صاحب کے سامنے ساری عمر کا تجربہ تھا۔ عباس ایک میچور مرد تھا۔ وہ سمجھ سکتے تھے کہ عباس نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہوگا اور وہ عباس کی چوائس پر مطمئن تھے۔ سو وہ اس ٹاپک پر شاہزیب صاحب سے مزید ڈسکس کرنے لگے تھے۔
مہر النساء بیگم اور شاہزیب صاحب انہیں رابعہ اور اس کی فیملی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے رہے تھے۔

❀......❀......❀
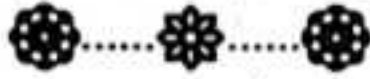
مصطفیٰ نے آفس ٹائمنگ سے اسپیشلی ولید کے لیے وقت نکالا تھا۔ وہ اس کی طرف آیا تو وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹا کوئی بزنس میگزین دیکھ رہا تھا وہ ابھی تک بیڈ ریسٹ پر تھا آہستہ آہستہ اس کے زخم کافی بھر چکے تھے تاہم ابھی تک اس نے آفس جوائن نہیں کیا تھا۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر ولید کا موڈ ایک دم خوش گوار ہوا تھا۔ مصطفیٰ بھی کچھ فرصت سے آیا تھا۔ دونوں کافی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے تھے تبھی مصطفیٰ نے ایک دم بات کا رخ بدلا تھا۔
"پھوپو تو مکمل طور پر اس رشتے میں انوالو ہوچکی ہیں وہ انا کی پسند کے مطابق شاپنگ تک کررہی ہیں۔" ولید جو بہت فریش ہوگیا تھا ایک دم سنجیدہ ہوا۔
"ویسے جو بھی ہورہا ہے اچھا نہیں ہورہا۔"
"سو واٹ جو انا چاہتی ہے وہی ہورہا ہے تمہارے نا چاہنے سے کیا ہوجائے گا بھلا؟" ولید کا انداز چڑچڑا ہوا تھا۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا۔
"تمہارے لیے میرے پاس کافی خبریں ہیں۔"
"کیا؟" ولید نے سنجیدگی سے مصطفیٰ کو دیکھا۔
تب مصطفیٰ نے اسے وہ سب کچھ بتادیا جو اسے شہوار نے بتایا تھا ولید نے بہت سنجیدگی سے وہ سب سنا تھا۔ بہت سی باتیں اس کے علم میں تھیں لیکن اب جو کچھ مصطفیٰ نے بتایا تھا وہ بہت حد تک تکلیف دہ تھا۔ انا اس حد تک بھلا کیسے جاسکتی تھی کہ خود بخود اپنی ذات کو اس حد تک لے گئی تھی اور کاشفہ ولید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ایک بار اس کے سامنے آجائے تو وہ اس سے سارے حساب بے باق کرلے۔ اور انا ولید کا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی جائے اور اس کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کردے بھلا اسے کس نے اجازت دی تھی کہ وہ اس کی ذات کو اس طرح رگیدتی۔ کاشفہ ڈبل گیم کھیلنے کے چکر میں بہت برا کرچکی تھی۔ ولید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا حشر نشر کردے۔
"دھیرج سے یار۔" ولید کی حالت دیکھ کر مصطفیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
"بہت برا کیا ہے انا نے...... بہت برا...... آئی ول کل ہر۔" وہ واقعی بہت زیادہ ڈسٹرب ہوگیا تھا۔
"کول ڈاؤن یار۔"
"اور یہ کاشفہ چھوڑوں گا اسے بھی نہیں میں۔" ولید کا ضبط کے مارے برا حال تھا۔ مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر برابر تسلی دی۔

"ویسے یہ کاشفہ کون ہے، مثلاً اس کا بائیوڈیٹا وہ انا کے ساتھ یہ سب کرچکی ہے مزید غلط نتائج کی دھمکیاں دے رہی ہے ہراساں کررہی ہے۔ ایسی لڑکیوں کو تو ایک منٹ بھی آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے، جب تک میں بے خبر تھا اور بات تھی اب اگنور نہیں کرسکتا۔" مصطفیٰ نے کہا تو ولید نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا۔

"نہیں، اس لڑکی سے میں خود نبٹوں گا اب ویسے بھی اس کی جانب میرے، بہت سے حساب نکلتے ہیں۔" ولید کا انداز بہت زہریلا تھا۔

"مجھے حیرت ہوتی ہے تمہاری کب سے ایسی لڑکیوں سے دوستی ہونے لگی اور دوستی بھی اس حد تک آ گئی اور میں بے خبر ہی رہا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے اس سے دوستی نہیں کی تھی محض اس کے باپ تک پہنچنے کے لیے راہ و رسم بنائے تھے لیکن چند ملاقاتوں میں ہی اندازہ ہوگیا کہ یہ لڑکی کس ٹائپ کی ہے پھر جس طرح انا اسے دیکھ کر پریشان ہونے لگی تھی میں اس سے بچنے لگا تھا پھر حالات ایسے ہوئے کہ نہ ہی اس کے باپ تک پہنچ سکا اور نہ ہی اس لڑکی سے اچھی طرح جان چھڑا پایا۔" ولید نے کہا تو مصطفیٰ نے حیران ہو کر دیکھا۔

"تم اس کے باپ تک کیوں پہنچنا چاہتے تھے۔"

"تھی ایک بات لیکن تم چھوڑو، اس انا بی بی سے تو میں اب اچھی طرح نبٹوں گا، بات کھلی ہے تو اب دیکھنا کیا کرتا ہوں میں۔" ولید کو ایک بار پھر انا پر حد سے زیادہ تاؤ آنے لگا تھا۔

"کیا کرو گے؟"

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ اب کیا کروں گا میں، اتنی جلدی میں انا بی بی اور اس کی سیاسی دوستی کاشفہ صاحبہ کو معاف نہیں کرنے والا۔" ولید کا انداز قطعی اور دوٹوک تھا۔ مصطفیٰ نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

......☆☆☆......

لالہ رخ ایک بار پھر ماں بننے والی تھی رابعہ ایک سال کی تھی جبکہ عیسیٰ اب کافی سمجھدار ہوگیا تھا خالہ بی کا کافی آسرا تھا ان کا گھر کافی حد تک کمپلیٹ ہو چکا تھا۔ سکندر کا کاروبار بھی کافی حد تک اسٹیبلش ہو چکا تھا۔ وقار کی والدہ کے انتقال کے بعد ان لوگوں نے ضیاء کے کہنے پر باہر ویزے کے لیے اپلائی کردیا تھا اور خوش قسمتی سے ان کے وہ فیملی ویزوں کی درخواست قبول ہوگئی تھی۔ ضیاء ان لوگوں کو سپورٹ کررہا تھا اور کچھ وہ لوگ خود انتظامات کررہے تھے وقار کی کچھ زمین تھی اس نے وہ بیچ تھی انہوں نے گھر کا بھی سودا کرلیا تھا خوش قسمتی سے گھر بھی اچھے خاصے داموں میں بکا تھا لیکن صبوحی بھی ایک بار پھر تخلیق کے مراحل سے گزر رہی تھی سو وہ لوگ بچے کی پیدائش کے منتظر تھے تاکہ بعد میں وہ لوگ جاسکیں وقت بہت تیزی سے گزرنے لگا تھا۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک تھا لیکن لالہ رخ اب اکثر خوف زدہ رہنے لگی تھی۔

اس نے اتفاقاً ایک دو بار ہمایوں کو دیکھا تھا۔ اور ایک بار اس نے ہمایوں کے کچھ ساتھیوں کو دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ بہت محتاط ہوگئی تھی۔ وہ اب گھر سے بہت کم نکلتی تھی۔ عیسیٰ بہت سمجھدار اور باتونی ہوگیا تھا۔ اکثر اس کے سوال لالہ رخ کو مصروف رکھتے تھے۔ سکندر کی وہی روٹین تھی کبھی اس شہر تو کبھی اس شہر۔ انہی دنوں افشاں اور ضیاء بھی اچانک آ گئے تھے۔ افشاں اور ضیاء کی آمد ان سب کے لیے ایک بہت خوش گوار واقعہ تھی۔ افشاں بہت بدل چکی تھی۔ ضیاء کی محبت نے اسے بہت بدل دیا تھا۔ وہ بے انتہا خوش مزاج اور خوش اخلاق ہوگئی تھی۔

ضیاء اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے۔ ان دونوں کو خوش دیکھ کر سکندر کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ اترا تھا۔ افشاں کی آمد کے ایک ماہ بعد صبوحی کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ خوب صورت تیکھے نین نقوش والی گڑیا جس

کا نام افشاں نے انا رکھا تھا۔ انا ایک بہت ہی پیاری بچی تھی۔
افشاں احسن اور عیسیٰ اس بچی کو دیکھ کر بہت خوش تھے۔ تبھی ان دنوں احسن کی برتھ ڈے آ گئی تھی۔ وہ سب ادھر انوائنڈ تھے۔ بڑی دھوم دھام سے برتھ ڈے سیلیبریٹ کیا تھا۔ لالہ رخ کی ڈیلیوری میں بھی دو مہینے باقی تھے۔ تبھی وہاں تقریب کے اختتام پر صبوحی نے ضیاء سے ایک خواہش کر ڈالی تھی سبھی وہاں موجود تھے۔
''بھئی میرے احسن کی دلہن روشی بنے گی ضیاء بھائی بس یہ بات یاد رکھ لیں۔'' صبوحی نے بہت مان سے کہا تھا جبکہ افشاں ایک دم سنجیدہ ہو گئی تھی۔
''مجھے تو کوئی انکار نہیں افشاں سے پوچھ لو۔'' ضیاء نے فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔
افشاں نے تمام بچوں کے ساتھ کھیلتی اپنی گول مٹول گوری چٹی سی روشانے کو دیکھا تھا وہ بچپن کے رشتوں کے حق میں نہیں تھی لیکن صبوحی کی محبت کے سامنے انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔
''ابھی کوئی بھی فیصلہ قبل از وقت ہے بڑے ہو کر بچے نجانے کیا فیصلہ کریں میں اس چیز کے حق میں نہیں ہوں میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بچوں کی نفسیات پر کچھ اچھا اثر نہیں پڑتا۔'' افشاں نے اپنی رائے دے دی تھی۔
''یہ کیا بات ہوئی، چلیں یہ بات ہم بڑوں میں طے پا جاتی ہے میرا وعدہ ہے، ہم بچوں کے سامنے ذکر نہیں کریں گے وہ بڑے ہو جائیں ان کے سامنے پروپوزل رکھیں گے اگر وہ متفق ہوئے تو پھر آپ انکار نہیں کریں گے۔'' صبوحی کے الفاظ پر افشاں مسکرا دی تھی۔
''ٹھیک ہے۔'' تبھی خاموشی بیٹھی لالہ رخ نے اپنی گود میں ہاتھ پاؤں مارتی انا کو دیکھا تھا اور پھر وقار کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف شوہر کو۔
''یہاں تو رشتہ داریاں طے ہو رہی ہیں۔'' لالہ رخ مسکرائی تھی۔
''ہاں بھائی تم بھی بہتی گنگا میں ہاتھ ڈال لو، تم بھی آخر کو بیٹے کی ماں ہو فائدہ اٹھاؤ۔'' صبوحی نے کھلکھلا کر کہا تھا۔
''روشانے تو بک ہو گئی۔'' گول مٹول صحت مند سی روشی لالہ رخ کو بہت پسند آئی تھی۔
''ارے تمہیں میں سمدھن کے طور پر بری لگی ہوں کیا؟'' صبوحی نے لالہ رخ کو آنکھیں دکھائی تھیں۔
''آپ کا مطلب ہے یہ چھوٹی؟'' لالہ رخ نے گود میں پڑی انا کو دیکھا تھا۔
''بالکل۔'' صبوحی مسکرائی تھی۔
''میں نے تو اپنی دوستوں دوستوں سے رشتہ داریاں بنانی ہیں اگر اللہ نے اور بچے دیے تو ان کے رشتے بھی تم دونوں سے جوڑنے ہیں۔'' صبوحی نے زندہ دلی سے کہا۔ افشاں اور لالہ رخ ہنس دی تھیں۔
''اچھی زبردستی ہے یہ تو۔'' افشاں نے چھیڑا تھا۔
''بالکل۔'' صبوحی اترائی تھی۔
''یہ تو زبردستی کی سمدھن بن رہی ہے، دیکھو ذرا ہم ماؤں کے کوئی ارمان ہی نہیں۔'' لالہ رخ نے بھی حصہ لیا تھا۔
''ارے کتنی ناشکری ہو تم دونوں، بیٹھے بٹھائے تم دونوں کو رشتے مل رہے ہیں اتنا خوب صورت داماد اور اتنی پیاری سی بہو کہیں اور سے ڈھونڈ کر دکھانا تم دونوں مجھے۔'' صبوحی کی باتوں پر وہ بھی ہنس دیے تھے۔ وقت بہت تیزی سے گزر رہا تھا۔ صبوحی اور وقار کے جانے کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے لالہ رخ کے ہاں پھر ایک بیٹی نے جنم لیا تھا۔
بہت ہی پیاری اور خوب صورت بچی تھی بالکل لالہ رخ کا پرتو، سکندر نے اپنی اس بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔ جس دن عائشہ پیدا ہوئی تھی اس سے اگلے دن صبوحی اور وقار بچوں سمیت امریکہ کے لیے فلائی کر گئے تھے روشانے نے بھی ان کے

ساتھ ہی گئی تھی۔ افشاں اور ضیاء نے بعد میں جانا تھا ضیاء یہاں موجود اپنا گھر سیل کررہا تھا۔ اسے ایک اچھا گاہک مل گیا تھا کافی معقول معاوضہ مل رہا تھا سو اس نے فوراً معاملہ طے کیا تھا۔ گھر بکا تو وہ لوگ واپس لالہ رخ کے ساتھ آ ٹھہرے تھے۔ انہوں نے کچھ دن بعد چلے جانا تھا۔

ضیاء سیٹ کنفرم کرانے میں لگا ہوا تھا۔ اس کی سیٹس ایک ماہ بعد کی کنفرم ہوگئی تھیں۔ افشاں واپسی کی شاپنگ کررہی تھی اس دن لالہ رخ کو بھی ساتھ لے آئی تھی۔ شاپنگ کے دوران کئی بار لالہ رخ کو لگا کہ جیسے وہ مسلسل کسی کی نگاہوں کے حصار میں ہے وہ پہلے ہی ہمایوں کے خوف میں ڈری رہتی تھی پھر خوف زدہ ہوگئی تھی۔ اس نے افشاں کو بتایا تھا اور افشاں نے اس کا وہم کہہ کر اسے تسلی دی تھی ان کا گھر تقریباً فائنل ہوچکا تھا۔ اب اس میں سامان شفٹ کررہے تھے اسی سلسلے میں گھر کی زیبائش کے لیے لالہ رخ کو شاپنگ کرنا پڑرہی تھی۔ وہ سارا دن اس کا بڑا برا گزرا تھا وہ گھر لوٹی تو کچھ سکون کا سانس لیا تھا۔

''یار کچھ بھی نہ تھا تم خوامخواہ خوف زدہ ہوتی رہی تھیں۔'' افشاں نے کہا تو لالہ رخ مسکرادی تھی۔

کچھ دن مزید گزرے تھے سکندر اپنے نئے گھر میں کافی سامان سیٹ کراچکا تھا۔ رنگ و روغن بھی ہوچکا تھا بس وہ لوگ افشاں اور ضیاء کی وجہ سے وہاں رک گئے تھے۔ اس دن لالہ رخ گھر میں اکیلی تھی بچے سورہے تھے۔ خالہ بی ضیاء اور افشاں کے ساتھ اسپتال گئی تھیں ان کو کچھ دنوں سے کھانسی کا مسئلہ ہورہا تھا ان کو شک ہورہا تھا کہ جیسے ٹی بی ہورہی ہے۔ بس اسی سلسلے میں افشاں ان کو سات لے گئی تھی خالہ بی کا بیٹا اسکول گیا ہوا تھا لالہ رخ کچن سمیٹ کر نیچے آئی تو بیل بجی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تھا لیکن اپنے سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کا منہ کھلے کا کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

''تم......؟'' اس کے بس لب ہلے تھے اور اس نے خوف زدہ ہوکر دیوار تھام لی۔

❀......❀......❀

انا کالج سے لوٹی تو بہت تھکی ہوئی تھی۔ کمرے میں جانے سے پہلے اس نے صغراں سے فوراً کھانا نکالنے کو کہا۔ صغراں فوراً حکم کی تعمیل میں کچن میں چلی گئی تھی۔ وہ کمرے میں چلی گئی تھی فریش ہوکر کچن کی طرف آئی تھی جب کچن کے دروازے کے پاس کھڑے ولید کو دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

''مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے میرے کمرے میں چلو۔'' ولید کا انداز بے حد سرد اور غصیلا تھا۔ انا نے چونک کر دیکھا۔ ولید بغیر کسی سہارے کے اپنے پاؤں پر کھڑا تھا وہ اب تھوڑا بہت چل پھر لیتا تھا۔

''کیوں؟'' انا پچھلے دنوں ہونے والی بے عزتی نہیں بھولی تھی۔

''کہا نا کمرے میں چلو، ضروری بات کرنی ہے تم سے۔'' ولید نے غصے میں آکر کہا تو انا کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

''جو بھی کہنا ہے یہیں کہہ لیں۔'' سنجیدگی سے دیکھتے کہا۔

''تم......!'' ولید نے تخی سے دانت بھینچے اس کی طرف قدم بڑھائے جبکہ انا فوراً پیچھے ہٹی تھی۔

''جو کہہ رہا ہوں وہ کرو...... ورنہ!'' ولید نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔ انداز کھا جانے والا تھا۔

''مجھے کہیں نہیں جانا۔'' جواباً انا نے بھی تلخی سے کہا۔

''تم...... ایسے نہیں سمجھو گی۔'' ولید بھنا کر اس کی طرف بڑھا تھا۔ ولید کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی لیکن اس وقت اسے غصے میں کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ اس نے انا کا بازو تھاما تھا۔ زخمی اور نحیف ہونے کے باوجود اس میں اتنی طاقت

ضرور تھی کہ دھان پان سی انا اس کے جھٹکے سے اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی تھی۔
"کیا بدتمیزی ہے، کیا کر رہے ہیں آپ، چھوڑیں مجھے۔" وہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی۔ ولید کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سب بے کار تھا۔ ولید میں لگتا تھا کہ اس وقت کوئی آسیبی طاقت داخل ہوگئی ہے۔
"ولید پلیز چھوڑیں، آئی سے لیومی پلیز۔" ولید پر اس کی مزاحمت کوئی بھی چیز اثر انداز نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اسے گھسیٹتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔
اپنے کمرے میں لا کر اس نے اسے جھٹکا دے کر دیوار کے ساتھ دھکا دیا تھا۔ انا کا سر دیوار سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ ایک دم اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا وہ تکلیف سے چیخی تھی۔ ولید نے ایک کڑوی نگاہ اس پر ڈالتے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔ انا کی تکلیف کسی بھی چیز کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے تیزی سے انا کی طرف بڑھا تھا۔ انا جو سر تھامے کھڑی تھی ولید نے ایک دم جھٹکے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔
اس سے پہلے کہ انا کچھ سمجھتی ولید نے کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا تھا۔ اس بار انا کی چیخ بہت بلند تھی۔ اس نے بہت خوف زدہ ہو کر ولید کو دیکھا تھا۔ ولید نے اسے بازو سے پکڑ کر ایک دم اپنے قریب کیا تھا۔ انا کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا۔
"ولی......!" وہ صرف کراہ رہی تھی۔ جبکہ ولید نے اس کے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ جما کر اس کی آواز کا گلا گھونٹ دیا تھا انا نے ولید کو دیکھا۔
ولید کی آنکھوں میں سرخی تھی۔ نفرت تھی شرارے تھے، غصے کی شدید کیفیت تھی۔ سب کچھ تہس نہس کر دینے کی کیفیت تھی کہ انا کو اپنے پورے وجود میں سنسناہٹ دوڑتی محسوس ہوئی تھی۔

❁......❁......❁
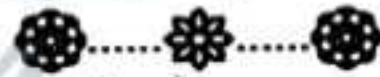
ماں جی نے عباس کو خوشی کی خبر سنا دی تھی۔ عباس کا مارے خوشی کے برا حال تھا۔ دوسری طرف شاہزیب صاحب نے سہیل کو کال کر خوش خبری سنائی اور ساتھ ہی اپنے گھر انوائٹ کیا تھا۔ سہیل نے ماموں سے مشورہ کر کے جس دن آنا تھا کا فیصلہ کر کے بعد میں فون کرنے کا کہا تھا۔ عباس بہت خوش تھا۔
فیضان صاحب سے مل کر وہ تقریباً ناامید ہی ہوا تھا لیکن بعد میں جو انہوں نے سوچنے کا وقت لیا تھا اس سے اس کی امید کافی بڑھی تھی۔ عباس نے رابعہ کو کال کی تھی۔ جب سے فیضان صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اس نے رابعہ کو کال نہیں کی تھی۔ لیکن اب بہت دیر تک خود کو باندھ نہیں سکا تھا۔ دوسری طرف رابعہ کی آواز سنائی دی تو عباس کو لگا کہ گویا اس کے جسم و جان میں ایک نئی حرارت سی دوڑ گئی ہو۔ سلام دعا کے بعد عباس نے اس سے پوچھا تھا۔
"کیسی ہیں رابعہ۔"
"جی ٹھیک ہوں، آپ نے کیوں کال کی؟" دوسری طرف وہ بھی محتاط ہو رہی تھی۔ عباس مسکرا دیا۔
"کیوں میں اب آپ کو کال نہیں کر سکتا۔" عباس نے پوچھا۔
"ایسی بات نہیں لیکن مجھے ابھی فی الحال یہ سب کچھ مناسب نہیں لگ رہا۔" رابعہ نے صاف گوئی سے کہا۔ عباس ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔
"کیوں آپ کو میرا کال کرنا برا لگا ہے کیا؟"
"ایسی بات نہیں سر! جب تک آپ میرے لیے باس تھے سب ٹھیک تھا لیکن اب ہمارے بڑوں میں اور سلسلے میں

غزل

ایسی آنکھیں نہیں دیکھی، ایسا کاجل نہیں دیکھا
ایسا جلوہ نہیں دیکھا ایسا چہرہ نہیں دیکھا
اس کے کنگن کا کھنکنا جیسے بلبل کا چہکنا
اس کی پازیب کی چھم چھم جیسے برسات کا موسم
ایسا ساون نہیں دیکھا ایسی بارش نہیں دیکھی
اس کی میٹھی کوئل سی ہے بولی، جیسے گیتوں کی رنگولی
سرخ گالوں کا پسینہ، جیسے ساون کا مہینہ
ایسی آنکھیں نہیں دیکھی ایسا کاجل نہیں دیکھا

رخسانہ اسماعیل......تونسہ شریف

بات چیت چل رہی ہے اور میں اس دوران بہت محتاط رہنا چاہتی ہوں میں مڈل گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور میں نہیں چاہتی کہ کسی کو مجھ پر بات بنانے کا موقع ملے۔" عباس مسکرادیا۔

"او کے آئی لائیک اٹ۔ میں کوشش کروں گا کہ ہماری شادی کا سلسلہ جلدی طے پا جائے اور پھر آپ کو مجھ سے بات کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہو۔" عباس کی بات پر دوسری طرف موجود رابعہ ایک دم ٹپٹائی تھی۔

"ایم سوری آپ غلط سمجھے ہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"لیکن مجھے شادی کی بہت جلدی ہے رابعہ، میں آپ کے ساتھ زندگی کو ایک نئے رنگ اور روپ میں جینا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے آپ ایک بہت اچھی جیون ساتھی ثابت ہوں گی۔ میرے والدین راضی ہیں انہوں نے آپ کی فیملی کو انوائٹ کیا ہے میں ماں جی کو صاف کہہ چکا ہوں کہ مجھے کوئی دھوم دھڑ کا نہیں چاہیے میں سادگی سے شادی کرنا چاہتا ہوں ٹھیک ہے نا رابعہ۔" عباس نے اس سے تصدیق چاہی تھی۔ دوسری طرف رابعہ کنفیوژ ہو رہی تھی۔

"جی سر...... مجھے بھابی بلا رہی ہیں، میں چلتی ہوں۔" اس نے کال بند کرنا چاہی تھی۔

"رکیں تو سہی۔" رابعہ رک گئی۔

"میں انتظار کے ان دنوں کو بہت مس کروں گا، میں آپ کے راستے میں امید کے چراغ روشن کیے بیٹھا ہوں مجھے یقین ہے آپ مجھ تک آنے میں دیر نہیں لگائیں گی سن رہی ہیں نا؟" عباس نے کہا لیکن پھر دوسری طرف بالکل خاموشی محسوس کر کے پوچھا تھا۔

"اللہ حافظ سر۔" رابعہ نے کال بند کردی تھی۔ عباس اس کی فیلنگز کو محسوس کر سکتا تھا۔ وہ لاکھ بااعتماد سہی لیکن تھی تو ایک لڑکی محبتوں و جذبوں سے گزرا ہوا وجود، عباس کو یقین تھا بظاہر کچھ نہ کہنے والی اپنے محسوسات چھپا کر رکھنے والی یہ لڑکی اس تک آتے آتے اس کی محبت میں ضرور رنگ چکی ہوں گی اور عباس کو اس وقت کا شدت سے انتظار تھا جب رابعہ اس کے نام پر اس کے گھر میں موجود ہوگی۔

❀......❀......❀
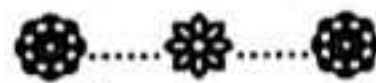
شہوار آج بہت دن بعد کالج گئی تھی۔ مصطفیٰ خود اسے چھوڑنے گیا تھا اور واپسی پر اس نے کہہ دیا تھا کہ گھر کا کوئی فرد لینے آئے گا ڈرائیور کو نہیں بھیجے گا۔ شہوار کا انا کے ساتھ سارا وقت بہت اچھا گزرتا تھا۔ اسے اساتذہ سے ملنا تھا کچھ دن

بعد ایگزامز شروع ہورہے تھے پھر اس نے صرف ایگزام دینے آنا تھا۔ انا اس کی کافی ہیلپ کررہی تھی وہ اکثر اس کے ساتھ آجاتی تھی یا فون پر ڈیٹیل سمجھا دیتی تھی اور نوٹس وغیرہ ڈرائیور کے ہاتھ بھجوادیتی تھی' کالج ٹائم ختم ہوگیا تھا۔ انا کا ڈرائیور لینے آیا تو اس نے بھی مصطفیٰ کو کال کی تھی۔ مصطفیٰ نے اسے خود آنے اور ویٹ کرنے کا کہا تھا۔ انا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ مصطفیٰ کو آدھ گھنٹہ لگا تھا وہاں پہنچنے میں انا مصطفیٰ کے آنے پر چلی گئی تھی۔ مصطفیٰ کے ساتھ وہ بھی گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔

''کیسا گزرا آج کا دن؟'' گاڑی ڈرائیو کرتے مصطفیٰ نے پوچھا۔

''بہت اچھا آج کافی دنوں بعد سب سے ملنا ہوا، اساتذہ سے ملی کافی ہیلپ ملی ہے۔''

''چلو اچھا ہوا تمہارے ایگزامز کی تیاری اچھی ہوجائے گی پھر......!'' شہوار مسکرادی تھی۔

ابھی وہ لوگ کالج روڈ پر ہی تھے شہوار کے نمبر پر گھر سے کال تھی ماں جی گھبرائی ہوئی تھیں۔

''لائبہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اسے پین ہورہا ہے تم کب تک کالج سے فارغ ہورہی ہو، شاہزیب صاحب کو کال کی تھی وہ کہہ رہے تھے کہ میں لائبہ کو لے کر کلینک چلی جاؤں وہ اور سجاد وہیں پہنچتے ہیں۔''

''جی میں ادھر ہی ہوں' آپ بھابی کو لے کر آئیں میں ان کی اسپیشلسٹ کو کال کرتی ہوں۔'' اس نے کال بند کی تھی۔

''کیا ہوا؟'' شہوار نے اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا تو مصطفیٰ پریشان ہوا تھا۔

''لائبہ بھابی کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔''

''نارمل کیس تھا اللہ خیر کرے ابھی تو چند دن باقی تھے ڈیلیوری میں۔'' مصطفیٰ نے گاڑی لائبہ بھابی کی گائنا کالوجسٹ کے کلینک کی طرف موڑ دی تھی۔ کچھ دیر بعد ماں جی بھی نڈھال سی لائبہ کو لے آئی تھیں۔ ڈاکٹر لائبہ کو روم میں لے گئی تھی، شہوار ساتھ ہی تھی۔

شاہزیب اور سجاد بھی آگئے تھے۔ ڈاکٹر نے سب کو تسلی دی تھی ماں جی مسلسل ورد کررہی تھیں ڈاکٹر نے لائبہ کو ڈرپ لگادی تھی۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا ماں جی کی بے قراری بڑھتی جارہی تھی۔ شام سے کچھ پہلے مسکراتی ہوئی شہوار کمرے سے نکلی تھی۔

''مبارک ہو ماں جی، بیٹا ہوا ہے۔'' وہ بے اختیار مہر النساء بیگم کے گلے لگی تھی۔

''تیرا شکر ہے مولا۔'' وہ ایک دم ہاتھ اٹھا کر شکر بجالائی تھیں۔

''لائبہ کیسی ہے؟'' سجاد بھائی نے دریافت کیا۔

''الحمدللہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں' کچھ دیر میں ڈاکٹر اجازت دیتی ہیں تو آپ لوگ مل بھی سکتے ہیں۔'' سبھی بہت خوش تھے آفاق کے بعد یہ حویلی کا دوسرا وارث تھا۔

ماں جی نے فوراً صدقہ وخیرات نکالا تھا کلینک کے سارے عملے کو دل کھول کر پیسے دیے تھے۔

❀......❀......❀

دریہ نے اپنے موبائل میں موجود ایاز کا نیو نمبر ڈائل کیا اور کال ملنے پر اس نے اسے شہوار کے بارے میں بتایا تھا اور گھر والوں کے بارے میں بھی۔ ایاز کو کلینک کا ایڈریس اس نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ کال بند کرکے وہ بہت خوش تھی۔ ایاز پچھلے کئی دنوں سے پاگل ہوا جارہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں سے شہوار اور مصطفیٰ نکل آئیں اور وہ ان کو نیست ونابود کردے آج اسے ایک اچھا موقع ملا تھا۔ ان کی خوشیوں میں رنگ میں بھنگ ڈالنے کا۔ اس کے پاس

وقت کم تھا اور سب کچھ کرنا تھا۔ اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کو کالز کی تھیں۔ یہ سب ساتھی اس نے پیسے دے کر اپنے ساتھ ملائے تھے ورنہ اس کے دوست تو کب کا اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ وہ کلینک آیا تو وہاں بھی موجود تھے۔ شاہزیب صاحب ایک اہم میٹنگ سے اٹھ کر آئے تھے وہ واپس چلے گئے تھے مصطفیٰ کو بھی آفس سے کال آ گئی تھی وہ بھی چلا گیا تھا اب وہاں شہوار کے علاوہ مہر النساء بیگم اور سجاد ہی تھے۔ بچہ بہت پیارا تھا لائبہ کافی ویک لگ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے دو تین دن اسپتال میں ایڈمٹ کرنے کا کہا تھا۔ سجاد ڈاکٹر کے کہنے پر لائبہ کے لیے کچھ انجیکشنز لینے باہر نکلا تھا کلینک کے ساتھ والے اسٹور سے انجیکشنز نہیں ملے تھے وہ شہوار اور ماں جی کو بتا کر کسی اور میڈیکل اسٹور کی طرف نکلا تھا یہ اچھا موقع تھا۔ ایاز کے لیے مکمل طور پر راہ ہموار تھی۔

مغرب کی اذان ہو رہی تھی، ماں جی وہاں کلینک میں موجود غسل خانے میں وضو کرنے چل دی تھیں۔ شہوار ڈاکٹر سے بات کرتی کمرے سے نکلی تھی تب ہی ایک طرف چھپے ایاز اور اس کے ساتھی فوراً نکل کر شہوار کی طرف آئے تھے۔

''خبردار کسی نے حرکت کرنے یا شور مچانے کی کوشش کی تو......؟'' ایاز نے پسٹل شہوار کی کنپٹی پر تان دیا تھا۔

''کون......کون ہو تم لوگ......!'' ڈاکٹر گھبرا گئی تھی جبکہ شہوار ایاز کو دیکھ کر ایک دم ساکت سی ہو گئی تھی۔

''ہمیں تم سے کچھ لینا دینا نہیں اگر زیادہ چوں چراں کی تو گولی حلق میں اتار دوں گا۔'' ایاز نے پسٹل کی نوک ڈاکٹر کی کنپٹی پر ماری تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹی تھی۔ شہوار کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

''بہت بھاگ لیا مجھ سے تم نے اب تمہاری باری ختم اور میری باری شروع چل۔'' ایاز نے پسٹل کی سرد نالی دوبارہ اس کے سر پر رکھی تھی۔

''میں نہیں جاؤں گی۔'' شہوار نے احتجاج کرنا چاہا تھا لیکن ایاز کا پتھریلا ہاتھ ایک دم زناٹے سے شہوار کے گال پر پڑا تھا۔

''یو بچ......!'' وہ گالیاں دینے لگا تھا۔

''چل یہاں سے ورنہ بھیجے میں ساری گولیاں اتار دوں گا۔'' وہ زبردستی شہوار کا بازو پکڑ کر شہوار کو گھسیٹنے لگا تھا۔ اس وقت اس کلینک میں سوائے ڈاکٹر اور چھوٹے موٹے عملے کے کوئی نہ تھا۔ ماں جی بھی شور کی آواز سن کر باہر آئی تھیں۔ وہ چیخی چلائی تھیں لیکن ایاز بے دردی سے شہوار کو گھسیٹتا باہر کی طرف لپکا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

دل ہار دیتے ہیں
نادیہ فاطمہ رضوی

چاہت میں ہم نے طور پرانے بدل دیے
جذبہ ہر اک سنبھال کے خانے بدل دیے
بے فائدہ ہے لوٹ کے آنا ہواؤں کا
ہم نے سبھی پرانے ٹھکانے بدل دیے

"امی پلیز مجھے روکنے کی کوشش مت کریں، میں یہاں سے بہت دور جانا چاہتی ہوں۔ لوگوں کی تمسخرانہ نگاہوں اور طنزیہ رویوں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ میں اتنی بہادر و مضبوط نہیں ہوں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی رسوائی و بے بسی کا تماشہ دیکھ سکوں۔" بولتے ہوئے مشال کی آواز رندھ گئی آنسوؤں کا گولہ جیسے حلق میں پھنس کر رہ گیا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے نچلے لب کو انتہائی بے دردی سے کچلتے ہوئے آنکھوں میں آئی طغیانی کو روکنے کی سعی کرنے لگی، عشرت خانم نے اسے انتہائی دکھ و صدمے سے پر نگاہوں سے دیکھا۔ مشال انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی، وہ اس کا دکھ و پریشانی دیکھ نہیں پاتی تھیں، اس وقت اسے اس حالت میں دیکھ کر ان کا کلیجہ گویا کٹ کر ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔

"مشال میری گڑیا اچھی طرح سے رو لو مت روکو اس سمندر کو جو تمہیں اندر ہی اندر ڈبو رہا ہے۔" امی کا اتنا کہنا تھا کہ مشال ان کے سینے سے بے اختیارانہ انداز میں لگ کر بری طرح رو دی۔

"یہ اچھا نہیں ہوا امی ڈیڈی نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، مجھے بہت ہرٹ کیا ہے انہوں نے۔" آج پہلی بار مشال کے منہ سے ڈیڈی کے لیے شکوہ نکلا تھا۔ انہوں نے ہمیشہ مشال کے ساتھ ناانصافی اور بے رخی برتی تھی اس نے کبھی اف بھی نہیں کی تھی مگر آج...... اپنی سگی ہتک اور ٹھکرائے جانے کے احساس نے اس کے لبوں کو آزاد کر دیا تھا۔

"مجھے ان سے ہرگز یہ امید نہیں تھی اور...... اور علیشہ اس نے بھی میرے ساتھ، بہت زیادتی کی ہے امی میری اپنی بہن، میری چھوٹی بہن نے میرے ساتھ ایسا کیا......! جب میرے اپنوں نے ہی میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو پھر...... تو پھر میں سالار کو کیا دوش دوں، شاید مجھ میں ہی کوئی کمی ہے جو یہ سب میرے ساتھ ہوا۔" آخر میں مشال خود کو ہی مورد الزام ٹھہراتے ہوئے بولی تو عشرت خانم تڑپ کر رہ گئیں۔

"نہیں میری جان تمہارے اندر تو کوئی کمی نہیں، میری بیٹی دنیا کی سب سے اچھی اور پیاری لڑکی ہے، کمی تو سالار کی سمجھ اس کی عقل میں ہے جس نے تجھ جیسے ہیرے کو ٹھکرا لیا۔" وہ مشال کا صبیح چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے بولیں تو مشال اپنی ہتھیلی سے آنسو صاف کرتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں گویا ہوئی۔

"امی میں یہاں سے چلی جاؤں گی، یہ میرا آخری فیصلہ ہے، ڈیڈی کو تو کبھی میری ضرورت تھی ہی نہیں، اچھا ہے ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں گی تو وہ بھی پرسکون ہو جائیں گے۔" مشال کے بکھرے بکھرے لہجے میں اس پل عشرت خانم کو بے پناہ دکھ اور بے تحاشا تکلیف محسوس ہوئی۔

"ٹھیک ہے مشال تم یہاں سے جانا چاہتی ہو تو تمہاری خوشی کی خاطر تمہیں نہیں روکوں گی، مگر تمہاری ماں تمہارے لیے بہت اداس رہے گی بیٹا۔"

"ہوں میری خوشی میرے یہاں سے چلے جانے میں نہیں ہے امی، بلکہ یہ دوسروں کی خوشیوں سے مشروط ہے۔" مشال زخمی لہجے میں بول کر جھپاک سے باتھ روم میں چلی گئی تو عشرت خانم بے اختیار مشال کا دکھ محسوس کر کے رو دیں۔

♥......●♥●......♥

"تمہیں شرم آنی چاہیے علیشبہ اپنی بہن کے منگیتر میں دلچسپی لیتے ہوئے اور پھر اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرکے تم نے مجھے بے حد شرمندہ کیا ہے مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی۔"

"افوہ مما آپ خوامخواہ میں اتنا ایموشنل ہورہی ہیں اور پہلی بات سالار میں دلچسپی میں نے نہیں بلکہ سالار نے مجھ میں لی ہے اس نے مجھے مشال کے مقابلے میں پسند کیا اب اگر مشال اسے متاثر نہیں کرسکی میں کیا کرسکتی ہوں۔ ویسے بھی مشال جیسی بور اور ڈل لڑکی کو شاید ہی کوئی پسند کرے۔"

علیشبہ نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں پر کیوٹکس لگاتے ہوئے انتہائی پرزعم اور مغرور لہجے میں کہا تو عشرت خانم نے اسے فہمائشی نگاہوں سے گھورا۔

"شاباش میری بیٹی شاباش ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔" عشرت خانم کا کٹیلا طنز اسے تو جیسے آگ ہی لگا گیا تھا۔

"واٹ ڈو یو مین مما؟ میں نے کیا چوری کی ہے؟ ایک تو مجھے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مشال کو ہمیشہ مجھ پر ترجیح کیوں دیتی ہیں میں آپ کی سگی بیٹی ہوں اور مشال آپ کی بھانجی ہے آپ یہ کیوں نہیں مانتیں کہ مشال آپ کی سوتیلی بیٹی ہے۔" علیشبہ انتہائی چڑ کر چیخ کر بولی تو عشرت خانم کو بے تحاشا اشتعال آ گیا۔

"خبردار علیشبہ! اب تم میری مشال کے لیے ایک لفظ بھی مت بولنا اور کان کھول کر سن لو اگر آج کے بعد تم نے مشال کو میری سوتیلی بیٹی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا سمجھیں۔" عشرت خانم بہت ٹھنڈے مزاج کی حامل خاتون تھیں انہیں غصہ شاذ و نادر ہی آتا تھا مگر جب آتا تو سب دم سادھ لیتے تھے۔ علیشبہ اندر ہی اندر خائف ہوگئی۔

"میں بس آپ سے یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ اس سارے معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں آپ پلیز مجھے گلٹی فیل مت کروائیں۔"

"تمہارا واقعی کوئی قصور نہیں ہے قصور شاید میری تربیت و خون کا ہے۔" علیشبہ کی بات پر وہ پشیمانی سے بولیں پھر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ علیشبہ چند ثانیے چپ سی رہ گئی پھر سر جھٹک کر کچھ گنگناتے ہوئے دوبارہ اپنے ناخنوں کی جانب متوجہ ہوگئی۔

♥......●♥●......♥

اس کا موبائل فون بج بج کر بند ہوچکا تھا اس پل وہ نماز میں مصروف تھی جونہی اس نے رکعت ختم کی وہ جلدی سے اپنے موبائل فون کی جانب آئی مشال ایک ذمہ دار ڈاکٹر تھی اسے لگا کہ کہیں ہسپتال سے کوئی ایمرجنسی کال نہ آ گئی ہو یہی سوچ کر اس نے تیزی سے اپنے موبائل پر آئی مس کال کو دیکھا تو سالار کا نام دیکھ کر چونکی۔

"یہ سالار مجھے کیوں فون کررہا ہے۔" وہ ابھی اتنا ہی سوچ پائی تھی کہ یک دم دوبارہ سے سالار کی کال آنے لگی مشال نے خود کو کمپوز کیا اور یس کا بٹن دبایا۔

"ہاں بولیں سالار کوئی کام تھا کیا؟" وہ اپنے لہجے کو سرسری سا بناتے ہوئے بولی جب ہی سالار کے ادا کیے گئے جملے اسے سخت طیش میں مبتلا کرگئے۔

"مشال ہم نے اچھے دوستوں کی طرح اس رشتے کو باہمی رضامندی سے ختم کیا تھا نا تو پھر تم علیشبہ کو کیوں برا بھلا کہہ رہی ہو اسے پریشان کررہی ہو۔"

"آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے میں بھلا علیشبہ کو کیوں پریشان کرنے لگی؟"

"تو پھر آنٹی علیشبہ کو کیوں ڈانٹ ڈپٹ کررہی ہیں وہ بے چاری اتنی ہرٹ ہورہی ہیں۔" سالار اس کی بات پر بے اعتبار انداز میں بولا تو مشال نے بھی تمام لحاظ و مروت کو بالائے طاق رکھ کر اس کی طبیعت صاف کرنے کا فیصلہ کیا۔

"مسٹر سالار آفریدی ایک بات آپ اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھالیں کہ مجھے آپ اور آپ کی بے چاری علیشبہ سے کوئی مطلب و واسطہ نہیں اور نہ مجھے آپ دونوں کے رشتے سے کوئی افسوس یا غصہ ہے لہٰذا آپ دونوں اس خوش فہمی سے باہر نکل آئیں کہ مشال احمر پر کوئی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے آپ نے منگنی توڑی اور میری بہن کو پسند کرکے اسے

پروپوز کردیا فائن! ہر شخص اپنی مرضی کا مالک ہے' آپ کو جو ٹھیک لگا وہ آپ نے کیا مجھے آپ کے کسی عمل پر کوئی افسوس نہیں کلیئر اور ہاں آئندہ اس طرح فون کرکے مجھ سے باز پرس کرنے کی جرأت مت کیجیے گا۔" یہ کہہ کر انتہائی مشتعل انداز میں مشال نے فون بند کردیا تھا پھر گہری گہری سانس لے کر وہ خود کو کمپوز کرنے لگی' سالار آفریدی کے جملوں نے اس پل اسے بری طرح ہرٹ کیا تھا۔ مشال بوجھل دل اور مضمحل قدموں کے ساتھ ٹیرس کی جانب آ گئی ٹھنڈی سبک اور تازہ ہوا کے جھونکوں نے اس کی طبیعت پر اچھا اثر ڈالا اسے بے ساختہ چھ ماہ پہلے کا وقت یاد آ گیا' سالار آفریدی اس کے ڈیڈی کے دوست مختار آفریدی کا بیٹا تھا مختار آفریدی سے ان کے گھریلو مراسم تھے۔ سالار آفریدی جب لندن سے اعلیٰ ڈگری لے کر پاکستان آیا تو اسے سنجیدہ اور سلجھی ہوئی مشال احمر بہت پسند آئی چونکہ سالار آفریدی میں بھی کسی چیز کی کمی نہیں تھی لہٰذا یہ رشتہ باآسانی قائم ہوگیا' دونوں منگنی کے بندھن میں بندھ گئے۔ مشال احمر ڈاکٹر تھی اور اپنے پروفیشن سے بے حد مخلص بھی' سالار آفریدی جب بھی اس کے ساتھ آؤٹنگ کا پروگرام بناتا تو کوئی نہ کوئی مجبوری آڑے آجاتی' کبھی ہسپتال میں اس کی ڈیوٹی ہوتی تو کبھی کوئی ایمرجنسی آجاتی' جبکہ سالار آفریدی چڑ کر رہ جاتا' ایسے میں علیشبہ سالار آفریدی کے ہمراہ سیر و تفریح کے لیے نکل جاتی۔

"مشال تمہیں روپوں پیسوں کی کیا کمی ہے بھلا' محض چند ہزار کے لیے تم ہسپتال میں کیوں خوار ہوتی ہو۔" ایک دن سالار نے بے تحاشا تپ کر کہا تھا جس پر وہ بے پناہ حیران ہوئی تھی۔

"سالار یہ آپ کیسی باتیں کررہے ہیں' میں نے یہ شعبہ پیسے کمانے کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے اپنایا ہے۔" اسی طرح کی باتوں پر ان دونوں کے درمیان اکثر بحث ہوجاتی تھی' سالار کی والدہ چونکہ بیمار رہتی تھیں لہٰذا وہ چاہتی تھیں کہ گھر میں جلد سے جلد بہو آجائے جب شادی کی بابت انہوں نے سالار سے بات کی تو سالار نے گویا دھماکہ ہی کرڈالا۔

"امی میں مشال کے بجائے علیشبہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں' میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے جلد بازی میں یہ فیصلہ کرلیا مشال اور میری عادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' ہماری باتوں' ہماری سوچوں یہاں تک کہ ہماری پسند وناپسند کسی بھی نقطے میں کوئی مطابقت نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس علیشبہ مجھے اپنی لائف پارٹنر کے طور پر بے حد پسند ہے۔" سالار کی والدہ صالحہ بیگم پہلے تو ٹکر ٹکر حیرت وتحیر سے اسے دیکھتی رہیں پھر بے تحاشا غصے سے گویا ہوئیں۔

"رشتے جوڑ کر یوں توڑ دینا کوئی کھیل نہیں ہے سالار' مجھے تو اس بات پر بے پناہ حیرت ہے کہ مشال جیسی اعلیٰ صفات کی لڑکی تمہیں ناپسند کیسے ہوگئی؟"

"آپ کچھ بھی سوچیں امی مگر میں مشال سے شادی نہیں کرسکتا آپ احمر انکل سے میری اور علیشبہ کی بات کریں۔"

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو سالار' ان کی ایک بیٹی سے نسبت توڑ کر میں دوسری بیٹی کا ہاتھ کیسے مانگ سکتی ہوں' وہ اس بات پر سخت خفا ہوں گے۔" سالار کی بات انہیں اچنبھا لگی تھی۔

"آپ اس بات سے پریشان مت ہوں احمر انکل بالکل خفا نہیں ہوں گے' علیشبہ ان کو ہینڈل کرلے گی۔" سالار انہیں اطمینان دلانے والے انداز میں بولا تو صالحہ بیگم محض اسے دیکھ کر رہ گئیں' گویا وہ دونوں تو سب کچھ طے کیے بیٹھے تھے اب ان کے کچھ کہنے کی کوئی گنجائش ہی کہاں رہ گئی تھی۔

♥......●♥●......♥

پھر ایک شام اچانک سالار آفریدی مشال کے گھر چلا آیا' آج حسن اتفاق سے مشال بالکل فارغ تھی وہ سالار کو فون کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اسے دیکھ کر وہ خوش گواری سے گویا ہوئی۔

"میں ابھی آپ ہی کو فون کرنے والی تھی' آیئے لان میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" مشال اسے لیے لان کی جانب چلی آئی اس پل مسٹرڈ اور میرون رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ مشال ادھر ادھر کی باتیں کررہی تھی جبکہ سالار محض ہوں' ہاں میں جواب دے رہا تھا' جب

ہی مشال کو سالار کی سنجیدگی وغائب دماغی چونکا گئی۔

''کیا بات ہے سالار کوئی پرابلم ہے کیا...... آپ کچھ الجھے ہوئے لگ رہے ہیں پلیز مجھے بتایئے کیا بات ہے؟'' مشال کچھ پریشان سی ہو کر بولی تو سالار ایک دم الرٹ سا ہو کر بیٹھا پھر اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''ایکچولی مشال مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

''ہاں تو کیجیے۔'' وہ جلدی سے بولی۔

''مشال امی میری شادی کرنا چاہ رہی ہیں۔'' مشال سالار کی بات پر تھوڑا جھینپی پھر نگاہیں جھکا کر دھیمی آواز میں بولی۔

''تو پرابلم کیا ہے؟''

''پرابلم تو کوئی نہیں ہے میں خود بھی شادی کرنا چاہتا ہوں' مگر......!'' اتنا کہہ کر سالار ایک گہری سانس فضاء میں خارج کرتے ہوئے رکا تو مشال نے کافی الجھ کر سالار کی جانب دیکھا۔

''مگر کیا......؟''

''مگر میں تم سے نہیں بلکہ علیشبہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ سہولت سے اپنی بات مکمل کر گیا۔ مشال کو لگا جیسے اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہو اس نے نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو سالار ایک ہی سانس میں سب کہتا چلا گیا۔

''میری اور تمہاری نیچر میں زمین آسمان کا فرق ہے' تمہاری دنیا صرف گھر سے ہسپتال اور ہسپتال سے گھر تک گھومتی ہے' جب کہ میں پوری دنیا گھومنا چاہتا ہوں' ایک ایسے لائف پارٹنر کے ساتھ جسے ڈریسنگ کا سینس ہو لوگوں کو متاثر کرنے کا ہنر ہو جس کے مزاج میں شوخی وشرارت ہو' جس کی رومینٹک طبیعت ہو جو صرف میری قربت میری چاہت کی متمنی ہو نہ کہ مریضوں اور اپنے ہسپتال کے چکروں میں پڑی رہے۔'' مشال کو اس پل ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کا ریشہ ریشہ انتہائی بے دردی سے کسی نے علیحدہ کر دیا ہو اپنی ہتک اور یوں رعونت سے ٹھکرائے جانے کے احساس نے اسے برف کی مانند منجمد وسرد کر دیا تھا' سالار اپنا فیصلہ سنا کے وہاں رکا نہیں تھا' جبکہ مشال بالکل ساکت وبے یقین سی وہیں بیٹھی تھی' یک دم بے تحاشا دھواں اس کے اندر بھر گیا تھا اس پل اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔

♥......●♥♥●......♥

علیشبہ اور سالار کی شادی کی تیاریاں زوروشور سے جاری تھیں' احمر علی خان کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی کی شادی تھی انہوں نے تو گویا اپنی تجوری کا منہ کھول دیا تھا' جب علیشبہ نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر انتہائی لگاوٹ سے بتایا تھا کہ سالار مشال سے نہیں بلکہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو احمر علی خان ایک پل کو خاموش ہوئے مگر دوسرے ہی لمحے بولے۔

''ٹھیک ہے اگر سالار کو مشال سمجھ میں نہیں آئی اور تمہارے ساتھ اس کی انڈراسٹینڈنگ ہوگئی ہے تو مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں۔'' ہمیشہ کی طرح وہ یہ بات بھی علیشبہ کی مانتے ہوئے بولے تو علیشبہ کھل اٹھی۔

''اوہ ڈیڈی میں جانتی ہوں اسے' مجھے معلوم تھا کہ آپ میری کوئی بھی بات نہیں ٹالیں گے آئی لو یو ڈیڈی۔''

''آئی لو یو ٹو مائی سویٹ ڈاٹر۔'' احمر علی خان مسکرا کر بولے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ مشال کو ڈی گریڈ کیا تھا اور علیشبہ کو اہمیت دی تھی' مشال نے جب سے ہوش سنبھالا تھا وہ یہی بات نوٹ کرتی آئی تھی مگر کبھی اس بات کا ذکر اس نے عشرت خانم یا علیشبہ سے نہیں کیا تھا احمر علی خان سے بھی کوئی شکایت یا سوال نہیں کیا تھا مگر آج پہلی بار اسے اپنے باپ سے بے پناہ شکوہ ہوا تھا کیونکہ اس بار اس کی عزت نفس اس کے نسوانی پندار اس کی انا پر حملہ ہوا تھا اسے تو لگا تھا کہ شاید ڈیڈی اس بات پر انتہائی ناگواری اور غصے کا اظہار کریں گے آخر وہ بھی ان کی بیٹی تھی مگر ڈیڈی کے اس طرز عمل نے آج مشال کو بری طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا' وہ بے تحاشا روئی تھی۔

♥......●♥♥●......♥

رات کو سونے سے پہلے ہمیشہ احمر علی خان کی عادت کتاب پڑھنے کی تھی اس وقت بھی وہ حسب معمول آرام

وہ کرسی پر بیٹھے ورق بینی میں مصروف تھے جب ہی عشرت خانم بیڈ کی چادر درست کرتے ہوئے انہیں دیکھ کر گویا ہوئیں۔

''احمر یہ آپ نے اچھا نہیں کیا' آپ کو علیشبہ کی بات نہیں ماننی چاہیے تھی' آپ کو کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے تھا کہ اس فیصلے سے مشال کے دل پر کیا گزرے گی؟''

''عشرت تم اس بات کو بار بار کیوں دہراتی ہو؟ اگر میں علیشبہ کی بات ماننے سے انکاری ہوجاتا تو اس پر کیا گزرتی' اس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے تم کو۔'' احمر علی خان کتاب سے نگاہیں ہٹائے بغیر کافی چڑ کر بولے تو عشرت خانم سہولت سے چلتی ہوئی ان کی مقابل کرسی پر بیٹھ کر بولیں۔

''مشال آپ کی اپنی بیٹی ہے' آپ کا اپنا خون' آپ کی پہلی اولاد آپ کی عفت خانم کا دوسرا وجود۔''

اس بار احمر علی خان نے کتاب سے نگاہ اٹھا کر انہیں سپاٹ نظروں سے دیکھا پھر زور سے کتاب بند کرکے اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''یہ باتیں میں پہلے سے جانتا ہوں تم کو بتانے کی یا یاد دلانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔''

''مگر شاید آپ یہ چیز ہر بار بھول جاتے ہیں کہ مشال آپ کی اس بیوی کی بیٹی ہے' جس کو آپ خود سے بھی زیادہ چاہتے تھے اور......!''

''ہاں یہی بات تو میں بھول نہیں سکتا کہ مشال میری اس عزیز از جان ہستی کی اولاد ہے' جس کے آنے سے وہ ہمیشہ کے لیے مجھ سے ہر ناطہ توڑ کر' بہت دور چلی گئی۔'' احمر علی خان کٹیلے انداز اور سخت لہجے میں عشرت خانم کی بات درمیان میں ہی اچک کر بولے تو بے ساختہ عشرت خانم سر تھام کر رہ گئیں' کتنی کوشش کی تھی انہوں نے اس بات کو احمر کے دل و دماغ سے نکالنے کی انہیں یہ سمجھانے کی کہ موت برحق ہے کوئی نفس اس سے بچ ہی نہیں سکتا اور یہ کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا یہ ایمان ہے کہ موت صرف اللہ کے حکم سے آتی ہے انسان جتنی سانسیں لکھوا کر دنیا میں آتا ہے وہ اتنی ہی سانسیں دنیا میں پوری کرتا ہے' دراصل عفت خانم ان کی بڑی بہن تھیں جو اپنے ماموں زاد احمر سے کم عمری میں ہی منسوب تھیں' احمر عفت کو دل و جان سے چاہتے تھے اور ان کی تمام بے قراریوں اور بے تابیوں کی گواہ عشرت خانم تھیں' وہ احمر علی خان کو خوب چھیڑتی تھیں پھر جب دونوں شادی جیسے خوب صورت بندھن میں بندھے تو ان کی محبت اور زیادہ پختہ اور مستحکم ہوگئی اور جب قدرت نے انہیں ایک پھول کے آنے کا عندیہ دیا تو گویا دونوں کی خوشیوں کا جیسے کوئی ٹھکانہ ہی نہیں رہا مگر تقدیر تو کچھ اور ہی رقم کیے بیٹھی تھی' عین ڈیلیوری کے وقت سنگین و پیچیدگیوں کی وجہ سے ماں اور بچے دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں' احمر علی خان ڈاکٹرز کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولے کہ ان کی زندگی عفت خانم کو کسی بھی طور بچالیں مگر شاید ان کا وقت پورا ہوچکا تھا۔ وہ چاند سی بیٹی کو جنم دے کر دار فانی سے کوچ کرگئیں' احمر علی کی حالت پاگلوں جیسی ہوگئی تھی انہوں نے چھ ماہ تک اپنی بچی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی' جسے عشرت خانم نے اپنے کلیجے سے لگالیا تھا' جو ان کے پاس ہی پل بڑھ رہی تھی۔ جب مشال ایک سال کی ہوئی تو گھر والوں نے مشال اور عشرت خانم کے بے پناہ جذباتی لگاؤ کو دیکھ کر احمر سے عشرت خانم کو بیاہنے کا فیصلہ کیا جسے دونوں نے ہی خاموشی سے قبول کرلیا۔ وہ احمر علی خان کی بیوی بن کر مشال سمیت ان کے گھر آگئیں اور اگلے سال ان کی گود میں علیشبہ نے آنکھ کھولی' احمر علی خان نے اپنی پدرانہ شفقت علیشبہ پر بے دریغ لٹائی وہ ان کی آنکھ کا تارا تھی جبکہ مشال سے ان کا سلوک انتہائی اجنبیوں جیسا بے گانہ اور سرد تھا' یہ بات ان کے دل و دماغ میں پنجے گاڑ کر بیٹھ گئی تھی کہ اگر مشال کی دنیا میں آمد نہیں ہوتی تو آج عفت خانم زندہ ہوتیں' ان کے ساتھ ہوتیں' صرف مشال کے وجود کی وجہ سے عفت نے زندگی سے تعلق توڑا تھا۔

''تم ان فضولیات کو چھوڑو اور اپنی بیٹی کی شادی کی تیاریوں میں دھیان دو توجہ دو۔ میں نہیں چاہتا کہ میری بیٹی کی شادی میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی رہے۔'' احمر علی خان کی آواز نے انہیں کسی گہری سوچ سے چونکایا۔

"آپ کی دوسری بیٹی یہاں سے جارہی ہے' ایبٹ آباد کے کسی گاؤں میں چھوٹی سی ڈسپنسری ہے جو اس کے پروفیسر چلا رہے ہیں' انہیں اپنے گاؤں میں کچھ ڈاکٹرز کی ضرورت تھی مشال سے کہا تو وہ وہاں جانے کو تیار ہوگئی۔" عشرت خانم بغور احمر علی خان کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئی' انہیں لگا کہ شاید یہ خبر ان کے سپاٹ دل پر کچھ اثر انداز ہوجائے مگر انہیں سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا' جب احمر صاحب نارمل لہجے میں بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے چلی جائے۔"

"وہ علیشبہ کی شادی سے پہلے ہی جارہی ہے احمر۔" انہوں نے ایک بار پھر کمزور سی کوشش کی کہ شاید باپ بیٹی کو روک لے مگر بے سود۔

"یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" وہ کندھے اچکا کر بولے اور پھر اپنے بیڈ پر آرام کرنے کی غرض سے اٹھ کر چلے گئے۔ عشرت بیگم خاموشی سے صرف انہیں دیکھتی رہ گئیں۔

❤......●❤●......❤

"اف اللہ سالار میرا تو ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا' کوئی اتنا بھی بے وقوف ہوسکتا ہے۔" وہ ہال کی جانب آئی تو علیشبہ کی ہنسی سے بھرپور آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی' اس وقت علیشبہ سالار کے ہمراہ وہیں براجمان تھی جبکہ امی چائے کی ٹرالی کی جانب متوجہ تھیں۔ مشال نے ایک سرسری سا سلام کیا اور جواب کا انتظار کیے بنا امی کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میں ہسپتال جارہی ہوں امی آج میری نائٹ ہے صبح ان شاء اللہ آجاؤں گی۔"

"مشال بیٹا ایک کپ چائے تو پیتی جاؤ۔" امی محبت بھرے لہجے میں بولی' جب ہی سالار نے علیشبہ کو مخاطب کیا۔

"تم جیولری وغیرہ بھی جلدی ڈیسائیڈ کرلو اچھا ہے وقت سے پہلے کام ہوجائیں۔" سالار کی بات پر عشرت خانم خوامخواہ خفیف سی ہوگئیں' جبکہ پیچ اور وائٹ رنگ کے سادے سے سوٹ میں وائٹ کوٹ پہنے مشال نے اپنی ماں کی کیفیت کو نوٹ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اچھا امی جلدی سے بنادیں۔" مشال علیشبہ سے کچھ فاصلے پر صوفے پر بیٹھی تو چائے کی پیالی اس کی جانب بڑھاتے ہوئے عشرت خانم نے بے اختیار مشال اور پھر علیشبہ کی جانب دیکھا اس وقت علیشبہ بلیک فیٹنگ کی جینز میں ملٹی کلر کی ڈھیلی ڈھالی شرٹ پہنے چہرے پر میک اپ کیے بہت خوب صورت لگ رہی تھی جبکہ انتہائی سادہ سے شلوار سوٹ میں بالوں کی چوٹی بنائے دھلے دھلائے چہرے سمیت مشال میک اپ کے نام پر آنکھوں میں کاجل لگائے انتہائی دلکش' دلفریب اور معصوم لگ رہی تھی۔

"سالار آج رات کی پارٹی میں' میں کیا ڈریس اپ کروں تم پلیز میری ہیلپ کرو میں نے کچھ نئے ڈریسز لیے ہیں تمہیں دکھاتی ہوں۔" یہ کہہ کر علیشبہ وہاں سے اٹھی تو سالار نے سائیڈ کارنر میں رکھے میگزین کو اٹھا کر دیکھنا شروع کردیا۔ مشال نے خاموشی سے چائے کا کپ ختم کیا اور پھر عشرت خانم کو "اللہ حافظ" کہہ کر باہر نکل گئی جبکہ سالار اس کے جاتے ہی میگزین اپنی جگہ پر رکھ کر عشرت خانم کی جانب متوجہ ہوگیا۔

❤......●❤●......❤

مشال نے پوری طرح سے اپنی پیکنگ مکمل کرلی تھی' پروفیسر صلاح الدین اس کے کالج میں مشال کو پڑھاتے تھے ان کا تعلق ایبٹ آباد کے کسی گاؤں سے تھا جب تعلیم سے فارغ ہوکر مشال نے ایک مقامی ہسپتال میں جاب شروع کی تو پروفیسر صلاح الدین نے اسے اپنے گاؤں کی ڈسپنسری میں بطور ڈاکٹر تعینات ہونے کی آفر کی اس وقت تو اس نے انہیں سہولت سے انکار کردیا تھا مگر اب وہ خود بھی راہ فرار چاہ رہی تھی پروفیسر صاحب کی عمر اب کافی ہوچکی تھی لہٰذا انہوں نے کالج کی جاب کو خیر باد کہا اور اپنے آبائی گاؤں کی ڈسپنسری میں خدمات انجام دینے لگے' جب مشال نے خود ان سے وہاں آنے کو کہا تو وہ بے تحاشا خوش ہوگئے۔

"مشال بیٹا یہ تو بہت اچھی خبر ہے یہاں لوگوں کو علاج کی سہولتیں اتنی آسانی سے میسر نہیں' میرے ساتھ ڈاکٹر

راحیل کام کر رہے ہیں مگر بطور لیڈی ڈاکٹر تم یہاں آ جاؤ گی تو عورتوں کو علاج معالجے کی سہولت فراہم ہو جائے گی۔“

”سر وہاں میری رہائش کا بندوبست تو ہو جائے گا نا۔“ مشال ان سے استفسار کرتے ہوئے بولی۔

”ہمارے بیٹا تم اس کی بالکل فکر مت کرو یہاں میرا گیسٹ ہاؤس ہے تم آرام سے یہاں رہو گی کسی بھی چیز کی ضرورت تمہیں ہوگی تو تم مجھ سے کہہ دینا۔“ پروفیسر صلاح الدین اسے اطمینان دلاتے ہوئے شفقت سے بولے تو مشال یک دم ہلکی پھلکی ہوگئی۔

”ٹھیک ہے سر میں اگلے ہفتے وہاں پہنچ رہی ہوں۔“

”یو موسٹ ویلکم بیٹا! تم مجھے دن اور ٹائم بتا دینا میرا ڈرائیور تمہیں پک کرلے گا۔ تم ڈائریکٹ ایبٹ آباد پہنچو گی؟“ آخر میں پروفیسر صاحب استفہامیہ لہجے میں گویا ہوئے تو مشال سہولت سے بولی۔

”نہیں سر میں یہاں سے اسلام آباد جاؤں گی وہاں میرے ماموں رہتے ہیں پھر ان کے بیٹے کے ساتھ بائی روڈ وہاں پہنچوں گی۔“

”او کے بیٹا جیسے تمہاری مرضی‘ مجھے تمہارا انتظار رہے گا۔“ پروفیسر صاحب کی بات پر اس نے ان سے اجازت لے کر فون بند کردیا۔

♥......●♥♥●......♥

مشال کے جاتے وقت بار بار عشرت خانم کی آنکھیں بھیگ بھیگ جارہی تھیں اور مشال ان کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ بھلا کوئی سوتیلی ماں بھی اتنا پیار کرسکتی ہے‘ بھلے وہ ان کی عزیز از جان‘ بہن کی بیٹی تھی مگر اپنے شوہر کی پہلی بیوی کی بھی تو اولاد تھی نجانے کس مٹی کی بنی ہوئی تھیں عشرت خانم نہ انہیں عفت خانم سے کوئی حسد محسوس ہوتا اور نہ ہی مشال سے انہیں پرخاش تھی وہ تو علیشبہ سے زیادہ اس سے محبت کرتی تھیں‘ جس پر علیشبہ ان سے سخت نالاں رہتی تھی۔

”مشال اگر تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت پڑے کوئی بھی پریشانی یا مسئلہ ہو تو مجھے فون کردینا بیٹا۔“ عشرت خانم بار بار اسی بات کی تاکید کررہی تھیں‘ مشال ان کی بے قراری دیکھ کر مسکرادی۔

”آپ کیوں فکر کرتی ہیں امی میں کوئی بچی تو نہیں ہوں نا اور پھر کون سا سات سمندر پار جارہی ہوں۔“ وہ نرمی سے ان کے دونوں بازوؤں کو تھامتے ہوئے انہیں صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولی۔

”میں ماں ہوں بیٹا اولاد چاہے کتنی ہی بڑی اور سمجھدار ہی کیوں نہ ہو جائے ماں کا دل ہمہ وقت اپنے بچوں کی فکر وخیال میں الجھا رہتا ہے۔“

”امی میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ جیسی ماں ملی۔“ مشال ان کے سامنے دوزانو بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ کو تھام کر محبت بھرے لہجے میں بولی تو عشرت جہاں نے مسکرا کر اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔

”میں بھی تو کتنی خوش نصیب ہوں جسے تم جیسی پیاری بیٹی ملی ہے۔“ پھر دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے اسی دم علیشبہ اندر داخل ہوئی تھی نجانے کیوں یہ منظر اس کے اندر جیسے آگ سا لگا گیا تھا‘ اسے لگتا تھا کہ مشال نے اس کی ماں پر جیسے قبضہ کیا ہوا ہے علیشبہ نے جب سے ہوش سنبھالا اور اسے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ مشال اس کی سگی بہن نہیں ہے وہ مشال سے کھنچ سی گئی جب بھی وہ اپنی ماں کو مشال پر اپنی ممتا اور توجہ و پیار لٹاتی دیکھتی تو مشال سے بری طرح چڑ جاتی‘ اس نے آج تک مشال کو اپنی بڑی بہن تسلیم نہیں کیا تھا۔

”آپ اس کام سے فارغ ہو جائیں تو ذرا صالحہ آنٹی کا فون سن لیجیے وہ آپ سے کچھ بات کرنا چاہ رہی ہیں۔“ علیشبہ مشال کو چبھتی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کافی ناگواری سے بولی تو عشرت خانم ”میں ابھی آئی“ کہہ کر وہاں سے چلی گئیں جبکہ علیشبہ بھی ایک نگاہ غلط مشال پر ڈال کر وہاں سے پلٹ گئی۔

♥......●♥♥●......♥

مشال اسلام آباد ماموں کے گھر آئی تو وہاں اس کا پرتپاک استقبال کیا گیا‘ وہ کافی سالوں بعد یہاں آئی تھی‘ میڈیکل کی طرف پڑھائی کی وجہ سے وہ زیادہ آتی جاتی نہیں

تھی جبکہ علیشبہ کئی دفعہ آ چکی تھی‘ دو دن ماموں نے زبردستی اسے اپنے گھر میں روکا۔ تیسرے دن وہ اپنے ماموں زاد بھائی ارسلان کے ہمراہ ایبٹ آباد کے لیے نکل آئی تھی اسلام آباد سے ایبٹ آباد کا سفر بہت خوش گوار تھا تقریباً چار بجے وہ ایبٹ آباد کے قریبی گاؤں میں داخل ہوئے تھے۔ مشال پہلی بار یہاں آئی تھی‘ گاؤں کافی بڑا اور بے پناہ خوب صورت تھا اور پھر ایبٹ آباد شہر سے بہت نزدیک بھی تھا۔ مشال پروفیسر صلاح الدین کے گھر آسانی پہنچ گئی تھی۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے‘ تقریباً آدھا گھنٹہ بیٹھ کر ارسلان نے اجازت چاہی تھی۔

''ارے بیٹا ابھی تو اتنا سفر طے کر کے تم آئے ہو اور الٹے پاؤں ہی واپس روانہ ہو رہے ہو آج رات یہیں رک جاؤ۔'' پروفیسر صلاح الدین خوش اخلاقی سے گویا ہوئے تو ارسلان بھائی نے سہولت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ پروفیسر صاحب مگر میرا اسلام آباد جانا بہت ضروری ہے کچھ کام ہیں جو میں ادھورے چھوڑ کر آیا ہوں۔''

''ارسلان بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ اتنی دور آپ مجھے چھوڑنے کے لیے آئے۔'' مشال ممنونیت بھرے انداز میں بولی تو ارسلان بھائی اسے محبت سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

''گڑیا بہنیں بھائیوں کا شکریہ ادا نہیں کرتیں اور پھر یہ تو میرا فرض تھا۔'' ارسلان بھائی سب سے اجازت لے کر روانہ ہو گئے تو پروفیسر صاحب مشال کو گیسٹ ہاؤس لے آئے دو بیڈ روم کا جدید طرز کا بنا گیسٹ ہاؤس بہت آرٹسٹک انداز میں لکڑی کا بنا ہوا تھا‘ جہاں ضروری استعمال کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ مشال کو گیسٹ ہاؤس بہت پسند آیا۔ سامنے کی کھڑکی سے تاحد نگاہ سبزہ ہی سبزہ دکھائی دے رہا تھا جبکہ سرو قد خوب صورت درخت اور ان میں لگے منفرد پھول اور پھل بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ شفاف دھلا نکھرا آسمان اسے یہاں سے اتنا قریب محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لے گی۔ گیسٹ ہاؤس سے کچھ فاصلے پر بل کھاتی سڑک رواں دواں تھی جو چاروں جانب سے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔

''مشال بیٹا یہ زینت بی بی ہے اس گیسٹ ہاؤس کے چوکیدار کی بیوی اور یہ یہاں تمہارے پاس ہی رہیں گی‘ تمہارے سب کام یہی کریں گی۔'' چالیس سال کے لگ بھگ کی ادھیڑ عمر فربہی مائل عورت سے پروفیسر صاحب نے مشال کا تعارف کروایا تو زینت بی بی نے جھٹ اسے سلام کر ڈالا۔ مشال نے بھی اسے وعلیکم السلام کہا تب پروفیسر صلاح الدین مشال کو مخاطب کر کے بولے۔

''تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو تم زینت بی بی سے کہہ سکتی ہو اور پھر میں بھی یہاں موجود ہوں اب تم فریش ہو کر تھوڑا آرام کر لو مگر آج رات کا کھانا اور کل کا ناشتہ تم ہمارے ساتھ کرو گی۔''

''ارے سر کوئی تکلف کی بات نہیں ہے۔'' مشال نے انکساری سے کہا تو پروفیسر صاحب قطعیت بھرے لہجے میں بولے۔

''تم کل جو چاہے پکا لینا مگر آج رات تم ہمارے ساتھ کھانا کھا رہی ہو او کے۔''

''او کے سر۔'' مشال ہنستے ہوئے بولی تو پروفیسر صاحب مطمئن ہو کر وہاں سے چلے گئے جبکہ مشال زینت بی بی کی معیت میں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

♥......●♥●......♥

اگلی صبح مشال ڈسپنسری گئی تو وہاں سب ہی نے اسے کھلے دل سے خوش آمدید کہا پھر دوپہر گئے تک وہ خواتین اور بچوں کے ساتھ مصروف رہی‘ دن کا کھانا بھی اس نے وہیں کھایا۔ ڈاکٹر راحیل اور دیگر اسٹاف بہت کوآپریٹو تھے‘ شام ڈھلے وہ گیسٹ ہاؤس کی جانب لوٹی اور جونہی اندر داخل ہوئی زینت بی بی نے بڑی مستعدی سے اس کے ہاتھوں میں تھمی چیزیں سنبھالیں اور چائے بنانے کی غرض سے وہاں سے چلتی بنی۔ مشال نے سب سے پہلے جا کر گرم پانی سے شاور لیا اور پھر قدرے گرم سوٹ پر ہلکی موٹی سی شال شانوں پر ڈال کر سیٹنگ روم میں چلی آئی جہاں زینت بی بی گرما گرم

چائے اور پکوڑوں کے ساتھ اس کی منتظر تھی۔
"ارے واہ زینت بی بی چائے کے ساتھ پکوڑے یہ تو تم نے بہت اچھا کام کیا۔" مشال خوش ہو کر گویا ہوئی تو زینت بی بی مسکرانے لگی۔
"بی بی صاحبہ آپ کو جو کچھ بھی پکوانا ہو وہ مجھے بتادیا کریں مجھے سب پکانا آتا ہے۔ آج تو میں نے خود ہی اپنی مرضی سے کڑائی گوشت اور سادے چاول پکالیے ہیں کھانے کے وقت گرم روٹی بھی ڈال دوں گی۔"
"ہاں ٹھیک ہے مجھے چکن کڑائی اچھی لگتی ہے ویسے تو کوئی اسپیشل ڈش ایسی نہیں ہے جس کی میں فرمائش کروں تم خود ہی اپنی مرضی سے جو چاہو پکالیا کرو میں سب کچھ کھالیتی ہوں۔" مشال چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولی تو زینت بی بی محض سر ہلا کر وہاں سے باہر چلی گئی' چائے سے فارغ ہو کر مشال نے عشرت خانم کو فون ملایا تو دوسری ہی بیل پر انہوں نے فون پک کرلیا۔
"امی آپ نے تو فوراً میرا فون اٹھالیا کیا کر رہی تھیں؟" مشال مسکراتے ہوئے گویا ہوئی تو عشرت خانم مغموم لہجے میں بولیں۔
"اپنی بیٹی کو بہت یاد کر رہی تھی۔" ان کا اداس و بھیگا لہجہ محسوس کر کے مشال پریشان سی ہوگئی۔
"امی اگر آپ اداس ہوں گی تو میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کے پاس آجاؤں گی۔"
"مشال میری جان زندگی میں پہلی بار تم مجھ سے اتنی دور گئی ہو نا اس لیے میں ڈسٹرب ہو رہی ہوں' تم فکر مت کرو میں کچھ دن میں خود کو ایڈجسٹ کرلوں گی۔" عشرت خانم اسے وضاحت دیتے ہوئے بولیں۔
"امی پکی بات ہے نا آپ خود کو سنبھال لیں گی یوں اس طرح سے میرے لیے اداس نہیں ہوں گی؟" مشال نے ان سے استفسار کیا تو وہ ہنس کر گویا ہوئیں۔
"ہاں میری جان میں سیٹ ہو جاؤں گی اور پھر تم سے فون اور اسکائپ پر بھی تو بات ہوتی رہے گی اچھا یہ بتاؤ کہ آج کا دن کیسا گزرا؟"
"بہت اچھا امی۔" پھر وہ آج کے دن کی تمام روداد انہیں سنانے لگی عشرت خانم انتہائی دلچسپی سے اسے سنے گئیں۔

❤……●❤●……❤

ایبٹ آباد کا موسم بہت حسین ہو رہا تھا آتی سردی کی گلابی پریوں نے وادیوں میں ڈیرہ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ دن میں سنہری دھوپ میں ہلکی ہلکی خنکی بے حد بھلی معلوم ہوتی تھی البتہ شام ڈھلے ٹھنڈک میں اضافہ ہو جاتا تھا' سردیوں کا موسم اسے ہمیشہ سے پسند رہا تھا' وہ یہاں آکر مطمئن تھی' سالار اور علیشبہ کی جانب سے کافی حد تک دھیان ہٹ گیا تھا۔ آج اتوار تھا زینت بی بی نے اسے مزیدار آملیٹ کے ساتھ گرما گرم پراٹھوں کا ناشتہ کرایا تھا' وہ ناشتے سے فارغ ہو کر عنابی شال اپنے وجود پر لپیٹ کر گیسٹ ہاؤس کے باہر بنے چھوٹے سے دلفریب باغیچے میں کرسی بچھا کر بیٹھ گئی پر کیف سی حدت اور نرمی لیے دھوپ کی شعاعیں اس کے وجود کو پرسکون حرارت بخش رہی تھی۔ وہ میگزین کی ورق گردانی میں مصروف ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک بچے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔
"آپ گندے ہیں میں آپ سے خفا ہوں آپ پرامس توڑ دیتے ہیں' مجھے اب آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" مشال نے اس آواز پر بے اختیار گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا تو سامنے سے تقریباً پانچ سال کی عمر کا انتہائی پیارا اور کیوٹ بچہ آتا دکھائی دیا جب کہ اس کے پیچھے پیچھے آتا کوئی شخص گویا اس کو منانے کی کوشش میں مصروف تھا۔
"عالیان تم ایک بار ٹھہر کر میری بات تو سن لو یار۔" وہ شخص منت آمیز لہجے میں بولا تو وہ بچہ اچانک اپنی جگہ فریز ہو گیا خضر ایمان خوش ہو گیا کہ عالیان نے کم از کم بریک تو لگایا ورنہ وہ اتنی دور سے یونہی خراماں خراماں اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ حالانکہ عالیان اس شخص کی منت پر نہیں بلکہ مشال کو دیکھ کر رکا تھا جبکہ خضر ایمان بوگن ویلیا کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے مشال کو اب تک دیکھ نہیں سکا تھا۔
"گڈ بوائے تو میری جان بات یہ ہے کہ......!"
"ہیلو آئی ایم عالیان اور میں کلاس ون میں پڑھتا

ہوں۔" وہ بچہ مشال کو دیکھ کر اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھا کر بولا تو بے اختیار مشال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے بھی ہاتھ بڑھا کر ننھا سا ہاتھ ہولے سے تھام لیا۔

"آئی ایم مشال...... ڈاکٹر مشال۔" خضر ایمان کی سماعت سے نسوانی آواز ٹکرائی تو وہ متعجب سا ہو کر تھوڑا قریب آیا مشال اب پوری طرح اس کی نگاہوں کی گرفت میں آ گئی تھی۔ آف وائٹ ڈھیلی ڈھالی کرتی پر عنابی ٹراؤزر پہنے جب کہ عنابی ہی شال اوڑھے وہ اسے یہاں کی مقامی ہرگز نہیں لگی۔

"کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہاں رہتی ہیں اور آپ کے کتنے بے بی ہیں؟" عالیان کے سوالات پر مشال کو بے اختیار ہنسی آ گئی، وہ کھل کر ہنسی ابھی تک اس کی نگاہ خضر ایمان پر نہیں پڑی تھی۔

"میں اسی گیسٹ ہاؤس میں رہتی ہوں اور میرے بے بی نہیں ہیں۔" وہ گیسٹ ہاؤس کی جانب اشارہ کر کے خوش گواری سے بولی تو عالیان یک دم بے پناہ پریشان ہو گیا۔

"کیوں آپ کے بے بی کیوں نہیں ہیں؟" عالیان کے سوال پر مشال نے سٹپٹا کر جونہی نگاہیں دوسری جانب اٹھائیں تو انتہائی گریس فل سے شخص کو خود پر نگاہیں مرکوز کیے پایا اسی دم خضر ایمان عالیان کی جانب متوجہ ہوا۔

"عالیان چلیے اب گھر چلیے، دادی آپ کا ویٹ کر رہی ہوں گی۔"

"نو نو میں گھر نہیں جاؤں گا۔" وہ ضدی انداز میں سر زور زور سے نفی میں ہلا کر بولا۔

"تم بہت بدتمیز ہو گئے ہو عالیان! اب میں تمہاری پٹائی کردوں گا سمجھے۔" خضر ایمان عاجز سا ہو گیا تھا وہ غصے میں بولتا جونہی عالیان کی جانب بڑھا تو عالیان جلدی سے لپک کر مشال کی گود میں بیٹھ گیا۔

مشال کو عالیان کی اس ادا پر بے تحاشا پیار آیا اس نے بے اختیار چٹا چٹ اس کے سیب جیسے سرخ گالوں کو چوم ڈالا جبکہ اس عمل کو خضر ایمان نے خاصی ناگواری سے دیکھا۔

"عالیان میں نے آپ کو کتنی دفعہ سمجھایا ہے کہ اس طرح اجنبی لوگوں کے پاس نہیں جاتے۔" نجانے کیوں مشال کو خضر کی بات کافی بری لگی۔

"کیوں کیا میں آپ کو شکل سے بچہ چرانے والی لگتی ہوں۔"

"کسی کے ارادے اور نیت اس کے چہروں پر لکھے نہیں ہوتے۔" خضر ایمان رکھائی سے عالیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے مشال کی گود سے ایک جھٹکے سے اتارتے ہوئے بولا تو مشال اچھی خاصی سلگ گئی۔

"میں یہاں کی ڈسپنسری میں ڈاکٹر ہوں ڈاکٹر مشال احمر نام ہے میرا۔" وہ اپنا تعارف کرواتے ہوئے بولی۔

"او کے تو پھر میں کیا کروں؟" وہ کندھے اچکا کر اتنے روڈ انداز میں بولا کہ مشال منہ کھولے محض اسے دیکھتی رہ گئی بادامی رنگ کے شلوار سوٹ میں شانے پر براؤن مردانہ شال ڈالے وہ اسے خاصا مغرور اور بد دماغ لگا۔

"آپ تو کافی بداخلاق معلوم ہو رہے ہیں۔" وہ سینے پر دونوں بازوؤں کو باندھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولی۔

"آپ کیا مجھ پر ریسرچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔" خضر اپنی براؤن آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالتا ہوا بولا تو مشال احمر چند ثانیے کے لیے گڑبڑا سی گئی۔

"میں کیوں آپ پر ریسرچ کرنے لگی، مجھے کوئی اور کام نہیں ہے کیا۔"

"تو ٹھیک ہے کیجیے اپنا کام۔" یہ کہہ کر وہ عالیان کو ایک ہی جست میں اپنی گود میں بھر کر وہاں سے پلٹا جب کہ مشال ہونق سی وہیں کھڑی اس کے انداز پر غور کرتی رہ گئی پھر دو حرف بھیج کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر میگزین بینی کرنے لگی۔

♥......●♥●......♥

وہ صبح سے ہی ڈسپنسری میں مصروف تھی، تھوڑی سی فرصت میسر آئی تو وہ کرسی پر سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کسی کے قدموں کی آواز پر بے ساختہ اس نے آنکھیں کھولیں، سامنے ہی عالیان کھڑا اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا مشال کو اسے دیکھ کر انجانی سی خوشی ہوئی۔

"ارے عالیان بیٹا آپ یہاں کیسے آ گئے؟"

"میں خان بابا کے ساتھ آیا ہوں' اسپیشلی آپ سے ملنے حالانکہ پاپا مجھ پر خفا ہو رہے تھے۔" وہ بھولپن سے بولا تو مشال کو اس پر ڈھیروں پیار آ گیا' مشال نے اسے اپنے پاس بلایا اور گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو بیٹا آپ کو اپنے پاپا کو خفا نہیں کرنا چاہیے تھا نا۔"

"مگر مجھے آپ سے ملنے کا دل چاہ رہا تھا' آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں نا میں آپ کو اپنی Birds دکھاؤں گا اور میرے پاس بہت سارے بہت اچھے اچھے toys بھی ہیں۔" عالیان مشال کی جانب رخ موڑ کر بولا تو مشال مسکرا کر بولی۔

"اگر میں آپ کے گھر چلی جاؤں گی تو یہاں مریضوں کو کون دیکھے گا۔" مشال کی اس بات پر عالیان سوچ میں پڑ گیا پھر کچھ دیر بعد خوش ہو کر بولا۔

"ٹھیک ہے میں آپ کا ویٹ کر لیتا ہوں' جب آپ کی چھٹی ہو جائے گی تو پھر ہم ساتھ گھر چلیں گے۔" مشال اس کی بات پر ہنس دی پھر اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"آج نہیں جانو میں پھر کبھی آپ کے گھر آ جاؤں گی آپ کی Birds اور toys دیکھنے کے لیے۔" عالیان مشال کے انکار کرنے پر منہ پھلا کر اس کی گود سے اتر گیا۔

"عالیان تم خفا ہو گئے مجھ سے۔"

"جی ہاں سخت خفا ہو گیا ہوں' میں آپ سے' میں نے دادی' دادا اور سب کو بتا دیا تھا کہ میں مشال کو لینے جا رہا ہوں۔" وہ ناراضگی والے لہجے میں بولا تو مشال اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں آپ کی صرف مشال ہوں' مشال آنٹی نہیں ہوں۔"

"نہیں آپ آنٹی نہیں ہیں پاپا کہتے ہیں کہ آنٹی گندی ہوتی ہیں اور آپ بہت اچھی ہیں اس لیے آپ آنٹی نہیں ہیں۔" وہ اسے بڑوں کی طرح سمجھاتے ہوئے بولا تو مشال نے اسے محظوظ کن نگاہوں سے دیکھا' ابھی وہ مزید کچھ بولتی کہ اسی دم خضر کی گھمبیر آواز کمرے میں گونجی۔

"عالیان میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ یہاں نہیں آنا' مگر تم نے میری بات نہیں مانی' بہت ضدی ہو گئے ہو تم۔" خضر کی سخت سرزنش پر عالیان سہم گیا۔ مشال کو بے اختیار اس بدماغ سر پھرے شخص پر غصہ آ گیا۔

"عالیان چھوٹا ہے آپ اس سے نرمی سے بھی بات کر سکتے ہیں۔"

"میں عالیان کا باپ ہوں' مجھے معلوم ہے کہ اپنے بیٹے سے کس طرح بات کرنی ہے' براہ مہربانی آپ مداخلت سے پرہیز کریں۔" وہ ہنوز انداز میں بولا تو مشال بھی پوری طرح میدان میں اتر آئی۔

"حیرت ہے کہ ایک بچے کا باپ ہو کر بھی آپ کو بچے کی نفسیات نہیں معلوم کہ بچوں کو کس طرح ہینڈل کیا جاتا ہے؟ یہ تو آپ کو آتا ہی نہیں ہے۔"

"اچھا تو اب آپ مجھے بچوں کی نفسیات کی بابت سکھائیں گی۔" وہ استہزائیہ لہجے میں بولا تو مشال نے اترانے والے انداز میں کہا۔

"فی الحال میرا ایسا موڈ نہیں۔"

"ہوں خود پر بہت زعم ہے آپ کو۔" بلیک شلوار کرتے پر آف وائٹ شال کندھے میں ڈالے' آنکھوں پر فرم لیس گلاسز پہنے گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں کو بھینچ کر وہ اپنے دونوں بازوؤں کو سینے پر باندھتے ہوئے اسے تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"زعم نہیں ہے یقین ہے' اپنے آپ پر۔" وہ بھی خود اعتمادی سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی جبکہ عالیان بڑی دلچسپی سے دونوں کی نوک جھونک ملاحظہ کر رہا تھا۔

"اونہہ کافی پرانا طریقہ ہے دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا مشال نے پہلے اسے ناسمجھی والے انداز میں دیکھا پھر بات اس کی سمجھ میں آئی تو گویا اس کے تلوے پر لگی اور سر پر بجھی......!

"کیا...... کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں آپ کی اسٹوپڈ سی توجہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔" ڈیپ ریڈ کلر کے گرم شلوار سوٹ پر کاہی گرین شال اوڑھے غصے سے لال

بھبھوکا چہرہ لیے وہ اپنی شہادت کی انگلی اس کی جانب اٹھاتے ہوئے تلملا کر بولی اس پل خضر ایمان نے اسے کافی گہری نگاہوں سے دیکھا پھر اس کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ کر عالیان کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں بولا۔

''میں نے ایسا تو نہیں کہا۔''

''مگر آپ کا مطلب تو یہی تھا۔'' مشال میز پر ہاتھ مارتے ہوئے طیش سے بولی۔

''آپ خوامخواہ میں جذباتی ہورہی ہیں ڈاکٹر صاحبہ۔''

''اوہ میں جذباتی ہورہی ہوں' آپ کی اتنی فضول سی بات پر مجھے تو ہنسنا مسکرانا چاہیے نا۔'' مشال' خضر کی بات پر طنزیہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''تو آپ واقعی ایسی کوئی کوشش نہیں کررہی تھیں۔'' خضر اسے جان بوجھ کر چڑانے کی غرض سے بولا مشال کا تلملاتا انداز اسے بے حد محظوظ کررہا تھا' وہ مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا سخت برا لگا۔ مشال عالیان سے مخاطب ہوکر گویا ہوئی۔

''بیٹا تم اپنے پاپا کا علاج کرواؤ' یہ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے۔'' اس بات پر عالیان گردن موڑ کر خضر کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''پاپا آپ مشال کے ساتھ لڑائی نا کریں ورنہ یہ آپ کو انجکشن لگادیں گی۔'' اپنے تئیں اس نے خضر کو ڈرایا۔ خضر کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس پل مسکراتا ہوا خضر بہت پیارا اور معصوم سا لگا' بالکل عالیان کی طرح۔ مشال غیر ارادی طور پر اسے مسکراتا دیکھے گئی جبکہ اسی پل اچانک خضر نے اس کی جانب دیکھ کر اسے بری طرح خفیف کردیا۔ شکر ہوا کہ چپڑاسی نے کسی مریض کے آنے کی خبر دی۔

''اوکے عالیان بیٹا اب آپ گھر جاؤ کوئی مریض آیا ہے مجھے اس کو چیک کرنا ہے۔'' مشال عالیان سے مخاطب ہوکر بولی تو عالیان فرماں برداری سے ''اوکے'' کہہ کر خضر کے ہمراہ باہر نکل گیا' اسی دم ایک خاتون چھوٹے سے بچے کے ہمراہ اندر آئی تو اس نے اپنی تمام تر توجہ اس کی جانب مرکوز کردی۔

♥......●♥●......♥

دوسرے دن عالیان پھر آدھمکا' آج چھٹی ہونے کے سبب وہ گیسٹ ہاؤس کے قریب ہی بنی چھوٹی سی مصنوعی جھیل کے پاس چہل قدمی میں مصروف تھی' فضا سے دھوپ کی روشن چمک دار چادر ہولے ہولے سرک رہی تھی۔ جبکہ سانولی پرکشش شام در پر کھڑی آسمان پر چھانے کی منتظر تھی' عالیان کو سامنے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح خوش ہوگئی۔

''پتہ ہے مشال آج پاپا نے مجھ سے خود کہا کہ اگر تمہیں اپنی فرینڈ سے ملنا ہے تو میں تمہیں لے کر چلتا ہوں۔''

''اچھا یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو۔'' مشال اس کی پیاری سی ناک کو کھینچ کر بولی پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائیں مگر خضر اسے کہیں دکھائی نہیں دیا۔

''بیٹا آپ اکیلے تو نہیں آگئے؟ آپ کے پاپا کہاں ہیں؟'' وہ قدرے پریشان سی ہوکر پوچھنے لگی۔

''نہیں' مشال پاپا کو اس طرف اپنے کوئی دوست مل گئے ہیں وہ ان سے باتیں کررہے ہیں' ہم نے آپ کو یہاں دیکھ لیا تھا اس لیے میں یہاں آگیا۔'' عالیان دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا تو مشال مطمئن سی ہوگئی پھر کافی دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے عالیان ایک سمجھدار بچہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت معصوم اور بھولا تھا۔

''عالیان تم نے مجھے سب کے بارے میں بتایا دادا' دادی' پھپھو' نانی' خالہ مگر اپنی مما کے متعلق تو کوئی بات نہیں کی۔'' مشال اس سے یونہی پوچھ بیٹھی' اس سے پہلے کہ عالیان کوئی جواب دیتا عقب سے خضر کی آواز ابھری۔

''میرے خیال میں عالیان آج کے لیے اتنا کافی ہے' اب گھر چلو ویسے بھی سردی بڑھ رہی ہے۔ دادی بھی انتظار کررہی ہوں گی۔''

''مشال آپ پلیز ہمارے ساتھ گھر چلیں نا۔'' عالیان' خضر کی بات سن کر اس کی جانب متوجہ ہوکر منت آمیز لہجے میں بولا۔

''آج نہیں فرینڈ پھر کسی اور دن۔'' وہ اسے پیار کرتے

ہوئے بولی تو خلاف توقع وہ جلد مان گیا۔
"اوکے۔"
"عالیان بیٹا گارڈن کی طرف خان بابا کھڑے ہیں' تم ان کے ساتھ گھر جاؤ' پاپا کو کچھ کام ہیں وہ تھوڑی دیر بعد گھر آتے ہیں۔" خضر نے کچھ فرلانگ پر کھڑے ایک معمر سے شخص کی جانب اشارہ کیا تو وہ "اوکے" بول کر اور مشال کو "بائے" کر کے وہاں سے چلا گیا جب ہی خضر' مشال کی جانب متوجہ ہوا۔
"دیکھیے ڈاکٹر صاحبہ' عالیان میرا اکلوتا بیٹا ہے اور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے' میں نہیں چاہتا کہ آپ کی ذات سے اسے کوئی تکلیف پہنچے اور وہ ہرٹ ہو جائے' اس لیے بہتر ہے کہ آپ اس سے گھلنے ملنے کی کوشش مت کریں۔"
"جی...... یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں' میری ذات سے عالیان کو تکلیف کیوں پہنچنے لگی؟" وہ قدرے حیرت میں گھر کر خاصی ناگواری سے بولی تو خضر ایک گہری سانس کھینچ کر اسے پرسوچ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔
"دیکھئے آپ یہاں دوسرے شہر سے بطور لیڈی ڈاکٹر آئی ہیں' کل کلاں کو واپس اپنے گھر' شہر چلی جائیں گی' عالیان بہت حساس اور معصوم ہے اگر وہ آپ سے اٹیچڈ ہو گیا تو آپ کے جانے پر وہ بہت زیادہ ہرٹ ہوگا اور پھر ہمیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔" پہلی بار خضر اس کے ساتھ نرم لہجے میں بات کر رہا تھا۔ مشال سوچ میں پڑ گئی' قدرے توقف کے بعد وہ بولی۔
"آپ کی بات ٹھیک ہے میں یہاں ہمیشہ کے لیے تو نہیں آئی ہوں مگر عالیان کو میں کیسے روک سکتی ہوں' وہ اتنے پیار و محبت سے مجھ سے ملنے آتا ہے۔"
"اب اگلی بار آئے تو آپ اسے ڈانٹ دیجیے گا۔" خضر کی بات پر وہ چڑ گئی۔
"آپ بھی کمال کرتے ہیں' میں عالیان کو بنا کسی قصور کے کیسے ڈانٹ سکتی ہوں' یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔" وہ صاف انکار کرتے ہوئے بولی تو خضر نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر حکمیہ لہجے میں گویا ہوا۔
"آپ اس کو ڈانٹیں گی بھی اور اپنی فرینڈ شپ بھی ختم کریں گی......؟" مشال خضر کے دھونس بھرے انداز پر تلملا کر رہ گئی۔
"عجیب آدمی ہیں آپ' کہیں کے تھانیدار ہیں آپ جو اس قدر رعب سے مجھ پر حکم چلا رہے ہیں' اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ عالیان مجھ سے نہ ملے' تو آپ ہی اسے روکنے کا طریقہ نکالیں' میرے کندھے پر بندوق رکھ کر کیوں چلا رہے ہیں۔" مشال کے رکھائی سے کہنے پر خضر کچھ کہتے کہتے رکا پھر لب بھینچ کر وہاں سے پلٹ کر چلا گیا' جب کہ مشال وہیں کھڑی خضر کے رویے پر غور کرتی رہ گئی۔

♥......●♥●......♥

پھر بہت سے دن ایک دوسرے کے تعاقب میں آگے پیچھے نکلتے چلے گئے' سردیاں ان دنوں پوری طرح اپنی جوبن پر تھیں' جنہیں مشال بہت انجوائے کر رہی تھی' مشال کو ہمیشہ سے سردیوں کا موسم بہت پسند تھا' کافی دنوں سے عالیان اس سے ملنے نہیں آیا تھا' وہ اسے بہت مس کر رہی تھی' ایک دن وہ پروفیسر صلاح الدین کے گھر ڈنر پر گئی تو ان کی فیملی سے باتوں کے دوران وہ عالیان کا تذکرہ کر بیٹھی' جب ہی پروفیسر صاحب نے بتایا کہ عالیان یہاں کے زمیندار ایمان دلآویز کا پوتا ہے' جب کہ خضر ایمان ان کا بیٹا ہے' جو کراچی میں مقابلے کا امتحان پاس کر کے D.C آفیسر تعینات ہے' انہوں نے یہ بھی بتایا کہ خضر ایمان کی شادی چھ سال پہلے اس کی کزن انعم سے ہوئی تھی جو عالیان کی پیدائش کے دوران کچھ پیچیدگیوں کی بدولت جانبر نہیں رہ سکی تھی' عالیان اپنے دادا' دادی کے ہمراہ رہتا ہے' جبکہ خضر اکثر و بیشتر چھٹیاں لے کر اس کے پاس یہاں چلا آتا ہے' خضر کی دو بہنیں بھی تھیں جو شادی ہو کر بیرون ممالک میں مقیم ہیں' مشال کو عالیان کے بن ماں کا ہونے پر بے حد افسوس ہے۔ شاید اسی لیے وہ اس سے اتنا اٹیچڈ ہو گیا ہے اور اس بات کو لے کر خضر پریشان ہو رہا تھا' مشال نے یہ سب جان کر سوچا۔

♥......●♥●......♥

سالار اور علیشبہ کی شادی بخیر و عافیت انتہائی دھوم دھام سے انجام پاگئی تھی۔ اس کی فیس بک وال پر ان دونوں کی تصویریں بھری پڑی تھیں ڈیڈی ان تصویروں میں کتنا خوش لگ رہے تھے یہ دیکھ کر مشال بے حد اداس سی ہوگئی۔

''آپ کتنا خوش اور مطمئن لگ رہے ہیں یقیناً آپ کو میری ذرا سی بھی یاد نہیں آئی ہوگی یہ تک خیال نہ آیا ہوگا کہ ایک دوسری بیٹی بھی اس دنیا میں موجود ہے آپ ایسے کیوں ہیں ڈیڈی؟'' وہ احمر علی خان کی تصویر سے ہم کلام ہو کر شکوہ کناں لہجے میں بولی پھر آہستگی سے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی کہ اسی دم ڈور بیل بجی' مشال نے بے اختیار گھڑی کی جانب دیکھا جو رات آٹھ بجے کا اعلان کر رہی تھی۔ ایبٹ آباد میں اس وقت آدھی رات ہو رہی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں زینت بی بی آ کر بولی۔

''وہ ڈاکٹر صاحبہ زمیندار صاحب کے گھر سے ان کے ڈرائیور آئے ہیں' وہ کہہ رہے ہیں کہ حویلی میں کوئی بیمار ہے آپ انہیں جا کر دیکھ لیں۔'' زینت کے منہ سے یہ پژمردہ سن کر وہ اپنا میڈیکل بکس اٹھا کر باہر آئی تو خان بابا کو منتظر پایا۔

''دراصل ڈاکٹر صاحبہ' ڈاکٹر راحیل اپنے شہر گیا ہوا ہے لہٰذا اتنی رات کو ہم نے آپ کو تکلیف دیا اس کی ہم معافی چاہتے ہیں۔'' خان صاحب خالص پٹھانی لہجے میں بولے تو مشال ''کوئی بات نہیں'' کہہ کر لینڈ کروزر میں بیٹھ گئی تھوڑی ہی دیر میں وہ خان بابا کے ہمراہ حویلی میں داخل ہو رہی تھی' جب ہی اسے کوئی خیال آیا تو وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

''خان بابا بیمار کون ہے؟'' اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتے عالیان ''مشال'' کہہ کر تیزی سے اس سے آ کر لپٹ گیا۔

''مائی فرینڈ اتنے دن کہاں تھے تم؟'' وہ بڑی محبت سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولی۔

''میں نانی کے گھر گیا تھا وہ بیمار تھیں نا۔'' عالیان اپنے مخصوص لہجے میں بولا تھا وہ اندر داخل ہوئی تو ایک معمر سی گریس فل خاتون سے اس کا سامنا ہوا۔

''دادی یہ ہے مشال میری بیسٹ فرینڈ۔'' عالیان کی بات پر ان خاتون نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا پھر ان ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا کہ خضر اس وقت بخار میں مبتلا ہے وہ ان کی معیت میں اس کے کمرے میں آئی خضر اس وقت بالکل بے سدھ تھا' مشال نے اپنے پروفیشنل انداز میں اس کا اچھی طرح چیک اپ کیا پھر انجکشن تیار کر کے اس کے بازو میں لگایا جبکہ مسز ایمان ولا آویز کو خضر کے ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھنے اور ضروری ہدایات و ادویات ان کے حوالے کر کے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔

''اگر ان سب کے باوجود ان کا بخار نہیں اترتا تو پھر آپ مجھے کال کر لیجیے گا۔'' وہ سہولت سے بولی تو مسز ایمان ولا آویز اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے پُر شفیق لہجے میں بولیں۔

''بہت پیاری بچی ہو تم۔'' پھر بصد اصرار انہوں نے اسے کافی پر روکا اور گفتگو کے دوران خضر کے حوالے سے انہوں نے بہت ساری باتیں شیئر کیں' مشال وہاں کافی دیر بیٹھی رہی گھر آ کر بھی اس کی سوچیں خضر ایمان کے اردگرد گھومتی رہیں۔

❤......●❤●......❤

اگلے دن مشال خضر کا دوبارہ چیک اپ کر رہی تھی۔

''مسٹر خضر آپ کا بی پی کچھ بڑھا ہوا ہے' میں فی الحال آپ کو دوا دیتی ہوں مگر دن میں دوبارہ آپ اپنا بلڈ پریشر ضرور چیک کروا لیجیے گا۔'' مشال بلڈ پریشر کا آلہ واپس ڈبے میں رکھتے ہوئے بولی تو خضر نے محض اسے خاموش نگاہوں سے دیکھا اس کا بخار اتر چکا تھا البتہ تھوڑی کمزوری باقی تھی۔

''مشال بیٹا خضر اب ٹھیک تو ہے نا؟'' مسز ایمان قدرے پریشان سی ہو کر بولیں۔

''جی آنٹی' یہ اب ٹھیک ہیں بس ذرا سردی لگنے سے بخار ہو گیا تھا۔ ان شاء اللہ ایک آدھ دن میں بالکل فٹ ہو جائیں گے۔'' مشال اپنے مخصوص انداز میں بولی تو مسز ایمان ''میں ابھی آتی ہوں'' کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئیں' جبکہ مشال اپنے میڈیکل بکس سے میڈیسن تلاش کرنے لگی۔

''ڈاکٹر راحیل کو بھیج دیتیں' آپ نے آنے کی زحمت

کیوں کی۔" وہ اپنے مخصوص کھردرے لہجے میں بولا تو بے ساختہ مشال کو ہنسی آ گئی۔

"کیوں مجھ سے کیا آپ کو الرجی ہے؟ ویسے آپ کی معلومات کے لیے آپ کو بتا دوں کہ ڈاکٹر راحیل چھٹی پر اپنے گھر گئے ہوئے ہیں۔" مشال کی بات پر خضر جواباً خاموش رہا اخروٹی رنگ کے شال سوٹ میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی' اپنے سلکی لائٹ براؤن بالوں کی ہمیشہ کی طرح پونی بنائے وہ اس وقت مکمل طور پر دوائیوں کی جانب متوجہ تھی۔

"آپ یہ پلیز دوائیں وغیرہ رہنے دیں' مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے' میں اب ٹھیک ہوں۔" خضر کے ہنوز روڈ انداز پر مشال نے چونک کر اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر گویا ہوئی۔

"یقین کیجیے میں آپ کو امپریس کرنے یا اپنی جانب راغب کرنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہی میں تو صرف یہاں اپنے گھر سے...... !" مشال روانی میں بولتے بولتے اچانک رکی۔

"آئی مین پروفیسر صلاح الدین کی آفر پر یہاں آئی ہوں۔" اب کہ وہ قدرے سنبھل کر بولی پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔ "آپ یہ خدشات پلیز اپنے دل و دماغ سے نکال دیں کہ آپ کی شاندار پرسنلٹی اور مضبوط فیملی بیک گراؤنڈ کو دیکھ کر میں اور لڑکیوں کی طرح آپ کی جانب بڑھوں گی! ان فیکٹ میں خود بھی ایک بزنس مین کی بیٹی ہوں اور میری شخصیت بھی بہت شاندار ہے۔" آخری بات پر خضر بے ساختہ مسکرایا۔

"کافی اعتماد ہے آپ کو اپنے آپ پر۔" وہ محظوظ ہو کر بولا۔

"بالکل جناب۔"

"کیا نام ہے آپ کے فادر کا۔" اس نے یونہی پوچھ لیا۔

"احمر علی خان۔" وہ اپنا سامان سمیٹتے ہوئے مگن انداز میں بولی تو خضر چونکا۔

"احمر علی خان۔" اس نے زیر لب دہرایا پھر مشال کو دیکھا جو اپنی نشست سے اٹھ چکی تھی۔

"او کے خضر صاحب آپ اپنا خیال رکھیے گا اور پلیز دوا ٹائم پر لے لیجیے گا۔" یہ کہہ کر وہ اس کے کمرے سے نکل گئی جبکہ خضر بہت دیر تک اس منفرد اور پیاری لڑکی کے متعلق سوچ گیا۔

♥......●♥●......♥

اگلی شام کو خضر اس سے ملنے گیسٹ ہاؤس چلا آیا۔ وہ اس کی آمد پر قدرے حیران ہوئی تھی۔

"دراصل میں آپ کو سوری کہنے آیا تھا۔" مشال خضر کو دیکھ کر محض خاموش رہی۔

"امی نے آپ کو ثانیہ اور لیلیٰ کے بارے میں بتایا تھا ان دونوں لڑکیوں نے پہلے عالیان سے دوستی کی اور اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کی میں نے صرف عالیان کی خاطر ان کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ دو سال پہلے ثانیہ ہماری زندگی میں آئی وہ عالیان کی ٹیچر تھی' اس نے پہلے عالیان کو اپنا گرویدہ کیا' عالیان محض تین سال کا تھا' امی ابا نے ثانیہ اور عالیان کا لگاؤ دیکھ کر ثانیہ کو میری زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا مگر چند ہی دنوں میں ثانیہ کی اصلیت سامنے آ گئی جب اس نے عالیان کو کسی بات پر زوردار تھپڑ مارا پھر چند ماہ بعد لیلیٰ کی انٹری ہوئی وہ میرے ابا کے دوست کی بھانجی تھی یہاں گھومنے پھرنے آئی تھی۔ عالیان بن ماں کا بچہ ہے وہ ہر لڑکی میں اپنی ماں کو تلاش کرنے لگتا ہے ثانیہ کی طرح وہ لیلیٰ سے بھی اٹیچڈ ہو گیا' لیلیٰ بھی ہمہ وقت ہر دم اس پر نثار ہوتی رہتی یہ سب دیکھتے ہوئے میرے والدین نے اسے پرپوز کر دیا' ہماری شادی میں کچھ دن ہی باقی تھے جب لیلیٰ کی اصلیت بھی میرے سامنے آ گئی۔" مشال خاموش بیٹھی وہ تمام حقائق سن رہی تھی جو وہ خضر کی امی سے اس دن سن چکی تھی۔

"ایک دن میں بنا بتائے لیلیٰ کے گھر پہنچا تو وہ ہنس ہنس کر اپنی کزن کو اپنا کارنامہ سنا رہی تھی' مجھ تک پہنچنے کے لیے اس نے میرے معصوم بیٹے کو سیڑھی بنایا تھا۔" اس پل خضر کا لہجہ زہر خند ہو گیا تھا۔

”خضر صاحب میں یہ سب کچھ جانتی ہوں‘ آپ کی امی نے مجھے اس رات سب کچھ بتادیا تھا لیکن آپ یقین کیجیے میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔“

”آپ مجھے شرمندہ کررہی ہیں۔“ وہ ندامت بھرے لہجے میں بولا تو مشال بے ساختہ مسکرادی۔

”چلیے میں آپ کو شرمندہ نہیں کرتی یہ کافی پیجیے پلیز۔“ مشال زینت بی بی کی لائی کافی کے مگ کو اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولی تو خضر کچھ سوچ کر گویا ہوا۔

”آپ کے والد احمر علی خان میرے اچھے واقف کار ہیں‘ ہماری اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔“

”اچھا۔“ وہ خوش گوار حیرت سے بولی۔

”ابھی پچھلے دنوں ان کی بیٹی کی شادی میں‘ میں بھی شریک تھا۔“ خضر جو بات کل سے سوچ رہا تھا وہ زبان پر لے ہی آیا‘ مشال کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو اس نے بغور دیکھا۔

”ہوں...... ان کی بیٹی علیشبہ کی شادی ہوئی تھی۔“ مشال بھنچے بھنچے انداز میں بولی۔

”اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنی بہن کی شادی اٹینڈ کیوں نہیں کی؟“ خضر قدرے جھجک کر بولا‘ مشال کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ اس نے الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

”اٹس او کے کوئی بات نہیں۔ میں کل صبح کراچی جارہا ہوں‘ اگر آپ اپنے گھر کچھ بھیجنا چاہیں تو......“ وہ موضوع پلٹتے ہوئے بولا‘ جب کہ مشال کو اچانک کچھ یاد آیا اس نے عشرت خانم کے لیے دو گرم سوٹ اور ہاتھی دانت کا بنا خوب صورت سا ڈیکوریشن پیس خریدا تھا‘ ساتھ میں ایک شال بھی لی تھی۔

”میں نے اپنی امی کے لیے کچھ چیزیں خریدی ہیں اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو......؟“

”اور مجھے تو خوشی ہوگی۔“ وہ اس کی بات درمیان میں ہی اچک کر بولا۔

پھر مشال ”ایک منٹ آئی“ کہہ کر اپنے کمرے میں آئی اور جلدی سے تمام چیزوں کو پیک کرکے ایک پارسل تیار کرکے خضر کے حوالے کردیا خضر وہ پارسل لے کر وہاں سے چلا گیا۔

♥......●♥●......♥

دسمبر شروع ہوچکا تھا پورے پاکستان میں سردی کی سوغات نے اپنا ڈیرہ جما لیا تھا‘ ایبٹ آباد میں سخت سردی تھی۔ مشال کی تو بعض اوقات سردی سے حالت غیر ہوجاتی تھی‘ اسے اتنی کڑاکے دار سردی کی عادت نہیں تھی‘ عشرت خانم نے کئی بار اسے کراچی آنے کو کہا‘ مگر وہ ٹال گئی‘ دراصل وہ احمر علی خان کی جانب سے بہت دل برداشتہ تھی‘ یہاں آکر انہوں نے ایک بار بھی اسے فون نہیں کیا تھا۔ فون پر عشرت خانم نے انہیں بتایا تھا کہ خضر ایمان دو تین بار ان کے گھر آچکا تھا‘ امی نے بھی اسے بتایا کہ وہ علیشبہ اور سالار کی شادی میں بھی شریک ہوا تھا جبکہ علیشبہ اور سالار کے درمیان شادی کے پہلے ہی ماہ جھگڑے ہونا شروع ہوگئے تھے۔ سالار کو شادی سے پہلے علیشبہ کی وہی خوبیاں جن کی وجہ سے اس نے مشال کو چھوڑا تھا وہی بری لگنے لگی تھیں‘ دوسری طرف علیشبہ بھی سالار سے انتہائی ناخوش تھی‘ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر واپس آگئی تھی مگر اس بار حیرت انگیز طور پر ڈیڈی نے علیشبہ کو کافی ڈانٹا ڈپٹا تھا اور زبردستی اسے سالار کے ہمراہ بھیج دیا تھا اور واضح لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وہ سالار کی بیوی ہونے کی حیثیت سے سو بار گھر آئے مگر اگر اس نے سالار کو چھوڑ کر اس گھر کی راہ لی تو اسے یہاں کے دروازے بند ملیں گے یہ سب جان کر اسے بے پناہ حیرت ہوئی تھی۔

♥......●♥●......♥

سخت سردی کی وجہ سے وہ بخار کی لپیٹ میں آگئی تھی‘ پروفیسر صاحب نے اسے میڈیسن وغیرہ دے دی تھیں‘ وہ بے حد اداس اور ڈپریس ہورہی تھی‘ اپنا گھر اور امی ڈیڈی اسے بے پناہ یاد آرہے تھے‘ وہ یونہی روتے روتے سوگئی تھی‘ جب ہی اسے اپنے بالوں میں کسی کی انگلیوں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی‘ کوئی بہت پیار و نرمی سے اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ مشال نے بے حد گھبرا کر رخ موڑ کر دیکھا تو سامنے

بیٹھی شخصیت کو دیکھ کر اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔
"ڈیڈی آپ یہاں؟" پھر اسے نجانے کیا ہوا کہ وہ ان کے سینے سے لگ کر بلک بلک کر رو دی' اس کے ساتھ ساتھ احمر علی خان بھی رو رہے تھے۔
"میں بہت برا ہوں نا مشال میری گڑیا پلیز اپنے ڈیڈی کو معاف کردو نجانے میں کیسے اتنا بے حس اور سنگ دل ہوگیا تھا' تمہاری حق تلفی کرتا رہا' مجھے معاف کردو میری بچی۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہے تھے جبکہ یہ سب سن کر مشال بے تحاشا رو دی۔
عشرت خانم اور احمر علی خان اسے واپس گھر لے جانا چاہتے تھے مگر مشال کو اس شہر اور یہاں کے لوگوں سے بہت انسیت ہوگئی تھی' وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی۔
"ٹھیک ہے میری گڑیا جیسی تمہاری خوشی مگر کچھ دنوں کے لیے تو اپنے ڈیڈی کے ساتھ گھر چلو۔" احمر علی خان اسے پیار کرتے ہوئے بولے تو اس نے ہاں میں سر ہلایا وہ عالیان سے مل کر اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے وہاں سے اپنے گھر چلی آئی۔

♥......●♥●......♥

مشال' احمر علی خان کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی جب ہی علیشبہ کی آمد ہوئی' اس نے انتہائی سپاٹ نگاہوں سے دونوں کی جانب دیکھا پھر کھٹ کھٹ کرتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی' عشرت خانم لاؤنج میں داخل ہوئیں تو احمر صاحب گویا ہوئے۔
"اوکے بیٹا آپ اپنی امی کے ساتھ گپ شپ کرو مجھے ایک ضروری فائل دیکھنی ہے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے تو مشال عشرت خانم سے باتوں میں لگ گئی' جب ہی خضر کا تذکرہ آن نکلا۔
"مشال بیٹا خضر بہت اچھا اور سمجھدار لڑکا ہے جانتی ہو تمہارے ڈیڈی کے احساسات پر پڑی بے حسی کی چادر بھی اسی نے اتاری۔" یہ واقعی مشال کے لیے انکشاف تھا' وہ حیرت سے ان کی جانب دیکھنے لگی۔
"ہاں بیٹا خضر D.C آفیسر ہے اس حوالے سے تمہارے ڈیڈی سے اس کے مراسم ہیں جب وہ تمہارا دیا پارسل لے کر یہاں آیا تو مجھے اس سے باتیں کر کے بہت اپنائیت محسوس ہوئی' میں نے تمہارے وہاں جانے کی وجہ اور تمہارے ڈیڈی کی سرد مہری کا سبب اسے بتادیا۔ یہ سب جان کر اسے بہت افسوس ہوا پھر ایک دن وہ گھر آیا اور تمہارے ڈیڈی کو آئینہ دکھایا۔" وہ بولتے بولتے رکیں تو مشال ہنوز متحیر سی انہیں دیکھے گئی۔
"اس نے کہا کہ جس صورت حال سے آپ گزرے ہیں اس سے ملتی جلتی کیفیت سے میں بھی گزرا ہوں' مجھے اپنی بیوی انعم سے آپ کی طرح شدت کے ساتھ محبت تو نہیں تھی مگر میں اسے ناپسند بھی نہیں کرتا تھا' وہ بہت اچھی بیوی ثابت ہوئی تھی میں اس کی دل و جان سے قدر کرتا تھا' اسے پسند کرتا تھا' اس کے ساتھ رہتے ہوئے بہت خوشی محسوس کرتا تھا مگر عالیان کو جنم دے کر جب اس نے ہم سب سے منہ موڑا تو میں نے اس کا ذمہ دار اس معصوم بچے کو نہیں ٹھہرایا' یہ تو مشیت الٰہی تھی جب کہ آپ نے اللہ کے فیصلے سے خفا ہو کر اپنی ساری ناراضی مشال کے معصوم وجود پر نکالی یا آپ نے بہت غلط کیا مسٹر احمر۔" عشرت خانم مزید بھی اسے تفصیلات بتاتی رہیں جب کہ مشال کے دل میں خضر ایمان کی قدر و منزلت بے پناہ بڑھ رہی تھی۔

♥......●♥●......♥

وہ آج اس سے ملنے اس کے آفس چلی آئی' مشال نے اس کی P.A سے اپنا تعارف کروایا تو تھوڑی ہی دیر بعد انٹر کام کے ذریعے خضر سے اجازت لے کر اسے کمرے میں بھیج دیا۔
"اوہ ڈاکٹر صاحبہ آپ نے یہاں آ کر تو میرے آفس کی رونق ہی بڑھا دی۔" ایش گرے تھری پیس سوٹ میں انتہائی گریس فل شخصیت سمیت وہ بے حد خوش مزاجی سے بولا۔ مشال اسے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔
"میرا نام مشال ہے خضر صاحب۔"
"اور میرا نام صرف خضر۔" وہ اسی کے انداز میں بولا پھر دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے جب ہی اس نے

استفسار کیا۔

"واپس ایبٹ آباد جانے کا کب تک ارادہ ہے۔"

"ان شاء اللہ فرسٹ جنوری کو کراچی سے نکل جاؤں گی۔" یہ کہہ کر وہ پل بھر کو خاموش ہوئی پھر دھیرے سے بولی۔ "دراصل میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔" مشال کے جملے پر خضر نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا' ڈارک پرپل کلر کے سوٹ میں ہمیشہ کی طرح سادے سے حلیے میں وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ "آپ نے ڈیڈی کا دل میری طرف سے صاف کردیا آپ نے یہ کام کتنی آسانی سے کردیا جو کام میری امی سالوں سے نہ کرسکیں۔"

"اٹس او کے مشال۔" وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے بولا پھر کچھ سوچ کر گویا ہوا۔

"مشال ایک بات پوچھوں تم اگر مائنڈ نا کرو......" وہ اچانک آپ سے تم پر اتر آیا مشال کو اس کا تم کہنا نجانے کیوں بہت اچھا لگا۔

"ہاں ہاں بالکل پوچھیے۔" وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

"تم سالار میں انٹرسٹڈ آئی مین وہ تمہارا منگیتر تھا تم اسے پسند کرتی تھیں؟"

"یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ میں اسے پسند کرتی تھی یا نہیں کرتی تھی البتہ اپنے والدین کے فیصلے پر میں نے بخوشی آمادگی ظاہر کی تھی مگر سالار کے مجھے اس طرح ٹھکرانے پر بہت افسوس ہوا تھا۔" وہ صاف گوئی سے بولی پھر موضوع بدلتے ہوئے یونہی پوچھ بیٹھی۔

"آپ کے کیا ارادے ہیں؟"

"میرے ارادے تو کافی نیک ہیں امی نے میرے لیے ایک لڑکی پسند کی ہے سوچ رہا ہوں کہ شادی کر ہی لوں۔" خضر انتہائی دلنشیں انداز میں مسکراتے ہوئے بولا تو چھن سے مشال کے اندر کچھ ٹوٹا۔

"اوہ رئیلی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ بمشکل مسکراتے ہوئے گویا ہوئی پھر اس سے مزید بیٹھا ہی نہیں گیا وہ خضر کو خدا حافظ کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔

❤......●❤●......❤

مشال اپنی پیکنگ مکمل کرچکی تھی کل صبح اسے ایبٹ آباد کے لیے نکلنا تھا' احمر صاحب اسے خود چھوڑنے جارہے تھے' وہ اس بات پر بے حد خوش تھی مگر اندر ہی اندر کہیں اداسی ڈیرے ڈالے ہوئی تھی' وہ خضر کے متعلق سوچتے سوچتے اس کے خیالوں میں گم ہوگئی' پھر کچھ دیر بعد چونک کر خود سے گویا ہوئی۔

"اونہہ...... مجھے اس سے کیا خضر کسی سے بھی شادی کرے۔"

❤......●❤●......❤

31 دسمبر کی شام تھی کچھ ہی گھنٹوں بعد نئے سال کی آمد تھی' علیشبہ اور سالار دونوں گھر آئے ہوئے تھے آج پہلی بار علیشبہ اس سے اپنائیت سے ملی تھی۔

"مشال اپنا کچھ خیال بھی رکھا کرو' ہر وقت بس کام میں مصروف رہتی ہو۔" علیشبہ کے پرخلوص انداز کو محسوس کرکے مشال مسکرا کر بولی۔

"او کے مائی ڈیئر سسٹر میں اب اپنا خیال رکھوں گی۔" مشال کا اتنا کہنا تھا کہ اچانک علیشبہ مشال کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مشال مجھے معاف کردو' میں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے' میں بہت بری ہوں نا مگر تم بہت اچھی ہو پلیز مجھے معاف کردو۔" بے اختیار مشال بھی علیشبہ کے ساتھ رونے لگی' آج دونوں کو اپنی اپنی بہنیں مل گئی تھیں جو ایک ساتھ رہتے ہوئے بھی گمشدہ تھیں' احمر صاحب نے علیشبہ کے دل ودماغ پر مشال کے خلاف جمی کائی کو کھرچ کر نکالا تھا' عشرت خانم یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں میں آئے خوشی وتشکر کے آنسو صاف کرتے ہوئے شکرانے کے نوافل ادا کرنے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

❤......●❤●......❤

علیشبہ سالار کے ہمراہ نیو ایئر نائٹ منانے چلی گئی تھی۔ عشرت خانم اور احمر صاحب اپنے کمرے میں آرام کررہے تھے' مشال عشاء کی نماز سے جونہی فارغ ہوئی

گھر میں بجنے والی ڈور بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا' تھوڑی ہی دیر بعد ملازمہ نے اسے کسی مہمان کی آمد کا بتایا۔ مشال جونہی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی' خضر کو دیکھ کر بے اختیار خوش ہوئی۔

''ارے آپ یہاں۔'' خضر اسے دیکھ کر مسکرایا۔

''میں نے سوچا کہ تمہیں نئے سال کی مبارک باد دے دوں۔'' وہ خوب صورت سا بکے اس کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا تو مشال نے اسے نزاکت سے تھاما۔ بلو جینز پر اسکن کلر کی ٹی شرٹ میں وہ آج بہت خاص لگ رہا تھا۔ مشال کے دل کی دھڑکنیں قدرے بے ترتیب سی ہوئی تھیں۔

''مشال میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ باہر چلو' نئے سال کا آغاز میں تمہارے سنگ کرنا چاہتا ہوں۔'' خضر کی اس انوکھی فرمائش پر وہ پہلے تو کافی حیران ہوئی پھر قدرے چڑ کر بولی۔

''میرے خیال میں آپ کو اس لڑکی کے ساتھ باہر جانا چاہیے جسے آپ کی امی نے آپ کے لئے پسند کیا ہے۔''

''اسی لڑکی کے ساتھ تو باہر جانا چاہ رہا ہوں یار۔'' خضر کی اس بات پر مشال بے اختیار اچھل پڑی پھر اسے انتہائی اچنبھے سے دیکھ کر گویا ہوئی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب یہ کہ اس دفعہ امی اور عالیان کے ساتھ ساتھ میں بھی تم سے امپریس ہوگیا ہوں۔ عالیان کی طرح میں بھی تمہیں اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔'' خضر کے اتنے خوب صورت اظہار پر پہلے تو وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھتی رہی پھر اچانک ڈھیروں شرم نجانے کہاں سے عود کر آئی' جسے چھپانے کی غرض سے وہ اپنا رخ اس کی جانب سے موڑ گئی۔

''آپ کو میرا یقین ہے کہ میں ان لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں۔'' وہ دھیرے سے بولی تو خضر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل آ کر رکا پھر انتہائی محبت سے اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

''تم میرا یقین ہو مشال میرے دل کی مکین ہو' میں تو سالار کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہیں میرے لیے چھوڑ دیا ورنہ اتنا خوب صورت جیون ساتھی مجھے کہاں ملتا۔'' وہ انتہائی گمبھیر لہجے میں اسے والہانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا تو مشال نے اسے حیا آلود نظروں سے دیکھا۔ فیروزی اینڈ آف وائٹ رنگ کے امتزاج کے سوٹ میں وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔

''مشال چلو دل ہار دیتے ہیں' ایک دوجے میں سما جاتے ہیں' ایک جان دو قالب بن جاتے ہیں۔''

''اف خضر فار گاڈ سیک اب آپ ایسے ڈائیلاگز تو مت بولیے۔'' مشال خفیف سی ہو کر بولی بھلا آج سے پہلے اس نے ایسے جذبوں بھری باتیں کہاں سنی تھیں۔

''نہیں میں ایسے تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا' پہلے یہ بتاؤ کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو نا تمہارا دل بھی میرے لیے دھڑکنے لگا ہے نا' تم بھی دل ہار بیٹھی ہو نا۔'' وہ مصر ہوا۔

''جی نہیں میں نے کوئی دل ول نہیں ہارا' اب آپ اتنے اچھے بھی نہیں ہیں کہ اتنی قیمتی چیز آپ پر ہار دوں۔'' وہ اسے چڑاتے ہوئے بولی پھر اگلے ہی پل دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر زور سے ہنس دیئے' کچھ دیر بعد وہ عشرت خانم اور احمر صاحب سے اجازت لے کر نئے سال کی خوشیوں کو سیلبریٹ کرنے کے لیے باہر جا رہے تھے' ایک تاروں بھری امنگوں و خواہشوں سے بھرپور زندگی ان دونوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے منتظر کھڑی تھی۔

عکسِ جاناں
صدف آصف

سب بہانے ہیں دنیا داری کے
کسی نے کسی کا سکون لوٹا ہے
سچ تو یہ ہے کہ زمانے میں
میں بھی جھوٹی ہوں تو بھی جھوٹا ہے

ٹوسٹر میں توس سینکنے کے بعد فریدہ یوسف نے جلدی سے فرائنگ پین میں ہاف فرائی انڈا تلا، صبح صبح ان کے ہاتھ بہت تیزی سے چل رہے تھے۔ دوسرے چولہے پر رکھی چائے کی خوش بو، طلب بڑھا رہی تھی۔ انہوں نے کپوں میں گرما گرم چائے نکالی اور رجو کی مدد سے ناشتہ ٹیبل پر لگوایا، فریدہ نے اس لڑکے کو اوپر کے کاموں کے لیے رکھا تھا، یوسف احمد جو آفس جانے کے لیے تیار ہوکر ٹیبل پر آئے تھے، بیوی کو توس پر جیم لگانے کا اشارہ دیا، خود سامنے رکھا فریش جوس کا گلاس ختم کیا۔ ثانیہ اور عرفان بھی تیار ہوکر ناشتے کے لیے آگئے تھے۔ کاشان پہلے سے پورج کھا رہا تھا۔ یوسف احمد کی موجودگی میں سب نے خاموشی سے ناشتہ ختم کیا۔ سوائے کاشان کے جو بے چینی سے بار بار پہلو بدلتا رہا۔ سب جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوسف احمد بیٹی کو کالج ڈراپ کرتے ہوئے آفس جاتے جبکہ عرفان اپنی بائیک پر یونیورسٹی جاتا تھا۔

"کیا بات ہے شان! تم آفس نہیں جارہے؟" یوسف احمد نے باہر نکلتے ہوئے مڑ کر بڑے بیٹے کو گھورا جو بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ماں کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔

"جی ابا جی! بس تھوڑی دیر میں نکلتا ہوں۔" وہ ایک دم گھبرا کر دوبارہ کھڑا ہوا۔ ملٹی نیشنل کمپنی کے ایک بڑے عہدے پر فائز جوان بیٹے کی ایسی بوکھلاہٹ پر فرید کا چہرہ مسکرا اٹھا۔

"موصوف باپ کے دفتر جانے کا انتظار کررہے ہیں۔ اس کے بعد ہی میرے کان کھائیں گے۔ میں تو ان لوگوں کی روز روز کی لڑائیوں سے تنگ آگئی ہوں آج، یوسف صاحب سے بات کرتی ہوں کہ جتنی جلدی ہوسکے، ان دونوں کی شادی کروادیں۔" فریدہ نے رجو کو آواز دی، ٹیبل سے ناشتے کے برتن اٹھواتے ہوئے، بیٹے کی بے چینی بھانپ گئیں، سوچتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

کاشان نے دروازے کے قریب جاکر پہلے باپ کی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ ان لوگوں کے جانے کا اندازہ ہوا تو اطمینان بھری سانس لی اور ماں کی طرف پلٹا۔ وہ کچن سے سبزی کی ٹوکری تھامے تیزی سے ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھیں، روزانہ مارننگ شوز دیکھتے ہوئے، دوپہر کے کھانے کی تیاری کرنا، ان کا معمول تھا۔ کاشان کا صبر اب مکمل طور پر رخصت ہو چکا تھا۔

مما..... مما! سنیں تو۔" وہ ان کے برابر والے صوفے پر بیٹھتے ہی شروع ہوگیا۔

"آج کا کیا ایجنڈا ہے وہی پرانا یا کچھ نیا لائے ہو؟" فریدہ نے آلو کھرچتے ہوئے جوان بیٹے کو چھیڑا۔

"وہ ہی تو ہے، جس نے زندگی عذاب بنادی ہے۔ بس آپ یہ منگنی کی انگوٹھی منصف چاچا کے گھر واپس کرآئیں، مجھے اس لڑکی سے اب کوئی رشتہ نہیں رکھنا۔" کاشان نے انگلی سے چاندی کا چھلا اتار کر زور سے ماں کے سامنے رکھا اور انگلی پر پڑنے والے نشان کو مسلنے لگا۔ وہ ان ڈراموں کی عادی ہوچکی تھیں، ٹینشن لیے بنا کام میں مصروف رہیں۔

"میں آپ لوگوں کو بتا رہا ہوں۔ اب اس لڑکی کے

ساتھ میرا گزارا ہونا مشکل ہے۔" کاشان ماں کی بے پروائی پر بدکا۔ اعلان کرنے والے انداز میں۔ ان کو متوجہ کرنے کے لیے زور سے پاؤں پٹخا۔

"ایں! کون سی لڑکی، بھئی یہ کس کا ذکر خیر ہورہا ہے؟" فریدہ کا موڈ خوش گوار ہوا۔ انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ٹی وی کا ریموٹ اٹھایا۔

"مما! پلیز مذاق نہ کریں۔ دنیا میں ایک ہی تو لڑکی ہے، مفرح منصف۔ جس سے میری منگنی ہوئی ہے۔ اسی نے کاشان یوسف کو زچ کرکے رکھ دیا ہے۔ ورنہ کسی میں اتنا حوصلہ نہیں کہ آپ کے شہزادے کو غصہ دلا سکے۔" کاشان نے منہ بگاڑ کر بچوں کی طرح ماں سے شکایت کی۔

"اچھا اس بار ایسا کیا ہوگیا؟ کہ میرا یہ شہزادہ ایک بار پھر برسوں پرانی منگنی توڑنے پر تل گیا۔" فریدہ کے لیے یہ باتیں معمول کی تھیں۔ انہوں نے معمول کے مطابق پوچھا۔

"وہ بہت خودسر ہوگئی ہے۔ اس کا ابھی سے یہ حال ہے تو شادی کے بعد میری کیسی درگت بنائے گی؟ کوئی بات نہیں مانتی ہر وقت اپنی من مانی کرتی رہتی ہے۔" وہ ایک ہاتھ سے دوسرے پر مکا مارتے ہوئے بولا۔

"کاشان! مجھے یہ ساری باتیں ازبر ہوچکی ہیں۔ پلیز...... میرا مارننگ شو نکلا جارہا ہے۔ ویسے بھی آج اداکارہ نیہا کی ابٹن کی رسم دکھائی جائے گی۔ تم جلدی سے اصل مدعا پر آؤ۔" فریدہ نے بے تابی سے چینل بدلتے ہوئے اپنی پسند کا شو لگایا۔

"چھوڑیں یہ فضول شو لگتا ہے ان لوگوں کے پاس کوئی دوسرا کام ہی نہیں۔ فلاں کی شادی ڈھمکاں کا ولیمہ...... خیر آپ مفرح کی سنیں۔ جب میں نے اسے ایم بی اے میں داخلہ لینے کو منع کیا۔ وہ نہ مانی۔ میری بس یہ خواہش تھی کہ وہ کسی بھی سمپل سے سبجیکٹ میں ماسٹرز کرلے تب بھی وہ نہ سمجھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ اس کے بعد ضرور جاب کی ضد کرے گی۔ بالکل یہی ہوا۔ خدا خدا کرکے تعلیم مکمل ہوئی

نہیں کہ محترمہ جاب کے ارادے سے گھر سے باہر نکلنے پر کمربستہ ہوگئیں۔" کاشان نے گاڑی کی چابی سے کھیلتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔ فریدہ کا دل چاہا بیٹے کے خدشات پر اپنا سر پیٹ لیں مفرح تائی اماں سے اس بارے میں پہلے ہی اجازت لے چکی تھی، ان دونوں میں غضب کی انڈراسٹینڈنگ پائی جاتی تھی۔

"جان! وہ کوئی برا کام تو نہیں کررہی۔ مجھے سب پتا ہے۔ تمہیں تو اس کے ہر معاملے میں بلاوجہ کے اعتراضات اٹھانے کی عادت ہوگئی ہے۔" فریدہ نے بے توجہی سے بولتے ہوئے ٹی وی کی طرف دیکھا۔

"مما! آپ بھی نہ ہمیشہ اس کی ہی حمایت کرتی ہیں۔ تب ہی تو وہ سر پر چڑھ گئی ہے۔ مجال ہے جو محترمہ گھرداری کی طرف توجہ بھی دیں۔ بس ہر وقت باہر نکلنے کے بارے میں سوچتی رہتی ہے۔" کاشان مسلسل ماں کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔

"بیٹا! برائے مہربانی اسے کرنے دو جو وہ کرنا چاہ رہی ہے ایک بار شادی ہونے دو اس کے بعد تو لڑکیوں کے سارے شوق گھر تک محدود ہوجاتے ہیں۔" فریدہ نے کام روکا۔ بیٹے کی طرف منہ کرکے نرمی سے استدعا کی اور دوبارہ آلو کے چوکور ٹکڑے کاٹنے لگی۔

"آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے وہ مجھے کسی خاطر میں نہیں لاتی۔ آپ اور چاچی رقیہ کی طرح میں اپنی بیوی کو ایک گھریلو لڑکی دیکھنا چاہتا ہوں۔ مگر وہ تو بس سب سے انوکھی ہے۔ مجال ہے جو کچن میں جاکر کسی کے لیے ایک کپ چائے کا بھی بنا سکے۔" کاشان نے ماں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے غلط بیانی سے کام لیا۔ فریدہ یوسف نے منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بس نگاہ اٹھا کر اسے گھورا، وہ تھوڑا گڑبڑایا۔ اس کی بے چینی بڑھنے لگی۔ ابھی تک ماں کے ذہن میں اپنا نکتہ بٹھانے میں ناکام ثابت ہوا تھا۔

"آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں۔ مجھے بالکل پسند نہیں کہ میری بیوی روزانہ جاب کے لیے گھر سے باہر نکلے۔ جب میں اسے عیش وآرام میں رکھ سکتا ہوں تو وہ کیوں

مردوں کی طرح مشقت کرے۔ شام کو جب تھک ہار کر واپس گھر لوٹے تو اس کا موڈ مجھ سے بھی زیادہ آف ہو۔'' کاشان نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی پھر مستقبل کی پیش گوئی کی۔ فریدہ قطعی طور اس وقت ان باتوں کو سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ ویسے بھی ان کا خمیر محبت سے گندھا ہوا تھا۔ وہ کبھی اپنے اور دیور کے بچوں میں فرق روا نہیں رکھتی تھیں۔ اسی لیے دونوں خاندانوں کے بیچ کبھی تعلقات خراب نہ ہوئے۔ جس خاندان کے بڑے انصاف پسند ہوں وہاں کا نظام کبھی نہیں بگڑتا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ وہ بیٹے کے مقابلے میں مفرح کی طرف دار بن جاتیں۔

''سنو، تم جن باتوں کو سوچ سوچ کر اپنا اور میرا دماغ خراب کر رہے ہو، وہ انتہائی فضول اور بے مقصد ہیں گویا 'واویلا قبل از مرگ' مفرح میرے ہاتھوں پلی بڑھی ہے، جیسا تم اس کے بارے میں سوچ رہے ہو وہ بالکل ایسی بچی نہیں ہے۔'' فریدہ نے بیٹے کی بک بک سے تنگ آ کر اس پر آنکھیں نکال لیں۔ جھنجلا کر چھری ٹوکری میں پٹخی۔

''مما...... مما! آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں۔ مفرح ایک بار جاب کرنے لگی تو اسی لائف اسٹائل کی عادی ہو جائے گی۔ میں اس سے سچ مچ محبت کرتا ہوں۔ اسی لیے اس کی پروا بھی ہے۔ مگر وہ بھی تو یہ بات سمجھے۔ کسی کو پا کر کھونے سے بہتر ہے کہ پایا ہی نہ جائے۔'' کاشان نے جلدی سے ماں کے کاندھے دباتے ہوئے اپنا انوکھا فلسفہ دہرایا۔ فریدہ نے اس کے مرغے کی وہی ایک ٹانگ پر اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

''بیٹا! دیکھو۔ شادی میں تھوڑا عرصہ رہ گیا ہے۔ چپ کر کے گزار لو۔ کوئی نیا بکھیڑا مت کھڑا کرنا یہ ہی ہم سب کے لیے بہتر ہے۔ اپنے ابا جی کو جانتے ہو نا۔'' فریدہ نے انگلی اٹھا کر بیٹے کو وارننگ دی۔ باپ کے نام پر وہ منہ لٹکا کر بیٹھ گیا۔ ان کو اس نامعقول پر ایک دم اسے پیار آ گیا۔

''اچھا دیکھو میری اس معاملے میں مفرح سے تفصیلی بات ہو چکی ہے۔ وہ شادی کے بعد بالکل بھی جاب نہیں کرے گی۔ چند دنوں کے لیے اپنا شوق پورا کرنا چاہتی ہے۔ کر لے آخر آپ اعتراض کرنے والے ہوتے کون ہیں؟'' فریدہ نے رجو کا لایا ہوا چائے کا کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے رسانیت سے سمجھایا، ساتھ ہی ایک سوال بھی اٹھایا۔

''میں کون؟ واہ مما! واہ آپ سے ایسی بچکانہ بات کی توقع نہ تھی۔ ارے میں اس کا ہونے والا شوہر ہوں۔'' کاشان تو جیسے گرم توے پر اچھلنے لگا، پورے استحقاق سے بولا۔

''شان' ہونے والا نا۔ یہ ہی بتانا چاہ رہی ہوں۔ ابھی شوہر بنے نہیں ہو، جو اس کی زندگی کے ہر معاملے کا فیصلہ کرتے پھرو۔ ابھی وہ اپنے باوا کے گھر پر ہے۔ اسے ابھی کھل کر سانس لینے دو۔ ویسے بھی جاب کوئی اتنا بڑا ایشو نہیں۔ جس کے لیے رشتے ختم کر دیئے جائیں۔ اپنی چچی اور میری بات چھوڑو۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کے آج کی بچیاں اتنا شعور رکھتی ہیں کہ بیک وقت گھر اور باہر کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہوئے اپنے سے جڑے رشتوں کا بھی خیال رکھ سکتی ہیں۔'' فریدہ نے ہونے والا کو کھینچا، تو وہ ایک دم چپ رہ گیا پھر کچھ سوچ کر منہ کھولا۔

''میں نے ہمیشہ آپ کے سمجھانے پر خاموشی اختیار کی نا بس اب تو انتہا ہو گئی آپ چاچا جی کو منع کر دیں۔'' فریدہ منہ موڑ کر ٹی وی میں مگن ہو گئیں۔ وہ بیٹے کے جذباتی پن سے اچھی طرح واقف تھیں، جانتی تھی کہ وہ ایک بار پھر شور مچا کر خاموش ہو جائے گا۔ رشتے یوں ہی پل بھر میں ختم تھوڑی ہو جاتے ہیں۔ یوسف احمد کو بیٹے کے ارادوں کی ہوا بھی لگ جاتی تو وہ کاشان کو گھر سے باہر نکلنے سے بھی نہیں چوکتے۔ انہیں چھوٹا بھائی منصف بیٹوں کی طرح عزیز تھا۔

فریدہ نے ٹی وی سے نگاہ ہٹا کر بیٹے کو دیکھا۔ لمبا، چوڑا شاندار سا شان اسکائی بلو شرٹ، بلیک پینٹ میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ چہرے پر چھائی سنجیدگی اس کی وجاہت میں اضافے کا باعث بن رہی تھی۔

”یہ لڑکا جانے کب سدھرے گا۔ نصیب سے اتنی اچھی لڑکی جڑ گئی ہے۔ اس کی نادانیوں کی وجہ سے کہیں یہ منگنی سچ مچ ہی ختم نہ ہوجائے۔“ ایک دم جو سوچ ذہن میں آئی۔ وہ پریشان ہو اٹھیں۔ دل پر ہاتھ رکھا۔

......☆☆☆......

”تائی اماں! پلیز ذرا گھر میں پڈنگ بنانے کی ترکیب بتایئے گا۔ آج میں رات کے کھانے میں سب کو اپنے ہاتھوں کا میٹھا کھلاؤں گی۔“ مفرح عادت کے مطابق دروازے سے شور مچاتے ہوئے گھسی۔ منصف احمد کا گھرانہ بڑے بھائی یوسف احمد کے پڑوس میں ہی آباد تھا۔ دونوں بھائیوں نے ترکے میں ملنے والی رقم سے ایک ساتھ دو پلاٹ خرید کر برابر برابر گھر بنوائے تھے۔ تعمیراتی کام کے دوران انہوں نے ٹھیکدار کے مشورے پر ایک عقل مندی یہ دکھائی کے لان کی مشترکہ دیوار سے ایک چھوٹا دروازہ اندر سے کھلوایا، اس طرح دونوں گھرانوں کی آمدورفت میں آسانی ہوگئی۔

”بیٹا! ادھر آجاؤ۔ میں یہاں ٹی وی لاؤنج میں ہوں۔“ فریدہ نے زوردار آواز میں مفرح کو جواب دیتے ہوئے بیٹے کو گھورا۔ سامنے پڑا چاندی کا چھلا اٹھا کر زبردستی اس کی انگلی میں پہنادیا۔ مفرح بے فکری سے گردن ہلاتی اندر داخل ہوئی۔ تائی اماں کے ساتھ شان کو بیٹھا دیکھ کر ایک دم چونکی۔ مفرح کے حساب سے تو اس وقت فریدہ اکیلی تھی، اسی لیے وہ چہرے پر عجیب وغریب بھورے سے آمیزے کا لیپ لگائے بے تکلفی سے اندر چلی آئی، جو رقیہ نے اسے لگانے کا کہہ کر صبح سے پیالے میں گھولا تھا۔

”ممما! چڑیل......اف......چڑیل۔“ مفرح کو دیکھ کر اس کی شوخیاں لوٹ آئیں۔ شان کے یوں چلانے پر وہ شرمندہ ہوکر تیزی سے واپس پلٹ گئی۔ ان دونوں کا مشترکہ قہقہہ دور تک اس کا پیچھا کرتا رہا۔

کاشان کی فطرت کو سمجھتے ہوئے۔ فریدہ آج کل مفرح کو کوکنگ کی ٹریننگ دے رہی تھیں تو رقیہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر بیٹی پر دنیا جہاں کے حسین بننے اور رنگ گورا کرنے کے ٹوٹکے آزما رہی تھی۔ مفرح بے چاری ان دیورانی، جٹھانی کے بیچ گھن چکر بنی ہوئی تھی۔

......☆☆☆......

فریدہ بھی ایک غیر جانب دار اور کھلے ذہن کی عورت تھیں۔ وہ اپنی اولاد کی اچھائیوں کے ساتھ ساتھ اس میں موجود کمی بیشی کو بھی اچھے طریقے سے پہچانتی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ تاعمر کاشان سے جذباتی انسان کو مفرح جیسی ٹھنڈے مزاج کی لڑکی ہی ہینڈل کرسکتی ہے۔ مفرح کا رنگ گندمی، شربتی آنکھیں، لمبے بال پرکشش پیکر۔ اس میں کوئی کمی نہ تھی مگر فریدہ نے ایک جوہری کی نگاہ سے اسے پرکھا تھا۔ وہ یہ بات مانتی تھی کہ مفرح میں برداشت کا مادہ وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ وہ ہی کاشان کے مزاج درست رکھ سکتی ہے۔ فریدہ کو یہ لڑکی پیارسے گندمی نظر آتی، یوں لگتا جیسے اس خاندان کی محبت اس کے اندر سانس لیتی ہو۔ ان کو اس بات کا بھی ادراک تھا کہ صرف شان ہی نہیں۔ مفرح بھی ان کے بیٹے کے پیار میں پاگل ہے۔ مگر ان دونوں کے بیچ جاری نظریات کی جنگ اس محبت کو دبادیتی ہے۔ انہوں نے بھی اس کی نسوانیت کا غرور سنبھالے رکھا۔ بیٹے پر حقیقت آشکار نہ کی جو سمجھتا تھا کہ مفرح اسے بالکل اہمیت نہیں دیتی۔ ویسے بھی مفرح کو ایسا مظبوط بنانے کے پیچھے ساری کارستانی فریدہ کی تھی۔ انہیں اس چھوٹی سی لڑکی پر بہت ترس آتا جو شان کے مزاج کی برہمی سے خوف زدہ اس کے سخت سنانے پر نازک ہونٹوں کو بھینچے، سر جھکائے کھڑی رہتی۔ شاید محبت پر بے اعتباری رشتوں کی پائیداری کو مشکوک بنادیتی ہے۔ وہ مفرح کو بے انتہا چاہتا تھا۔ محبت تو چھوٹا لفظ تھا، وہ اس جھلی لڑکی کے عشق میں پاگل تھا، مگر جہاں بات انا کی آجاتی وہ سب بھول بھال اس پر چڑھ دوڑتا۔

”اس سے کیوں بات کی۔ یونیورسٹی میں اتنی دیر کیوں لگائی۔ آج جلدی کیوں جانا ہے؟“ یہ وہ سوالات تھے جن کے جوابات دیتے دیتے اب مفرح بور ہونے لگی تھی۔ پہلے تو وہ ایسی باتوں پر سہم جاتی۔ صفائیاں دیتی، دکھی

ہوجاتی۔ مفرح نے کئی سالوں تک وہ ہی کیا جو اس نے چاہا۔ وہ دن کو رات کہتا تو وہ بھی سر ہلا کر تائید کرتی۔ اس سے دب جاتی مگر کب تک۔ مفرح نے اس کی محبت کو اس کا تسلط جانا، اسے محسوس ہوا جیسے وہ شان کا مفتوح علاقہ بن گئی ہو۔

''شان ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ کبھی اپنے آپ کو نہیں بدلے گا۔'' مفرح' شان کی غیر موجودگی میں اس کی زیادتیوں پر اپنی دوست جیسی تائی کے سامنے رو دیتی۔

''دیکھو بچے! وہ مرد ہے تم جتنا اس کے سامنے جھکو گی وہ عادی ہوتا جائے گا۔ جیسے تم اس کی ملکیت ہو۔ جب تم صحیح ہو تو اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنی روایات کا پاس رکھتے ہوئے وہ کرو جو تمہارا دل چاہتا ہے۔'' فریدہ نے اس کے نرم گالوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''اس نے مجھے چھوڑ دیا میں تو اس کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔'' مفرح نے سرگوشی میں اپنے خوف کا اظہار کیا۔ گیلی آنکھیں فریدہ کی جہاں دیدہ نگاہوں سے جا ٹکرائیں، حوصلہ منتقل ہوا تو دل ٹھہرنے لگا۔

''بیٹا! میں اس بات کی ذمہ داری لیتی ہوں۔ وہ تم سے کبھی الگ نہیں ہوگا۔'' فریدہ کی ہمت افزائی نے اس کے اندر سے بچھڑ جانے کا ڈر اکھاڑ پھینکا۔ مفرح کی عزت نفس جاگ اٹھی۔ پہلے مروت ختم ہوئی اب لحاظ بھی گیا وہ بھی ضد میں آگئی۔ ہر وہ کام کرتی جو اسے مناسب لگتا۔ کاشان روکتا رہ جاتا۔

مفرح کا یہ نیا روپ اور مزاج کی تبدیلی کاشان کے گلے میں ہڈی بن کر اٹکنے لگی۔ اسے مفرح سے اپنی منوانے کی عادت ہوگئی تھی۔ منگیتر کی حد سے بڑھی ہوئی تابعداری نے شان کو بڑا خوش باش رکھا تھا، مگر وہ اب شان کی بے جا جذباتیت سے اوب گئی۔ ایسا بکھری کہ اس کے قابو سے ہی باہر ہوگئی۔

......☆☆☆......

''اس وقت کہاں جارہی ہو؟'' مفرح آنکھوں پر گلاسز چڑھائے، کاندھے پر اپنا بیگ لٹکائے، تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی، وہ چچا کے گھر میں داخل ہورہا تھا۔ اس کو دیکھ کر مسکراتا ہوا گاڑی کے سامنے سے چلا آیا۔ اتنی پیاری سیدھی دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ محبت میں پوچھ بیٹھا۔

''سی ویو تک لانگ ڈرائیو کا ارادہ ہے۔'' مفرح نے تپ کر جواب دیا۔ وہ کیا کہتے ہیں ''بد اچھا بدنام برا'' اس وقت یہ ہی ہوا، وہ پریشان تھی۔ شان کا بے ضرر سا سوال بھی ٹھاہ کر کے لگا۔ الٹا جواب دے کر تیزی سے گاڑی نکالی۔ یہ جا وہ جا۔ کاشان ہکا بکا رہ گیا۔ اسی وقت الٹے پاؤں گھر لوٹا۔ ماں کے سامنے آکر خوب چلایا۔ یہ تو بعد میں پتا چلا کہ رقیہ کا بخار ایک دم تیز ہوگیا تھا۔ گھر میں اتفاق سے کوئی اور نہ تھا۔ مفرح ماں کو بتا کر پاس ہی مارکیٹ میں واقع میڈیکل اسٹور تک دوا لینے گئی تھی۔

فریدہ کے لیے کاشان کا جذباتی پن دن بہ دن مصیبت بنتا جارہا تھا۔ اب تو ان کی دیورانی رقیہ بھی دبی زبان میں ہونے والے داماد کی بلاوجہ کی برہمی پر اظہار تشویش کرنے لگی، فریدہ جوان بیٹے کو سمجھا سمجھا کر تھک گئیں پر اس پر چند دنوں تک ہی اثر ہوتا پھر اندھیری رات چھا جاتی۔ جن دنوں وہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتا تو یہ دورانیہ مفرح اور فریدہ کی زندگی کے بہترین وقت پر مشتمل ہوتا۔ کسی چھوٹی سی بات کو لے کر ان منگنی شدگان میں ان بن ہوجاتی اور کاشان غصے میں ماں کی باتیں بھول بھال کر مفرح کے پیچھے پڑ جاتا، فریدہ تک جب فریقین کا مقدمہ پہنچتا۔ انہیں سراسر بیٹے کا ہی قصور دکھائی دیتا۔ شکر ہے یوسف احمد کے کانوں میں بیٹے کے کرتوت نہیں پڑے تھے، ورنہ وہ خود ہی یہ منگنی ختم کرنے میں لمحہ نہیں لگاتے۔

......☆☆☆......

''السلام علیکم مفرح یہیں رہتی ہے نا؟'' کاشان نے جیسے ہی بیل پر جاکر دروازہ کھولا دو پروقار اجنبی عورتوں کے ساتھ ایک کم عمر خوب صورت سی لڑکی کھڑی نظر آئی۔ اس نے کاشان کو دیکھتے ہی بے چینی سے فوراً پوچھا۔ وہ حیران ہوا۔ ان کے عقب میں جھانکا۔ کالی رنگ کی وی ٹی آئی کار

لشکارے مار رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر باوردی ڈرائیور بیٹھا تھا، وہ تھوڑا مرعوب ہوا۔ کاشان ماں کے ساتھ چاچا کے گھر رقیہ کی مزاج پرسی کرنے آیا تھا۔ ان کا بخار اب اتر چکا تھا۔ ڈور بیل بجی تو وہ دروازہ کھولنے آگیا۔

''جی یہیں رہتی ہے۔ آپ لوگ کون ہیں؟'' عادت کے مطابق شان کے دماغ میں کلبلاتا سوال فوراً ہی ہونٹوں تک آیا۔

''شاید مفرح کی کوئی سہیلی ہے۔'' اس نے لڑکی کو دیکھ کر سوچا۔

''کیا ہم اندر آسکتے ہیں یا آپ کے گھر کی کسی خاتون سے بات ہوجاتی تو اچھا تھا۔ رشتے ناطے کی باتیں ایسے دروازے پر کھڑے ہوکر تو نہیں کی جاتی نا۔'' ایک بڑی عمر کی خاتون نے شائستگی سے کہا تو وہ سناٹے میں آگیا۔ کان ایک دم کھڑے ہوگئے، دروازے میں پاؤں پھنسا کر یوں کھڑا ہوگیا۔ جیسے وہ لوگ زبردستی اندر گھس جائیں گی۔

''میں سمجھا نہیں۔ آپ لوگ کیا کہہ رہی ہیں۔ کس کے رشتے کا سلسلہ پلیز اپنا تعارف تو کروائیں؟'' وہ ایک دم تیزی سے بولا، مڑ کر دیکھا کہ کہیں کوئی اندر سے اس طرف تو نہیں آرہا۔ شک نے سر اٹھایا اور بے چینی سے پاؤں ہلاتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھیے میں اسجد بھائی کی چھوٹی بہن ہانیہ ہوں۔ یہ میری ماما اور خالہ ہیں۔ ویسے کیا آپ کی فیملی میں مہمانوں سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے؟ مفرح آپی تو بہت اچھے اخلاق کی ہیں۔ ہمیں نہیں پتا تھا کہ ان کا بھائی برعکس نکلے گا۔'' کم عمر لڑکی تیز تیز لہجے میں بولی۔ پورے دس منٹ سے وہ لوگ اس تفتیشی عمل سے گزر رہے تھے۔ اب انہیں بھی غصہ آگیا۔ ہانیہ کے ''بھائی'' کہنے پر وہ اچھل پڑا۔

''سوری میم آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں مفرح کا بھائی نہیں ہوں۔ بائی دا وے یہ اسجد کون ہیں؟ میں پہچانا نہیں۔'' کاشان کا میٹر اب گھومنے لگا۔ وہ ایک دم رکھائی سے بولا۔

''آپ اسجد بھائی کو بھلا کیسے پہچانیں گے۔ اس سے قبل کبھی ملاقات تھوڑی ہوئی ہے۔'' ہانیہ کی طرف سے بڑے شاہانہ انداز میں جواب آیا، وہ بلبلا اٹھا۔

''پلیز ساری باتوں کو چھوڑ کر اگر آپ اصل مدعا تک آجائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔'' کاشان نے چبا چبا کر کہا، اسے ہانیہ کا انداز بیان بہت ناگوار گزرا۔

''ہم لوگ دراصل، مفرح آپی کے رشتے کے سلسلے میں آئے ہیں، آپ شاید ان کے کوئی کزن ہیں۔ پلیز اندر جا کر ہمارے آنے کی اطلاع دے دیں۔'' ہانیہ کھڑے کھڑے تھکنے لگی تو تیزی میں بول کر جان چھڑائی۔ دونوں خواتین کے چہرے پر بھی اب ناگواری کی لکیریں کھنچنے لگیں۔ وہ بیٹے کے مجبور کرنے پر یہاں آئی تھیں۔ اس پر ایسا بے مروتی کا سلوک۔ ہانیہ کی بات سے کاشان کا وجود ان دیکھے جھٹکوں کی زد میں آگیا یوں محسوس ہوا۔ ایک زوردار دھماکا ہوا ہو اور وہ پرخچوں میں بٹ گیا۔ سیل فون ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

''آپ یہ کیا بول رہی ہیں، دماغ تو ٹھیک ہے، وہ صرف میری کزن ہی نہیں منگیتر بھی ہے اور آپ لوگ اسے کیسے جانتے ہیں؟ کیا مفرح بھی؟'' یہ سوال ذہن میں آتے ہی اس کی آواز دھیمی پڑ گئی، ورنہ اس سے قبل تو وہ شیر کی طرح دھاڑا تھا۔

''اوہ آئی ایم سوری، شاید کوئی غلط فہمی ہوگئی۔ وہ میرے اور بھائی کے ساتھ ہی یونی ورسٹی میں پڑھتی ہیں۔ بھائی کی خواہش پر میں نے ان کی ایک سہیلی سے گھر کا پتا لیا اور میں رشتے کے سلسلے میں یہاں امی خالہ کو ان سے ملوانے کے لیے لے آئی۔'' ہانیہ کا اعتماد ڈانواڈول ہوا، زبان میں بھی لڑکھڑاہٹ آگئی۔

''حیرت ہے۔ آپ لوگ ایسے ہی کہیں چل پڑتے ہیں۔'' اس نے کافی بدتمیزی سے کہا۔

''ٹھیک بات ہے۔ غلطی ہماری ہے، ہم لوگوں کو چاہیے تھا کہ پہلے فون پر بات کرتے پھر یہاں آتے، مگر اسجد اتنا اتاؤلا ہوا کہ پتا ملتے ہی ہمیں بھری دوپہر میں یہاں بھیج دیا۔'' ہانیہ کی امی نے شرمندگی ظاہر کی۔ بیٹے پر

شدید غصہ بھی آیا جو ایک غیر لڑکے کے سامنے بلاوجہ گھر کی عورتوں کو شرمندہ کروایا۔

"حیرت ہے...... مفرح آپی نے کبھی ذکر نہیں کیا۔ کہیں آپ جھوٹ تو نہیں بول رہے۔" ہانیہ نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ مزید چڑ گیا۔ رشتے کی بات سن کر پہلے ہی دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

"محترمہ! میں کوئی پاگل دکھائی دے رہا ہوں، جو اتنی بڑی بات ایسے ہی کہہ دوں گا۔" کاشان نے مکا دیوار پر مارتے ہوئے کہا تو وہ تینوں ڈر گئیں۔

"کون ہے بیٹا! کب سے دروازے پر کھڑے ہو؟" فریدہ اور رقیہ اس طرف آئیں تو کاشان سے پوچھا۔

"خود ہی پوچھ لیں آپ کی لاڈلی کا رشتہ آیا ہے۔" وہ ماں اور چچی کو ان لوگوں سے باتیں کرتا چھوڑ کر پاؤں پٹختا اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا۔

کیا ہوا بھائی! خیریت تو ہے؟" عرفان جو سامنے بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ شان کو یوں گم سم ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

اس نے بھائی کو جواب نہیں دیا۔ کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تو دھم سے صوفے پر بیٹھ کر سر تھام لیا۔ عرفان جلدی سے اندر پانی لینے بھاگا۔

"ان لوگوں کا یوں منہ اٹھا کر یہاں آنے کا مقصد کیا تھا۔ کیا مفرح بھی امجد میں انوالو ہے؟ پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ ایک دفعہ تو پوچھنا پڑے گا۔" ہمیشہ کی طرح منفی سوچ اس پر حاوی ہونے لگی۔ دل میں درد سا اٹھا۔ وہ اپنا چوڑا سینہ مسلنے لگا۔ بے یقینی کے راستے پر چلتے ہوئے وہ اندھیروں میں بھٹکنے لگا۔

......☆☆☆......

"بات سنو۔ تم خود کو کیا سمجھتی ہو، آسمان سے اتری ہوئی کوئی حور ہو یا پری۔ سارا زمانہ تمہارا دیوانہ بنا ہوا ہے۔" شان دھڑ دھڑ کرتا ہوا، مفرح کے کمرے میں داخل ہوا اور کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے گھورا۔

"واہ...... الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ غصہ تو مجھے کرنا چاہیے۔ اگر میرے یونیوسٹی فیلو کی فیملی ہمارے دروازے تک آ گئی اور شومئی قسمت آپ سے ٹکرا ہی گئی تو خواتین کو گھر کے اندر بٹھا کر بھی بات کی جا سکتی تھی، یہ کیا کے ان بیچاریوں کو اتنی دیر تک باہر کھڑا رکھا۔" وہ بھی اس پر گرجی۔

"واہ...... تمہارے دل میں ان لوگوں کا بڑا درد اٹھ رہا ہے۔ میں جو پوچھ رہا ہوں، اس کا جواب دو۔" شان ایک دم آگے بڑھا اور کرسی کے ہتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھ کر پوچھا۔ جس پر وہ بیٹھی تھی۔

"میرے پاس آپ کے فضول اور لایعنی سوالوں کا کوئی جواب نہیں۔" مفرح اس کے انداز پر بالکل نہیں ڈری۔ ترکی بہ ترکی جواب دیا تو وہ ایک دم پیچھے ہٹا۔

"کاشان صاحب! شہر میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو احمد خان کی مہمان نوازی کی گواہی دیتے نہیں تھکتے، کیسے پتا تھا کہ اب ان کا پوتا یوں، دادا کی روایات کو بٹہ لگائے گا۔" مفرح کی آواز بھرا گئی۔ اسے بالکل یہ بات پسند نہیں آئی کہ کسی پر بھی اس کے خاندان کا اتنا برا تاثر پڑے۔

"واہ تو بات یہاں تک پہنچ گئی۔ اب محترم امجد صاحب شکایتیں لگاتے ہیں اور ہماری ہونے والی بیوی مسکرا مسکرا کر سنتی ہیں۔" کاشان کا دماغ الٹ چکا تھا، وہ بے سوچے سمجھے بولتا چلا گیا، شک کے کیڑے نے اس کو بہت برے طریقے سے کاٹا بغیر کسی تصدیق کے ایسے ہی الزام لگانے سے بھی نہ چوکا۔

"اوکے، آپ کا جو دل چاہے سمجھیں، مجھے صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں مگر ایک بات یاد رکھیے گا۔ آئندہ اگر میرا کوئی جاننے والا ہمارے گھر کی دہلیز تک آ جائے تو برائے مہربانی ان سے ایسی بدسلوکی نہ کی جائے۔" وہ ایک دم بے باک اور خشک لہجے میں بولی۔ شان ہکا بکا رہ گیا۔ جب تک بات اس کی سمجھ میں آتی، مفرح کمرے سے جانے کے لیے کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور منہ پھیر کر باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"ٹھیک ہے۔ میں ایسی لڑکی سے کبھی بھی شادی

نہیں کروں گا، جو شادی کے وعدے کسی اور سے کرے اور انگلی میں انگوٹھی کسی اور کے نام کی پہن کر گھومے۔"
کاشان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا، اس نے آگے بڑھ کر مفرح کی گوری نازک سی کلائی اتنی کس کر پکڑی کہ درد کے مارے اس کی سسکاری نکل گئی اور اس کی لمبی خوب صورت انگلی سے زبردستی سونے کی رنگ اتار لی۔ وہ اپنی جگہ جیسے منجمد رہ گئی۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے۔ جانتے بھی ہو کیا کہہ رہے ہو؟" وہ ایک دم ششدر رہ گئی، تصدیق چاہی۔ ہاتھ کی طرف دیکھا، مخروطی انگلی سے سونے کی وہ نازک رنگ اتار لی گئی تھی۔ جو، فریدہ نے نشانی کے طور پر مفرح کو پہنائی تھی۔ انگلی کے گرد موجود دائرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"ہاں میں آج سے تمہیں ہر پابندی سے آزاد کرتا ہوں۔ جاؤ اب امجد سے شادی کرو یا کسی اور سے مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔" کاشان ایک دم پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے رنگ اپنی مٹھی میں بھینچ کر اذیت کے مارے آنکھیں بند کرلی۔ مفرح شان کی محبت پر اندھا اعتماد کرتی تھی۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسا ہو چکا ہے۔ مگر وہ جو کہتے ہیں منہ سے نکلی بات اور کمان سے نکلا تیر واپس نہیں آسکتا۔ ایسا ہو چکا تھا۔ مفرح کے اندر سے آنسو ابل کر باہر آنے کو تیار ہو گئے۔ اب وہ اس بے درد کے سامنے آنسو بہانا نہیں چاہتی تھی، بھاگ کر واش روم میں گھس کر دروازہ بند کرلیا۔ وہ بھی تیزی سے دروازے پر کھڑی رقیہ کو نظر انداز کرتا باہر نکل گیا۔ رقیہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ لمحوں میں یہ کیا ہو گیا۔ وہ کاشان اور مفرح کی بحث کی آواز سن کر اس طرف آئیں۔ یہاں کا منظر دیکھ کر ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ مفرح کے چھوٹے بھائی واصف نے ماں کو سہارا دے کر ان کے کمرے میں پہنچایا اور تائی اماں کو فون گھما دیا۔

......☆☆☆......

"شان! تم نے اچھا نہیں کیا۔ میں تمہارے بغیر کیسے زندگی گزاروں گی؟" مفرح تکیے میں منہ دیے، اس سنگ دل کے لیے آنسو بہائے جارہی تھی۔ جانے کیسا خوف تھا، کیسا دکھ تھا جو اس کے اندر گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔

"کاش اس انکار کے باوجود میری زندگی میں قسمت کا ایسا جھولی بھر دینے والا لمحہ آئے۔ تم ہمیشہ کے لیے میرے بنا دیے جاؤ۔" مفرح مچل مچل کر رو دی۔

اس کے ذہن میں جھماکے سے ہونے لگے۔ ان دونوں کی منگنی سے لے کر اب تک بہت سارے پیار بھرے پل نگاہوں میں پھر گئے۔ اس کے چہرے پر چند گداز پل ٹھہر گئے۔

"آپ تو کہتی تھیں۔ وہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اس نے تو برسوں کے بندھن کو توڑنے میں لمحہ نہ لگایا۔" فریدہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو تائی کو دیکھتے ہی وہ گرتی پڑتی بستر سے اتر کر بچوں کی طرح ان سے لپٹ کر شکوہ کرنے لگی۔

"نہ رو بچے میں اب بھی یہ ہی کہتی ہوں۔ وہ کہیں نہیں جائے گا۔ تمہارا ہی رہے گا۔ میں اپنے بیٹے کو جانتی ہوں۔ جیسے ہی غصے کا طوفان تھمے گا۔ اسے اپنی زیادتی کا احساس ہو جائے گا۔ تم مجھے شروع سے بتاؤ ہوا کیا تھا؟" فریدہ نے اس کے بال سنوارتے ہوئے پانی پلایا اور چمکارتے ہوئے تسلی دی۔ رقیہ بھی بیٹی کی حالت پر آنسو بہانے لگی۔

بلاوجہ چھوٹی سی بات اتنی بڑی بن گئی۔ یونیورسٹی کی ہانیہ۔ جو امجد کی بہن بھی تھی، مفرح کی اس کے ساتھ ہلکی پھلکی سلام و دعا تھی۔ "آپی! ہم لوگوں کو گھر میں بٹھا کر سہولت سے بھی منگنی کے بارے میں بتایا جاسکتا تھا۔ یہ کیا کہ دروازے پر کھڑا کر کے اتنی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا گیا۔" ہانیہ نے یونیورسٹی میں مفرح سے ملاقات ہونے پر فوراً ہی شکوہ کرتے ہوئے کاشان کی شکایت لگائی۔ ایسی باتیں سننے کے بعد مفرح کے سر میں شدید درد اٹھا تھا۔ وہ جلدی گھر لوٹ آئی۔ اس پر شان کی الزام تراشیاں، صبر و تحمل جواب دے گیا۔ شان کا دماغ الٹا تو مفرح بھی خلاف مزاج ایک دم اس بات پر گرم ہو گئی۔ وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔" اس نے روتے ہوئے تائی اماں کو ساری بات

بتادی۔ انہیں کاشان کی یہ بات پہلے ہی بہت بری لگی۔

"ایک بات غور سے سنو اس بات کا ذکر بھولے سے بھی گھر کے مردوں کے سامنے نہیں ہونا چاہیے۔ کاشان کا دماغ تو میں ٹھیک کرتی ہوں۔" فریدہ نے دونوں کو تاکید کی۔ واصف کو الگ خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

"وہ تو منگنی توڑ چکے ہیں۔" مفرح ایک بار پھر بلک کر روئی۔

"میری بچی! مت رو وہ بھی تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ غصہ اترنے دو خود اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا' مگر اس بار کاشان کو اپنی جذباتیت بہت مہنگی پڑنے والی ہے۔" فریدہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لپٹایا اور کچھ سوچ کر عزم سے بولیں۔

......☆☆☆......

"کتنا اچھا لڑکا ہے امجد، رقیہ بھی بڑی تعریف کر رہی تھی۔" فریدہ نے دوپٹے میں بیل ٹانکتے ہوئے چشمے کی اوٹ سے بیٹے کو دیکھا جو پہلے کے مقابلے میں کمزور اور بجھا ہوا سا تھا، طنطنہ جو مزاج کا خاصہ تھا، دماغ سے دور ہو گیا تھا۔

"ہاں تو اچھا ہونے دیں۔ پر مجھ سے زیادہ ہینڈسم تو نہیں ہوگا۔" وہ ماں کے پرسکون انداز پر چڑ کر اپنا موازنہ کرنے لگا۔

"یہ تو ہے میرا بیٹا تو بڑا اسمارٹ اور ہینڈسم ہے مگر وہ بھی کم نہیں ویسے بھی اب جب کہ تم خود یہ منگنی توڑ چکے ہو تو مفرح کی شادی کسی سے بھی ہو تمہیں کیا؟" فریدہ نے بیٹے کو ٹٹولا۔

"ایسی بھی کیا جلدی مچائی جا رہی ہے، مفرح کوئی بھاگی تو نہیں جا رہی۔ تھوڑا انتظار بھی کیا جا سکتا تھا۔" کاشان نے دانتوں سے ناخن کترتے ہوئے ماں سے سوال کیا۔

"کس کا انتظار..... تمہارا؟" فریدہ نے بیٹے کی دل کی بات جاننا چاہی۔

"ہاں میرا وہ میرے سوا کسی اور کی دلہن نہیں بن سکتی۔" کاشان کا دل یہ کہنے کو مچلا۔ مگر انا آڑے آ گئی۔ اس پر مفرح کا خراب رویہ۔ جہاں ملتی اسے دیکھ کر منہ پھیر لیتی۔

"بیٹا! جواب نہیں دیا۔ مفرح کو کس کا انتظار کرنا چاہیے' تمہارا؟" فریدہ نے اسے خیالوں میں کھویا پایا تو دوبارہ پوچھا۔

"جی..... نہیں..... مجھے اس کھٹکنی بلی سے شادی نہیں کرنی۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ شاید کوئی امجد سے بہتر لڑکا مل جاتا۔" کاشان نے جی کڑا کر کے کہا مگر اس کا چہرہ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ فریدہ مایوس نہیں ہوئیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا! اب یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ مفرح کے لیے کیا اچھا ہے کیا برا۔" فریدہ نے منہ بگاڑ کر کہا تو کاشان نے بے دلی سے سر ہلایا۔ دل نے اسے جلد بازی پر سو بار لتاڑا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

......☆☆☆......

"کتنا تھک گئی ہوں اف تانیہ پانی تو پلاؤ۔" فریدہ نے صوفے پر گرتے ہوئے، بیٹی کو آواز لگائی جو دوسرے صوفے پر کتابیں پھیلائے پڑھنے میں معروف تھی۔

"چاچی! کہاں ہیں وہ بھی تو آپ کے ساتھ گئیں تھی نا؟" تانیہ نے جلدی سے ماں کو سکنجبین بھرا جگ اور گلاس تھماتے ہوئے پوچھا، جو اس نے رجو سے بنوا کر فریج میں رکھوا دیا تھا۔

"وہ رجو سے شاپرز نکلوا رہی ہیں۔" فریدہ نے پیروں کی انگلیوں کو دباتے ہوئے کہا۔ انہیں بازار جا کر احساس ہوا کہ آج کل کے دور میں عروسی لباس خریدنا کوئی آسان کام نہیں۔

"مجھے دیکھنا ہے برائیڈل ڈریس آپ لوگوں نے کیسے خریدے ہیں۔" تانیہ نے اشتیاق سے ڈبوں اور شاپرز میں جھانکی مارتے ہوئے اشتیاق سے کہا رقیہ بھی تھک کر دہیں براجمان ہو گئی۔

"ہاں تانی لے ہی لیا تمہارا کل پیپر اور مفرح کو بخار بھی ابھی آنا تھا۔ تم دونوں لڑکیوں نے ہمارے ساتھ جانے سے انکار کر کے ہمیں مارکیٹ بھیج کر کوئی دشمنی نکالی ہے

اف اتنی مشکل پیش آئی کہ مت پوچھو کیوں بھابی خیر یہ پہاڑ سر کر ہی لیا۔" رقیہ نے گلاس کو منہ تک بھرا اور پیتے ہوئے بولی۔

"بالکل صحیح کہہ رہی ہو رقیہ۔ ایک ہمارا زمانہ تھا۔ سرخ بنارسی یا چناپٹی کا غرارہ بن جاتا' ساٹن کی پلین قمیص کے گلے آستین پر گوٹے کی بیل اور دوپٹے پر گوٹے کے پھول اور کرن لگادی جاتی اللہ اللہ خیر صلا تو اتنی ورائٹی آ گئی بندہ کنفیوژ ہی رہتا ہے۔ اتنے اسٹائل ہیں کے خریدنے والا بازار جاکر باؤلا ہونے لگتا ہے۔" فریدہ نے کمر کے نیچے کشن لگایا۔ کئی گھنٹوں تک بازار کے رش کو برداشت کرنے کے بعد اب کمر میں درد شروع ہوگیا تھا۔

"مما! اب تو ڈیزائنرز کا دور ہے۔" تانیہ نے مسکرا کر ماں کو چھیڑا۔

"ارے رہنے دو تانی ڈیزائنرز کے پاس جاؤ تو قیمتیں سن کر ہی انسان بے ہوش ہونے لگتا ہے۔ اتنے میں تو کسی غریب لڑکی کی شادی کا کھانا ہوجائے۔ میں صرف چند گھنٹوں کے لیے اتنے پیسے برباد کرنے کے حق میں نہیں۔ کیوں بھابی؟" رقیہ نے جٹھانی سے تائید چاہی۔ فریدہ نے سر ہلا کر حامی بھری۔ تانیہ کو کپڑے بہت پسند آئے۔

"رقیہ! جلدی سے سب سمیٹ کر رجو سے اپنے گھر بھجوادو شان کے آفس سے واپسی کا ٹائم ہورہا ہے۔" فریدہ نے گھڑی پر نظر ڈالی تو چونک کر کہا رقیہ بھی الرٹ ہوگئیں۔

"مما! پلیز بھائی کو معاف کردیں۔ ان کو بتادیں' اتنی سزا کافی ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ مفرح آپی کی شادی اسجد سے ہورہی ہے۔ آج کل تو انہوں نے گھر میں کم اور باہر زیادہ وقت گزارنا شروع کردیا ہے۔" تانیہ کو بڑے بھائی سے ہمدردی محسوس ہوئی' ماں سے سفارش کی۔

"ہاں' بھابی بچے کا چھوٹا سا منہ نکل آیا ہے۔ اتنی سزا کافی ہے۔" رقیہ نے بھی شوخی دکھائی تو فریدہ ہنس دیں۔

"بس تھوڑے دن اور صبر کرلو پھر اسے پتا چل ہی جائے گا۔ ویسے بھی اس کے جذباتی پن کے لیے یہ سزا بھی کم ہے۔ اچھا ہے اسے بھی احساس ہونا چاہیے کہ جب کوئی اپنا بچھڑ جاتا ہو' من پسند شے کی طرح ہاتھوں سے نکل رہا ہو تب ہی اس کی قدر ہوتی ہے۔" فریدہ نے اپنا نظریہ بیان کیا۔

یہ بات تو ٹھیک ہے' بھابی لیکن اب اسے معاف کردیں۔" رقیہ نے ہونے والے داماد کی سفارش کی۔

اس دور میں ایسا کون ہوگا؟ جو اپنے بچے کو دکھ دے کر دوسرے کا دل رکھتا ہو۔ رقیہ کے دل میں جٹھانی کا مقام اونچا ہوتا چلا گیا۔

"ہونہہ مگر تم لوگ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہی کہ مفرح بہت حساس بچی ہے۔ عزت نفس پر پڑنے والی شک و شبہ کی پرچھائی' تاعمر اس کے دل کی کسک بن کر اسے بے چین رکھ سکتی ہے۔ اس کا اعتبار بحال کرنے کے لیے اسے مورل سپورٹ کی ضرورت ہے۔ ورنہ وہ دل سے اس رشتے کو قبول نہیں کر پائے گی۔ اسی لیے شادی سے قبل شان کا دماغ ٹھیک کرنا ضروری ہے۔ مفرح پر آئے دن شان کی جانب سے لگائی جانے والی عدالت' نے اس کے ذہن پر کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑا۔ میں نے اسی لیے موصوف کو یہ سزا دی۔ اچھا ہے اب شان تھوڑے دنوں تک احساس جرم میں مبتلا رہے گا۔ جدائی کی مار سے اسے مفرح کی صحیح طور پر قدر آئے گی۔ وہ شادی کے بعد بھی اس کو بہت زیادہ عزیز رکھے گا۔" فریدہ نے مسکرا کر اپنے تجربے کا نچوڑ پیش کیا' ان دونوں نے تائید میں سر ہلایا۔ رقیہ کی آنکھوں میں جٹھانی کی بلند کرداری پر آنسو آگئے۔

......☆☆☆......

"میاں! آج کل کہاں غائب رہتے ہو۔ کیا ستاروں کے ساتھ نکلتے ہو۔ جو دن میں دکھائی نہیں دیتے؟" کاشان آج کافی دنوں بعد سر شام گھر لوٹا تو باپ کے بلاوے پر ٹی وی لاؤنج میں مرے قدموں سے داخل ہوا۔ اس کی توقع کے عین مطابق یوسف احمد خوب گرجے برسے۔ وہ باپ کے قدموں میں سر جھکائے بیٹھا ان کی بھڑاس نکلنے کا منتظر تھا۔

''جی..... وہ بس..... آج کل آفس میں کچھ کام زیادہ ہے۔ آپ نے کسی کام سے بلوایا تھا؟'' اس نے باپ کو ٹھنڈا ہوتے دیکھا تو ایک آزمودہ بہانہ گھڑا اور ان کی توجہ اپنے اوپر سے ہٹانے کے لیے جلدی سے سوال پوچھا۔

''ہونہہ ایک بات کرنی تھی۔'' انہوں نے ایک خاکی بنڈل کو سامنے رکھتے ہوئے آنکھوں پر سنہری کمانی والے گلاسز لگائے۔ تانیہ نے بنڈل میں جھانکنے کی کوشش کی۔

''بات کرنی تھی وہ بھی مجھ سے۔'' کاشان زیر لب بڑبڑایا، گھبرا کر پہلے ماں اور پھر چھوٹے بھائی بہن کو دیکھا، جو ہیں بیٹھے ان دونوں کے درمیان ہونے والے مکالموں سے محظوظ ہو رہے تھے۔ یوسف احمد کے ہونٹوں پر بھی مبہم سی مسکراہٹ در آئی۔

''بیٹا جی! آپ کا معاملہ ہے تو آپ سے ہی مشورہ کروں گا خیر یہ دیکھو۔ شادی کے کارڈ کے نمونے آگئے ہیں۔ ان میں سے کوئی اچھا سا ڈیزائن پسند کرلو تاکہ چھپنے دے دیا جائے۔'' انہوں نے بنڈل بیٹے کی گود میں ڈالا۔

''اتنی جلدی بھی کیا ہے؟'' کاشان کو لگا کہ اسجد اور مفرح کی شادی کے کارڈ چھپنے جا رہے ہیں اسی لیے بے دلی سے بولا، کمرے میں موجود سارے نفوس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''کیا مطلب..... شادی میں ایک مہینہ رہ گیا ہے۔ اب بھی جلدی نہ کریں۔'' یوسف احمد نے چشمے کے پیچھے سے بیٹے کو گھورا۔

''یہ سیاہ کارڈ اچھا رہے گا۔'' کاشان کا دل جل رہا تھا۔ اس نے بے دلی سے سب سے ماٹھا کارڈ نکال کر باپ کے سامنے رکھا۔

''یہ اچھا خیر۔'' انہوں نے کارڈ بیٹے کے سامنے لہرایا۔ حیرت سے اسے گھورا۔ اس نے ڈر کر جلدی سے سر ہلا دیا۔

''بھائی کا اظہار سوگ۔'' عرفان نے تانیہ کے کانوں میں سرگوشی کی۔ وہ منہ بنا کر بیٹھا رہا۔

''یہ بتاؤ کہ چھٹیاں کب سے لے رہے ہو میرا خیال ہے کہ ایک مہینے کی درخواست دے دو۔'' یوسف احمد کو کارڈ پسند نہیں آیا پر جس کی شادی تھی۔ اسے پسند آگیا۔ تو خاموش ہوگئے۔ فریدہ کے یاد دلانے پر دوسری اہم بات کی طرف آئے۔

''اتنی ساری چھٹیاں لے کر میں کیا کروں گا؟'' کاشان جھنجلایا باپ کو بغور دیکھا وہ کچھ عجیب عجیب سوال کر رہے تھے۔

''بیٹا جی! آپ کی شادی ہے تو آپ ہی کو چھٹیاں لینی ہوں گی یا میں عرفان سے یہ سوال پوچھوں؟'' یوسف احمد بیٹے کی طرف انگلی اٹھا کر اس کی بے تو جہی پر گرج اٹھے۔ وہ ہکا بکا رہ گیا۔

''میری شادی.....؟'' کاشان حیران ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے میں موجود باقی نفوس ہنس دیئے یوسف احمد کے علاوہ سب حقیقت سے واقف تھے۔

''جی اب اس عمر میں میرا تو دوسری شادی کا کوئی ارادہ نہیں تمہاری مما کی جانب سے اجازت مل جائے تو اور بات ہے۔'' یوسف احمد بیٹے کی ہونق شکل دیکھ کر شرارت پر آمادہ ہوئے۔ فریدہ نے ایک دم میاں کو آنکھیں دکھائیں۔

''اب یہ نہیں پوچھنا شادی کس کے ساتھ ہو رہی ہے؟'' یوسف احمد نے شوخی دکھائی اور کارڈ سمیٹنے لگے۔

''یہی پوچھ رہا ہوں کہ آخر میری شادی کس کے ساتھ ہو رہی ہے۔'' وہ گڑبڑا کر ماں کو دیکھنے لگا۔

''فریدہ! ذرا اپنے لاڈلے کو چھو کر دیکھو بخار وغیرہ تو نہیں جو دماغ کو چڑھ گیا ہو۔ نامعقول باپ سے مخول کر رہا ہے۔ ارے مفرح کے ساتھ ہو رہی ہے اور کس کے ساتھ ہوگی؟'' وہ غضب ناک ہو کر بیوی کی طرف مڑے۔ فریدہ نے بیٹے کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ یوسف احمد اپنا کام جھام سمیٹ کر وہاں سے اٹھ گئے۔

''مما! کیا یہ سچ ہے؟'' وہ ایک دم جوش میں پوچھنے لگا۔ چہرہ سچی خوشی سے دمکنے لگا۔ ایسا لگا جیسے چاند سیاہ بدلیوں سے نکل آیا ہو۔

''ہاں..... بالکل سچ مفرح اور تمہاری ہی شادی

ہو رہی ہے۔" فریدہ نے پیار سے اس کی چوڑی پیشانی چومی اور کہا۔

"وہ...... امجد؟" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ کہیں ماں ناراض نہ ہو جائے۔

"ایسی کوئی بات تھی نہیں وہ جو تم بیچاری مفرح پر مسلسل شک کیے جا رہے تھے تو میں نے ہی تمہیں سزا دینے کے لیے یہ شوشا چھوڑا۔ وہ بچی تو امجد سے کبھی مخاطب بھی نہیں ہوئی۔ اس کا قصور اتنا ہی تھا کہ وہ بھی اس ہی یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔" فریدہ نے مسکرا کر کہا۔

اوہ...... مما! آپ لوگوں نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ سچ دنیا میں کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں اب کبھی بھی ایسا نہیں کروں گا جس سے آپ لوگوں کو تکلیف ہو۔ مفرح سے معافی دلوا دیں۔ میں نے جذبات میں آ کر ایسا قدم اٹھایا جس کی تلافی ممکن نہیں۔" کاشان نے دل سے معافی مانگتے ہوئے ماں کے ہاتھ چومے۔

"بھائی کیا خیال ہے شادی پر وہ سیاہ رنگ والا کارڈ چھپوانا ہے؟" عرفان نے یاد دلایا تو اس کو اپنی بے وقوفی پر ہنسی آ گئی۔

"نہیں اوئے اب تو کوئی چمکتا دمکتا شوخ رنگ کا کارڈ مابدولت کی شادی پر چھپنا چاہیے۔" کاشان کی آواز میں شوخی کی لہر جاگ اٹھی۔ سب نے اس کے انداز پر اطمینان بھرا سانس لیا۔

"اب اسے کیسے مناؤں جو زندگی کا حاصل ہے۔" کاشان نے پریشانی سے سوچا۔ وہ مدد حاصل کرنے کے لیے ماں کی طرف بڑھا۔

......☆☆☆......

شاندار ہال رنگ و بو کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جھلملاتی روشنیوں میں اصلی پھولوں سے کی گئی سجاوٹ نگاہوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ کاشان دلہا بنا کریم شیروانی زیب تن کیے، میرون پٹکے کو کاندھے پر لٹکائے اور سلیم شاہی جوتے پہن کر کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ ایک طرف فریدہ فخر سے سر اٹھائے کھڑی تھیں تو دوسری طرف ثانیہ شرارہ پہنے بھائی کا بازو تھامے مسکراتی ہوئی ہال میں داخل ہوئی۔ رقیہ نے مسکرا کر بارات کو خوش آمدید کہا اور بڑھ کر جٹھانی کے ہاتھوں میں گجرے پہنائے۔ ساری کزنز ہاتھوں میں گلاب کی پتیوں سے بھری پلیٹیں تھامے کھڑی تھیں۔ بارات کو آتا دیکھ کر پھول نچھاور کیے گئے۔ شان کو دیکھتے ہی ساری کزنز سالیاں بن کر اس سے چھیڑ چھاڑ میں مشغول ہو گئیں۔

"بھائی! ذرا ڈریسنگ روم کی طرف چلیں۔ بھابی کے ساتھ آپ کا فوٹو سیشن ہونا ہے۔" عرفان نے نکاح کے چھوارے بانٹنے کے بعد اسٹیج پر آ کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ کاشان بھائی کا ہاتھ تھام کر مفرح کے ساتھ تصاویر اور مووی بنوانے کے لیے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

مفرح قیمتی عروسی لباس جو کامدار سفید قمیص، باٹل گرین ڈھاکا پائجامے اور نگوں کے کام سے پٹے پڑے سرخ ڈوپٹے پر مشتمل تھا اسے زیب تن کیے بے انتہا خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ شان کو یوں سامنے دیکھ کر شرما گئی۔ دلکش میک اپ، ہاتھوں پیروں پر لگی نازک سے بیل بوٹے والی مہندی کے ساتھ کاشان کے دل کو بے قابو کیے جا رہی تھی۔ کاشان نے نگاہ اٹھا کر مفرح کا یہ روپ نگاہوں میں بسایا، وہ اب اس کی منکوحہ بن چکی تھی، یہ سوچ کر ہی اس کے اندر سے انوکھے سے جذبے بیدار ہونے لگے، محبت کا سیلاب امڈنے لگا۔ اس کی ساحر آنکھوں کی گرفت میں مقید ہو کر مفرح کے دل کی دھڑکن بے قرار ہو اٹھی۔ اچانک محبت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ چند پروفیشنل فوٹو گرافر اندر داخل ہوئے۔ سیٹنگ کے بعد فوٹو سیشن شروع ہو گیا۔

"پلیز یہ ہاتھ ایسے رکھیں۔" فوٹو گرافر نے مفرح کا ہاتھ تھام کر دوپٹہ ایک خاص اسٹائل سے پکڑایا۔ کاشان چونکا۔ اسے یہ بات ناگوار گزری۔

"دلہن کے کچھ پوز اکیلے بنالو۔ اس کے بعد کپل فوٹو بنیں گے۔" ایک فوٹو گرافر نے اپنے کیمرے کو زوم کرتے

ہوئے دوسرے سے کہا جواب مفرح کو دوسرے اسٹائل میں کھڑا کروانے لگا۔

"اچھا اب ایسے کھڑے ہو کر یوں ماتھا پٹی پر ایک انگلی رکھیں۔" وہ لڑکا ابھی مفرح کا ہاتھ ایک خاص انداز میں ماتھے پر رکھ رہا تھا کہ کاشان نے آگے بڑھ کر اسے روک دیا۔

"پلیز...... مجھے بتایئے کیسے کیسے کرنا ہے؟ میں کرتا جاؤں گا۔" اس نے فوٹو گرافر کو ہٹا کر تاکید کی تو وہ منہ بنا کر پیچھے ہٹ گیا۔

مفرح جو موویز اور فوٹو گرافی کرنے والوں کے اشاروں پر چل رہی تھی۔ کاشان کی حرکت کو بغور دیکھنے لگی سا سے لگا کہ کاشان نے ایک بار پھر غلط سمجھا۔

"اُف! کیا ساری عمر میں ان کے شک کے سائے تلے زندگی گزاروں گی۔ انہوں نے مجھ سے اور تائی اماں سے کتنی معافی مانگی تھی مگر یہ کبھی نہیں بدل سکتے۔" آنسو نکلنے کو بے قرار ہوئے۔ اس نے بڑی بے دلی سے فوٹو سیشن مکمل کروالیا۔ کاشان کو اندازہ نہیں ہوا کہ مفرح کے دل میں ایک گرہ پڑ گئی ہے۔

......☆☆☆......

بیٹا! کتنے دن ہو گئے شادی کو تم لوگ کہیں گھوم پھر آؤ نا۔" فریدہ نے بہو بیٹے کو آتے دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

"ہاں شان تم ہماری بیٹی کو لے کر پاکستان ٹور پر نکل جاؤ۔ یہ کیا کیا اسے گھر میں قید کر کے رکھ دیا ہے۔" یوسف احمد نے بھی بھتیجی سے لاڈ دکھایا۔

"نہیں تایا ابا! یہ تو کہہ رہے تھے میں نے خود منع کر دیا۔ ابھی چند دن آپ لوگوں کے ساتھ گزار لوں۔ گھومنے کو تو عمر پڑی ہے۔" مفرح گلابی لباس میں ایک اداس کلی بنی ہوئی تھی۔ ساس سسر کی پیشکش کو مسترد کر دیا۔

"بھابی! آپ کیسی بورنگ ہو اتنا اچھا موقع مل رہا ہے گھوم پھر آؤ ہاں دل بہلانے کے لیے مجھے بھی ساتھ لے چلو۔" عرفان نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔ وہ بڑی مشکلوں سے ایک پھیکی سی مسکراہٹ لبوں تک لا سکی۔ شان نے ٹھنڈی سانس بھر کر پہلے بیوی پھر ماں کو دیکھا۔ فریدہ کو اندازہ ہوا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

......☆☆☆......

"یار! اب تو موڈ ٹھیک کرلو، سچ میں شادی کے اتنے دن گزر گئے، تمہارے مزاج ہی نہیں مل رہے۔" شان نے پیار سے مفرح کے کان میں سرگوشی کی، وہ ناگواری سے اسے دھکا دیتے ہوئے بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب جب کہ کاشان نے اپنے آپ کو مثبت راہوں پر ڈال دیا تھا تو مفرح کی اکڑ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"اچھا سنو بھلے مجھ سے بات نہ کرو مگر چلو پاکستان ٹور پر چلتے ہیں تھوڑا چینج ہو جائے گا۔ سچ مما نے کئی بار پوچھا ہے کہ مفرح کو لے کر ایک ہفتے کے لیے مری وغیرہ نکل جاؤ، چھٹیاں ختم ہو جائیں گی۔ کل بازار چلتے ہیں تم وہاں جانے کے لیے جو شاپنگ کرنا چاہو کر لینا۔ میں اگلے ہفتے کی ٹکٹ کروالیتا ہوں۔" شان نے مفرح کا ہاتھ تھام کر بڑے پیار سے کہا تو اس نے کچھ سوچ کر حامی بھرلی۔

"بھائی! مما بلا رہی ہیں جلدی سے ان کے کمرے میں پہنچ جائیں۔" تانیہ دستک دے کر اندر داخل ہوئی۔ اعلان کر کے بھاگ گئی۔ اس کے چھپنے پر وہ دونوں مسکرا دیے۔

"شکر ہے تانی کے بہانے ہی تم ہنسیں تو۔" کاشان نے بیوی کو قربان ہونے والی نگاہوں سے دیکھا۔ مفرح اس کے جذبوں کے زیر اثر آنے لگی۔

"تائی اماں انتظار کر رہی ہوں گی جائیں۔" وہ اس کی نگاہوں کے سحر سے باہر آنے کے لیے ایک دم بیڈ سے نیچے اتر گئی۔ کاشان ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔ بال درست کرتا ہوا ماں کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"یہ تم دونوں کے بیچ چل کیا رہا ہے؟ تم شادی کے بعد بھی نہیں بدلے کیا پھر کوئی نیا ایشو کھڑا کر دیا ہے؟" سب کے اپنے اپنے کام دھندوں پر نکل جانے کے بعد انہوں نے موقع دیکھ کر اکیلے میں بیٹے کو بلوایا۔ کاشان نے بارات والے دن اور فوٹو سیشن کا پورا واقعہ ماں کو کہہ سنایا۔

''بس مما! مفرح اسی دن سے خفا ہے۔ وہ مجھے غلط سمجھ رہی ہے۔ میں کوئی شک نہیں کررہا تھا۔'' کاشان نے فریدہ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

''اف یہاں تو پوری دال ہی کالی نکلی۔ لڑکے یہ تو سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ تمہیں کیا اعتراض تھا؟ آج کل اسی طرح سے پروفیشنل فوٹو گرافر تصاویر بناتے ہیں۔'' فریدہ نے سر پیٹ لیا اور خفگی سے بولیں۔

''مما! آپ بھی مجھے غلط سمجھ رہی ہیں اگر سب غلط کررہے ہیں تو میں بھی اسی رنگ میں رنگ جاؤں۔ دلہن اپنے شوہر کے لیے سجتی ہے۔ ویسے تو ہم کسی نامحرم کو اپنی خواتین کے اردگرد پھٹکنے بھی نہیں دیتے، پھر فوٹو سیشن کے نام پر ایسی کھلی چھوٹ کیوں دے دی جاتی ہے۔ آپ لوگ کچھ بھی سمجھیں مگر مجھے تو یہ بات گوارا نہیں ہوئی کہ میری بیوی جو میری عزت ہے اس کے ساتھ ایسا کیا جائے۔'' کاشان مزاج کے برخلاف بہت تحمل سے ماں کو اپنا نکتہ سمجھانے لگا۔ مفرح جو فریدہ سے دوپہر کے کھانے کا پوچھنے کے لیے آئی تھی۔ شوہر کی ساری باتیں سن کر وہیں کھڑی رہ گئی۔

''میں ان کو کتنا غلط سمجھ رہی تھی یہ تو میری عزت کا پاس کررہے تھے۔'' مفرح نے خود کو گھر کا۔ اس کا دل کاشان کی محبت کے آگے سرنگوں ہونے لگا۔ اس کی بات بالکل ٹھیک تھی۔ مفرح نے بلاوجہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

''بیٹا! پھر بھی......'' فریدہ نے فخر سے بیٹے کو دیکھا۔

''مما! اس دفعہ میں غلط نہیں ہوں نہ ہی مفرح پر شک کررہا ہوں۔ اب وہ بچوں کی طرح بات کو سمجھے بغیر اس بات کو دل سے لگائے بیٹھی ہے۔'' کاشان نے بہت آرام سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ اس کے لہجے میں بیوی کے لیے پیار ہی پیار تھا زندگی میں پہلی بار فریدہ نے بیٹے کی بات سے اتفاق کیا۔

......☆☆☆......

''مفرح! کیا ہوا خیریت تو ہے پلیز بتادو کیوں رو رہی ہو کیا مجھ سے پھر کوئی غلطی ہوئی ہے؟'' وہ کمرے میں داخل ہوا تو اندھیرے کا سامنا ہوا۔ اس نے لائٹ جلائی تو تکیے میں منہ دیے مفرح کو روتا دیکھ کر بے چین ہو اٹھا۔

''پلیز چپ ہوجائیں مجھے معاف کردیں۔ ضروری نہیں کسی کی ماضی کی غلطیوں کی وجہ سے اسے تعصب کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اسے ہمیشہ غلط ہی سمجھا جائے اور اپنے حال کو تباہ کرلیا جائے۔ غلط آپ نہیں، میں تھی جو ایک غلط بات کو دل سے لگا کر بیٹھ گئی۔ آپ اس وقت ٹھیک تھے اگر آپ کی غیرت کو گوارا نہ تھا کہ کوئی مجھے اس طرح سے ہاتھ لگائے تو بیوی ہونے کی حیثیت سے میرا بھی یہ فرض تھا کہ آپ کے جذبات کو سمجھوں۔'' مفرح نے گیلی آنکھوں اور مسکراتے ہونٹوں سے شوہر کو دیکھا اور ہاتھ جوڑ کر بولی۔ شان دلکشی سے مسکرایا مفرح آج بھی اس کے دل کی دھڑکن تھی۔ زندہ رہنے کے لیے اس کی ضرورت تھی وہ اس سے کیسے منہ موڑتا۔

''او میرے مالک تیرا شکر ہے۔ زوجہ محترمہ نے میرے پوائنٹ کو تو سمجھا۔ مجھے صحیح جانا' نوازش' کرم' شکریہ' مہربانی۔ ہمیں بخش دی آپ نے زندگانی۔'' اس نے گنگناتے ہوئے سکون کی سانس لی۔ خوشیاں ناچ اٹھی' امنگیں جوان ہوئیں غم کے بادل کیا چھٹے۔ وہ شوخ ہونے لگا۔

''سنیں کل مجھے نئے سوٹ' شال' شوز اور ٹور پر جانے کے لیے بہت ساری دوسری چیزوں کی شاپنگ کرنی ہے۔'' وہ بھی ادائے دلبری سے بولی۔ کاشان نے مسکرا کر سر تسلیم خم کیا۔ مفرح کی آنکھوں میں جھانکا۔ محبت کے ان گنت جگنو عکس جاناں کی طرح جگمگا اٹھے۔

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی

قسط نمبر 8

سردیوں کا موسم ہے برفیلی ہوائیں ہیں
سال نو آچکا، جنوری کی شامیں ہیں
اداسیوں میں لیے ہوئے ماہ وسال گزرے ہیں
چلے آؤ کہ صدیوں سے ترسی ہوئی نگاہیں ہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

صمید حسن اوران کی فیملی کی کہانی ہے جنہیں ان کے والدین کی رحلت کے بعد کرنل شیر علی اپنا بیٹا بنا کر گھر لے آتے ہیں اور بعدازاں اپنی بھتیجی مریہ رحمان کی شادی ان کے ساتھ طے کردیتے ہیں۔ مریہ رحمان کی بڑی بہن بریرہ رحمان کی شادی ان کے سگے بیٹے سکندر علوی کے ساتھ طے ہوتی ہے مگر سکندر علوی بیرون ملک اپنی ایک کلاس فیلو کے ساتھ شادی رچا کر وہیں کے ہو رہتے ہیں جس کی خبر بریرہ کو ہوتی ہے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ صمید حسن اور مریہ رحمان کے دو بچے زاویار صمید اور درمکنون صمید ہیں۔ بعدازاں دونوں کے راستے ایک چھوٹی سی غلط فہمی سے الگ ہوجاتے ہیں تو زاویار صمید حسن صاحب کے پاس رہ جاتا ہے جبکہ درمکنون کو مریہ بیگم اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ ادھر بیرون ملک سکندر علوی کثرت شراب نوشی کے سبب جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو کرنل شیر علی اس کی بیٹی عائلہ علوی کو اپنے ساتھ پاکستان لے آتے ہیں۔ زاویار بے حد الجھے مزاج کا شخص ہے لندن میں اس کا سارا وقت اپنے انگریز دوستوں جولی، رابرٹ اور ایبک کے ساتھ گزرتا ہے وہیں اسٹور پر کام کرنے والی ایک لڑکی ہوزان اس کی دیوانی ہے۔ درمکنون اپنی ماں مریہ کا بزنس سنبھال لیتی ہے اس کے آفس میں صیام آفندی جو اس کا پرسنل سیکرٹری ہے اس سے محبت کرتا ہے مگر اظہار نہیں کرتا۔ صمید حسن کی زندگی میں نامساعد حالات کے سبب دوسری آنے والی عورت سارا احمد ہے جن کے والد صمید حسن صاحب کے بزنس پارٹنر ہیں اور انہی کے بھتیجے کے ساتھ سارا بیگم کا نکاح ہوچکا ہے مگر وہ آوارہ مزاج انسان ثابت ہوتا ہے اور سارا بیگم کے طلاق کے مطالبے پر ان کی عزت برباد کرکے انہیں طلاق دے دیتا ہے۔ سارا بیگم کی بیٹی پرہیان اس حقیقت سے بے خبر ہے اور اپنی ماں کو گناہ گار سمجھتی ہے کیونکہ اس کا منگیتر ساویز آفندی جو صمید حسن صاحب کے قریبی دوست احمد آفندی کا اکلوتا بیٹا ہے اسے ناجائز سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لیے وہ بھی لندن اپنے یونیورسٹی فیلوز کے پاس آجاتی ہے۔ ساویز آفندی کی ماں سعدیہ آفندی کرنل شیر علی کی پوتی عائلہ علوی کے منگیتر سدید علوی کی بھی حقیقی ماں ہیں۔ سدید کرنل شیر علی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آرمی جوائن کرلیتا ہے۔ دوسری طرف کرنل شیر علی کے جگری دوست ملک اظہار اور زلیخا بی بی کا بیٹا عمر عباس مریہ رحمان سے عشق کرتا ہے مگر مریہ کو اس کے سچے جذبوں کی خبر نہیں۔ ملک اظہار کی ساری فیملی ان کی حویلی میں دفن ہے اسی حویلی کے راز جاننے کے لیے ان کی پوتی اور عمر عباس کی بھتیجی شہرزاد پاکستان آتی ہے۔ صمید کے آنے کے بعد مریہ کا اس کی طرف بے قراری سے بڑھنے پر عمر کے اندر کچھ ٹوٹتا ہے۔ عمر اداس ہو کر گزرے ہوئے وقت کو یاد کرنے لگتا ہے عمر شروع سے ہی غصہ کا تیز رہا ہے۔ کرنل صاحب کو بھائی اور بھابی کی اچانک رحلت نے توڑ کر رکھ دیا ہے بریرہ اور مریہ کی ذمہ داری ان پر آگئی ہے اس

صدمے سے بھی ابھی نکلے ہی نہیں کہ اکلوتے بیٹے نے ملک سے باہر جانے کی ضد باندھ لی اور گھر سے زیور اور نقدی چرا کر ملک سے باہر چلا گیا۔ کرنل صاحب بریرہ اور مریرہ کو لے کر گاؤں آ جاتے ہیں۔
شہرزاد کا ارادہ حویلی میں رکنے کا تھا لیکن شہر بانو (شہرزاد کی ماں) اور عمر کے منع کرنے پر وہ مریرہ کے ساتھ شہر آ گئی ہے۔ شہر بانو مریرہ کو احساس دلاتی ہے کہ وہ صمید حسن اور اپنے بچوں کے ساتھ زیادتی کر رہی ہے لیکن مریرہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ درمکنون ساویز سے شادی کا فیصلہ کر کے مریرہ کو ششدر کر دیتی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے مریرہ اس رشتے کو مسترد کر دیتی ہے جس پر درمکنون کبھی نہ شادی کرنے کا فیصلہ سنا دیتی ہے۔ شہرزاد صیام سے پہلی نظر میں محبت کرنے لگتی ہے۔ صیام سے شہرزاد کی سرسری سی ملاقات درمکنون کے آفس میں ہوتی ہے۔ درمکنون عبدالحنان (صیام کا دوست) سے صیام کی حساب کلیئر کرنے اور اسے آفس سے نکالنے کا کہتی ہے لیکن پھر شہرزاد کی فرمائش پر ہی صیام کو واپس جاب پر رکھ لیتی ہے۔ شہرزاد اپنی پہلی نظر کی محبت کا درمکنون کو بتاتی ہے۔ سارا بچپن سے ہی ماں کے وجود سے محروم تھی جبکہ باپ نے بہت لاڈ پیار سے انہیں پالا ہے وہ جوائنٹ فیملی میں رہ رہی تھیں بچپن میں ہی ان کا نکاح والد کی مرضی پر چچا کے بیٹے عذیر ترمذی سے ہو گیا تھا۔ عذیر ایک بدمعاش انسان ہے اس بات کو جانتے ہوئے سارا کے والد اس رشتے کو ختم کرنے کی بات کرتے ہیں تو عذیر سارا کی عزت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ صمید حسن کو اس واقعے کی خبر ہوتی ہے تو وہ سارا کے والد کو حوصلہ دیتے سارا کو اپنانے کی بات کرتے ہیں۔ سدید کے جانے پر عائلہ اداس ہے سدید اسے اپنی ٹریننگ کے حوالے سے بتا کر ملک کے حالات بھی اس کے سامنے رکھتا ہے جس پر عائلہ اس کی معلومات کو سراہتی ہے۔
اب آگے پڑھیے

❁.........❁.........❁

مجھے تم بھول جاؤ گے کہا تھا ایک دن میں نے
وہ بولا ہو نہیں سکتا
تجھے میں کھو نہیں سکتا
کہ میری جان تجھ میں ہے
میرا ارمان تجھ میں ہے
تجھے جس دن نہ دیکھوں میں
میں اس شب سو نہیں سکتا
تجھے میں کھو نہیں سکتا
ملا ہے خط جسے پڑھ کر لہو سا رو دیا میں نے
لکھا ہے اس نے یہ خط میں
کہ مجھ کو بھول جاؤ تم کہ تم کو کھو دیا میں نے

دروازے پر دستک جاری تھی۔ سدید نے اٹھ کر دروازہ کھولا باہر کرنل شیر علی تھکن زدہ چہرہ لیے کھڑے تھے وہ سائیڈ پر ہو گیا۔
"السلام علیکم! آپ کہاں چلے گئے تھے صبح صبح؟"
"وعلیکم السلام۔" کرنل شیر علی نے صرف اس کے سلام کا جواب دیا تھا اس کا سوال وہ گول کر گئے تھے۔ سدید متفکر سا ان کے پیچھے ہی کمرے میں چلا آیا۔

''کیا بات ہے بابا! آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں۔'' چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے پوچھا۔ کرنل شیر علی نے جواب میں سرسری سی نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس تھوڑا تھک گیا ہوں۔ پہلے ایک دوست کی طرف نکل گیا تھا پھر قبرستان چلا گیا تھا۔''

''قبرستان کیوں؟''

''بریرہ کی قبر پر گیا تھا' آج برسی ہے اس کی اور آج کے دن ہی سالوں پہلے مریرہ نے میری گود میں آنکھ کھولی تھی۔''

''اوہ......'' سدید نے تاسف سے سر ہلایا۔ ''کیا آپ کو ان کی یاد آرہی ہے؟''

''پتا نہیں۔'' سدید جانتا تھا وہ اس ٹاپک پر بات نہیں کریں گے چاہے جتنا بھی کریدا جائے اور یہی ہوا تھا وہ صاف ٹال گئے تھے۔ عائلہ تھوڑی دیر میں تین کپ چائے لے آئی تو وہ بستر میں دبک گئے۔

''پیکنگ مکمل ہوگئی تمہاری؟''

''جی بابا۔''

''تمہیں پتا ہے سدید! پندرہ سال پہلے جب تم اپنے ماموں کے گھر سے بھاگے تھے' میں نے اپنے دو بچوں کو ایک ساتھ کھویا تھا سکندر اور مریرہ...... دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے مگر میں نے ہمت نہیں ہاری۔ مجھے لگا قدرت نے مجھے سکندر علوی کی جگہ تمہیں دے دیا ہے' بالکل ویسے ہی جیسے مریرہ کی جگہ عائلہ میری گود میں ڈال دی تھی اس نے۔ میں اس وقت تمہاری کہانی سے واقف نہیں تھا' تم میری گاڑی سے ٹکرائے پورے دو سال کومہ میں رہے اور میں ان دو سالوں میں پل پل اذیت کی سولی پر لٹکا رہا۔'' سدید کے جواب پر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد انہوں نے بولنا شروع کیا۔

''میں اس شہر کے راستوں سے واقف نہیں تھا صرف مریرہ کی تلاش مجھے وہاں لے گئی تھی کیونکہ اس کا بیٹا بہت بیمار تھا۔ اس وقت پہلی بار میں نے صمید حسن کو بے بسی کے ساتھ روتے دیکھا تھا' بلند حوصلے والے صمید کو مگر مریرہ نہیں ملی تم مل گئے۔ پورے دو سال میں تمہارے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہ کرسکا بعد میں جب خدا نے تمہیں زندگی بخشی اور تم نے بتایا کہ تمہارا دنیا میں کوئی نہیں ہے تب مجھے لگا تم سکندر ہی علوی نہیں صمید حسن ہو۔ وقت ایک مرتبہ پھر روپ بدل کر میرے سامنے آ کھڑا ہوا تھا مگر...... تمہیں پتا ہے آج میں اس عورت سے ملا ہوں جو تمہاری ماں ہے جس کے وجود سے تم نے جنم لیا ہے جو کسی بے بس پرندے کی طرح تمہیں صرف ایک نظر دیکھنے کو تڑپ رہی ہے۔'' اپنی دانست میں کرنل صاحب نے دھماکہ کیا تھا' ان کی اداسی کی اصل وجہ سامنے آگئی تھی مگر سدید کے چہرے کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ جیسے اس حقیقت سے پہلے ہی واقف تھا۔

''کہاں ملی وہ عورت آپ کو؟'' قطعی سپاٹ لہجے میں اس نے پوچھا' جیسے اپنی ماں کے بارے میں نہیں کسی اجنبی عورت کے بارے میں بات کررہا ہو۔ کرنل صاحب کے ساتھ ساتھ عائلہ کو بھی بے حد حیرانی ہوئی۔

''صمید حسن کے گھر پر۔''

''میرا اب اس عورت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے بابا! وہ عورت میری ماں نہیں ہے کیونکہ ماں صرف جنم نہیں دیتی اپنا لہو پلا کر زمانے کی ساری سختیاں سہہ کر پالتی بھی ہے۔ بہر حال میں آج رات چلا جاؤں گا۔ امید کرتا ہوں آپ اس عورت کو میرا کوئی سراغ نہیں دیں گے وگرنہ میں سچ کہہ رہا ہوں بابا! میں لوٹ کر نہیں آؤں گا بالکل مریرہ آنٹی کی طرح۔'' قدرے خشک لہجے میں اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا' پیچھے کرنل صاحب اور عائلہ کتنے ہی پل حیرانی میں ڈوبے رہے تھے۔

ہم تتلی تھے ہم جگنو تھے ہم رنگ برنگے پنچھی تھے۔
کبھی ماہ وسال کی جنت میں ماں ہم دونوں بھی ساجھی تھے

میں چھوٹا سا اک بچہ تھا
تیری انگلی تھام کے چلتا تھا
تُو دور نظر سے ہوتی تھی
میں آنسو آنسو روتا تھا
اک خواب کا روشن بستہ تُو ہر روز مجھے پہناتی تھی
جب ڈر جاتا میں راتوں کو......
تُو اپنے ساتھ سلاتی تھی
ماں تُو نے اتنے برسوں تک
اس پھول کو سینچا ہاتھوں سے
جیون کے گہرے بھیدوں کو میں سمجھا تیری باتوں سے
میں تیرے ہاتھ کے تکیے پر
ماں اب بھی رات کو سوتا ہوں
ماں میں اک چھوٹا سا بچہ ہوں تیری یاد میں اب بھی روتا ہوں

شب کی خاموش گھڑیاں دھیرے دھیرے اپنا سفر مکمل کر رہی تھیں۔ پورے گھر پر خاموشی کا راج تھا ہر جگہ عجیب سی وحشت ڈیرہ جمائے بیٹھی تھی۔ کتنی عجیب بات تھی کہ کروڑوں کی مالیت سے بنے اس گھر میں بھی ان کے لیے کہیں سکون نہیں تھا۔ آج پھر ان پر دورہ پڑا تھا۔

اپنے لخت جگر محبوب بیٹے سدید علوی کی محبت کا دورہ جسے زندگی کی عیش وعشرت کے لیے انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے گنوا دیا تھا۔ وہ سدید علوی جوان کے پہلے محبوب شوہر کی نشانی تھا مگر وہ اسے اپنے بھائیوں کے سپرد کر کے خود دنیا کی ٹھوکروں میں رلنے کے لیے چھوڑ آئی تھیں۔ نئی منزلوں کی چاہت میں پرانے دریچے بند کر آئی تھیں مگر کیا ہوا تھا؟ ان پرانے دریچوں کے بند ہوتے ہی ان کی سانس گھٹنے لگی تھی۔ آج کیا نہیں تھا ان کے پاس؟ مگر پھر بھی وہ نیند کی گولیوں کا سہارا لے کر چند گھڑیاں آرام کرتی تھیں اور پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی تھیں کبھی کبھی انسان سب کچھ پا کر بھی بالکل تہی دست رہ جاتا ہے وہ بھی رہ گئی تھیں۔

نیا شوہر شاندار گھر کروڑوں کا بینک بیلنس قیمتی گاڑیاں نوکر چاکر سب کچھ پا کر بھی ان کا دامن بالکل خالی تھا۔ ان کے رئیس باپ اور بھائیوں نے انہیں سب کچھ دیا تھا سوائے سکون کے اور وہ کتنی سفاک تھیں کہ اپنا سکون انہی لوگوں کے پاس چھوڑ آئی تھیں جوان کے بچے کی حفاظت بھی نہیں کر سکے تھے اس کے گھر سے بھاگنے کے باوجود بجائے انہیں انفارم کرنے کے "سب ٹھیک ہے" کی رپورٹ دیتے رہے تھے۔ سوسائٹی میں بے حد شہرت اور اونچا نام...... پا کر بھی وہ بے سکون تھیں۔ آج زندگی ان کی من پسند تھی اس کے باوجود انہیں اپنا آپ خالی لگتا تھا۔

ساویز آفندی جیسا بے حد ذہین اور قابل بیٹا دریہ جیسی بے حد حسین اور فرماں بردار بیٹی پا کر بھی ان کے اندر کہیں تشنگی بین کرتی رہتی تھی۔ کہاں کمی تھی؟ انہوں نے زندگی میں جو کھویا تھا اپنی مرضی سے کھویا اور جو پایا تھا وہ بھی اپنی مرضی

سے پایا تھا تو پھر یہ بے سکونی کیوں تھی؟ یہ اندر کا خالی پن کیوں ہر پل انہیں بے کل کیے رکھتا تھا؟ وہ اچھی بیٹی نہیں تھیں، انہوں نے اپنی پہلی شادی اپنے ماں باپ کا دل دکھا کر ان کی مرضی کے خلاف کی تھی۔ اس وقت ان کا خیال تھا کہ محبت کے بغیر زندگی بے کار ہوتی ہے مگر بعد میں اسی محبت کی آزمائشوں نے انہیں تھکا ڈالا تب بھی کیا نہیں تھا ان کے پاس؟ جان سے بڑھ کر پیار کرنے والا' بے حد خیال رکھنے والا آئیڈیل شوہر...... چھوٹا سا مگر بے حد صاف ستھرا علیحدہ گھر...... سدید جیسا بے حد خوب صورت حساس بیٹا...... محبت کی اس چھوٹی سی ریاست میں ان کا مقام ہرگز کسی ملکہ سے کم نہیں تھا مگر اس وقت وہ بے سکون نہیں ناخوش تھیں۔ ان دنوں شاندار گھر' اے سی' قیمتی گاڑی' عمدہ ملبوسات ان کی خواہشات کی فہرست میں پہلے نمبر پر تھے۔ انہیں محبت اور دنیاوی آسائشات ساتھ ساتھ درکار تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی جس نے شادی کے محض دو سال بعد ہی ان کے محبوب شوہر کو پریشان رکھنا شروع کر دیا تھا۔

صرف انہیں ہر خوشی دینے کے لیے وہ تین تین جگہ جاب کرتے تھے جس روز ان کا ایکسیڈنٹ ہوا اس روز بھی وہ ایک جاب سے فارغ ہو کر دوسری جاب کے لیے نکل رہے تھے۔ زندگی میں ایک طوفان آیا اور پھر تھم گیا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی محبت کی شدتیں کمزور پڑنے لگی تھیں۔ مٹی کے اس ڈھیر تلے صرف ان کے محبوب شوہر کی تدفین ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کی محبت ان کے جذبات' ہر مشکل کو صبر سے برداشت کرنے کے ارادے سب دفن ہو گئے تھے۔

ان کے والد صاحب ان سے سخت ناراض تھے مگر جس وقت انہوں نے خود فون کر کے انہیں روتے ہوئے اپنے بیوہ ہونے کی اطلاع دی تھی وہ فوراً انہیں لینے آ گئے تھے اور ان میں ایک مرتبہ پھر اپنے باپ کا دل دکھانے اور ان کی نافرمانی کرنے کا حوصلہ نہیں تھا تبھی وہ اپنے محبوب شوہر کے گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی آئیں۔ دوسری شادی ان کی خواہش نہیں تھی مگر وقت نے انہیں مجبور کر دیا تھا۔ احمد آفندی صاحب کے والد ان کے والد کے نا صرف گہرے دوست تھے بلکہ بزنس پارٹنر بھی تھے تبھی کسی ڈیل کی طرح ان کی شادی فائنل ہوگئی اور وہ صرف اپنے باپ بھائیوں کی عزت کے لیے بالکل خاموشی سے مسز علوی سے مسز آفندی بن گئیں۔ انہیں احساس تھا کہ اس ساری ڈیل میں ان کے لاڈلے بیٹے سدید علوی کا نقصان ہوا ہے مگر اس وقت انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ اس ساری ڈیل کے سبب آنے والے وقت میں خود ان کی اپنی ذات کا کتنا نقصان ہونے والا ہے۔

احمد آفندی صاحب ایک بے حد شکی اور قدرے خشک مزاج رکھنے والے انسان تھے۔ شادی کے محض ایک سال بعد ہی اس نے انہیں دن میں تارے دکھانا شروع کر دیئے تھے۔ ہر بات میں شک اور نکتہ چینی' ہر عمل میں طنز اور تضحیک ان کے مزاج کا حصہ تھا لہٰذا وہ جنہوں نے شوہر کا صرف پیار ہی پیار دیکھا تھا بہت جلد بکھرنا شروع ہو گئی تھیں۔ انہیں لگتا تھا جیسے انہیں اپنے معصوم بیٹے کی آہ لگی ہے جسے وہ نئے سفر کے آغاز پر اپنے بھائی بھابیوں کے سپرد کر کے چلی آئی تھیں۔ وہ روز گھر فون کر کے اس کی خیریت پوچھتی اور ان کی بھابیاں روز انہیں سب ٹھیک ہے کا سگنل دے کر مطمئن کر دیتیں۔

ان کے والد اور بھائی ہر ملاقات پر انہیں تسلی دیتے کہ ان کے بیٹے کا مستقبل بہت روشن ہے' وہ اس کا بہت خیال رکھ رہے ہیں۔ اس کی بہترین تعلیم کے لیے اسے ملک سے باہر بھجوا رہے ہیں اور وہ بس اسی پر مطمئن ہو گئی تھیں۔ انہیں خبر ہی نہیں ہو سکی کہ ان کا بیٹا گھر سے بھاگ بھی سکتا ہے وہ کسی مشکل' کسی انہونی کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ خبر ہوتی بھی کیسے؟ انہی دنوں تو ساویز ان کی گود میں آ گیا تھا اور وہ جو شوہر کے رویے پر حد درجہ تکلیف میں رہتی تھیں' ایک ننھے سے وجود کا آسرا پا کر بالکل بچوں کی طرح بہل گئیں۔ ساویز کے بعد دریہ کی پیدائش نے انہیں اور بھی مصروف کر دیا' ایسے میں وہ صرف تھوڑے سے وقت کے لیے میکے آتی تھیں اور سدید کے بیرون ملک بہترین تعلیمی کارکردگی کا سن کر خوشی خوشی واپس لوٹ جاتی تھیں۔

اس وقت انہیں کسک تھی کہ ان کا بیٹا ان سے مل کر کیوں نہیں گیا؟ وہ بس ایک بار ان کے پاس ہسپتال آیا تھا جب انہوں نے ساویز کو آپریشن سے جنم دیا تھا مگر اس وقت بھی آفندی صاحب کی موجودگی کے سبب نہ وہ اسے پاس بلا سکی تھیں نہ پیار کر سکی تھیں۔ انہیں اجازت ہی نہیں تھی۔ ان کے والد اور بھائیوں نے احمد آفندی اور ان کے والد کو صرف ان کی ناکام شادی کا بتایا تھا' ایک عدد بیٹے کا نہیں بتایا تھا تبھی وہ میکے بھی نہیں جاتی تھیں کہ کہیں آفندی صاحب کے سامنے ان کا بیٹا' ان کے باپ کے جھوٹ کا پول نہ کھول دے۔ وہ اپنے بیٹے کی گناہ گار تھیں مگر اس گناہ کی سزا کتنی سنگین ہوگی یہ وہ نہیں جانتی تھیں۔ انہیں بہت بعد میں ان کے گھر والوں نے بتایا تھا کہ ان کا بیٹا ملک سے باہر نہیں گیا تھا بلکہ گھر سے بھاگ گیا تھا جب وہ لوگ اسے ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کر کے تھک گئے تو انہیں سب سچ بتا دیا اور بس اسی دن سے ان کی سزا شروع ہوگئی تھی۔

انہیں وقتاً فوقتاً دورے پڑنے شروع ہوگئے تھے وہ ہر پل خاموش رہنے لگی تھیں انہوں نے احمد صاحب کی پروا کرنا اور ان کی باتوں پر کڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنے گھر والوں سے بھی نہیں ملتی تھیں' ساویز اور دریہ پر بھی ان کی توجہ میں کمی آئی تھی۔ بہت سے سال اسی جنون کی نذر ہوگئے تھے مگر ان کے اندر کے جنون میں کوئی کمی نہیں آئی۔ صرف ایک نظر اپنے محبوب شوہر کی واحد نشانی کو دیکھنے کے لیے کہاں کہاں کی خاک نہیں چھانی تھی انہوں نے' ہر دربار پر منت مانگتیں' ہر مزار پر چادر چڑھاتیں' مسجدوں میں' اجتماع میں' ہر کہیں دعا کرواتیں مگر وہ جو دنیا کی بھیڑ میں کھو گیا تھا وہ انہیں پھر دوبارہ نہیں ملا اور ملا بھی تو یوں کہ نظر اٹھا کر دیکھنے کا روادار نہیں تھا اور اب...... اب ان کے دوسرے بیٹے کی زندگی کی کہانی شروع ہوگئی تھی۔ اب وہ تنکا تنکا بکھرنا شروع ہو رہا تھا اور کون جانتا تھا کہ تنکا تنکا ہو کر بکھرنے کا یہ کھیل کب تک جاری رہنا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

صیام کے والد کی رحلت ہوگئی تھی' عبدالحنان آفس آیا تھا مگر جلد ہی ہاف لیو پر چلا گیا۔ درمکنون کو اسٹاف میں سے ہی کسی نے خبر دی تھی' شہزاد بھی اس روز اس کے ساتھ ہی آفس آئی تھی اور بے حد دکھی تھی۔

''دیکھا...... میں نے کہا تھا ناں' ضرور اس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے مگر تم نے حد کر دی' اس کی غربت اور مجبوری کو گالی بنا دیا تم نے۔''

''فار گاڈ سیک یار...... یہ پاکستان ہے یہاں سارے لوگ اپنے ملازمین کے ساتھ ایسے ہی پیش آتے ہیں۔''

''کیا ضروری ہے دری کہ ہر اخلاق سوز کام صرف پاکستان میں ہی ہو۔''

''صرف پاکستان میں نہیں یار! بھارت' بنگلہ دیش اور جانے کتنے ملک ہیں دنیا میں جہاں ملازمین کو ایسے ہی ان کی اوقات پر رکھا جاتا ہے۔''

''مگر کیوں؟ وہ محنت کرتے ہیں اور اپنی محنت کے پیسے لیتے ہیں۔ بھیک تو نہیں لیتے ناں پھر یہ تحقیر یہ ذلالت کیوں؟''

''تم جذباتی ہو رہی ہو شہزاد! یہ اس معاشرے کی ریت ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا۔ تم دیکھو کوئی بھی قاتل جو قتل کرتا ہے' کسی کو موت دیتا ہے' بدلے میں اسے بھی بدترین موت مرنا پڑتا ہے ناں مگر اس کے باوجود موت کے بدلے موت پانے کے باوجود جیل کی کال کوٹھڑی میں پچیس پچیس تیس تیس سال جو ظلم' جو درندگی وہ برداشت کرتا ہے تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔ وہ بھی تو انسان ہوتے ہیں مگر یہ اس معاشرے کا دستور ہے ان کے ساتھ خواہ کتنا ہی برا کر لیں کوئی ان کی فیور نہیں کرتا ان کے لیے انسانیت کا درس یاد نہیں رکھتا۔''

’’میری سمجھ میں نہیں آتا آخر یہ دنیا اتنی بے حس کیوں‘ ہمارے مذہب میں تو کہیں امیری غریبی کی تفریق نہیں۔ باندیوں کے بھی حقوق ہیں‘ غلاموں کو اللہ کی رضا کے لیے آزاد کرنے پر بھی ثواب ہے۔ کسی انسان کو ایسے ٹارچر کرنے اور پچیس پچیس تیس تیس سال قید کرنے کے بعد موت دینے کا تصور بھی نہیں ہے۔‘‘

’’ہاں اسلام ایسی ساری باتوں کی نفی کرتا ہے مگر ہم اسلام پر چلیں تب ناں‘ ابھی پچھلے دنوں میں ایک ویب سائٹ پر دیکھ رہی تھی کہ ایک ہندو خاندان نے انسانی تفریق اور درجہ بندی سے تنگ آ کر اسلام قبول کرلیا بہرحال تم چھوڑو اس بحث کو مجھے ابھی بہت سارے کام نپٹانے ہیں۔‘‘

’’کوئی کام نہیں نپٹانا تم نے‘ تم ابھی میرے ساتھ صیام کے گھر چل رہی ہو اس کے فادر کی تعزیت کرنے۔‘‘

’’کیا..... تم پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟‘‘

’’اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے‘ وہ تمہارا پرسنل سیکرٹری ہے‘ تمہارا فرض بنتا ہے تم دکھ کی اس گھڑی میں اس کا غم بانٹو۔‘‘

’’فون پر بانٹ لوں گی یار! مجھے ایسے اچھا نہیں لگتا کسی ملازم کے گھر جانا۔‘‘

’’وہ ملازم بعد میں ہے‘ پہلے ایک انسان ہے اور میری اس کے لیے جو فیلنگز ہیں اس کے مطابق وہ تمہارا مستقبل کا برادران لاء بھی ہوسکتا ہے۔‘‘

’’تم پاگل ہوگئی ہو شہرزاد!‘‘

’’ہاں ہوگئی ہوں مگر مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے اب چلو پلیز۔‘‘ اس سے پہلے کہ درمکنون اسے کچھ کہتی وہ زبردستی اس کا ہاتھ تھام کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ آئی۔

’’مجھے اس کے گاؤں اور گھر کا کوئی آئیڈیا نہیں۔‘‘ گاڑی کا ڈور کھولتے ہوئے اس نے خفگی سے کہا مگر شہرزاد نے کان نہیں دھرے۔

’’کوئی بات نہیں‘ کسی سے پوچھ لیں گے۔‘‘ اس کے لہجے میں بے نیازی تھی اور پھر اسی بے نیازی کے ساتھ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

❁.....❁.....❁

صیام کے گھر میں عجیب سا سناٹا بکھرا تھا‘ رشتے دار کوئی خاص تھا نہیں اور جو محلے کے چند لوگ تھے وہ تھوڑی دیر رک کر افسوس کرنے کے بعد دوبارہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ باہر مردانے میں بھی اس وقت صرف اس کے دوست ہی اس کے پاس بیٹھے پُرسہ دے رہے تھے۔ کتنی تکلیف سہی تھی اس کے باپ نے مگر وہ ایسا بدنصیب بیٹا تھا جو نہ اپنے مہربان باپ کا علاج کرواسکا نہ آخری بار ان سے کوئی بات کرسکا۔ وہ آفس میں تھا جب ان کی حالت زیادہ خراب ہوئی تھی‘ وہاں موجود اس کے دوست نے اسے فوری کال بھی کی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے والد کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ بار بار اسے بلا رہے ہیں مگر وہ اس وقت میٹنگ میں تھا سو چاہتے ہوئے بھی دوڑ کر ہسپتال نہ پہنچ سکا۔ آفس ٹائمنگ کے بعد اس نے بائیک ہسپتال کی طرف بھگائی تھی مگر جس وقت اس نے کمرے کی دہلیز پر پہلا قدم رکھا عین اسی لمحے اس کے غریب باپ نے اس کے انتظار سے تھک کر ہمیشہ کے لیے پلکیں موند لی تھیں۔ صیام کو لگا تھا جیسے وہ اس لمحے پتھر کا ہوگیا ہو۔

وہ ہار گیا تھا‘ اس کی غربت اور حالات نے بالآخر اسے شکست دے ڈالی تھی۔ اس کے ایک طرف باپ کا علاج اور اس کی تیمارداری تھی تو دوسری طرف گھر والوں کا بوجھ تھا اس نے گھر والوں کے لیے ذمہ داری نبھائی تھی

اور باپ کو ہار دیا تھا۔
درمکنون عبدالحنان سے اس کے گاؤں اور گھر کا پتا پوچھ کر تقریباً چالیس منٹ میں وہاں پہنچی تھی۔ صیام جو باپ کو دفنانے کے بعد ابھی دوستوں کے درمیان بیٹھا اپنے آنسو اپنے اندر اتار رہا تھا۔ کچی سڑک پر اڑتی ہوئی دھول میں اس کی بلیک ٹیوٹا کرولا دیکھ کر چونک اٹھا' گاڑی سے پہلے شہزاد باہر نکلی پھر درمکنون۔ وہ حیران حیران سا اٹھ کھڑا ہوا' تبھی شہزاد آگے بڑھی تھی۔
''السلام علیکم!''
''وعلیکم السلام! آپ یہاں......''
''جی' آپ کے والد صاحب کی رحلت کا پتا چلا تھا ابھی آفس میں' بہت افسوس ہوا'' شہزاد کے اظہار افسوس پر آہستہ سے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ فوری انہیں گھر کے اندر لے آیا۔
درمکنون خاموش تھی مگر اس نے دیکھا تھا کہ صیام کی آنکھیں بے حد سرخ اور سوجھی ہوئی تھیں۔ وہ اتنا بکھرا ہوا اور شکستہ لگ رہا تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹا نہیں پائی تھی' کل جو کپڑے پہن کر وہ آفس آیا تھا اس وقت بھی انہی کپڑوں میں ملبوس تھا مگر اب وہ کپڑے بے حد رف دکھائی دے رہے تھے۔ چہرے پر پچھلے دنوں کی بڑھی ہوئی ہلکی ہلکی شیو میں اس وقت جیسے زردی گھلی تھی۔ پہلی بار وہ اسے بہت توجہ سے دیکھ رہی تھی اور تبھی صیام نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ کیا نہیں تھا اس نظر میں...... درد...... کسک...... گلہ...... عجیب نظر تھی جو اسے اندر تک کاٹ رہی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکی۔ شہزاد اس کے گھر والوں سے مل رہی تھی مگر وہ...... صرف ایک نظر کے حصار میں بندھ کر جیسے ہلنے جلنے کی سکت بھی کھو بیٹھی تھی۔
تقریباً تین چار منٹ تک اسی کیفیت میں رہنے کے بعد بمشکل اس نے صیام کی نظروں سے نظریں چرا کر اس کی بوڑھی ماں کی طرف دیکھا' جس کی گود میں عشرت کا تین سالہ بیٹا بخار میں پھنک رہا تھا مگر اس کی ماں روتے ہوئے اسے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔
گھر کی حالت زار ایسی تھی کہ دیکھ کر رونا آتا تھا چار مرلے پر مشتمل اس ٹوٹے پھوٹے سے مکان میں فرنٹ پر دو کچے کمرے تھے جن کے اندر دھوپ برآمدہ نہ ہونے کی وجہ سے سیدھی اندر جاتی تھی۔ ایک طرف چھوٹا سا مٹی سے بنا کچن تھا جبکہ باہر بیرونی دروازے کے ساتھ ایک چھوٹا سا باتھ روم تھا جسے وہ لوگ غسل خانے کے طور پر بھی استعمال کر لیتے تھے۔ چھوٹے سے اس کچے گھر میں ایک تو سہولت نام کی کوئی چیز نہیں تھی' اوپر سے بجلی کا کنکشن بھی منقطع تھا جس کی وجہ سے گرمی اور حبس کا احساس ہو رہا تھا۔ صیام باہر جا چکا تھا جبکہ وہ اب اس کی ماں' بہنوں کے پاس بیٹھی انہیں تسلی دے رہی تھی۔ وہ شخص جو اپنی پرسنالٹی اور حلیے سے بے حد شاندار دکھائی دیتا تھا' ایسے تکلیف دہ حالات کا شکار ہوگا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔
اس کی سادہ لوح ماں اب اپنے قابل بیٹے کی باس سے اس کی مشکلات اور پریشانیاں شیئر کر رہی تھی۔ انہی سے اسے پتا چلا تھا کہ ساتھ والے ہمسایوں نے بجلی کے بل کے پیسے نہ ملنے کے سبب نہ صرف ان کا بجلی کا کنکشن منقطع کر دیا تھا بلکہ اس رنج میں وہ اس کے باپ کا افسوس کرنے بھی نہیں آئے تھے۔ وہ جیسے جیسے اس سے حالات شیئر کر رہی تھیں' درمکنون کے اندر احساسِ ندامت بڑھتا جا رہا تھا۔ زندگی بھلا اتنی تلخ بھی ہوتی ہے؟ اور وہ خود...... وہ خود کیا تھی؟ ایک بے حس' سنگ دل باس جسے صرف اپنی کمپنی کے مفاد سے مطلب تھا۔ وہ اتنی خود غرض تو کبھی نہیں رہی تھی' اسے تو راہ چلتے فقیروں پر بھی ترس آ جاتا تھا کہ اس کی تربیت مریہ نے ایسے ہی کی تھی مگر وہ تو اس کا ور کر تھا۔ ور کر بھی ایسا کہ

جس کی قابلیت اور ذہانت نے اس کے کئی قیمتی ٹینڈر پاس کروائے تھے جس کی شرافت اور محنت کی وہ خود قدردان تھی۔ بے ساختہ اسے وہ لمحہ یاد آیا جب اس نے صیام کو ورکشاپ پر کام کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

تو یہ حالات تھے جن کی وجہ سے وہ اتنی مشکل زندگی گزار رہا تھا۔ ندامت سی ندامت تھی۔ عشرت کے بیٹے کا بخار بڑھتا جارہا تھا اور وہ سوائے رونے کے کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی تبھی شہزاد نے اس سے کہا تھا۔

''میں جانتی ہوں تم یہاں ایزی فیل نہیں کررہی ہو اسی لیے آؤ تمہیں گھر چھوڑ دیتی ہوں۔ ساتھ میں عشرت اور اس کے بیٹے کو بھی لے چلتے ہیں بہت تیز بخار ہورہا ہے اسے صیام تو فارغ نہیں ہے۔''

''ہوں' چلو۔'' جتنا اس وقت اس کے اندر شور تھا وہ وہاں رک بھی نہیں سکتی تھی۔ عشرت نے اس قطعی غیر متوقع اقدام پر بے یقینی سے شہزاد کو دیکھا تھا۔

''آپ.......میرے بیٹے کی بات کررہی ہیں؟''

''ہوں' آپ بھی چلیں ساتھ یہاں شگفتہ اور صیام ہیں سب سنبھال لیں گے۔ آپ فی الوقت ہمارے ساتھ شہر چلیں' آپ کے بیٹے کا بخار خطرناک حد تک بڑھتا جارہا ہے۔''

''مگر بھائی نہیں مانیں گے وہ بہت خوددار ہیں۔''

''جانتی ہوں' میں ان سے بات کرلوں گی' آپ چلیں پلیز۔ مزید تاخیر نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔'' شہزاد ان میں گھل مل گئی تھی یوں جیسے برسوں کی آشنا ہو۔

درمکنون صیام کی ماں اور اس کی بہن شگفتہ کو تسلی دے کر تھکے تھکے قدموں کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئی۔ صیام اب باہر موجود نہیں تھا' وہ شکر کا کلمہ پڑھتی گاڑی میں آبیٹھی۔

❁.......❁.......❁

آدھی رات کا وقت تھا جب وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کے کمرے کا اے سی چل رہا تھا وہاں اچھی خاصی ٹھنڈ تھی مگر اس کے باوجود اس کا پورا وجود پسینے سے شرابور ہورہا تھا۔ بکھرے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹتی وہ بیڈ پر اٹھ بیٹھی تھی۔ ابھی ابھی جو خواب اس نے دیکھا تھا وہ اس کا دل بُری طرح سے دھڑکا رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ سامنے وال کلاک پر نظر ڈالی' رات کے ڈھائی بج رہے تھے اور اس کے سائیڈ ٹیبل پر دھرے سیل کی اسکرین بھی روشن تھی۔ درمکنون نے ہاتھ بڑھا کر سیل اٹھایا تو وہاں شہزاد کا میسج تھا جو اس نے ہسپتال سے گھر واپس آتے ہوئے کیا تھا۔ درمکنون نے اسے کال بیک کی' جو اس نے تیسری ہی بیل پر پک بھی کرلی۔

''تم اتنی لیٹ گھر واپس آئی ہو دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟''

''ہوں' دماغ تو ٹھیک ہے مگر دل ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ مائی سویٹ ہارٹ کہ عشرت کے بیٹے کا بخار عام بخار نہیں تھا بلکہ ٹائیفائیڈ ہوگیا تھا۔ اسی لیے مختلف ٹیسٹ کروانے کے بعد اسے ہسپتال میں ایڈمٹ کروانے تک مجھے وہیں رکنا پڑا۔ بعد میں صیام آیا تو چاہتے ہوئے بھی وہاں سے آنے کو دل نہیں چاہا۔ اتنی ڈھیر ساری باتیں کیں میں نے اس کے ساتھ' عشرت اور اس کے بیٹے کے لیے تسلی بھی دی۔ بہت شرمندہ ہورہا تھا اور مشکور بھی' عشرت کے بیٹے کی حالت تھوڑی تسلی بخش ہوئی تو میں نے اسے اور صیام کو اس کے لاکھ انکار کے باوجود اس کے گھر ڈراپ کردیا کیونکہ پیچھے اس کی ماں اور بہن اکیلی تھیں پھر پریشان بھی اسی لیے اتنی دیر ہوگئی۔''

"تم واقعی پاگل ہو شہزاد! پتا نہیں کیا بنے گا تمہارا۔"

"کیا بننا ہے یار! جیسے لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، سسی پنوں کے مشہور قصے بنے ہیں اسی طرح میرا بھی ایک قصہ بن جائے گا۔"

"اوکے اب سو جاؤ رات بہت ہوگئی ہے۔"

"ٹھیک ہے، صبح صیام آفس نہیں آئے گا میں نے اسے کہہ دیا ہے۔"

"اوکے شب بخیر۔"

"شب بخیر۔" کال منقطع ہوگئی تھی۔

درمکنون نے سیل واپسی اس کی جگہ پر رکھ کر اے سی کی کولنگ بڑھا دی۔ لیٹ کر آنکھوں پر بازو رکھتے ہوئے ابھی تھوڑی دیر پہلے کا خواب پھر اس کے ذہن میں تازہ ہوگیا تھا۔ ہرے بھرے جنگل میں وہ ننگے پاؤں بھاگ رہی تھی اور اس کے پیچھے بہت سے شکاری کتے لگے ہوئے تھے۔ وہ چیخ رہی تھی، مدد کے لیے پکار رہی تھی مگر وہاں اس سنسان جنگل میں کوئی بھی اس کی پکار نہیں سن رہا تھا تبھی بھاگتے بھاگتے اسے ایک بوسیدہ سا پرانا مکان نظر آیا تھا اور وہ بھاگ کر دیوانوں کی طرح اس کے دروازے پر دستک دینے لگی تھی۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بہت قریب آگئی تھیں جب اس کی مسلسل دستک کے جواب میں وہ دروازہ کھلا تھا اور اندر سے صیام کو باہر آتے دیکھ کر وہ مارے خوف کے اس کے سینے سے لگ کر زار و قطار رونا شروع ہوگئی تھی۔ صیام نے اس کے رونے پر اس کی ڈھارس بندھائی تھی پھر اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ اسے اسی مکان کے اندر لے گیا تھا۔ اندر لے جا کر اس نے اپنے ہاتھوں سے اس کے زخمی پاؤں کی مرہم پٹی کی تھی جبکہ دروازے کے باہر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں مزید تیز ہوگئی تھیں اور یہیں اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

کیسا عجیب سا الجھا ہوا خواب تھا، پہلی بار وہ بے حد ڈسٹرب ہوئی تھی۔ سہ پہر میں صیام کے گھر سے واپس آنے کے بعد اسے ایک پل کے لیے بھی سکون نہیں ملا تھا۔ وہ پانی پی رہی ہوتی تو صیام کی کاٹ دار نگاہیں اس کے سامنے آجاتیں۔ وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی تو اس کی وہی نگاہیں ٹی وی پر ابھر آتیں۔ وہ سونے کے لیے لیٹی تو وہ پھر سامنے آ کھڑا ہوتا۔ تنگ آ کر اس نے سارا کمرا الٹ پلٹ دیا مگر وہ باز نہیں آیا تھا اور اب...... زندگی میں پہلی بار وہ اس کے خواب میں بھی موجود تھا۔ اسے بے حد غصہ آ رہا تھا کہ کیوں وہ شہزاد کے ہاتھوں ٹریپ ہو کر صیام کے گھر گئی؟ کیوں وہ اس کے سامنے رکی؟ اس نے کیوں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

کتنے سارے کیوں سوال بن کر اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے اور وہ چاہتے ہوئے بھی ان سوالوں کو ذہن سے جھٹک نہیں پا رہی تھی۔ سارا کمرا الٹ پلٹ کرنے کے بعد وہ اب گھٹنوں میں منہ چھپائے چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔ زندگی میں کچھ الجھنیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں سلجھاتے سلجھاتے انسان خود بہت دیر تک اُون کے گولے کی مانند ادھڑتا چلا جاتا ہے۔ وہ بھی اُون کا گولا بن گئی تھی۔

❀......❀......❀

چاندنی رات تھی۔ عائلہ عشاء کی نماز کے بعد کشادہ صحن میں چارپائی بچھائے تسبیح پڑھ رہی تھی جب سدید اپنی تیاری کو حتمی شکل دے کر اس کے پاس چلا آیا۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو عائلہ! ٹھنڈ لگ جائے گی۔" عائلہ نے اس کے محبت بھرے اپنائیت لہجے پر فوراً اپنی آنکھیں صاف کیں۔

"مجھے ٹھنڈ اچھی لگتی ہے سدید!"

''ہوں جانتا ہوں پھر بیمار پڑنا بھی اچھا لگتا ہے تمہیں' ہے ناں مگر محترمہ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں ابھی دو گھنٹے کے بعد جا رہا ہوں' لہٰذا آپ کی تیمارداری کے لیے یہ غلام اب دستیاب نہیں ہوگا۔'' اس کا وہی شوخ لہجہ تھا' عائلہ کی آنکھیں پھر بھیگ گئیں۔

''مجھے ایسا کیوں لگتا ہے سدید! جیسے اس بار تم پلٹ کر واپس نہیں آؤ گے۔'' وہ رو رہی تھی سدید کا دل اس کے قیاس پر بے ساختہ دھڑک اٹھا بھلا وہ یہ راز کیسے پا گئی تھی؟

''تم رو رہی ہو عائلہ؟'' اندر کی کشمکش سے بے نیاز وہ پریشان ہوا تھا۔ عائلہ کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔

''نہیں' میں رو نہیں رہی سدید! مگر نجانے کیوں میری آنکھیں خود بخود بھیگ رہی ہیں۔ میرا دل ایسی سلطنت کی مانند ہو رہا ہے جسے اجاڑ دیا گیا ہو پتا نہیں کیوں ایسا ہو رہا ہے حالانکہ پہلے بھی تو تم جاتے رہے ہو مگر پہلے کبھی یہ کیفیات نہیں تھیں۔'' وہ رو بھی رہی تھی اور اسے بتا بھی رہی تھی۔ سدید نے لب بھینچ لیے۔

''میں آؤں گا عائلہ! تم خوامخواہ فضول وہم کا شکار ہو کر مجھے اور خود کو اذیت دے رہی ہو حالانکہ اب تو میں نے تمہیں اپنے نام کی انگوٹھی بھی پہنا دی ہے۔''

''فضول کا وہم نہیں ہے یہ سدید! مجھے لگتا ہے جیسے کوئی چیز مجھے اندر سے کاٹ رہی ہے۔ میرا سانس گھٹ رہا ہے' مجھ سے کھل کر رویا بھی نہیں جا رہا۔'' اب اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے تھے۔ سدید وہیں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔

''تم میرے حوصلے کمزور کر رہی ہو عائلہ! تمہیں پتا ہے شہیدوں اور غازیوں کی ماؤں' بہنوں' بیٹیوں اور بیویوں کے دل کتنے بڑے ہوتے ہیں۔ ان پتھر ہوئی آنکھوں کی شفاف جھیلوں میں آنسو قطرہ بن کر نہیں برف بن کر ٹھہر جاتے ہیں اگر تم اپنے اندر ان جیسا حوصلہ پیدا نہیں کرو گی تو مجھے بہت دکھ اور مایوسی ہوگی۔'' وہ اب قدرے مایوس لہجے میں کہہ رہا تھا۔ عائلہ نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لیے۔

''شاباش' تمہیں پتا ہے جس رات صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہؓ کی شادی مبارک کی پہلی رات تھی اسی رات انہیں جنگ میں شرکت کے لیے بلا لیا گیا تھا مگر ان کی صابر نیک بیوی نے اف تک نہیں کی' یہاں تک کہ وہ راہِ حق میں شہادت کا اعلیٰ مقام پا گئے۔ راہ حق کے مسافروں کے لیے زندگی بس اتنی ہی معنی رکھتی ہے عائلہ! دین حق کے شہیدوں اور غازیوں کو جذبات کی بیڑیاں نہیں روک سکتیں' یہاں درجنوں ایسے فوجی ہیں جو اپنی بیویوں کو رخصت کروا کر گھر لاتے ہیں مگر انہیں ان کا چہرہ تک دیکھنا نصیب نہیں ہوتا کہ وہ جنگ کے لیے طلب کر لیے جاتے ہیں ہماری تو ابھی صرف منگنی ہوئی ہے۔'' وہ بہت شوخ' لونگ اور کیئرنگ تھا مگر وطن کے لیے اس کی محبت کی شدت عائلہ کی محبت سے کہیں بڑھ کر تھی اور یہ بات عائلہ جانتی تھی تبھی اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''میں تمہارا انتظار کروں گی سدید!'' کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کہا' سدید مسکرا دیا۔

''تھینک یو۔'' عائلہ کی پلکوں پر لرزتا آنسو اس نے انگلی کی پور پر چنتے ہوئے مسکرا کر کہا پھر وہ آنسو چوم کر اپنی شرٹ کی پاکٹ میں ڈال دیا۔ عائلہ بس دھندلی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

❀.......❀.......❀

کیا تماشہ ہوا......
سامنے بھی ندی اور کوئی تشنہ لب
اس کو تکتا رہا اور پیاسا رہا

ایک لمحے میں سمٹے گی یہ داستاں
کس کو معلوم تھا
تم ملو گے مجھے اس طرح بدگماں
کس کو معلوم تھا؟

ایبک کی آنکھ مسلسل دستک کی آواز سے کھلی تھی۔ زاویار نیچے کارپٹ پر ہی اس کے ساتھ سو رہا تھا۔ اس نے ایک نظر گہری نیند میں سوئے زاویار صمید حسن کو دیکھا پھر کمبل ہٹا کر بستر سے نکل آیا۔

دن خاصا روشن تھا' کل رات والی خنکی کا اثر بہت حد تک ختم ہو چکا تھا۔ رات وہ اور زاویار بہت دیر تک مووی دیکھتے ہوئے ڈرنک کرتے رہے تھے تبھی اس وقت جب ہلکی ہلکی چمکیلی دھوپ سڑکوں پر بکھر رہی تھی۔ وہ دونوں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سوئے ہوئے تھے۔ کافی دیر آنکھیں مسل کر انگڑائی لینے کے بعد وہ دروازے کی طرف آیا اور فٹ سے دونوں پٹ وا کر دیئے۔ باہر مارتھا کے ساتھ ایک چاکلیٹ کلر کے بالوں والی خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئی تھیں۔

''ہائے۔'' مارتھا نے دروازہ کھلتے ہی ہاتھ ہلایا' جواب میں ایبک نے سر کے اشارے سے اس کے ہیلو کا جواب دیتے ہوئے دروازہ پورا کھول دیا۔

مارتھا پرہیان کا ہاتھ تھام کر آرام سے اس کے اپارٹمنٹ کے اندر چلی آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایبک ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ مارتھا نے اس کے قریب بیٹھتے ہی پرہیان کا تعارف کروایا۔

''یہ پری ہے زاویار کی بہن! یہاں لندن میں کسی ضروری کام کے سلسلے میں آئی ہے مگر زاویار سے اس کا رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ زاویار اس وقت کہاں ہے؟''

''نہیں۔'' اس کا مدعا سننے کے بعد ایبک نے صاف نفی میں سر ہلایا۔

''کیوں؟ کیا وہ تمہارا بہترین دوست نہیں ہے؟''

''ہے...... مگر مجھے اس کے نیو اپارٹمنٹ کا نہیں پتا۔''

''تم ملتے تو ہو گے اس سے؟''

''ہوں' مگر اس نے وہ اپارٹمنٹ چھوڑ دیا ہے جو اس کے باپ کی ملکیت تھا۔''

''وہاٹ...... مگر کیوں؟''

''یہ تو وہی بتا سکتا ہے' میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر پری کا زاویار صمید سے ملنا بہت ضروری ہے' اس کا یہاں پر کوئی بھی ٹھکانہ نہیں ہے اگر زاویار سے اس کا رابطہ نہ ہوا تو یہ کہاں رہے گی؟''

''یہ اسے سوچنا چاہیے تھا یہاں آنے سے پہلے کیونکہ زاویار آج کل خود کسی دوست کے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کر رہا ہے' وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔''

''وہ کرے گا مدد یہ اس کی بہن ہے۔''

''ہوں' ایسی بہن جس کی ماں اس کی ماں نہیں ہے اور جس کا باپ اس کا باپ نہیں۔'' وہ تحقیر جو ساویز آفندی کے لہجے میں تھی بالکل ویسی ہی نفرت اور تحقیر اس وقت اس سامنے بیٹھے شخص کے لب و لہجے سے جھلک رہی تھی۔ پرہیان کو لگا جیسے اس کے وجود کی دھجیاں اڑ گئی ہوں جبکہ مارتھا خود حیران رہ گئی تھی۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو؟“
”وہی جو سچ ہے‘ یہ زاویار کی بہن نہیں ہے اس کی ماں نے صرف زاویار کے ڈیڈ کی دولت ہتھیانے کے لیے اس کی سگی ماں کو ان کے گھر سے بے دخل کردیا جبکہ وہ حاملہ تھیں۔ بہتر ہوگا اگر تم اس لڑکی کے ساتھ اس سے نہ ملو کیونکہ ابھی وہ بہت ڈسٹرب ہے۔ ہوسکتا ہے اگر یہ اس کے سامنے آئی تو وہ اسے نقصان پہنچادے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ تم اسے واپس اس کی ماں کے پاس بھجوادو۔“ وہ لفظ جو انگاروں کی طرح اس شخص کے لبوں سے پھسل رہے تھے ان لفظ نما انگاروں نے محض چند لمحوں میں پرہیان کے سارے وجود کو جلا کر راکھ کرڈالا تھا تو کیا اس کی بدنصیبی اور بربادی کی داستان یہاں بھی پہنچ گئی تھی۔
کیا زاویار حسن اس بدنما حقیقت سے آشنا ہوچکا تھا؟ کیا پاکستان سے اس کے چپ چاپ فرار کی یہی وجہ تھی؟ اس لمحے پرہیان کو بے ساختہ عائلہ علوی سے اس کی نفرت یاد آئی۔ وہ عائلہ علوی جس نے کبھی اس کا کوئی ذاتی نقصان نہیں کیا تھا بس وہ صرف اس کے باپ اور فیملی کی چہیتی تھی اس کا باپ اسے محبت اور اہمیت دیتا تھا مگر...... یہ اتنی سی بات بھی اسے گوارہ نہیں تھی۔
اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ اس دھان پان سی لڑکی کو مسل کر رکھ دے مگر...... وہ تو اس کی گناہ گار تھی۔ اس کی غاصب ماں نے تو اس کی ماں کا حق چھینا تھا اور خود وہ...... اس نے کوئی حق نہ ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن کی جگہ لی تھی۔ اس نے اور اس کی ماں نے سالوں تک اسے اندھیرے میں رکھ کر دھوکا دیا تھا پھر بھلا وہ اسے کیسے معاف کرسکتا تھا؟ یکلخت اس کے ہونٹ اور پورا وجود کپکپایا تھا اور وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
”چلو مارتھا مجھے یہاں کسی سے نہیں ملنا۔“ کہتے ہی وہ تیز تیز قدموں سے چلتی اپارٹمنٹ سے باہر نکل گئی تو مجبوراً مارتھا کو بھی اس کے پیچھے آنا پڑا۔ پرہیان ہانپ رہی تھی۔
”کیا ہوا؟ اور وہ ایک کیا کہہ رہا ہے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔“ وہ پریشان تھی مجبوراً پرہیان کو اسے ساری بات ان شارٹ بتانی پڑی۔
”اوہ‘ یہ تو بہت برا ہوا اب کیا ہوگا؟“
”پتا نہیں۔“
”تمہیں ابھی ان حالات میں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا پری!“
”تو کیا کرتی‘ وہاں رہتی تو گھٹ گھٹ کر مرجاتی۔“
”وہ تو ٹھیک ہے مگر اب تم رہو گی کہاں؟ انیل کی فطرت کو تم نے دیکھ لیا ہے کوئی بھی حسین لڑکی سامنے پاکر اس کے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے اور کسی پر مجھے اتنا بھروسہ نہیں ہے کہ وہ تمہاری عزت کی حفاظت کرسکے۔ اب بتاؤ بھلا میں کیا کروں؟“
”تم انیل سے معذرت کرلو جتنا کرایہ وہ دیتا ہے میں جاب کرکے دے دیا کروں گی۔“
”یقیناً میں ایسا ہی کرتی اگر یہ اپارٹمنٹ انیل نے ہائیر نہ کیا ہوتا‘ اس کے نام پر ایگریمنٹ سائن کیا ہوا ہے۔ وہ مجھے کسی بھی وقت باہر کرسکتا ہے میں نہیں اور پھر اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا ہے میں اپنی کوکھ میں اس کا بچہ پال رہی ہوں تبھی تو اسے برداشت کرنا میری مجبوری ہے۔“ پرہیان کے فوری حل پر اس نے صاف لفظوں میں اپنی معذوری ظاہر کی تھی‘ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔
”اب کیا کروں؟ میں کسی صورت پاکستان واپس نہیں جاسکتی۔“

''ہوں! ایک حل ہے اگر تم مانو تو؟''
''کیا؟''
''ایلی......'' مارتھا کی آنکھیں چمکی تھیں۔ پریہان نے خاصی الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں ابھی تک آنسو چمک رہے تھے۔
''ایلی؟''
''ہاں ایلی...... یہاں سے کچھ ہی میل کی مسافت پر اس کا اپنا ذاتی فلیٹ ہے جہاں وہ اپنی آپا کے ساتھ اکیلا رہتا ہے۔ اصل میں ایلی کا باپ مسلمان تھا مگر ماں انگریز' ایلی کی پیدائش کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ اپنے وطن واپس چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہیں آیا اسی لیے ایلی کی ماں نے دوسری شادی کرلی۔ بہر حال مجھے یقین ہے وہاں ایلی کے گھر میں تمہاری عزت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔''
''وہ تو ٹھیک ہے مگر......''
''اگر مگر کو چھوڑو یار! یہ لندن ہے پاکستان نہیں ہے جہاں مروت میں کوئی تمہارے لیے کچھ بھی کر گزرے۔ مت بھولو کہ تم ابھی مشکل کی شکار ہو اور فی الحال یہاں اس ملک اس شہر میں کوئی بھی تمہارا اپنا نہیں۔ وہ زاویار حسن بھی نہیں جسے تم بڑے دھڑلے سے بھائی کہتی پھرتی تھیں' صرف میں ہوں جو تمہاری دوستی میں خوار ہوتی پھر رہی ہوں تم میری جگہ ہوتیں تو شاید یہ سب کچھ نہ کرتیں۔'' اس بار مارتھا کا لہجہ تھوڑا خشک ہوا تھا۔ پریہان نے فوراً سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
''ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟ تم میرے شہر میں ہوتیں تو شاید میں ہمیشہ کی طرح اس سے بھی بڑھ کر کرتی تمہارے لیے۔''
''او کم آن پری' پلیز یہ لفظوں کے گھوڑے دوڑانا بند کرو۔''
''لفظوں کے گھوڑے نہیں ہیں یہ' حقیقت ہے۔''
''حقیقت نہیں ہے' حقیقت یہ ہے کہ تم مسلمان' ہم انگریزوں کے کبھی اچھے دوست نہیں بن سکتے' وہاں تمہارے ملک میں لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں غاصب سمجھتے ہیں' تمہارے ملک کا بچہ بچہ ہماری بربادی کے خواب دیکھتا ہے جہاں موقع ملتا ہے تم لوگ ہمارے اندر گھس کر ہمیں نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے مگر یہ پھر بھی ہمارا ظرف ہے کہ ہم تمہیں اپنے ملک آنے کا ویزہ دیتے ہیں یہاں اپنی بہترین تعلیم گاہوں میں تعلیم دیتے ہیں۔ روزگار مہیا کرتے ہیں' رہنے کو رہائش دیتے ہیں' کھانا دیتے ہیں۔'' پریہان نے پہلی بار مارتھا کا یہ روپ دیکھا تھا۔ وہ محبِ وطن تھی اور اپنے وطن کے لیے اس کی سوچ بے حد جذباتی تھی۔
''کیا نہیں دیتے ہم لوگ تم مسلمانوں کو' پاکستانیوں کو مگر پھر بھی بدلے میں تم لوگ ہمیں ذلیل کرتے ہو' بدنام کرتے ہو۔ ہمارے خلاف دہشت گردی کے پلان بناتے ہو' ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔'' وہ لڑکی جو لندن میں اس کی واحد بہترین دوست تھی اس وقت ایک مختلف روپ میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ پریہان بے حد آزدہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔
وہ بہت زیادہ محبِ وطن نہیں تھی مگر پھر بھی اس وقت مارتھا کے الفاظ نے اسے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے بہت شکستہ لہجے میں اسے کہا تھا۔
''تم صحیح کہتی ہو یار! ہم پاکستانی مسلمان واقعی تمہارے اچھے دوست نہیں بن سکتے' ہم دوست ہو بھی کیسے سکتے ہیں ہم تو تمہارے غلام ہیں مارتھا! ہماری جمہوریت کے کشکول میں تمہارے ڈالر گرتے ہیں تو وہاں میرے ملک کے غریب

محنت کشوں کو روزگار ملتا ہے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ہم نے کبھی بھولے سے بھی یہ کوشش نہیں کی کہ خود کو تمہارا ہم پلہ بنا سکیں۔'' مارتھا نے اس کے شکستہ لہجے پر بے نیازی سے نظریں پھیری تھیں۔ پریہان نے آنکھوں میں آئی نمی انگلی کی پور سے صاف کرلی۔

''تم صحیح کہتی ہو ہم دہشت گرد ہیں' ہم نے تمہارا ورلڈ ٹریڈ سینٹر تباہ کیا' تمہارے چند سو شہریوں کی قیمتی زندگیاں گل کردیں مگر تم تو مہذب قوم ہو ناں مارتھا! تم تو ساری دنیا کو امن کا پیغام دیتے نہیں تھکتے۔ انسانی حقوق کے لیے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر بولنے والے تم ہی ہوتے ہو۔ تمہیں تو دہشت گرد کہنے کی جرأت بھی نہیں کسی میں پھر بھی...... پھر بھی تم نے اپنے چند سو شہریوں کی ہلاکت کے انتقام میں سالوں سے بسے بسائے اپنے مسلمان شہری' انسانیت کے گرے ہوئے درجے پر لا کر ملک بدر کردیئے۔ وہ مسلمان شہری جو اپنے بہترین دماغوں کے ساتھ اپنا ملک' اپنا شہر' اپنے رشتے دار' اپنی پہچان' اپنے وطن کا مفاد سب بھلا کر' ترک کر کے صرف تم لوگوں کی وفاداری میں یہاں آ کر آباد ہوگئے تھے وہ سب دہشت گرد نہیں تھے تمہارے غلام تھے اور غلام کبھی اپنے آقا سے غداری نہیں کیا کرتے' سنا تم نے؟ ساری دنیا میں انسانی حقوق کا شور مچانے والے تم لوگوں کی انسانیت اس وقت کہاں جا سوئی تھی جب تم نے محض چند سو امریکیوں کی ہلاکت کا بدلا لینے کے لیے جانے کتنے ہی اسلامی ملک ادھیڑ ڈالے۔ تم تو دہشت گرد نہیں تھے ناں' تمہیں تو انسانی حقوق کا ادراک تھا پھر کیوں تم نے پورے افغانستان پر قہر برسایا' داڑھی والوں کے سر کاٹ کاٹ کران میں پیٹرول بھرا' آگ لگائی اور ساتھ میں قہقہے لگا کر ان کی بے بسی کا مذاق اڑایا کیا وہ انسان نہیں تھے؟ کیا وہ سب دہشت گرد تھے؟ ان کے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جو تم نے گولیوں سے بھون ڈالے کیا ان کے کوئی حقوق نہیں تھے؟ کہاں جاسوئی تھی تمہاری انسانیت اس وقت جب تم نے کئی کئی سو افراد کو شدید گرمی میں ایک ایک کنٹینر میں بند کر کے وہ کنٹینر افغانستان کے صحراؤں میں چلوائے اور انہیں فرعون سے بھی بدتر موت دی۔ کیوں عراقیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے؟ شب کے اندھیروں میں ان کی پاکباز ماؤں' بہنوں' بیٹوں کو پکڑ پکڑ کر جیلوں میں بند کیا' ان کے نازک جسموں پر بے پناہ تشدد کیا نہ صرف تشدد کیا بلکہ ایک ایک دن میں پچیس پچیس بار ان کی عصمت دری کر کے انہیں جیل کی سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر مرنے پر مجبور کردیا۔ تمہارے مذہب نے تو تمہیں دہشت گردی کی تعلیم نہیں دی تھی ناں پھر بھی تم نے گوانتا موبے' ابوغریب' بگرام قندھار اور شبرغان کے علاوہ سینکڑوں تاریک عقوبت خانوں میں انسانیت کی دھجیاں اڑادیں' ہم جو ایٹمی طاقت تھے پوری دنیا میں واحد ایٹمی طاقت' وہ ایٹمی طاقت جس کا وجود ہی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر وجود میں آیا تھا اسی ایٹمی طاقت میں اللہ والوں کی بولیاں لگوادیں تم نے۔ چن چن کر یوں قہر برسایا ان پر کہ ملک میں کوئی حق کی بات کھلم کھلا کرنے والا ہی نہیں رہا' ڈالروں میں انسان خرید لیے تم نے۔''

''ہم نے نہیں خریدے' تمہارے حکمرانوں کی بھوک نے خود ہمارے حوالے کیے' ایک ایک فرد کے ڈالر وصول کیے۔''

''ہاں کیے' انہوں نے جو کیا اس کا بدلہ وہ آخرت میں پالیں گے' کچھ عجب نہیں کہ اللہ رب العزت فرعون کی طرح دنیا میں ہی انہیں دوسرے ظالم انسانوں کے لیے عبرت بنادے مگر تم تو مہذب تھے ناں' تمہارا مسئلہ تو بھوک نہیں تھا۔ تمہیں تو ریاست کے عوام کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری کا پتا تھا پھر تم نے کیوں ڈالروں میں انسان خریدے؟ وہ انسان بھی خرید لیے تم نے کہ جن کے جرم کا خود تمہیں بھی پتا نہیں تھا۔ تم مہذب دنیا کے لوگ ہو ناں' اس لیے تمہیں وہ چیخیں سنائی نہیں دیتیں جو شب کے اندھیروں میں تمہارے عقوبت خانوں کی دیواروں کے اندر گونجتی ہیں۔ تمہیں وہ تپتے سنسان صحرا دکھائی نہیں دیتے جہاں سے آج تمہاری فوجوں کے انخلاء کے بعد بھی انسانی لاشیں نکلتی ہیں۔ صرف تم مہذب اور امن پسند لوگوں کو اپنی دوستی کا یقین دلانے کے لیے ہم نے کئی سال تک اپنی سرحدوں کے اندر' اپنے بے قصور شہری'

تمہارے ڈرون حملوں کی نذر کیے بے شمار ہمارے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو تمہارا ڈرون نگل گیا صرف تم مہذب لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ہم نے اپنی اسلامی درس گاہیں گولیوں اور بارود کی آگ میں جھونک دیں۔ اپنی سرحدوں کے اندر بیسیوں دشمن ایجنسیز کے ایجنٹ گھسا لیے جنہوں نے کئی سالوں تک بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں ہمارے ہزاروں لوگ مروائے صرف تمہاری نظروں میں معتبر ہونے کے لیے ہم نے جہاد فی سبیل اللہ جو ہمارے ایمان کا سب سے لازمی جزہے کو گالی بنا دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والوں پر اپنی ہی سرزمین میں آزادی سے جینا محال کر دیا پھر بھی تم کہتی ہو ہم کبھی تمہارے دوست نہیں بن سکتے؟ اپنا سب کچھ تم پر تمہاری دوستی، خوشنودی پر قربان کر کے بھی ہمارے ٹیلی وژن چینل تمہاری اور پاکستانی عوام کی دوستی کے اشتہار چلاتے نہیں تھکتے پھر بھی تم کہتی ہو ہم تمہارے دوست نہیں ہیں۔'' بولتے بولتے وہ اب ہانپنے لگی تھی، مارتھا نے بے نیازی سے نظریں پھیر لیں۔

''یہ سب تمہارے آپسی مسائل ہیں، ہم نے نہیں کہا کہ تم اپنی سرزمین اپنے مذہب کے لوگوں کے لیے تنگ کر دو۔''

''میں نے کب کہا کہ تم نے ایسا کہا، تم لوگ کچھ بھی کہتے کہاں ہو صرف آرڈر کرتے ہو وہ جس پر عمل کرنا ہماری مجبوری بن جاتا ہے۔''

''ہاں تو بھیک کھانے والی ریاستوں میں ایسا ہی تو ہوتا ہے، عادت پڑی ہوئی ہے تم لوگوں کو بھیک کھانے کی ورگرنہ کیا نہیں ہے تمہارے پاس، بہترین دماغ، بہترین اجناس، بہترین خطہ ارض، بہترین معدنیات تم لوگ اگر چاہو تو خود دوسروں کو بھیک دے سکتے ہو، بھیک کے لیے اپنی باعصمت بیٹیاں نہ دو۔'' ایک اور تیر...... ایک اور طعنہ...... پریہان کو لگا اس کی سانس رکنے لگی، بہت دیر خاموشی کے بعد وہ بولی تھی۔

''کیا کریں، ہم مہذب جو نہیں ہیں ورگرنہ تمہارے رائمنڈ ڈیوس کو سرعام پانچ قتل کرنے پر تمہیں واپس کرتے؟ ہماری عدالتیں بھی ہماری بیٹی عافیہ کے ساتھ ہونے والی بدترین زیادتی کا بدلہ لیتیں اور پورے پچاسی سال سے زائد سزا سناتیں تمہارے شہری کو حالانکہ وہ تو گلٹی تھے۔ دن دیہاڑے سیکڑوں لوگوں کے بیچ ہمارے بے قصور نہتے شہری کچلے تھے اس نے جبکہ عافیہ پر تو محض بندوق اٹھانے کا الزام تھا اس کے ہاتھوں اور دماغ سے تو کسی کا قتل بھی نہیں ہوا پھر بھی وہ اپنوں کی بے حسی اور تمہاری امن پسندی و تہذیب کی بھینٹ چڑھ گئی۔ کسی عدالت، کسی پلیٹ فارم، کسی میٹنگ میں اس پر ہونے والے قطعی غیر اخلاقی و غیر آئینی ظلم کے سدباب نہیں ہوا نہ ہم نے تم سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کیے نہ اس کی واپسی کے لیے کوئی بڑا مطالبہ کیا پھر بھی تم کہتی ہو ہم تمہارے دوست نہیں بن سکتے؟'' وہ اب رو رہی تھی، مارتھا اپنی ہتھیلیاں رگڑنے لگی۔

''ایم سوری، میرا مقصد تمہیں ڈس ہارٹ کرنا نہیں تھا۔''

''اٹس او کے ہم پاکستانیوں کے اندر اب اتنی برف جم گئی ہے کہ ہم ڈس ہارٹ نہیں ہوتے نہ ہی احتجاج کرتے ہیں خواہ کتنا بڑا پہاڑ ہی سر پر کیوں نہ گر پڑے۔'' نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اس نے ایک نظر مارتھا پر ڈالی پھر قدم آگے بڑھا دیئے۔ مارتھا اس کے گالوں پر بکھرتے گرم آنسوؤں کو مزید نہیں دیکھ سکتی تھی۔

❁......❁......❁

دسمبر اب کے آؤ تو......
تم اس شہر تمنا کی خبر لانا
کہ جس میں جگنوؤں کی کہکشائیں جھلملاتی ہیں
جہاں تتلی کے رنگوں سے فضائیں مسکراتی ہیں

جہاں چاروں طرف رقصاں وفا کی پیاری خوشبو ہے
دسمبر اب کے آؤ تو تم اس شہر وفا کی خبر لانا
جہاں پر ریت کے ذرّے ستارے ہیں
گل و لعل ماہ و انجم وفا کے استعارے ہیں
جہاں وہ دل سمندر ہے کئی جس کے کنارے ہیں
جہاں قسمت کی دیوی مٹھیوں میں جگمگاتی ہے
جہاں دھڑکن کی لے پر بے خودی نغمے سناتی ہے
دسمبر ہم سے مت پوچھو ہمارے شہر کی بابت
یہاں آنکھوں میں گزرے کارواں کی گرد ٹھہری ہے
محبت برف جیسی ہے یہاں اور دھوپ کے کھیتوں میں اگتی ہے
یہاں جب صبح آتی ہے
تو شب کے سارے سپنے راکھ کے اک ڈھیر کی صورت بدلتے ہیں
یہاں جذبوں کی ٹوٹی کرچیاں آنکھوں میں چبھتی ہیں
یہاں دل کے لہو میں اپنی پلکوں کو ڈبو کر ہم
سنہری خواب بنتے ہیں
پھر ان خوابوں میں جیتے ہیں انہی خوابوں میں مرتے ہیں
دریدہ روح کو لفظوں سے سینا گو نہیں ممکن
مگر پھر بھی
....
دسمبر اب کے آؤ تو تم اس شہر تمنا کی خبر لانا

اس رات لندن شہر میں بہت برف باری ہوئی تھی۔ پرہیان دوبارہ مارتھا سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی مگر پھر بھی یہ اس کی مجبوری تھی کہ وہ اسے اس وقت لات نہیں مار سکتی تھی' بالکل اپنی ریاست کی طرح وہ بھی مجبور تھی۔ ٹھنڈ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ایلی اس روز انہیں اپنے فلیٹ پر نہیں ملا تھا وہ پیرس گیا ہوا تھا کسی ضروری کام سے جبکہ اس کی آیا بھی گھر پر نہیں تھی۔

پرہیان کو مجبوراً وہ رات پھر مارتھا اور رانیل کے اپارٹمنٹ پر گزارنی پڑی۔ رات کے کھانے کے نام پر اس نے صرف فرائی آلو لیے تھے جبکہ مارتھا اور رانیل نے بھرپور پیٹ پوجا کے بعد جی بھر کے شراب نوشی بھی کی تھی۔ پرہیان کو نماز قرآن وغیرہ کی عادت نہیں تھی' ایک مسلم ریاست میں پلی مسلمان ہونے کے باوجود اس کا طرز زندگی زاویار کی طرح غیر مسلمانہ ہی تھا وہ اگر ٹی وی دیکھ رہی ہوتی اور چینل تبدیلی کے دوران کوئی اسلامی چینل سامنے آجاتا تو ایک لمحے سے بھی پہلے وہ چینل بدل دیتی تھی۔ کبھی کبھی اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوتی تھی کہ انڈین تمام چینلز اپنے ہر پروگرام' فلم اور ہر ڈرامے کی ہر قسط میں کیسے بڑھ چڑھ کر اپنے مذہب کا پرچار کر رہے تھے کیا ان کے لوگ اس سے بے زار نہیں ہوتے تھے جبکہ پاکستانی ڈراموں میں تو ضرورتاً بھی ایسے سینز کو سنسر کردیا جاتا تھا جو مذہب سے متعلق ہوتے حالانکہ اسلام کی تبلیغ تو ہر مسلمان پر فرض تھی۔

اس رات جب اپارٹمنٹ کی بیرونی کھڑکی کے اس پار وہ آسمان سے زمین پر گرتی برف کو انہماک سے دیکھنے میں

مصروف تھی اس کا دل قرآن پاک کی تلاوت کے لیے مچلا اٹھا۔ مارتھا اور انیل نشے میں دھت ہونے کے بعد کمرا نشین ہوگئے تھے جبکہ وہ لاؤنج میں بیرونی کھڑکی کے قریب کھڑی باہر برف کو گرتے ہوئے دیکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی آئندہ زندگی کی فکروں میں بھی کھوئی تھی۔ گزرتے ہر لمحے کے ساتھ خنکی کا احساس بڑھتا جارہا تھا۔ وہ کافی دیر بیرونی کھڑکی کے اس پار گرتی روئی کے گالوں جیسی برف کو دیکھنے کے بعد اپنے بستر میں آدبکی۔ اگلے پندرہ بیس منٹ تک پہلی بار درود پاک کا ورد کرتے ہوئے اس کی آنکھ لگی تھی اور ابھی اسے سوئے ہوئے بمشکل گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اسے اپنے پاؤں پر پنڈلی کے پاس کسی چیز کے رینگنے کے احساس نے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ بے حد گھبرا کر اس نے جونہی آنکھ کھولی‘ سامنے نشے میں دھت انیل بیٹھا اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پرہیان کے سارے وجود میں جیسے سناٹا اتر گیا‘ ایک لمحے سے بھی قبل پاؤں سمیٹتے ہوئے وہ فوراً اٹھ بیٹھی تھی۔

”سوری! میں پانی پینے کے لیے اٹھا تھا‘ اندھیرے میں پتا ہی نہیں چلا کہ تم یہاں سو رہی ہو۔“ اپنی وہاں موجودگی کا جواز دیتے ہوئے اس نے پھر اسے چھونا چاہا تھا جب پرہیان نے نفرت سے سے پرے دھکیل دیا۔

”دور ہو مجھ سے۔“

”کیوں؟ تم کوئی اچھوت ہو؟“ وہ ڈھٹائی پر آمادہ تھا‘ پرہیان کا دل زور سے دھڑکا۔

”کیا بدتمیزی ہے یہ؟ اپنی حد میں رہو میں مارتھا نہیں ہوں۔“ وہ چلائی تھی مگر انیل پر اس کے چلانے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ مارتھا تا حال نشے میں دھت خراٹے لے رہی تھی تبھی وہ مسکرایا۔

”جانتا ہوں اسی لیے تو آیا ہوں‘ سنا ہے پاکستانی لڑکیوں میں بڑی کشش ہوتی ہے۔“

”جسٹ شٹ اپ۔“ اس بار وہ حلق کے بل چلائی اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا یا کوئی حرکت کرتا وہ بھاگ کر اندر مارتھا کے پاس چلی آئی۔

”مارتھا...... مارتھا اٹھو پلیز۔“ اسے بُری طرح جھنجوڑتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔ انیل اس کے پیچھے ہی کمرے میں چلا آیا‘ پرہیان کو لگا جیسے وہ رات اس کی زندگی کی آخری رات ہے۔

”مارتھا......“ اس بار اسے جھنجوڑتے ہوئے پرہیان نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا تھا تبھی وہ جاگ گئی تھی۔

”کیا ہوا؟“ انیل مارتھا کے جاگنے پر کمرے کا دروازہ لاک کرتے کرتے رک گیا جبکہ پرہیان اس سے لپٹ کر بچوں کی طرح رو پڑی۔

”کیا ہوا ہے؟“ مارتھا کا نشہ اسے بری طرح روتے دیکھ کر فوراً ہرن ہوا تھا تب ہی انیل بول اٹھا۔

”سوتے میں ڈر گئی ہے شاید۔“

”تم نے کوئی بدتمیزی تو نہیں کی؟“ وہ اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھی تب ہی اس کی وضاحت پر مشکوک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تو وہ بدک اٹھا۔

”بکواس بند کرو‘ میں ایسا لگتا ہوں تمہیں؟ یہاں رہنا ہے تو رہو نہیں تو اسی وقت اپنی اس نام نہاد دوست کو لے کر نکل جاؤ یہاں سے‘ مجھے ضرورت نہیں ہے۔“ وہ نشے میں تھا اور نشے میں اس کا دماغ کام کرنا بند کر دیتا تھا تبھی مارتھا نے اس سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا۔

پرہیان نے وہ رات مارتھا کے ساتھ مکمل جاگ کر گزاری تھی وہ جیسی بھی تھی اس وقت اس کے لیے ڈھال تھی۔

❁......❁......❁

ایبک دروازہ بند کر کے کمرے میں واپس آیا تو زاویار جاگ رہا تھا۔

''کون تھا باہر جس کے ساتھ بلند آواز میں بحث کررہے تھے تم؟'' اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا' ایبک نے نظریں چرالیں۔

''مارتھا آئی تھی اپنی کسی فرینڈ کے ساتھ۔''

''کیا کہہ رہی تھی؟''

''کچھ نہیں تمہارا پوچھ رہی تھی ساتھ میں یہ بھی کہہ رہی تھی کہ تمہارا سیل نمبر مسلسل بند مل رہا ہے تمہاری بہن پر ہیان اس کی دوست ہے شاید وہی اس سے تمہارا رابطہ نمبر مانگ رہی ہو۔''

''میری کوئی بہن نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں مارتھا کو میرا نمبر دینے کی ضرورت ہے۔''

''میں نے نہیں دیا' میں جانتا تھا تم یہ پسند نہیں کرو گے اسی لیے میں نے منع کردیا۔''

''اوکے۔''

''کل ہوزان ملی تھی وہ بھی تمہارا پوچھ رہی تھی۔''

''کیوں؟''

''پتا نہیں بہت پریشان لگ رہی تھی شاید اس کی ماں بہت بیمار ہے۔''

''سوواٹ یار...... اس کی ماں بیمار ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔''

''کچھ نہیں' کم از کم اس کی ماں کا حال تو پوچھ ہی سکتے ہو۔''

''مگر کیوں' کیا لگتی ہے وہ میری جو میں اس کی ماں کا حال پوچھتا پھروں۔'' زاویار کا موڈ بری طرح آف ہوگیا تھا' ایبک نے کندھے اچکادیئے۔

''انسانیت کے ناطے کہہ رہا تھا وہ اس وقت رہائش میں تمہاری مدد کرسکتی ہے۔''

''مجھے اس کی یا کسی کی بھی مدد کی ضرورت نہیں ہے' ابھی بہت پیسے ہیں میرے ذاتی اکاؤنٹ میں جب ختم ہوگئے پھر سوچوں گا کس کس کا حال پوچھنا ہے۔'' لحاف ایک طرف پھینکتے ہوئے وہ بستر سے نکل آیا تھا۔ ایبک نے سرسری سی ایک نظر اس کے وجیہہ سراپے پر ڈالی پھر دوبارہ سے کمبل تان کر سوگیا۔

❁......❁......❁

مارتھا کا موڈ آف تھا جبکہ انیل صبح دیر تک نشے میں مست بے حال پڑا سوتا رہا۔ پر ہیان کو ایلی کی رہائش گاہ کا پتا تھا کل وہ مارتھا کے ساتھ آکر اس کا ٹھکانہ دیکھ آئی تھی تبھی اس صبح بناء مارتھا کی مدد کے وہ اپنا سامان اٹھا کر اس کے اپارٹمنٹ سے نکل آئی تھی شدید دھند میں اس کے آنسو جیسے آنکھوں کے اندر ہی جم گئے تھے۔ جس وقت وہ ایلی کے گھر کے سامنے پہنچی' لندن کے وقت کے مطابق دن کے گیارہ بج رہے تھے مگر چونکہ چھٹی کا دن تھا لہٰذا ایلی اس وقت اسے گھر پر ہی مل گیا تھا۔ پر ہیان کی دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والا وہی تھا۔

''ہائے۔'' بہت مدھم لہجے میں پر ہیان نے اسے مخاطب کیا' جواب میں وہ قدرے بے یقینی سے اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

''پری تم یہاں؟''

''ہوں' مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے ایلی۔''

''شیور' اندر آجاؤ۔'' وہ خوش تھا بے پناہ خوش حالانکہ اس کے چہرے پر بڑھی ہوئی ہلکی ہلکی شیو اس کے اندر کی بے سکونی کا واضح پتا دے رہی تھی۔ پر ہیان نے اس کی تقلید میں قدم آگے بڑھائے۔

ایلی کی شخصیت کے قطعی برعکس اس کا گھر بے حد صاف ستھرا اور نفیس تھا۔ ہر چیز سلیقے اور قرینے سے لگی اپنی امارت کا پتا دے رہی تھی۔ وہ بیگ دروازے کے قریب چھوڑ کر ڈری ڈری سی ایلی کی ہمراہی میں گھر کے اندر چلی آئی۔

''بیٹھو۔'' ہال نما کشادہ کمرے میں کاؤچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے پریہان سے کہا' اسے مجبوراً بیٹھنا پڑا۔

''کچھ لوگی؟''

''نہیں' شکریہ۔''

''او کے پھر بتاؤ لندن کیسے آنا ہوا' مارتھا بتا رہی تھی کہ تمہاری شادی طے ہوگئی ہے۔'' وہ بھی اس سے قدرے فاصلے پر وہیں ٹک گیا تھا۔ پریہان نے نظریں اپنی گود میں دھرے ہاتھوں پر جمادیں۔

''ہوں شادی طے ہوگئی تھی مگر...... تین روز پہلے ٹوٹ گئی۔''

''وہاٹ...... مگر کیوں؟''

''اسے لگا شاید میں اس کے قابل نہیں ہوں۔''

''اوہ...... مگر یہ بات اسے منگنی ہونے سے پہلے سوچنی چاہیے تھی۔''

''ایم سوری ایلی! مگر میں اس ٹاپک پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

''او کے' میری مدد کیوں چاہیے تمہیں؟''

''مجھے رہائش کا مسئلہ ہے فی الحال میرے پاس یہاں کوئی جاب بھی نہیں ہے۔ مارتھا کہہ رہی تھی کہ تم یہاں اپنی آپا کے ساتھ اکیلے رہتے ہو اور یہ بھی کہ تم فی الحال رینٹ پر مجھے یہاں ٹھہرنے میں فیور بھی دے سکتے ہو۔''

''ہوں' تم یہاں رہ سکتی ہو پری! مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر میری جو ایکٹیویٹیز ہیں' شوق ہیں وہ شاید تمہیں زیادہ دن یہاں ٹکنے نہ دیں۔''

''میں سمجھی نہیں؟''

''میں سمجھا دیتا ہوں۔'' پریہان کی الجھن پر اس نے پھر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''مجھے شراب اور شباب کی بہت بُری لت ہے پری! آئے روز یہاں محفلیں جمی رہتی ہیں' کبھی کبھی میں تین تین دن گھر نہیں آتا۔ نشے کی حالت میں میرا مزاج بھی بہت بگڑ جاتا ہے' بہت نقصان کرتا ہوں میں اپنا' تم کہاں یہ سب برداشت کر پاؤ گی؟'' وہ اسے اپنی حقیقت بتا رہا تھا۔ پریہان بے حد مایوس ہوئی۔

''میں ایڈجسٹ کرلوں گی۔'' کل رات انیل نے اس کے ساتھ جو کیا تھا اس کے بعد وہ دوبارہ مارتھا کے اپارٹمنٹ جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی بھی اس نے بے حد دل گرفتگی کے باوجود وہاں رہنا قبول کیا تھا۔ ایلی نے اس کے جواب پر آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو تم یہاں رہ سکتی ہو۔ آؤ میں تمہیں تمہارا کمرا دکھا دوں۔'' اس کا موڈ بے حد فریش تھا' پریہان نے اپنے آنسو اپنے اندر اتار لیے تھے۔

❁......❁......❁

ایلی کا فلیٹ خاصا لگژری تھا' بے حد خوب صورت اور کشادہ...... دو بیڈ روم' ایک ڈرائنگ روم' کچن' لاؤنج' اٹیچڈ باتھ مختصر سی گیلری جس کے آخر میں ونڈو لگی ہوئی تھی جو باہر سڑک کی طرف کھلتی تھی۔ اسی ونڈو سے ٹھنڈی ہوا اور کبھی ہلکی ہلکی دھوپ گیلری کے در و دیوار کو چھو کر کمروں کو روشن کرتی تھی۔ گیلری کے شروع میں ایلی کی آپا کا کمرہ تھا جو معذور

غزل

گویا اندازِ شہانہ ہے امیروں جیسا
میرے اندر کا ہے انسان فقیروں جیسا
ہم نے چہروں پر سجا رکھی ہے رونق لیکن
دل کا عالم ہے کہ ویران جزیروں جیسا
اس کے اوصاف و خصائل نے مجھے جیت لیا
میرے مُریدوں میں تھا شخص وہ پیروں جیسا
اس سے پہلے تھی اسیری بھی رہائی جیسی
اب کے آزادی میں ہے حال اسیروں جیسا
اس کو گنوا کے ہیں خسارے اب تک محسن
وہ جو ایک شخص میرے ساتھ تھا ہیروں جیسا

انتخاب: منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

تھیں۔ کمرے میں ایک عدد سنگل بیڈ' بیڈ کے دائیں طرف پرانی کتابوں کی ایک چھوٹی سی الماری ایک طرف دو عدد کرسیاں اور کونے میں آتش دان تھا جو شدید سردی یا برف باری کے موسم میں جلانے کے کام آتا تھا۔ پرہیان کو یہ سادہ سا کمرا بے حد پسند آیا۔ ایلی کی آیا مصری خاتون تھیں' پچیس سال پہلے کسی برطانوی شہری کے ساتھ شادی رچا کر لندن آئی تھیں بعد ازاں شوہر کی وفات کے بعد ایلی کی موم کے پاس ٹھہر گئیں اور یوں پیدائش کے کچھ ہی ہفتوں بعد ایلی ان کی گود میں آ گیا جسے بعد میں انہوں نے اس کی سگی ماں سے بڑھ کر پالا اور پیار دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی معذوری کے دنوں میں بھی ایلی نے انہیں کسی اولڈ ہوم کے سپرد نہیں کیا تھا۔ ایلی کا کمرا ان کے بغل میں ہی تھا اور بے شک وہ ایک شاندار کمرا تھا۔

پرہیان کے لیے اس نے ڈرائنگ روم وقف کیا تھا جو بے حد خوب صورت اور صاف ستھرا تھا اور عین ایلی کے بیڈ روم کے مقابل تھا۔ پرہیان کو اس کا فلیٹ اور اپنا کمرا دونوں ہی بے حد پسند آئے۔ وہ کمرا دیکھ رہی تھی جب ایلی کافی کے دو مگ اٹھائے اس کے قریب چلا آیا۔

''تم پہلی بار میرے گھر آئی ہو تمہاری مہمان نوازی میرا فرض ہے۔'' پرہیان اس کی بات پر پلٹی اور پھر بے ساختہ مسکرا دی۔

''شکریہ ایلی!'' مشکور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کپ تھام لیا۔

''تمہاری آیا نظر نہیں آ رہیں' کیا وہ کہیں گئی ہوئی ہیں؟''

''ہوں' لاسٹ ویک سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی میں نے ہسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا ہے' کل پرسوں تک آ جائیں گی۔''

''مار تھا بتا رہی تھی تمہیں بہت اچھی جاب مل گئی ہے۔''

''یہی سمجھ لو۔''

''کیا مطلب؟''

''جہاں جاب ملی ہے میں وہاں خود اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہوں' میرے ڈیڈ مرنے سے پہلے میرے نام پر بہت

کچھ چھوڑ گئے تھے۔"
"اوہ..... کیا تمہاری ممی انڈین ہیں ایلی؟"
"ہوں' انڈین تھیں مگر اب خالص برطانوی لگتی ہیں۔"
"کیا تم ملتے ہو اپنی ممی سے؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"بس یونہی۔" اس نے کندھے اچکائے۔
"انہیں وقت نہیں ملتا' مجھے فرصت نہیں ملتی۔"
"مارتھا بتا رہی تھی تمہاری گرل فرینڈ بھی انڈیا واپس چلی گئی۔"
"ہوں' ممی کی سگی بھتیجی تھی وہ۔"
"کیا تم اس میں انٹرسٹڈ تھے؟"
"پتا نہیں۔"
"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے ایلی! جیسے تمہارے اندر کوئی بہت گہرا راز ہے' جسے تم سب سے چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔"
"ایسی کوئی بات نہیں۔" ایلی نے رخ پھیرا' پھر یونہی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"تم یہاں لندن میں کب تک ہو؟"
"پتا نہیں شاید اس بار مجھے کافی سال لگ جائیں۔"
"کیا تم اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر آئی ہو؟"
"کیا.....؟"
"بتاؤں گی ایلی! مگر ابھی نہیں۔" اس کی آنکھیں ہلکی سی نم ہوئی تھیں۔ ایلی چاہنے کے باوجود اس کے چہرے سے نظر نہ ہٹا سکا۔
"کیا تم اپنی شادی ٹوٹنے سے پریشان ہو؟"
"نہیں۔"
"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے پری! جیسے تم بھی مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے اب ریسٹ کرو' میں ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں۔ شام میں ملاقات ہوگی۔"
"ٹھیک ہے' اپنا خیال رکھنا۔"
"تم بھی۔" ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالنے کے بعد وہ واپس پلٹ گیا تھا' پر ہیان کتنی ہی دیر گم سم سی وہیں کھڑی رہی۔
(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

نیا سال

تمثیلہ زاہد

غلاف پہن کے نکلی کتاب شیشے کا
حروف سنگ کے اور انتساب شیشے کا
جہاں جواب بھی کرچی، سوال بھی کرچی
بتاؤ دیکھنا چاہو گے خواب شیشے کا ہے

اکھڑ، بدماغ اور بات بات پر چراغ پا ہوجانے والے خاور کی بدمزاجی پورے خاندان میں مشہور تھی۔ دونوں بہنیں اکلوتے بھائی کی دلہن لانے کا ارمان سینے میں سجائے جس دہلیز پر جاتیں خاور بھائی کی بدمزاجی لڑکی والوں کی ''نہ'' کا سبب بن جاتی یوں منہ لٹکائے خاندان کی ساری لڑکیاں ایک ایک کرکے سسرال والیاں ہوگئیں۔ دونوں بہنیں بھی اپنے اپنے گھر بسا چکی تھیں لیکن خاور بھائی کی دلہن لانے کا مسئلہ حل نہ ہو پارہا تھا۔ دونوں سرتوڑ کوششوں میں مصروف تھیں۔ خاور بھائی کی عمر بھی چالیس کی دہائی پار کرچکی تھی۔ بھائی کی بدمزاجی پر دونوں بہنیں جلتی کڑھتی رہتیں۔

''اماں تم ہی بھائی کو سمجھاؤ یوں بے تکی باتوں پر چراغ پا نہ ہوجایا کرے۔ ابھی تو جو اچھے رشتے مل رہے ہیں کل کو وہ بھی نہ ملیں تو...... اب بتاؤ بھلا اماں! کل لڑکی والوں نے اگر کمرے میں ایک کے بعد دوسری بار بلا ہی لیا تھا تو اس میں ایسی کون سی قیامت آ گئی تھی جو کمرے کے باہر ہی ڈانٹنا شروع کردیا۔ بے چاری لڑکی کی اماں شرمندگی کے مارے دہری ہوئی جارہی تھی۔ اچھے بھلے لوگ تھے خاندان کے لوگ بھائی کی اسی بدمزاجی سے خائف ہوکر اپنی لڑکیاں دینے سے کتراتے ہیں۔ اب دیکھو کل لڑکی والوں نے صاف انکار کردیا۔ پچھلے دس برسوں میں یہی کچھ ہوتا آرہا ہے۔ اماں روز روز تو سسرال سے نہیں نکلا جاسکتا نہ باتیں جو شوہر بناتے ہیں وہ الگ گھر جاکر سنو۔ کیوں چھوٹی کیا غلط کہہ رہی ہوں؟'' آپا نے چھوٹی بہن رضیہ کو تائیدی نظروں سے دیکھا جو بیچ میں بیٹھی مستقل سر ہلا رہی تھی۔

''اماں! آپا بالکل صحیح کہہ رہی ہیں، نیلوفر خالہ کے بیٹے ارسلان بھائی ہمارے خاور بھائی کی عمر کے ہیں اب چار بچوں کے ابا بھی ہیں تم سارا دن کاموں میں چپ چاپ لگی رہتی ہو۔ بھائی کو سمجھایا کرو، شتر مرغ کی طرح زمین میں منہ دے لینے سے حالات پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا نہ لوگوں کی باتوں سے بچا جاسکتا ہے۔'' رضیہ سر ہلاتے ہوئے بولی۔

''کیا سمجھاؤں وہ اپنی زندگی میں ایسا مست ہے کہ

کچھ سننے کو تیار ہی نہیں۔" اماں بے چارگی سے بولیں۔

"وہ اپنی زندگی میں مست ہیں اور آپ اپنی زندگی میں وہ ٹی وی کے آگے اور آپ چولہے کے آگے لگی رہتی ہیں سارا دن۔ میں نے دیکھا ہے آپ دونوں کے درمیان ضروری باتوں کے علاوہ زیادہ بات چیت نہیں ہوتی۔ میں آپ کی کم گوئی اور بھائی کی فطرت سے خوب واقف ہوں۔ آپ ان کے رویے سے ڈرے بغیر بات کریں آج جو رشتہ لائی ہوں وہ بھی اچھا ہے اور اچھے رشتے بار بار دہلیز پر دستک نہیں دیا کرتے۔ لڑکی گورنمنٹ ٹیچر ہے تین بہنیں ہیں بھائی کوئی نہیں۔ یہ سب سے چھوٹی ہے دو بہنیں شادی شدہ ہیں شریف لوگ ہیں۔ مہینہ بھر پہلے ہی ہمارے محلے میں شفٹ ہوئے ہیں جس جگہ سے رہ کر آئے ہیں وہاں پرانی سہیلی رہتی تھی اس نے بتایا ہے بہت اچھے لوگ ہیں۔ مجھے لڑکی پسند ہے اکثر آتے جاتے دیکھتی رہتی ہوں میں نے ان کی امی سے بات کر کے اگلے اتوار کو آنے کا کہا ہے بس اماں کوئی بدمزگی نہ ہو۔ بھائی چالیس برس کے ہو گئے ہیں اور وقت تیزی سے گزر رہا ہے اگلے لمحے کی زندگی کا کسی کو کچھ بھروسہ نہیں آگے آپ خود سمجھ دار ہیں۔" آپا نے اماں کو ایک سوالیہ نشان دے کر واپسی کے لیے چادر تان لی تھی اماں گم صم سی آسمان کی وسعتوں کو تکنے لگیں۔

❀......❀......❀

اور پھر ایک دن اماں نے خاور بھائی سے بات کرنے کی ٹھانی اتوار کا دن تھا اور حسب معمول خاور بھائی ٹی وی کے آگے بیٹھے ریموٹ سے چینل گھما رہے تھے کہ اماں نے انہیں آواز دی۔

"خاور بیٹا! ذرا میری بات سننا۔" اماں خاور بھائی کو اپنے کمرے میں لے آئیں خاور بھائی بھی ان کے قریب بیٹھ گئے۔ اماں نے خاور بھائی کے سانولے چہرے پر جاتی وقت کی دھول دیکھی تو ان کا دل کٹ سا گیا۔

باپ کے مرنے کے بعد بہت چھوٹی عمر میں سارے گھر کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈال دی گئی تھی وہ زیادہ پڑھ لکھ بھی نہ سکے۔ ابا کی دکان پر بیٹھ گئے جو پھر خوب چلی بہنوں کی شادیاں کیں۔ لوگوں کے اچھے برے رویے اور گھر کے اچھے برے حالات نے انہیں چڑچڑا بنا ڈالا تھا۔ یہ وہ خاور تو نہیں تھا جس کی ہنسی اور قہقہے جب گھر میں گونجتے تو سارا گھر خوش ہوتا تھا اور اب...... ایک سناٹا۔ دو آنسو لڑھک کر اماں کے بوڑھے چہرے پر پھسل گئے۔ وہ انہیں اپنے دوپٹے سے پونچھنے لگیں۔

"کیا ہوا امی!" خاور بھائی اماں کے بھیگے چہرے کو دیکھ کر فکر مند ہو کر بولے تبھی اماں نے انہیں ایسی خاص نظروں سے نہ دیکھا نہ کبھی بلایا تھا۔ اماں نے خاور بھائی کے مضبوط کندھوں پر اپنا سر رکھا اور بولتی رہیں۔

وہ کافی دیر تک یونہی بولتی رہیں اور خاور بھائی سنجیدگی اور مدبرانہ انداز میں بیٹھے بنا کچھ کہے سنتے رہے۔ اماں کی بات مکمل ہونے تک وہ یونہی بیٹھے رہے پھر اپنے لمبے لمبے قدم اٹھا کر کمرے سے نکل گئے۔ اماں اپنے بیٹے کے خوبرو وجود کو دیکھتی رہیں یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"آہ میرا بچہ...... اللہ تیری جھولی خوشیوں سے بھر دے آمین۔"

❀......❀......❀

وہ کپکپاتے ہاتھوں سے سجی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ تینوں خواتین کو اپنی جانب ایک ساتھ متوجہ دیکھ کر وہ گھبرانے لگی۔

"لڑکی کے گھر والے کتنے خوش مزاج اور گھریلو تھے نہ ذرا بیگانگی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔" آپا اپنے کانوں میں پڑے بھاری جھمکے اتارتے ہوئے بولیں۔

"کیا ہوا اماں کیا لڑکی اچھی نہیں لگی؟" چھوٹی رضیہ اماں کے چہرے پر آئی شکنوں کو دیکھ کر تشویش سے بولی۔

"بیٹا لڑکی کی عمر کچھ......" وہ ہچکچاتے ہوئے دل کی بات بولیں۔

"اماں لڑکی پچیس برس کی ہے اپنا بھائی چالیس برس کا اب دونوں میں پندرہ برس کا فرق ایسا خاص نہیں جو تم

اتنا پریشان ہو رہی ہو۔ مردوں کی عمروں کو کون دیکھتا ہے' تمہارے اور ابا کی عمر میں بھی تو اتنا ہی فرق تھا۔'' آپا اماں کی بات کاٹتے ہوئے بولیں' اماں چپ سی ہوگئیں اور خاموش نظروں سے آپا کی طرف دیکھا جس نے اپنی شادی پر چار برس بڑے دلہا پر خوب واویلا مچایا تھا۔ آپا اماں کی نظروں کی گرمی محسوس کرکے گڑبڑا سی گئیں۔

''اماں ایسے کیا دیکھ رہی ہیں بسم اللہ کریں جب لڑکی والے بھائی کو دیکھنے آئیں تو ذرا ماحول کا خیال رکھیے گا' پہلے کی طرح بات نہ بگڑ جائے۔'' اماں نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا جب بھائی کو دیکھ کر لڑکی والوں نے رضامندی دے دی۔ خاور بھائی لڑکی والوں کی موجودگی میں تمام وقت خاموش ہی رہے۔ ہاں نہ سے زیادہ بات چیت نہ کرنے والے خاور بھائی کو لڑکی والے شرمیلی طبیعت سے اخذ کرتے رہے۔

دونوں خاندانوں کی رضامندی کے بعد دو ماہ بعد کی تاریخ رکھ دی گئی۔ محلے بھر میں مٹھائی دونوں بہنوں نے جی کھول کے بانٹیں۔ زور و شور سے شادی کے مراحل طے ہونے لگے۔ ایک ماہ پہلے ہی ڈھولکی رکھ دی گئی' بھائی ایک تھا اور ارمان ہزاروں' دونوں بہنوں نے دل کے جو ارمان سجائے وہ سب پورے کیے۔ خاور بھائی کی سنجیدگی انہیں کچھ وسوسوں میں ڈال رہی تھی۔

''دیکھو خاور تمہاری دلہن کے لیے شادی کا جوڑا لائی ہوں کیسا لگا؟'' خاور نے ایک نظر لال شرارے کی طرف دیکھا پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر بولا۔

''آپا مجھے کچھ کام ہے آپ اپنی پسند سے دیکھ لیں۔'' وہ جلدی سے کہہ کر ہکا بکا آپا کو چھوڑ کر چلا گیا۔

''مجھے خاور بھائی خوش نہیں لگ رہے۔'' رضیہ آپا کو دیکھ کر افسردگی سے بولی۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں بھلا مردوں کو ان سب چیزوں کی کیا سمجھ۔'' آپا خود کو تسلی دیتے ہوئے بولیں اندر سے ان کا دل بھی اندیشوں میں گھرا ہوا تھا۔

''آپا تمہارے میاں تو تمہاری لائی ہر چیز میں سو سو

کپڑے نکالتے ہیں۔ ابھی پچھلے ماہ جو کاسنی رنگ کا سوٹ تم اپنی نند کے لیے لائی تھیں وہ ان کو پسند ہی نہیں آیا۔ الٹا تمہیں اپنی نند کو ساتھ لے جا کر دوسرا جوڑا دلانا پڑا۔ یہ تو خاور بھائی ہیں جو تمہارے آگے......" رضیہ شرارتی لہجے میں بولی۔

"بہنوں کو جوڑا دینا تھا نہ اس لیے تمہاری بہنوئی کپڑے نکالتے ہیں۔ بیگم کیسا ہی سڑے رنگ کا کپڑا پہن لے کوئی پروا نہیں ہوتی اور خاور کو تو شروع سے ہی کپڑوں کی نہ سمجھ ہے نہ ڈھنگ سے پہننے کی عقل۔ میں نے تو یونہی پوچھ لیا کہ کہیں بعد میں گلہ نہ کرے کہ کچھ پوچھا نہیں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں ڈپٹ کر بولیں۔

"آپا ابھی تو خاور بھائی خاموش ہیں کہیں ایسا نہ ہو شادی کے بعد نہ بیوی کے سامنے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیں۔ میری ساس کہتی ہیں میاں کا جو رویہ پہلے دن بیوی کے ساتھ رہتا ہے وہی آخری سانس تک چلتا ہے۔ اللہ اللہ کر کے اس شادی کا انجام....." وہ اپنے دل میں آیا وسوسہ زبان پر لا کر بولی۔

"چپ ہو جا رضیہ! اپنی کالی زبان سے خبردار جو آگے ایک لفظ بھی نکالا جو ہمارا کام تھا ہم نے کیا اب میاں بیوی جانیں لو بھلا آگے جو مرضی ہو ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔" آپا اپنا ہاتھ لہراتے ہوئے بولیں تو رضیہ چپ سی ہوگئی۔

☆☆☆

گھر کے اندر گھستے ہی اماں کی چہکتی آواز نے آپا اور رضیہ کا استقبال کیا تھا۔ صحن میں چارپائی پر عفت خالہ کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنستی اماں کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگ رہی تھیں۔ کبھی اماں کو انہوں نے ہنستے نہ دیکھا وہ تو صرف مسکرا دینے پر ہی اکتفا کرتیں۔ آج ویران صحن میں جیسے بہار آ گئی تھی۔ اماں کی چہکار کے ساتھ پرندے بھی فضا میں چہک رہے تھے۔ صحن کی کیاریوں میں لگے پھول بھی خوش نما اور کھل رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے اماں کی ہنسی میں پورا سماں ہی شامل تھا۔ آپا جو صحن مین بیٹھی اماں اور ان کے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اماں کی آواز پر چونک گئیں۔

"ارے تم دونوں وہاں کھڑی کیا کر رہی ہو اندر آؤ نہ۔" رضیہ اور آپا اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ خاور بھائی اپنی دلہن کے ساتھ صحن میں داخل ہو کر بولے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام! جیتے رہو میرے بچوں۔" اماں پیار سے پچکارتے ہوئے بولیں۔

"کیسی ہیں آپا؟ بیٹھیں نہ۔" خاور بھائی آپا کی نظروں کو محسوس کرتے ہوئے بولے۔

"ہاں آپا تو بیٹھ ہی جائے گی تم تو ہمیں بھول ہی گئے شادی کو ایک ماہ ہو گیا ہے بہن کے ہاں چکر نہ لگایا۔ اب کیا دعوت دوں گی تو دلہن کو لاؤ گے۔" آپا بے رخی سے بولیں۔

"آپا ایسی بات نہیں۔" خاور بھائی خلاف معمول مسکرا کر بولے۔

"اچھا اماں ہم چلتے ہیں۔" خاور اپنی دلہن کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ رضیہ دونوں کو ہونق بنی دیکھ رہی تھی گلابی لباس میں دلہن کا رنگ روپ ہی انوکھا تھا۔ خاور بھائی کے اوپر بھی خوب روپ آیا تھا۔

"لگتا ہے دلہن راس آ گئی۔" رضیہ نے شرارتی لہجے میں آپا کے کان میں سرگوشی کی۔

"کہاں چل دیئے خاور! میری بات کا جواب تو تم نے دیا ہی نہیں۔" وہ تلملائیں۔

"آپا آپ کی بھابی کو میکے لے کر جا رہا ہوں وہاں سے ہوتے ہوئے ایک دوست کی دعوت پر جانا ہے۔ آپ کے ہاں ان شاء اللہ اگلے سال آؤں گا۔"

"کیا اگلے سال؟" آپا چیخیں تو خاور مسکرا دیئے۔

"آپا! آپ کو نیا سال مبارک ہو کل پہلی جنوری ہے نہ۔" خاور آپا سے کہتے ہوئے مسکرا دیئے۔ سب ہی اچانک بولے جانے والے اس جملے پر ہنس دیئے آپا اور رضیہ پیار بھری نظروں سے دونوں کو جاتے دیکھ رہے تھے۔

❀

ہم کو بھی معلوم تھا یہ وقت بھی آجائے گا
ہاں مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ پچھتائیں گے
یہ بھی طے ہے کہ جو بوئیں گے وہ کاٹیں گے وہاں
اور یہ جو بھی کھوئیں گے وہیں پائیں گے

"لو مینا ڈیئر نیوایئر کے کارڈ بھی چھپ کرآ گئے ہیں۔ آج رات فہرست دیکھ کران پرنام لکھنے ہیں۔"

"میرے پاس تو وقت بالکل نہیں ہے۔ نیوایئر کے دوسرے ہفتے سے نوفل کی شادی کی رسمیں شروع ہوجائیں گی، مہندی کے کارڈ بھی شام تک آجائیں گے میں نے عبید سے کہہ دیا ہے وہ لے آئے گا اور ہاں مینا نوفل کی رائٹنگ بہت خوب صورت ہے اسی سے تمام کارڈز پر نام لکھوالینا۔ دو دن بعد ویک اینڈ آرہا ہے، کارڈ تقسیم کرنے کا کام راحیل اور عبید کے سپرد کردینا۔"

"مگر مما راحیل تو اپنے دوستوں کے ساتھ کنیڈا کے ٹور پر گیا ہے۔"

"ایک دو شوق ہی تو پورے کرتا ہے میرا راحیل۔"

"مگر مما راحیل کے شوق بھی بڑے مہنگے ہیں، آپ بتا رہی تھیں بسنت میلے میں پورے پچاس ہزار روپے لے کر گیا تھا لاہور۔ اور اب کنیڈا کے ٹور پر گیا ہے دوستوں کے ساتھ، ہر سال کسی نہ کسی ملک جاتا ہے۔ مما ابھی سے اسے آپ نے اتنا فضول خرچ بنادیا ہے۔"

"او مائی ڈیئر مینا تم کب سے اس طرح سوچنے لگیں۔ بیٹا ہمیں اللہ نے اتنا نوازا ہے تو پھر میں کیوں کنجوسی کروں اپنے بیٹے کے شوق کے لیے اور میں نے تو ہمیشہ تمہاری خواہشوں کو بھی سرآنکھوں پر رکھا ہے۔"

"مما میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" مینا نے ایک دم کہا تو وہ بولیں۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو، تم فکر نہ کرو وہ کل رات نہیں تو سنڈے تک آجائے گا، اسے معلوم ہے اس کی مما ہر سال نیوایئر پر ایک بڑا فنکشن رکھتی ہیں۔ وہ اس سے پہلے ضرور پہنچے گا۔"

"اور ہاں سنو نوفل کی مہندی سجانے کے لیے چاندی کی تھالیاں بنانے کا آرڈر بھی دے دیا اور تمہارا ڈریس تو میں نے نیو فیشن سے بہت قیمتی اور خوب صورت بنوایا ہے، خاص کر مہندی کے لیے، ایک دو روز میں سب تیار ہوکر آجائیں گے اور مینا نوفل کے سسرال والے تو دیکھتے رہ جائیں گے اس بار نیوایئر کے فنکشن میں تمام مہمانوں کے لیے قیمتی گفٹ بھی ہوں گے۔"

''واؤ مما بہت مزا آئے گا آپ کی کولیگ تو اس دفعہ ہمیشہ سے زیادہ انجوائی کریں گی۔'' مینا نے چہکتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔
''مما نوفل بھائی نے آج تو آفس سے چھٹی کی تھی مگر صبح سے نہ جانے کہاں غائب ہیں۔''
''میں نے کہا بھی تھا کہ میں لنچ میں ان کے لیے کڑاہی پکوا رہی ہوں' چار بج رہے ہیں ابھی تک غائب ہیں۔''
''دو دن ہو گئے مجھے لندن سے آئے ہوئے' یہی دیکھ رہی ہوں آفس میں ہوتے ہیں یا پھر باہر۔ آج آفس نہیں گئے تو پتا نہیں کہاں غائب ہیں۔''
''ہوسکتا ہے مینا' وہ انوشہ کو لے کر جیولر کے پاس گیا ہو۔ میں نے ہی اس سے کہا تھا' تم انوشہ کی پسند سے کنگن اور رونمائی میں دینے کے لیے اپنی پسند سے جو چاہو خرید لو۔ اب دیکھو نا مینا میں اکیلے کیا' کیا کروں۔ اسی لیے میں نے شاپنگ کی کچھ ذمے داری نوفل پر ڈال دی ہے۔''
''بس تو پھر مما نوفل بھائی شام سے پہلے نہیں آئیں گے۔''
''ارے ہاں اب میں اپنی تیاری کرلوں' آج شام چھ بجے مجھے ایک امدادی فنکشن میں شرکت بھی کرنی ہے جو دو دن سے جاری ہے' آج فنکشن کا لاسٹ ڈے ہے۔ میں تو آج کل اتنی مصروف رہتی ہوں کہ اپنے گھر کے لیے بھی میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔ نوفل کو اکثر مجھ سے شکایت رہنے لگی ہے کہ مما آپ نے تو اپنی ساری زندگی سوشل کاموں میں وقف کردی ہے' ہمارے لیے آپ کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ مینا اب میں اسے کیسے سمجھاؤں اس فیلڈ میں واقعی اپنے بچوں کو وقت نہیں دے پاتی۔ مگر ان کی ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ پھر بھی اسے گلہ رہتا ہے۔''
''مما نوفل بھائی ہمیشہ سے بہت حساس ہیں' وہ ہمیشہ آپ کو بہت مس کرتے ہیں۔ آپ کو یاد ہے اسکول کے زمانے میں بوا حمیدہ کو کتنا پریشان کرتے تھے کہ میں مما کے ہاتھ کا پکا کھانا کھاؤں گا' مما اب تک کیوں نہیں آئیں؟''
''مینا وہ ایسی حرکتیں اب بھی کرتا ہے۔ ویک اینڈ والے دن مجھ سے اپنی پسند کی کوئی نہ کوئی ڈش ضرور پکواتا ہے۔'' بیگم سجاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔
''مما میرا خیال ہے آپ آج جس امدادی فنکشن میں جارہی ہیں وہ بلدیہ ٹاؤن کی فیکٹری' سانحہ کراچی کا فنکشن ہے۔''
''ہاں مینا وہ سانحہ جہاں آگ کے شعلوں کے بیچ موت کا رقص ہوتا رہا اور اس موت کے رقص کو...... کوئی ماں' کوئی بہن' کوئی باپ بے بسی اور لاچاری سے دیکھتا رہا۔''
''ہاں مما واقعی خبروں میں وہ خوف ناک منظر دیکھ کر دل خون کے آنسو رو دیا۔''
''ایک ایک گھر سے کتنے جنازے اٹھ گئے کوئی ان کے دل سے پوچھے۔ کیسی قیامت صغریٰ کا منظر تھا۔ کون ان کے غم دکھ کا مداوا کرے گا' جن کا سب کچھ چھن گیا۔''
''حکومت نے مرنے والوں کے لواحقین کو پانچ لاکھ دینے کا وعدہ تو کیا ہے مگر...... مگر یہ وہ مرہم نہیں جس سے زخم بھر جائیں۔''
''بس مینا یہ امدادی فنکشن کی تیاری بھی میں نے بڑی لگن سے کی ہے میری تمام کولیگ میرے اس نیک مقصد میں میرے ساتھ ساتھ ہیں۔ بڑے بڑے شعراء نے اس امدادی فنکشن میں شرکت کے لیے تعاون کیا ہے۔ مہنگے ٹکٹ فروخت ہوئے ہیں' ٹکٹوں کی فروخت سے حاصل کی گئی تمام کی تمام رقم سانحہ کراچی کے متاثرین کو دی جائے گی اس امدادی فنکشن میں میری ایک تصویر بھی شامل ہے۔ سوتے ہوئے ذہنوں کو جگانے کے لیے' مینا اس فنکشن میں بہت سے گلوکار فنکار بھی شرکت کریں گے' امدادی فنکشن کو دلچسپ اور کامیاب بنانے کے لیے میں نے بہت محنت کی ہے' اچھا تو تم چل رہی ہو میرے

ساتھ؟'' بیگم سجاد نے بولتے بولتے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نو مما فیض کو چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں۔''

''کہاں جانے کا پروگرام بن رہا ہے؟'' اسی وقت نوفل نے بیگم سجاد کے روم میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اب آئے ہیں آپ' لنچ پر میں نے کتنا انتظار کیا۔'' مینا نے ناراضگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بولا۔

''مگر مما کو تو معلوم تھا مجھے انوشہ کو جیلر کے پاس لے کر جانا تھا' یہ دیکھئے۔'' اس نے سرخ مخملی ڈبیہ ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ ایک سیٹ لیا ہے اور یہ کنگن۔''

''ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے بیٹا۔''

''بس انوشہ کو اس کے گھر کے گیٹ پر ڈراپ کر کے آرہا ہوں۔ مجھے پتا تھا میری سسٹر میرا انتظار کررہی ہوگی۔ مگر مینا میں نے اور انوشہ نے باہر لنچ کرلیا۔''

''ہاں ہاں انوشہ بھابی ساتھ تھیں نا' پورا پورا فائدہ اٹھایا آپ نے' خوب گھوم پھر کرآرہے ہیں۔'' مینا نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بولا۔

''کافی سمجھدار ہوگئی ہو امجد بھائی کی سنگت میں رہ کر' مگر تم یہ بتاؤ کہاں جارہی ہو مما کے ساتھ؟''

''نہیں نوفل بھائی میں تو کہیں نہیں جارہی' مما کو جانا ہے چھ بجے تک۔ آپ چلے جائیں' بڑے بڑے شعراء اور شوبز کے فنکار بھی شرکت کررہے ہیں' اس امدادی فنکشن میں۔''

''سانحہ کراچی کے متاثرین کے سلسلے میں ہورہا ہے نا۔'' نوفل نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''ابھی تو مجھے آدھے گھنٹے بعد کاشف کی طرف جانا ہے' وقت ملا تو پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ مما کارڈ آگئے؟'' نوفل کی نظر سامنے رکھے کارڈ پر پڑی تو پوچھا۔

"ہاں بیٹا نیو ایئر کے فنکشن کے کارڈ آئے ہیں۔ آج ہی شادی کے کارڈز اور مہندی کے خصوصی کارڈز جو میں نے بنوائے ہیں وہ بھی آجائیں گے' میں نے عبید سے کہہ دیا ہے۔" وہ کارڈز دیکھتے ہوئے ہولے سے مسکرایا۔

"مینا تمہیں پتا ہے یہ کارڈز بھی مما نے سلیکٹ کیے ہیں سب سے مہنگے اور قیمتی کارڈز۔ سب کچھ میری مما کی چوائس سے ہو رہا ہے۔"

"مگر نوفل بھائی اصل چوائس تو آپ کی اپنی ہے۔"

"او آئی سی' تمہارا اشارہ انوشہ کی طرف ہے۔" وہ کھل کر مسکرایا۔ "مگر مینا اختیار تو میں نے مما کو دے دیا تھا۔"

"رہنے دیں بس' یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مما نے آپ کی بات کبھی نہیں ٹالی۔"

"نہیں مینا یہ بات نہیں ہے' انوشہ کو دیکھ کر مجھے نوفل کے انتخاب کی داد دینا پڑی' انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔" بیگم سجاد نے فخر سے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور وہ جانے کے لیے اٹھ گئیں۔

⌘......⌘......⌘

بیگم سجاد شوشل ورکر تھیں۔ شادی سے پہلے بھی وہ سوشل ورک سے منسلک رہی تھیں۔ والدین کی اکلوتی اولاد تھیں اپنی ہر بات منوالیتی تھیں۔ یہ سلسلہ شادی کے بعد بھی جاری رہا۔ سماجی کاموں میں بڑی سرگرم رہتی تھیں۔ سجاد حسن نے بھی ان پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں لگائی تھی۔ وہ ایک کامیاب بزنس مین تھے۔ آئے دن غیر ملکی دوروں پر رہتے۔ بچوں کی آمد نے بھی بیگم سجاد کو نہیں بدلا تھا۔ اپنی سوشل سرگرمیوں سے انہیں جو شہرت مل رہی تھی وہ اس پر بہت نازاں تھیں۔ اپنے بچوں کو وہ نوکروں کی ذمہ داری پر چھوڑ کر اپنی سوشل لائف میں مصروف تھیں۔

گھر کی پرانی ملازمہ بوا حمیدہ پر انہیں بھرپور اعتماد تھا۔ وہ جانتی تھیں بوا حمیدہ بہت اچھی طرح چاروں بچوں کا خیال رکھتی ہیں۔ بیگم سجاد کو انہوں نے کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ وقت تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا تھا۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ سب سے بڑا نوفل تھا' اس سے چھوٹی مینا جس کی شادی انہوں نے تین سال پہلے اسی طرح بڑی دھوم دھام سے کی تھی۔ گھر کی پہلی شادی تھی دل کے سب ارمان پورے کیے تھے۔ اس وقت سجاد حسن بھی حیات تھے۔

امجد ان کے بزنس پارٹنر فواد جو لندن میں مقیم تھے ان ہی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ڈاکٹر امجد جو لندن میں اپنا کلینک بڑی کامیابی سے چلا رہے تھے۔ ڈاکٹر امجد جیسے قابل داماد کو پا کر وہ بہت خوش تھے اور مطمئن بھی۔ مینا شادی کے چھ ماہ بعد ہی لندن چلی گئی تھی۔ انہی دنوں سجاد حسن ایک ٹریفک حادثے میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بیگم سجاد کو تو سکتہ ہو گیا۔ وہ سجاد حسن کی جدائی میں مایوسیوں کے اندھیرے میں گم ہو گئی تھیں' ہونٹوں پر خاموشی کی مہر سی لگ گئی تھی۔ زندگی کی ہر خوشی سے ان کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ نوفل ماں کی یہ حالت دیکھ کر کڑھتا رہتا۔

وقت خود بہت بڑا مرہم ہے' نوفل کی توجہ اور بے پناہ محبت بیگم سجاد کو ایک بار پھر زندگی کی خوشیوں کی طرف لے آئی تھی۔ وہ چاہتا تھا اس کی مما پہلے کی طرح اپنی سوشل لائف میں مصروف ہو جائیں' اگر وہ یونہی گھر میں بند رہیں تو بیمار ہو جائیں گی۔ وہ اپنی مما کو پہلے جیسا دیکھنا چاہتا تھا' اس کی توجہ رنگ لائی اور بیگم سجاد نے خود کو کافی حد تک سنبھال لیا۔ اپنی عدت کے دن پورے ہونے کے کچھ عرصے بعد وہ ایک بار پھر سوشل کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

انوشہ ان کے خاندانی لحاظ سے ان کے ہم پلہ تھی۔ وہ ایک بڑے صنعت کار کی بیٹی تھی۔ دولت کے معاملے میں انوشہ کے والدین ان سے بھی آگے تھے۔ وہ اس بات پر بھی مسرور تھیں کہ بیٹے نے ان کے لیے ہم پلہ بہو پسند کی تھی' شادی میں ابھی دس بارہ دن تھے' تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ نوفل کی شادی پر وہ پیسہ پانی کی طرح بہا رہی تھیں اور نیو ایئر کے جشن کا اہتمام بڑے پیمانے پر کیا گیا تھا۔ باپ کے بعد سارا بزنس نوفل نے بڑی خوش اسلوبی

سے سنبھالا تھا' سجاد حسن نے بزنس کی ساکھ بہت مضبوط بنائی تھی یہی وجہ تھی کہ نوفل بڑی کامیابی سے بزنس کو ڈیل کررہا تھا۔
مگر راحیل کو گھومنے پھرنے سے فرصت نہیں تھی۔
نوفل چاہتا تھا راحیل بھی آفس جوائن کرے اور بزنس میں دلچسپی لے مگر بیگم سجاد نے اسے بہت آزادی دے رکھی تھی۔ ہر سال ایک بڑی رقم گھومنے پھرنے میں گنوا دیتا اور اس کے یہ سارے شوق بیگم سجاد پورے کرتی تو نوفل کو ملال ہوتا۔
نوفل محسوس کررہا تھا کہ مما نے مہندی کی رسم کے لیے کافی بڑی رقم صرف کی تھی اور پھر نیو ایئر کے سالانہ فنکشن کے اخراجات الگ' نیو ایئر کے کارڈز کی تعداد سے اسے اندازہ ہورہا تھا کہ اس بار ہمیشہ سے زیادہ مہمان مدعو کیے گئے ہیں۔ مگر وہ مما کو روک بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اس کی سنتی کہاں تھیں' کچھ کہنا فضول تھا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیٹھا اپنی مما کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

⌘.......⌘.......⌘

نوفل امدادی فنکشن میں کافی لیٹ پہنچا تھا۔ تین دن سے جاری اس امدادی فنکشن کا آج آخری دن تھا۔ وہ پہنچا تو محفل مشاعرہ عروج پر تھا۔ ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ یہ ہال کا بھرا ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ ہال میں موجود ہر شخص کے دل میں سانحہ کراچی کے متاثرین کے لیے درد اور احساس موجود تھا' نوفل نے دیکھا کچھ سیاسی شخصیات بھی موجود تھیں۔ امدادی فنکشن کے ٹکٹ بہت مہنگے تھے۔ ان ٹکٹوں کو فروخت کرنے میں بیگم سجاد نے بڑی بھاگ دوڑ کی تھی۔ وہ اپنے لیے جگہ بناتا ہوا اندر داخل ہوا' بڑی مشکل سے اسے کھڑے ہونے کی جگہ مل گئی تھی۔ اسٹیج پر مائیک تھامے ایک لڑکی اس کی مما کا نام پکار رہی تھی۔
''اب میں محترمہ زبیدہ سجاد سے درخواست کروں گی کہ وہ اسٹیج پر تشریف لائیں۔ سامعین آپ کو میں یہ بتاتی چلوں' آج کے اس امدادی فنکشن کا سارا کریڈٹ محترمہ زبیدہ سجاد کو جاتا ہے' ہماری مایہ ناز سوشل ورکر محترمہ زبیدہ سجاد تشریف لائیے۔'' نوفل نے دیکھا اس کی مما کے نام پر ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔ کتنی شہرت ہے مما کی' آج وہ پہلی بار اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔
وہ بڑے باوقار انداز سے چلتی ہوئی اسٹیج پر آئیں' ایک مسکراتی نظر ہال میں موجود سامعین پر ڈالی' مائیک سنبھالتے ہوئے کچھ دیر خاموش کھڑی رہیں' پھر گویا ہوئیں۔
''سامعین آج میں بہت خوش ہوں' آپ سب نے اس فنکشن میں آکر میرا حوصلہ بڑھایا ہے کہ آپ سب میرے ساتھ ہیں۔ سانحہ کراچی کے ان تمام گھرانوں کو بھی میں نے بطور مہمان اس فنکشن میں شریک کیا ہے جن کے اپنے ان سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئے۔ موت کے اس کھیل میں سب کچھ جل کر راکھ ہوگیا۔ ایک شعر جو میرے لبوں پر مچل رہا ہے۔

یہ کیسی آگ تھی جس نے جلا ڈالا خوابوں کو
یہ کیسا قہر تھا جس نے مسل ڈالا گلابوں کو
یہ ایک سازش تھی ان لوگوں کی جو ہیں دشمن انسان
سناؤں کون سا قصہ میں کھولوں کن کتابوں کو
(شاعرہ: نازیہ کنول نازی)

ایک بار پھر ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔
''سامعین ہم سب اپنے ان دکھی بھائی بہنوں کے ساتھ ساتھ ہیں جن کا سب کچھ اس آگ کی نظر ہوگیا' ان کا غم ہمارا غم ہے' ان کا دکھ ہمارا دکھ ہے' اگرچہ ان دکھوں کا کوئی مداوا نہیں' جب بھی ہم اس سانحہ کے بارے میں سوچتے ہیں تو آنکھیں نم ہونے لگتی ہیں۔ تو کوئی ان کے دل سے پوچھے جن کے اپنے اس آگ میں راکھ کا ڈھیر بن گئے' مہینوں گزر گئے اس حادثے کو مگر آج بھی کتنی ماؤں' بہنوں کی اور کتنے بچوں کی آنکھیں منتظر ہیں کہ ان کے پیاروں کی لاش مل جائے تاکہ انہیں اپنے ہاتھوں سے دفن کرکے انہیں قرار اور صبر تو آجائے مگر وہ جو راکھ کا ڈھیر بن گئے انہیں کوئی کہاں سے لائے۔ اور جو اس

حادثے کے ذمے دار ہیں انہیں سخت سے سخت سزا دی جائے۔ ہماری حکومت نے مرنے والوں کے لواحقین کو پانچ پانچ لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا ہے اللہ کرے یہ وعدہ وفا ہوجائے۔ مگر آج آپ سب کو یہاں اکٹھا کرنے کا جو مقصد ہے اب میں اس طرف آتی ہوں۔

میں اپنے ملک کے شعراء اور فنکاروں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ سب نے اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کر میرے ساتھ تعاون کیا' میں آپ سب کی مشکور ہوں۔ اور مجھے امید ہے آئندہ بھی آپ سب کا تعاون مجھے حاصل رہے گا۔ آپ سب اس فنکشن سے تو واقف ہیں یہ فنکشن امدادی فنکشن ہے جو سانحہ کراچی فیکٹری کے ملازمین کی یاد میں رکھا گیا ہے' جو موت کے اس رقص میں لقمہ اجل بن گئے اور اپنے پیچھے اپنے پیاروں کو زندہ درگور کر گئے۔ جن کے دم سے ان کے گھروں کے چولہے جلتے تھے' جو اپنے گھرانوں کے خود کفیل تھے' آیئے ہم سب مل کر اپنے ان دکھی بہن بھائیوں کے دکھ اور بے بسی کو محسوس کرتے ہوئے کچھ ایسا کریں ان کے لیے کہ ہم ان کے آنسو پونچھنے میں کامیاب ہوجائیں' جو بالکل بے آسرا ہوگئے ہیں۔ تو آیئے ہم دل کھول کر ان کی مدد کریں' ہم اس شہر کراچی کے عوام ہیں اور ہمارا بھی تو حق بنتا ہے۔ آپ یہ نہ سوچیں مدد کس انداز میں کرنی ہے آپ کے دس روپے' سو روپے بھی بہت ہوں گے...... کیونکہ قطرہ قطرہ دریا بن جاتا ہے۔

آج کل ملک میں نیو ایئر منانے کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی ہیں اور نیو ایئر کے جشن پر کتنی رقم صرف کی جاتی ہے' ہمارے ملک میں بسنت میلے میں' لوگ دور دور سے پہنچ رہے ہوتے ہیں' صرف ذرا سے شوق و تفریح کے لیے' بڑی سے بڑی رقم صرف کردیتے ہیں' مگر کیا ہم ایک لمحے کے لیے یہ سوچ سکتے ہیں ہم یہی رقم جسے ہم اپنے شوق و تفریح کے لیے ضائع کر رہے ہیں۔ کیوں نہ اس سے سانحہ کراچی کے متاثرین کی مدد کی جائے؟ آپ کی تھوڑی سی قربانی...... لفظ قربانی میں نے اس لیے استعمال کیا کہ آپ اپنی تفریح اپنے شوق اپنی فضول سی تقریب پر ہزاروں روپے جو خرچ کرنے جا رہے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں' ان میں تھوڑی سی کمی کر کے وہی رقم آپ سانحہ کے مرحومین کے ورثا کو پہنچا دیں' تو آپ محسوس کریں گے آپ نے کیسی خوشی و راحت حاصل کی ہے۔ یہ سمجھنے اور سوچنے' غور کرنے کی بات ہے۔ ہم اپنے نفس کو مار کر اللہ کے سامنے سرخرو ہوسکتے ہیں اور اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

شادیوں کی فضول سی رسم مہندی پر آپ جو رقم خرچ کر رہے ہیں یا کرنے کا ارادہ ہے تو میں آپ سب سے گزارش کروں گی کہ نیا سال چند دنوں بعد ہمیں ویلکم کہنے آرہا ہے تو آیئے ہم سب اس نئے سال کا سورج طلوع ہونے سے پہلے اپنے آپ سے عہد کرلیں کہ ایک نئے عزم کے ساتھ نیو ایئر کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے شوق پر خرچ کی جانے والی وہ تمام کی تمام رقم سانحہ متاثرین کو گفٹ کردیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟ شاید نہیں' بلکہ یقیناً ایسا ہوسکتا ہے۔ کیوں نہ ہم آج مل کر عہد کریں۔

آیئے ہم اس سال آنے والے نیو ایئر کا استقبال کرتے ہوئے اپنی تھوڑی سی خوشیاں' تفریح' شوق کی قربانی دے کر ان مجبور دکھی لوگوں کے لیے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ جن کے خواب لٹ گئے ہیں' خواہشیں امنگیں دم توڑ گئی ہیں' آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں۔ اور ہم ان کے لیے ایسے امدادی فنکشن کرتے رہیں گے' اور ہمیں یقین ہے سامعین آپ سب ایسے ہی جوش وخروش سے مجھ سے تعاون کرتے رہیں گے۔ تین روزہ امدادی فنکشن سے جو رقم حاصل کی گئی ہے وہ تمام کی تمام رقم متاثرین کو بھیج دی جائے گی۔'' نوفل نے دیکھا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا۔ اس کی مما بڑی شان سے کھڑی داد وصول کر رہی تھیں۔ اور ایئر کنڈیشنڈ ہال میں کھڑے نوفل کی پیشانی پسینے کے قطروں سے تر ہو رہی تھی۔

نوفل سے وہاں رکنا دوبھر ہوگیا۔ وہ اپنی مما پر ایک نظر

ڈالتا ہوا تیزی سے ہال سے باہر نکل آیا۔ ظاہر اور باطن میں اتنا تضاد...... اس کا ذہن الجھنے لگا اس نے تیزی سے ہونٹ کاٹ ڈالے۔

⌘......⌘......⌘

ڈائننگ ٹیبل پر مینا، بیگم سجاد، عبید اور نوفل موجود تھے۔
''تم دیکھنا مینا، صبح کے ہر اخبار میں اس فنکشن کی مکمل کوریج ہوگی۔'' ''نوفل تم کہاں تھے؟ مجھے تمہارے آنے کا انتظار ہی رہا۔'' بیگم سجاد نے اپنی پلیٹ میں فرائی فش ڈالتے ہوئے کہا۔ تو وہ ایک دم چونکا۔
''جی ہاں، بس......''
''کیا بات ہے تم بہت خاموش ہو؟'' بیگم سجاد نے فکرمندی سے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''نہیں مما، ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کاشف کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کے ساتھ لانگ ڈرائیو کر کے آ رہا ہوں، شاید اسی لیے تھک گیا ہوں۔ واپسی پر اتنی دیر ہوگئی تھی، فنکشن میں آ نہیں سکا۔'' وہ سمجھ گیا تھا اس کی مما نے اسے وہاں دیکھا نہیں تھا۔ وہ بھی صاف جھوٹ بول گیا۔
''بس نوفل یہ کاشف سے مجھے اسی لیے چڑ ہے، تمہارے بغیر وہ کوئی کام کر نہیں سکتا۔ کہاں گئے تھے؟'' انہوں نے کریدا۔
''تھا اس کا ایک کام۔'' نوفل نے کھانے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
''بھلا بتاؤ صرف کاشف کی وجہ سے تم نے اتنا اچھا فنکشن مس کیا؟'' بیگم سجاد کو ملال تھا اس کے نہ آنے کا۔
''نوفل بھائی کاشف کو بھی آپ ساتھ لے جاتے، ذرا وہ بھی تو دیکھتے، ہماری مما کتنی مشہور سوشل ورکر ہیں۔ اتنے بڑے فنکشن کی کامیابی کا سارا کریڈٹ مما کو جاتا ہے۔ مما کے لیے یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔''
''ہاں مینا یہ تو ہے، شکر ہے میں اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہی۔''
''مما راحیل کب تک آئے گا، اسے گئے ہوئے آج دس دن ہو رہے ہیں۔'' نوفل نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔
''میرا خیال ہے بیٹا وہ کل تک آ جائے گا۔''
''مما ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہی گیا ہے۔''
''ہاں بیٹا ظاہر ہے دوستوں کی گیدرنگ میں ہی گھومنے پھرنے کا مزا آتا ہے۔''
''مما اسے کہیں بزنس میں بھی دلچسپی لے، زندگی کا مقصد صرف گھومنا پھرنا ہی تو نہیں ہے۔'' نوفل نے دبے دبے لہجے میں کہا تو وہ بولیں۔
''تم فکر مت کرو میں ہوں نا بزنس میں تمہاری ہیلپ کرنے کے لیے اور رہی بات راحیل کی اسے بزنس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ تو باہر سیٹل ہونا چاہتا ہے۔'' نوفل نے اپنی مما کی طرف دیکھا اور ایک لمبا سانس کھینچتا ہوا اٹھ گیا۔
''نوفل آج تمہیں نیو ایئر اور شادی کے کارڈز پر نام لکھنے ہیں۔ وہیں تمہارے روم میں بوا حمیدہ سے رکھوا دیئے ہیں۔ کل تک یہ کام مکمل کر لینا۔''
''جی بہتر......'' وہ کہتا ہوا اپنے روم میں آ گیا۔ ابھی اس نے روم میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس کے موبائل کی ٹون نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
''ہیلو......'' دوسری طرف انوشہ تھی۔
''کیا کر رہے تھے؟''
''ابھی کھانے سے فارغ ہوا ہوں تم سناؤ کیا کر رہی تھیں؟''
''کزنز میں گھری ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے ان

''خیال''
میں جب بھی دُور اُفق پر
بچھڑتے دیکھتی ہوں
تو نجانے کیوں؟
مجھے تمہارا خیال آ جاتا ہے!!
جیا نقوی...... تلہ گنگ

سے فرار حاصل کر کے اپنے روم میں آئی ہوں۔ وہ سب لیونگ روم میں محفل جمائے ہوئے ہیں۔''
''تو کیا ابھی سے سب نے دھاوا بول دیا؟'' نوفل نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
''نوفل ماما نے تو سب کو ایک ماہ پہلے سے آنے کی دعوت دی تھی مگر بڑے ماموں جان تو ابھی کچھ دیر پہلے لاہور سے اپنی فیملی کے ساتھ پہنچے ہیں اور پھوپو تو اسلام آباد سے کل شام کو آئی ہیں۔ ماشاء اللہ ان کی چار بیٹیاں ہیں بہو بیٹے کل تک آجائیں گے۔''
''پھر تو تمہارے یہاں خوب رونق لگ گئی ہوگی۔''
''حنا تو آج سے ہی ڈھولک لے کر بیٹھ گئی ہے' اصل میں نوفل ہمارے گھر کی یہ پہلی شادی ہے بس گھر والوں کے ساتھ ساتھ سب رشتے دار بھی بہت پر جوش اور خوش ہیں۔ تم سناؤ تمہاری طرف تیاریاں کہاں تک پہنچیں اور کون کون آیا ہوا ہے۔'' انوشہ نے چہکتے ہوئے پوچھا۔
''انوشہ تمہیں تو پتا ہے کہ میرا ددھیال تو لندن میں مقیم ہے۔ مینا اپنے بیٹے فیض کے ساتھ کل شام کو آئی ہے لندن سے' امجد ہفتے تک آجائیں گے' وقار انکل اور آنٹی کا فون آیا تھا وہ شادی سے ایک دن پہلے لندن سے یہاں پہنچیں گے۔''
''مینا کیا کر رہی ہے؟'' انوشہ نے پوچھا۔
''وہ فیض کو سلا رہی ہے۔ سارا دن مینا کو تنگ کرتا ہے' جب سے چلنا شروع کیا ہے ادھر سے ادھر بھاگتا رہتا ہے۔''
''اچھا وہ کنگن اور سیٹ پسند آیا آنٹی کو؟'' انوشہ نے پوچھا۔
''پسند کیوں نہ آتے وہ ہیں ہی اتنے زبردست۔''
''ہاں یہی معلوم کرنے کے لیے میں تمہارے فون کا انتظار کر رہی تھی کہ تم فون کر کے مجھے بتاؤ گے...... پھر سوچا خود ہی کر لیتی ہوں۔''
''نہیں میں تمہیں ابھی فون کرنے ہی والا تھا کہ تمہارا فون آگیا۔ ایک ضروری بات کرنی تھی تم سے۔''
''پلیز نوفل جلدی بتاؤ کون سی بات کرنی ہے۔ میرے پاس وقت کم ہے وہ ساری کزنز مجھے تلاش کرتی میرے روم تک پہنچنے والی ہوں گی۔'' انوشہ نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بولا۔
''پہلے وعدہ کرو میرا ساتھ دو گی؟''
''کیا بات ہے نوفل تم ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟ کیسا وعدہ چاہتے ہو اور کس ساتھ کی بات کر رہے ہو؟ میں سمجھی نہیں۔'' انوشہ نے ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔
''نہیں انوشہ پہلے وعدہ......''
''اچھا بابا وعدہ...... چلو اب بتا بھی دو۔'' وہ ایک دم بولی اور اس کی بات کے جواب میں جو کچھ نوفل نے کہا تھا اسے سن کر وہ ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔
''کیا ہوا چپ کیوں ہوگئیں' اتنی جلدی وعدہ بھول گئیں۔''
''نہیں نوفل یہ بات نہیں ہے' مگر تم جو چاہ رہے ہو اب وہ ممکن نہیں ہے۔''
''ایسا نہیں ہے انوشہ تم چاہو تو ناممکن کو ممکن بنا سکتی ہو' اپنی دلیل سے اپنے مما' ڈیڈی کو قائل کر سکتی ہو اور مجھے یقین ہے انکل وجاہت تمہاری بات مان لیں گے۔''
''انوشہ اگر تم نے میرا ساتھ نہیں دیا تو میں سمجھوں گا میں اکیلا ہوں۔''
''ٹھیک ہے نوفل میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں پوری کوشش کروں گی سب گھر والے مان جائیں۔ ویسے ذاتی طور پر مجھے تمہارے فیصلے پر فخر ہے۔ تم نے جو کہا ہے اسے منوانا آسان تو نہیں ہے' ڈیڈی اگر مان گئے تو وہ سب کو سمجھا لیں گے۔ اچھا او کے۔'' اتنا کہتے ہوئے انوشہ نے ختم کردی۔
نوفل کا ذہن ہلکا ہوگیا تھا۔ بغیر انوشہ کے تعاون کے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اور اب وہ مطمئن تھا اس کی بننے والی لائف پارٹنر اس کے ساتھ اور اس کی ہم خیال تھی۔ وہ تیزی سے کارڈز لکھنے میں مصروف ہوگیا' مگر دوسری

طرف ڈسٹ بن پھٹے ہوئے کارڈز سے بھرتا جارہا تھا۔ اسی وقت مینا اور بیگم سجاد اس کے روم میں داخل ہوئیں۔

''بیٹا نوفل رات کا ایک بج رہا ہے' اب سو جاؤ' باقی کارڈز کل لکھ لینا۔'' کہتے ہوئے ان کی نظر اچانک ڈسٹ بن پر پڑی۔ ڈھیر سارے پھٹے ہوئے کارڈز ڈسٹ بن میں پڑے تھے۔ نوفل یہ کارڈز تم نے ڈسٹ بن میں کیوں ڈال دیئے۔ مہندی اور نیو ایئر کے اتنے خوب صورت اور قیمتی کارڈز کیا پرنٹنگ میں کوئی غلطی ہوگئی ہے؟''

''جی مما واقعی غلطی ہوگئی ہے۔ ان کارڈز کی ضرورت نہیں تھی۔ مہندی اور نیو ایئر کے کارڈز ڈسٹ بن میں اس لیے ڈال دیئے ہیں کہ مہندی کا پروگرام کینسل کردیا ہے اور نیو ایئر کا فضول فنکشن بھی اب نہیں ہوگا۔''

''کیا بک رہے ہو تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے کہ نہیں؟ میری اتنی زبردست تیاری کا تم ستیاناس کرنا چاہتے ہو؟ تم اتنے بااختیار کب سے ہوگئے تم نے میری اجازت کے بغیر یہ سوچا بھی کیسے۔'' بیگم سجاد اس پر بری طرح گرج رہی تھیں۔ غصے سے ان کی بری حالت ہورہی تھی۔

''اف میں نے فضول ہی میں تمہیں یہ کام سونپا۔ راحیل آجاتا تو اس سے کروالیتی۔ تم نے تو حد کردی نوفل۔''

''نوفل بھائی مما ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ کو پتا ہے مما نے مہندی کی تیاری کتنے شوق اور لگن سے کی تھی اور نیو ایئر کا سالانہ فنکشن...... اب کیا ہوگا آپ نے اتنا بڑا فیصلہ مما کی اجازت کے بغیر کیسے کرلیا۔'' بیگم سجاد کی غصے سے بری حالت ہورہی تھی' وہ نوفل کو گھورتے ہوئے ایک بار پھر گرجیں......!

''ہاں بولو' تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ تم میری اجازت کے بغیر کسی بھی پروگرام کو کینسل کرو۔''

''مما حیرت ہے آپ میرے اس اقدام سے اتنا خفا ہورہی ہیں آج ہی شام تو اس امدادی فنکشن میں آپ اسی موضوع پر شاندار سی تقریر پر خوب داد وصول کررہی تھیں۔

نیا سال

یہ سال بھی آخر بیت گیا
کچھ ٹیسیں' یادیں' خواب لیے
چند کلیاں' چند گلاب لیے
کچھ پنکھڑیاں پُرآب لیے
کچھ اجلے دن کالی راتیں
کچھ سچے دکھ' کچھ جھوٹی باتیں
کچھ تپتی رتیں' کچھ برساتیں
کسی یار عزیز کا دکھ پیارا
کسی چھت پر امیدوں کا تارا
جس پر ہنستا تھا جگ سارا
اس شاعر نے جو حرف لکھے
اس میں تیری یاد کے سائے تھے
وہ لوگ بھی آخر لوٹ گئے
ان ہنستے ہنستے لوگوں نے
میرے سارے دکھ اپنائے تھے
پھر میں نے یاد کی مٹی میں
زخمی لمحے دفنائے تھے

بخت آور تقیبی...... شیخوپورہ

مینا وہ تقریر میں ابھی تمہیں سناتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے نوفل نے اپنے سیل فون پر ریکارڈ آن کردی۔ بیگم سجاد کی پرجوش تقریر کے الفاظ کمرے میں گونجنے لگے اور پھر تالیوں کی گونج مینا دم بخود خاموش کھڑی کبھی اپنی مما پر نظر ڈالتی اور کبھی چلتے ہوئی ریکارڈنگ پر' نوفل نے ریکارڈنگ آف کی اور پھر بولا۔

''مما اتفاق سے آج شام میں اس وقت وہاں پہنچا جب آپ ڈائس پر آئیں اور آپ کی وہ پرجوش تقریر سن کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اتنا تضاد میں نے پہلی بار دیکھا اور محسوس کیا۔ میں نے بڑی خوشی سے ریکارڈنگ آن کی تھی کہ مما کی تقریر ریکارڈ کرکے رکھوں گا۔ مگر مجھے بڑا شاک لگا۔ مما مہندی کی رسم کے وہ تمام تیار کردہ سونے کی انگوٹھیاں جو میری سالیوں کو دینی تھیں اور وہ چاندی کی

تھالیاں اور مہندی کی رسم پر خرچ کی جانے والی وہ بڑی رقم اور نیو ایئر کے وہ گفٹ جو آپ نیو ایئر کے ہر مہمان کو گفٹ کرنے والی تھیں' نیو ایئر کے فنکشن پر خرچ کرنے والی تمام رقم سانحہ کراچی کے متاثرین کو گفٹ کے طور پر بھیج دیجیے گا۔ آپ کو تو میرے اس اقدام سے خوش ہونا چاہیے۔ مما آپ صرف ایک بار سوچیں' جو کچھ آپ نے وہاں ڈائس پر کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں کہا۔ جو آپ لوگوں سے منوانا چاہ رہی تھیں۔ کیا آپ عملی طور پر خود ایسا کر رہی تھیں؟ مما صرف ایک بار اپنی خوشی' اپنے شوق کی قربانی سانحہ متاثرین کے لئے دے کر دیکھیں کیسی راحت ملے گی آپ کو اس قربانی سے۔'' نوفل اپنی مما کے کہے الفاظ انہی پر دہرا رہا تھا۔

''مما آپ کو لفظوں سے کھیلنا ہی نہیں لفظوں کا جادو چلانا بھی آتا ہے' آپ کے لفظوں کا جادو مجھ پر چل گیا ہے' آج میں آپ کے وہی الفاظ یاد کر کے آپ کے سوئے ہوئے ذہن کو جگانا چاہتا ہوں۔ ہم کسی کو کوئی مشورہ دیتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم خود عملی طور پر کیا کر رہے ہیں؟ مما میرا مطلب یہ ہے کہ اس اقدام کے لیے پہلا قدم ہم اپنے گھر سے کیوں نہ اٹھائیں؟ آپ کو حیرت ہوگی میرے اس پہلے قدم کے ساتھ انوشہ کا قدم بھی میرے ساتھ شامل ہے۔''

''بس خاموش ہو جاؤ نوفل' تم گستاخ ہوتے جا رہے ہو' تم جو چاہ رہے ہو وہ اب ممکن نہیں...... '' بیگم سجاد نے تیزی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''مما پلیز آج پہلی بار میں نے آپ سے کچھ مانگا ہے۔ اگر آپ خود عمل نہیں کر سکتی تھیں تو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کی گئی آپ کی تقریر کیا معنی رکھتی تھی؟ گستاخی کی معافی چاہتا ہوں' مگر مما انسان کا ظاہر اور باطن ایک ہونا چاہیے۔ پلیز مما ایک بار سوچیں اور غور کریں' اب بھی نہ سوچا تو کب سوچیں گی۔ پلیز مما ہم وہ تمام رقم جو اس فضول سی رسم مہندی اور نیو ایئر کے جشن پر خرچ کرنے والے تھے وہ سب سانحہ کراچی کے متاثرین کو بھیج دیں گے' جن کا اب کوئی کمانے والا نہیں ہے' جو بے آسرا ہو گئے ہیں' پلیز مما صرف ایک بار اپنا احتساب کر کے دیکھیں' آپ کے ظاہر اور باطن میں کتنا تضاد ہے۔''

''نوفل پلیز اسٹاپ اٹ۔'' انہوں نے بے حد الجھ کر نوفل کو ٹوکا۔

''نہیں مما آج ہی تو میری آنکھیں کھلی ہیں اور ان آنکھوں کو کھولنے والی بھی آپ ہی ہیں۔ آپ کی تقریر کا اگر کچھ لوگوں پر اثر ہوگا تو ان میں سر فہرست میں ہوں گا اور مما میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گا کہ لوگ میری مما کے بارے میں یہ کہیں کہ ان کی باتیں محض دکھاوا اور لفاظی ہیں۔ ان کے ظاہر اور باطن' قول و فعل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' نوفل کا آخری جملہ تیر بن کر جیسے بیگم سجاد کے دل میں اترا تھا۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھیں لیکن اپنی ساکھ' اپنی ریپوٹیشن پر ذرا بھی دھبہ انہیں برداشت نہیں تھا۔ چاہے اس کے لیے انہیں اپنے ارمانوں کا گلہ ہی کیوں نہ گھونٹنا پڑتا۔ انہوں نے بڑی شکستگی سے ڈسٹ بن میں پڑے کارڈز کی طرف دیکھا اور ہولے سے بولیں۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹا ہم وہ ساری رقم سانحہ کراچی فیکٹری کے متاثرین کو بھجوا دیں گے۔''

''اوہ مما یو آر گریٹ۔'' نوفل بے ساختہ ان سے لپٹ گیا' اس وقت اسے اپنی ماں دنیا کی عظیم عورت دکھائی دے رہی تھیں اور نوفل کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بیگم سجاد سوچ رہی تھیں کہ کل جب اخباروں میں یہ خبر چھپے گی کہ بیگم سجاد نے اپنے بیٹے نوفل کی مہندی اور نیو ایئر کے فنکشن پر خرچ ہونے والی ساری رقم سانحہ کراچی کے متاثرین کو بھجوا دی ہے' تو ان کی شہرت اور نیک نامی میں کتنا اضافہ ہوگا۔

موسم گلابی

سیدہ غزل صدیقی

> توجہ دے اپنی تعلیم پر
> نہ پڑ عشق کے عذابوں میں
> اکثر وہ لوگ برباد ہوتے ہیں
> جو رکھتے ہیں پھول کتابوں میں

"براؤن بریڈ...... ایک انڈا ابلا ہوا' آدھا گریپ فروٹ اور کیا بولا تھا' آگے یاد نہیں آرہا۔" پین سر پر تقریباً مارتے ہوئے اپنی حسین یادداشت کو خراج تحسین پیش کیا تھا وہ تقریباً ایک گھنٹے سے معروف ومشہور چینل سے آتے مارننگ شو کے آگے اپنا سر کھپا رہی تھی۔ ایک نسخہ جلدی کاپی کرتی تو دوسرا رہ جاتا' دس بجنے والے تھے اور وہ نو بجے سے لیٹر پیڈ اور پین پکڑے نہایت انہماک سے ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔

وقفہ ختم ہونے والا تھا ایک بار پھر وہ لکھنے کے لیے الرٹ ہوئی۔ آج کل اس پر ڈائٹنگ کا بھوت سوار تھا کیوں سوار تھا یہ ایک لمبی کہانی تھی۔

"گرین ٹی اخ...... یہ نہیں پی جائے گی مجھ سے' ایسا کرتی ہوں بغیر چینی کی چائے پی لوں گی۔" میزبان نے دودھ شکر والی چائے کے بجائے گرین ٹی کا استعمال بڑھانے کا مشورہ دیا تو اسے سخت کوفت ہوئی۔

"افوہ یار! کہاں پھنس گئی میں' یہ ڈائٹنگ وائٹنگ میرے بس کی نہیں۔" اب وہ چڑی۔ نسخے نوٹ کرتے کرتے آج کل ویسے بھی ہر چینل پر ہی روز صبح ٹوٹکے اور ویٹ لوز کے طریقے بتائے جاتے تھے اور گھر بھر کی فارغ خواتین خود پر وہ ٹوٹکے آزمانے کے کاموں میں جت جاتی تھیں۔

"یہ اچھا شغل لگایا ہے تم نے' گھر کی صفائی ستھرائی برتن سب کام ایسے ہی پڑے ہیں اور محترمہ یہاں ٹی وی دیکھ رہی ہیں۔" اماں نے اچانک کسی سیاستدان کی طرح انٹری دیتے ہوئے ٹی وی بند کیا۔

"افوہ اماں! آپ بھی نہ' آج لائٹ نہیں گئی تو آپ نے بند کردیا۔ میری پیاری اماں کام کرلوں گی نہ سارا' دیکھنے تو دو۔" وہ اماں کو مکھن لگانے کی کوشش کررہی تھی۔

"نہ پریزے نہ یہ تو گیارہ بجے تک آتا رہے گا' گھر گندا پڑا رہے گا کیا تیرے ابا نو بجے جاتے ہیں تُو تو یہ لگائے بیٹھ جاتی ہے نجانے کیا دبلا ہونے کی دھن سوار کرلی ہے تُو نے۔ ارے ایک ہمارا زمانہ تھا سب کھاتے تھے اور فٹ رہتے تھے اور ایک آج کل کا زمانہ ہے یہ مت کھاؤ وہ مت کھاؤ پھر بھی کمزوری۔" اماں ذرا پرانے

زمانے کی تھیں ان کو آج کل کے زمانے سے خدا کے واسطے کا بیر تھا۔

''اماں پلیز بس آج دیکھنے دے۔'' وہ اب رو دینے کو تھی۔

''پہلے کام کرو پھر یہ فالتو کام کرتی رہنا۔'' اماں اب باقاعدہ ٹی وی کا پلگ نکال کر ریموٹ بھی اٹھا کے لے گئی تھیں مبادا کہیں وہ ان کے جاتے ہی پھر ٹی وی نہ آن کرلے۔ اماں بھی بڑی ہی موڈی تھیں موڈ ہوتا تو خوب لاڈ کرتیں جو موڈ نہ ہوتا تو کسی شیر سے کم نہ تھیں۔ اب وہ بے چاری شمیم آرا کی طرح اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی بڑی ہی بے دلی سے جھاڑو لگا رہی تھی اور اماں مزے سے کمرے میں لیٹی آرام فرما رہی تھیں۔

❀......❀......❀

''پریزے یار تم تو دو دن میں اتنی دبلی لگنے لگی ہو کیا کر رہی ہو آج کل؟'' اس کی خالہ زاد بہن ہما نے آتے ہی اس کی کمر پر ایک مکا رسید کیا۔

''ہائے مار ہی ڈالا ظالما اور کیا کہا تم نے دبلی لگنے لگی ہوں تو کیا پہلے موٹی تھی؟'' وہ نہایت انہماک سے اپنا من پسند ناول ''شہر چارہ گراں'' کوئی دسویں بار پڑھ رہی تھی اس اچانک افتاد پر اپنی کمر پکڑ کے ہما کے پیچھے پیچھے بھاگی' اسے تو ابھی تک یہی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کی ڈائننگ والی بات خالہ کے گھر تک کیسے پہنچی۔

''ہمت ہے تو پکڑ کے دکھاؤ۔'' ہما اسے چیلنج کرتی ہوئی اس کی اماں کے کمرے میں گھس گئی اور وہ بے چاری اندھا دھند بھاگتی ہوئی ایک بھاری بھرکم وجود سے بری طرح ٹکرائی تھی۔

''آؤچ...... میرا سر پھاڑ دیا' دیکھ کے نہیں چل سکتے تم کیا بہت شوق ہے راہ چلتی لڑکیوں سے ٹکرانے کا۔'' ابھی اس کی کمر نہ سنبھلی تھی کہ وہ بے چاری اپنا سر ایک ہاتھ سے پکڑی اپنی اکلوتی خالہ کی اکلوتی اولاد نرینہ زایان آفتاب کے اوپر بُری گرجی تھی۔

''محترمہ پریزے صاحبہ! آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ بھاگ آپ رہی تھیں میں نہیں اور دوسری بات آپ کوئی راہ چلتی لڑکی نہیں میری اکلوتی خالہ کی اکلوتی لڑکی ہیں۔'' وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا مجال ہے جو کبھی اپنی غلطی مان لے۔

''ہونہہ...... تم سے تو بات ہی کرنا فضول ہے۔'' پریزے پیر پٹختی ہوئی اماں کے کمرے کی جانب بڑھ گی۔

''مجھے بھی تم سے بات کرنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے پریزے عرف موٹی۔'' اس نے لفظ موٹی باقاعدہ اونچی آواز میں اسے سنانے کے لیے کہا۔

''کیا کہا تم نے اپنی آنکھیں چیک کرالو یا پھر جاکے اپنا علاج کراؤ آئی سمجھ۔ ہر کوئی تمہاری طرح ماچس کی تیلی کی طرح نہیں ہوتا۔'' وہ واپس پلٹی اور اس نے بھی تیر ٹھیک نشانے پر پھینکا۔

''تمہاری تو......'' زایان نے اسے گھورا۔

''بس بس...... یہاں کشتی مت شروع کردینا آپ لوگ۔ امی بلا رہی ہیں تمہیں' پریزے جلدی چلو۔'' اس سے پہلے کے پریزے کوئی اور وار کرتی ہما اسے کھینچ کے اندر لے گئی۔

''آئی بڑی بھائی کی چچی۔'' پریزے نے ہما کے ہاتھ پر بڑی ہی زور سے چٹکی کاٹی' اپنی دانست میں اس نے اپنا بدلا لے لیا تھا ہما تلملا کے رہ گئی تھی۔ پریزے کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ صحن میں کھڑے زایان نے بڑی ہی دلچسپی سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی اتر آئی تھی یوں کہ جیسے آنے کا مقصد پورا ہوگیا ہو۔

❀......❀......❀

ڈبل اسٹوری پر مشتمل چار کمروں کے اس چھوٹے سے گھر میں آمنہ وحید' وحید صدیقی اور ان کی اکلوتی بیٹی پریزے وحید بڑی ہی پیار سے رہتے تھے یوں بھی ابا کی مین روڈ پر کپڑوں کی چلتی ہوئی دکان تھی۔ اولاد بھی ایک ہی تھی سو گھر کا خرچ بڑی ہی آسانی سے چلتا تھا بہت امیر نہ سہی لیکن ان کا تعلق اچھے خاصے خوش حال گھرانے سے تھا۔ وحید صدیقی کے دو ہی بھائی تھے جو

ان سے چھوٹے تھے۔

اماں ابا کے انتقال کے بعد تینوں بھائی الگ الگ اپنے گھر کے مکین ہو کے رہ گئے تھے ملنا جلنا بھی بس تہوار کے تہوار ہی تھا۔ وحید ذرا سادہ سی طبیعت کے مالک تھے سو ابا کی ساری جائیداد دونوں بھائیوں کے حوالے کر کے سکون میں آ گئے ورنہ دونوں بھائیوں نے ابا کے مرتے ہی فساد برپا کیا ہوا تھا جبکہ آمنہ کی ایک ہی بہن تھی فریدہ جن کے دو بچے تھے زاویان اور ہما دونوں بہنیں ایک دوسرے پر جان چھڑکتی تھیں۔ ملنا جلنا بھی کافی تھا یوں پریزے ہما اور زاویان تینوں کا بچپن ساتھ ہی گزرا تھا۔

پریزے اور ہما ہم عمر تھیں جبکہ زاویان ان دونوں سے دو سال بڑا تھا۔ ہما اور پریزے کو پڑھائی سے کچھ خاص دلچسپی نہ تھی سو کامرس سے گریجویشن کر کے فارغ تھیں۔ ہما گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تو پریزے پر آج کل ڈائٹنگ کا بھوت سوار تھا نجانے کیوں آج کل اسے یہ خبط لاحق ہو گیا تھا کہ وہ بہت موٹی ہے جبکہ نہ تو وہ زیادہ موٹی تھی نہ زیادہ دبلی ہلکی سی بھاری جسامت اور گندمی رنگت تھیکے نقوش کی حامل پریزے کسی کی بھی پسند ہو سکتی تھی۔

زاویان ایم بی اے ایوننگ کے ساتھ ساتھ ایک پرائیوٹ فرم میں بھی جاب کر رہا تھا۔ فریدہ پر آج کل زاویان اور ہما کی شادی کا بھوت سوار تھا ان کی دیکھا دیکھی اب آمنہ کو بھی پریزے کی فکر لاحق ہونے لگی تھی۔

❁.........❁.........❁

وہ آٹا گوندھ کے کام سے اپنی جان چھڑا کے بڑے ہی مزے سے ڈائجسٹ لے کے بیٹھ گئی اب اماں کی باری روٹی پکانے کی تھی فی الحال اس کے ناتواں کندھوں پر صفائی ستھرائی آٹا گوندھنے اور چائے وغیرہ بنانے کی ذمہ داری عائد تھی اور اسے یہ بھی بھاری لگتا تھا۔

''پریزے ادھر آؤ'' اماں کی پاٹ دار آواز نے سمیرا شریف طور کے ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' کا سارا مزا کرکرا کر ڈالا تھا۔

''آتی ہوں۔'' اس نے بڑی ہی بے دلی سے

نظم

ہر ایک سے پوچھنا ہے
کہ......کیا
کسی موت پر
مسجدوں میں اعلان ضروری ہے؟
اگر......
یہ ضروری ہے تو
جب کوئی غریب
غربت کی چکی کے پھیروں
میں روز روز
مرتا ہے......
تب......
ہر روز
ہر پل
اور......
ہر گھڑی
اس کی خاموش موت کا
اعلان کیوں نہیں کیا جاتا
جنازہ کیوں نہیں پڑھایا جاتا

حرا سعدیہ......جہلم

ڈائجسٹ رکھا اور کچن کی راہ لی۔

''جی اماں۔'' اس نے مہذب و تابعدار بننے کی بڑی ہی ناکام کوشش کی تھی۔

''یہ آٹا گوندھا ہے تم نے یا لئی بنائی ہے اب اس سے روٹیاں پکاؤں یا چودہ اگست کی جھنڈیاں چپکاؤں دھیان لگتا کہاں ہے تمہارا کام میں۔'' چشمے کے پیچھے سے اماں نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں غصے سے گھمائی۔ آج کل اماں کو بھی اس کی شادی کی فکر لاحق ہو چلی تھی سو گھرداری سکھانا اور اسے سدھارنا ان کا مشن تھا ورنہ اس کی پیاری اماں اتنی ہٹلر کبھی نہ تھیں۔

''اللہ پوچھے گا تجھے ہما! تیری وجہ سے پڑھائی چھوڑ دی اچھا ہوتا جو آگے پڑھ لیتی اس کام سے تو جان

چھوٹتی۔" من ہی من میں اس نے ہما کو کوسا اگر وہ اس کے سامنے آ جاتی تو وہ اس کے بال ہی نوچ لیتی۔

"اب منہ سے کچھ بولو گی بھی یا یونہی ٹکر ٹکر دیکھتی من ہی من بڑبڑاتی رہو گی۔" اماں نے پھر گھورا۔

"سوری نہ پیاری اماں۔" اس نے اماں کو مکھن لگانے کی مصنوعی کوشش کی۔

"سوری وغیرہ مجھے نہیں پتا ڈرم سے آٹا نکالو اور اس میں اور آٹا ملا کے میرے سامنے صحیح کرو۔" اماں کہاں اس کے جال میں پھنسنے والی تھیں۔

"جی امی۔" وہ روتی صورت بنا کے مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق آٹا نکالنے لگی تھی۔

"اور سنو آج میرے سامنے روٹی بھی تم ہی بناؤ گی۔ ابا آنے والے ہیں تمہارے، جلدی کرو۔" اماں نے ایک اور ظلم اس پر کیا۔

"مگر اماں روٹی تو آپ......"

"کہا نہ اگر مگر نہیں جو کہا ہے وہ کرو، کل کو دوسرے گھر بھی جانا ہے میری ناک نہ کٹوا دینا۔" اب کے اماں اس کی بات کاٹ کے بڑے ہی سخت لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"جی اچھا۔" بھیگی بلی کی طرح ہلکی سی آواز نکال کے وہ بُری طرح ہما کو کوسنے میں مصروف تھی۔ اس وقت اسے اپنی اماں ہٹلر سے کم نہ لگ رہی تھیں۔

❁......❁......❁

اس روز ہما کو لڑکے والے دیکھنے آئے تھے سو فریدہ نے کام کاج میں مدد کے لیے پریزے کو صبح سے ہی بلا لیا تھا۔ پریزے اور ہما نے اپنی موج مستیوں سے سارا گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔

"توبہ ہے تم لڑکیوں سے، بھئی کام کاج کے لیے بلایا ہے نہ پریزے بیٹا تمہیں بھی، شام میں جلدی ہی آ جائیں گے مہمان اور تم لوگوں کی مستیاں ہی ختم نہیں ہو رہی۔ ہما تم جلدی صفائی وغیرہ کرو پھر میرے ساتھ کچن میں آ کے کباب بناؤ بھئی لڑکے والوں کو کم از کم اتنا اندازہ تو ہونا چاہیے نہ کہ لڑکی کو زیادہ نہیں تو کم از کم تھوڑا بہت تو کام کاج آتا ہے۔" دونوں نے فوراً اپنی ہنسی کو بریک لگائے اور کام میں جت گئی۔ ایک گھنٹے کے اندر انہوں نے سارا گھر چمکا ڈالا تھا۔

"میری بنو کی آئے گی بارات میں ڈھول بجاؤں گی۔" وہ ترنگ میں گاتی مسلسل ہما کو چھیڑ رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں ذرا سی دیر ستانے کی غرض سے کمرے میں آئی تھیں۔

"تمہارا بھی وقت آئے گا میری جان! پھر دیکھنا میں بھی یہی کروں گی۔" ہما نے اسے بڑی ہی زور سے چٹکی کاٹی اور وہ تلملا کر رہ گئی۔

"ہاہاہا...... دیکھ لیں گے بھئی ابھی تو گانے دو۔ میری بنو کی آئے گی بارات میں ڈھول بجاؤں گی۔" وہ ایک بار پھر گانے لگی۔

"بنو کی سہیلی ریشم کی ڈوری، چھپ چھپ کے شرمائے دیکھے چوری چوری۔" زاویان نے اچانک انٹری دی۔

"آہم آہم......" ہما نے مصنوعی کھانس کر اسے چھیڑا۔

"آج آفس والوں نے بھگا دیا کیا؟" پریزے نے اپنی دھڑکتی دھڑکنوں کو قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری طرح نہیں کہ جہاں جاتی ہو لوگ بھگا دیتے ہیں۔ امی کا آرڈر تھا سو آنا پڑا ویسے تم دونوں کی آج کی کارکردگی دیکھتے ہوئے ہماری پڑوس والی راشدہ خالہ تمہیں اپنے گھر میں ماسی کی نوکری ضرور دے دیں گی۔" زاویان نے چمکتے دھلے دھلائے گھر کو دیکھتے ہوئے دونوں کو چھیڑا۔

"زاویان تم......" پریزے نے کھینچ کے کشن مارا، وہ شروع سے ہی اسے بھائی نہیں کہتی تھی۔ اس نے ایک بار اماں ابا کی بات سنی تھی کہ ان کا رادہ اسے خالہ کے گھر بیاہنے کا ہے سو وہ جب سے ہی اپنی حسین آنکھوں میں زاویان کا خواب سجائے بیٹھی تھی یہ جانے بنا کہ زاویان کیا سوچتا ہے دونوں کی ہمہ وقت ہوتی نوک جھونک سے اب تو ہما بھی بھائی کو چھیڑنے لگی تھی۔

"بھائی گی تو نہیں نہ۔" ہما کو فوراً تھکے ہارے گھر
لوٹے بھائی کی فکر لاحق ہوئی اس کے منہ سے نکلتی مصنوعی
آہ و کراہ دیکھ کر کوئی بھی دیکھتا تو یہی یقین کرتا کہ بے
چارے کے بڑی زور سے لگی ہے۔
"آپ بیٹھیں میں کھانا لگاتی ہوں۔" ہما زاویان کو
کھینچتی ہوئی باہر لے گئی۔ پریزے مسکراتی ہوئی لیٹ گئی'
وہ کافی تھک گئی تھی اور اب اسے نیند آنے لگی تھی وہ وہیں
بیڈ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے سوگئی تھی۔
شام میں اس کی آنکھ تقریباً چار بجے کھلی' وہ سو کے اٹھی
تو ہما کمرے میں موجود نہ تھی اس نے لائٹ آن کی اور
اپنے بال کیچ کرتے ہوئے دوپٹہ سنبھالتی وہ باہر نکل آئی۔
ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ہما اسے کہیں نظر نہ آئی تھی۔
"ہوسکتا ہے خالہ کے کمرے میں ہو۔" وہ خود ہی سے
سوال و جواب کرتی خالہ کے کمرے کی جانب چلی آئی'
اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اندر سے آتی آواز پر اپنا
نام سن کے وہ ٹھٹک کے رہ گئی۔
"زاویان! تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے پہلے کی
بات اور تھی مگر اب میں تمہارے چچا وغیرہ کو کیا جواب دوں
گی۔ پریزے سے اب تمہارا جوڑ نہیں بنتا' کہاں تم اتنے
دبلے پتلے اور کہاں وہ بھاری جسامت کی حامل۔" خالہ
زاویان کو نجانے کیا کچھ سمجھانے کی کوشش کررہی تھیں'
پریزے کو پوری بات سمجھ میں آئی تو مارے شرمندگی کے
اس سے اپنا آپ نہ سنبھالا جارہا تھا۔ آگے خالہ اور زاویان
نے کیا بات کی وہ سن نہ پائی تھی' اسے تو اپنے بارے میں
خالہ کی یہ رائے جان کے ہی اتنی تکلیف ہوئی تھی کہ اس
سے مزید وہاں کھڑا نہ رہا گیا اس نے فوراً ابا کو کال کرکے
بلایا اور بہانہ کرکے چلی گئی۔
اگلے دن سے اس پر ڈائٹنگ کا بھوت سوار تھا' یہ تھی
اصل کہانی جو نہ زاویان کو پتا تھی نہ ہما کو۔ کافی دن لگے تھے
اسے خود کو نارمل کرنے میں وہ اچھی صحت مند تھی' موٹی
بالکل نہ تھی اب زاویان اتنا دبلا تھا تو اس میں اس کے دل
کا کیا قصور جس میں بچپن سے ہی زاویان کی محبت پہرہ

دیئے بیٹھی تھی۔ اس دن کے بعد وہ خالہ کے گھر نہیں گئی تھی خالہ کو بھی لڑکے والے پسند نہ آئے تھے۔ اس دن کے بعد جب بھی خالہ اس کے ہاں آئی تھیں تو اس نے صرف زاویان اور ہما سے ہی بات کی تھی خالہ کو وہ یکسر نظر انداز کرگئی تھی اس کی یہ تبدیلی کسی نے نوٹ کی ہو کہ نہ کی ہو زاویان نے بڑی شدت سے نوٹ کی تھی۔

❀......❀......❀

دن یونہی روکھے پھیکے سے گزر رہے تھے مارننگ شو کی کرامات تھیں یا یہ اس کی سچی لگن کہ اب وہ کافی کمزور ہوچکی تھی۔ ابا تو بے چارے جب اسے دیکھتے یہی کہتے۔

''ہائے میری بچی اتنی کمزور ہوگئی۔'' جبکہ اماں نہال ہوتیں۔

''پریزے چل شکر ہے تُو نے کچھ کیا نہ کیا مگر یہ کام صحیح کیا اب لگ رہی ہے نہ بالکل ہیروئن ثناء کی طرح۔''

اماں اسے فلم اسٹار ثناء میں ملاتیں تو وہ ہنس پڑتی دھیمی سی پھیکی سی ہنسی۔ نگاہ ہر وقت دروازے پر اٹکی رہتی۔

ایک ہفتہ ہوچلا تھا زاویان نے آکے جھانکا تک نہ تھا آتا تو دیکھتا کہ کتنی بدل گئی تھی وہ محض اس کی خاطر۔

''پیار وہ تو نہیں کہ انسان خود کو ہی تبدیل کرے بلکہ پیار تو وہ ہے جو جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کیا جائے۔'' اس کا دل الگ دہائی دیتا مگر وہ اسے تھپکی دے کے سلا دیتی۔ کہاں وہ ہر وقت شرارتیں کرنے والی اور کہاں اب ایک دم چپ چاپ اب تو وہ اماں سے بھی بحث نہ کرتی۔ وہ جو کام کہتیں چپ چاپ کردیتی اماں الگ حیران تھیں اس کایا پلٹ پر۔

''بات سنیں آپا نے تو اب تک پریزے کے رشتے کی بات نہیں کی ہے جبکہ وہ ہما کے لیے تو خوب رشتے ڈھونڈتی پھر رہی ہیں۔ خیر سے میری بچی بھی جوان ہورہی ہے ماشاءاللہ خوب صورت ہے آپ کا کیا خیال ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟'' وہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ اماں کی اندر سے آتی آواز پر اس نے ٹی وی کی آواز دھیمی کردی تھی اس کے کان اماں ابا کی آواز کی جانب ہی لگے تھے۔

''ابھی کچھ دن دیکھتے ہیں اگر انہوں نے پریزے کے متعلق خود سے بات نہیں کی تو ہم بھی پریزے کے رشتے دیکھنا شروع کردیں گے بھلے وہ آپ کی بہن ہوں مگر ہم اپنی بیٹی کے متعلق خود سے تو بات نہیں کرسکتے نہ۔'' وحید صاحب نے اماں کو سمجھایا۔

''جیسے آپ کی مرضی۔'' آمنہ وحید ان کی رضا میں خوش تھیں۔

''تو کیا اماں ابا میری شادی کہیں اور کردیں گے۔'' پریزے کا دل ڈوب کے ابھرا تھا یکایک اس کا دل ہر چیز سے بے زار ہوگیا تھا اس نے شدت سے زاویان کے وصل کی دعا مانگی تھی۔

❀......❀......❀

فضا میں کافی خنکی سی در آئی تھی موسم ہلکا ہلکا سرد ہوچلا تھا۔ میٹھی دھوپ میں ٹھنڈی ہوا ایک پُرکشش سا تاثر پیش کررہی تھی۔ وہ کام وغیرہ سے فارغ ہوکر ابھی ٹی وی کے آگے بیٹھی تھی۔ دوپہر کے دو بج رہے تھے وہ ادھر سے اُدھر چینل بڑھا رہی تھی مگر کہیں سے کچھ نہیں آرہا تھا۔ ایک نیوز چینل سے آتی اس اچانک خبر سے ریموٹ اس کے ہاتھ سے پھسل کے گرا تھا۔ پاکستان کے مختلف شہروں میں 8.1 شدت کا شدید ترین زلزلہ آیا تھا پریزے کو اچھی طرح یاد تھا کہ دس سال پہلے اکتوبر میں اسی نوعیت کا خوف ناک ترین زلزلہ آیا تھا اور اپنے ساتھ تباہی و بربادی کی کئی داستانیں رقم کرکے لے گیا تھا اور اب تو اس سے بھی شدید زلزلہ آیا تھا یکایک اسے سردی بُری لگنے لگی تھی۔

''اگر سردی اور بڑھ گئی تو زلزلہ متاثرین کیسے اپنی راتیں و دن گزاریں گے۔ پتا نہیں کتنی تباہی ہوئی ہوگی۔'' وہ دل ہی دل میں استغفار کا ورد کرتی ابا کو فون ملانے لگی۔ کراچی میں بھی کچھ علاقوں میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے تھے اور آفٹر شاکس کا بھی شدید خطرہ تھا وہ تو صد شکر تھا کہ کراچی مغرب سے باہر تھا ابا کو کال

کرنے کے بعد اس نے خالہ کو فون کیا اماں سو رہی تھیں ان کو جا کے اٹھایا اور پھر سارا دن وہ اس ناگہانی آفت و تباہی کے بارے میں ہی سوچتی رہی وہ جان گئی تھی کہ زندگی کا ایک منٹ کا بھروسہ نہیں لو لگانی ہے تو اللہ سے لگاؤ' آنے والے کچھ دنوں میں اب اس کا وقت ٹی وی سے زیادہ عبادت میں گزرنے لگا تھا۔ من ہلکا ہوا تو اب وہ زاویان کے بارے میں بھی کم سوچنے لگی تھی۔

اس نے اپنے سارے پرانے کپڑے نکالے تھے' اماں نے بھی نکال کے دے دیئے تھے' کچھ فالتو رضائیاں اور بستر وغیرہ وہ ابا کے ساتھ جا کے زلزلہ متاثرین کے لیے لگائے گئے کیمپ میں امداد کرآئی تھی۔ دل نے ایک عجیب سی سچی خوشی پائی تھی' آج اسے ابا کی کھٹارا سی ایف ایکس بھی بری نہیں لگ رہی تھی ورنہ تو وہ جب بھی ایف ایکس میں بیٹھتی ابا کو اسے نکالنے کا ہی کہتی مگر اب اس نے رب کی رضا میں صبر کرنا جان لیا تھا۔

❁......❁......❁

''آپ کی بہن سے یہ امید نہیں تھی مجھے' حد ہوتی ہے خود غرضی کی۔'' فریدہ شکیل صاحب سے بری طرح الجھ رہی تھیں۔

''خیریت تو ہے اب کیا کردیا میری معصوم بہن نے۔'' شکیل صاحب ہمیشہ سے ہی اپنے بہن بھائیوں پر جان چھڑکتے تھے ان کا جھکاؤ ہمیشہ ان کی طرف ہی ہوتا اور فریدہ اسی بات سے ہی چڑتی تھیں۔

''زیادہ مت بولیں اب آپ نے ہی کہا تھا نہ کہ آپا سے بات کروں ہما اور زاویان کی' میں زاویان کے لیے آپا کی بیٹی ہی لاؤں اور ہما کے لیے بھی ان کے بیٹے سے اچھا کوئی نہیں۔ میں نے کہا تھا نا یہ مناسب نہیں مگر آپ نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔'' فریدہ بیڈ کی چادر ٹھیک کرتی مسلسل غصے میں تھیں اب کہ شکیل صاحب نے بھی ٹی وی بند کرکے ان کی طرف چونک کے دیکھا تھا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' شکیل کا دل ایک دم دھڑکا تھا۔

''بہت چالاک ہیں آپ کی بہن صرف آپ کی وجہ

یقین

رات کو تارے ہم سے
اکثر یہ سوال کرتے ہیں
کیا تجھے اب بھی انتظار ہے اس کے آنے کا
اور میں کہتی ہوں
مجھے ابھی تک یقین نہیں ہوا اس کے جانے کا

صدف سلیمان......شورکوٹ شہر

سے میں نے اپنی بھانجی کے بجائے ان کی بیٹی کا سوچا' جب ہم نے بچپن میں زاویان اور پریزے کی بات کی تھی آپ کو جب ہی منع کردینا چاہیے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ آپ بدل جائیں گے وہ تو شکر ہے کہ اللہ نے میری بہن کے سامنے مجھے شرمندہ ہونے سے بچالیا۔ آپ کی وہی معصوم بہن صرف اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہتی ہیں زاویان کے لیے ہما کے لیے انہوں نے صاف منع کردیا ہے۔ آج کل سب صرف اپنی بیٹیوں کے بارے میں سوچتے ہیں' میری بچی کو رشتوں کی کمی نہیں پھر بھی آپ کی وجہ سے میں نے بات کی وہ کیا سوچتی ہوں گی کہ ان کی بیٹی کے رشتے نہیں آرہے۔ اس دن اتنا اچھا رشتہ آیا تھا مگر آپ کی وجہ سے منع کردیا۔'' وہ غصے میں بھری بیٹھی تھیں' آج انہیں آئینہ دکھانے کا فیصلہ کرہی لیا تھا صرف ان کی وجہ سے انہوں نے اپنے معصوم بیٹے کا دل توڑا تھا' کیا وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ پریزے کو چاہتا ہے۔

''میں خود بات کروں گا آپا سے۔'' شکیل تو فوراً ہی آپا سے لڑنے کو تیار بیٹھے تھے۔

''رہنے دیں اب ہماری بچی کو رشتوں کی کمی نہیں جو بار بار اپنی بے عزتی کرواؤں۔ میں زاویان کے لیے منع کرآئی ہوں۔'' فریدہ نے ان کو دوٹوک منع کردیا تھا' بات ان کی بھی سمجھ میں آگئی تھی۔ سوچپ چاپ بیٹھ گئے زندگی میں پہلی بار ان کی لاڈلی بہن نے انہیں یوں مایوس کیا تھا۔

❁......❁......❁

بہت سارے دن یونہی گزر گئے تھے' ہما کا رشتہ وہیں نہیں

طے پا گیا تھا جو لوگ اس دن اسے دیکھنے آئے تھے۔ خالہ رسم بھی کرا آئی تھیں، اماں اور ابا گئے تھے وہ خالہ کے گھر ہی رک گئی تھی۔ آج ہی لوٹی تھی وہ روٹی پکا رہی تھی جب ہی اچانک سے ہما نے آ کے اس کی کمر پر دھموکا جڑا۔

''او میڈم آج سال کا آخری دن ہے، یونہی ماسی بنی گھومتی رہو گی کیا؟'' وہ بیلن اٹھا کے اس کی طرف گھومی تھی اسے افسوس تھا کہ اس زلزلے کے بعد بھی لوگ نئے سال کی خوشیاں منانے کو تیار تھے وہ بھی اس کی اپنی عزیز کزن۔

''پاگل ہوگئی ہو کیا؟ ابھی ملک اتنے بڑے سانحے سے گزرا ہے ابھی تو ملک زلزلے کے صدمے سے نہیں نکلا۔ متاثرین بحال نہیں ہوئے اور تم کو نیو ائیر کی پڑی ہے۔'' پریزے کو غصہ آ گیا تھا۔

''بالکل صحیح کہہ رہی ہے پری! تم بھی سدھر نامت۔ پری کو دیکھو کتنی اچھی ہوگئی ہے، کبھی دوسروں کا بھی سوچ لیا کرو۔'' زاویان اچانک نمودار ہوا تھا، پریزے نے بڑی مشکل سے اس کی لو دیتی نظروں سے نظریں چرائی تھیں۔

''اچھا بابا سوری!'' ہما نے بھی ہار مان لی تھی۔

''اچھا روٹی پک گئی تو چلو امی بلا رہی ہیں تمہیں۔'' ہما کو اچانک دیا آیا تو واپس مڑی تھی پریزے جلدی سے روٹی پکا کے ہاٹ پاٹ میں رکھ کے باہر آ گئی۔ اس نے خالہ کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام میری بچی! جیتی رہو۔'' خالہ نے اسے والہانہ پیار کر کے خود سے لپٹا لیا وہ حیران تھی، ہما نے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔ خالہ نے اپنے پرس سے انگوٹھی نکال کے اس کے نازک ہاتھوں میں پہنائی تھی وہ منہ کھولے ہکا بکا بیٹھی رہ گئی تھی اس اچانک کایا پلٹ پر۔

''منہ تو بند کر لو بھابی صاحبہ!'' ہما نے آگے بڑھ کے اسے گلے لگا لیا زاویان کھڑا شریر نظروں سے اسے گھور رہا تھا اماں الگ بیٹی کے صدقے واری تھیں۔

''میں جانتی ہوں تم حیران ہو بیٹا اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس دن تم نے میری اور زاویان کی باتیں سن لی تھیں جب ہی تم وہاں سے اچانک چلی آئی تھیں جس دن سے تم نے ڈائٹنگ شروع کی، شک تو مجھے اسی دن ہو گیا تھا۔ میری بچی میں مجبور تھی تمہارے خالو کی وجہ سے میں نے وہ سب جھوٹ صرف زاویان کو اس رشتے سے منع کرنے کے لیے کہا تھا خدا گواہ ہے تم میں اور ہما میں، میں نے کبھی کوئی فرق نہیں کیا۔ تم کل بھی اچھی تھیں، تمہیں بدلنے کی ضرورت نہیں تھی، مجھے معاف کر دو۔'' وہ بنا جانے خالہ سے بدظن ہوگئی تھی جبکہ خالہ مجبور تھیں وہ ندامت سے سر جھکا گئی تھی کہ اس نے اپنی پیاری سی خالہ کو غلط سمجھا۔

اماں فریدہ کی زبانی پہلے ہی سب جان گئی تھیں وہ شرما کے کمرے میں چلی گئی تھی سب خوش تھے اور شاید وہ بھی۔

''میں تو سمجھا تھا محترمہ میرے پیار میں پاگل ہوگئی ہیں جب ہی خوب دبلا ہونے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ سنو تم سے میں نے کب کہا کہ تم موٹی ہو۔'' زاویان اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔

''آپ...... وہ ایسی کوئی بات نہیں۔'' رشتہ کی نوعیت کیا بدلی وہ فوراً موؤدب بن گئی تھی۔

''آہم آہم...... ابھی سے آپ جناب شروع، بھئی اس کا مطلب ادھر سے بھی ہاں ہے۔'' زاویان کھلکھلا کے ہنسا تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

سال کا یہ آخر دن اس کے لیے یادگار ہو چلا تھا۔ سانحوں سے گھرے اس ملک کے باسیوں میں کم از کم پریزے کی زندگی میں سال کا یہ آخری دن اسے موسم گلاب سونپ گیا تھا جس کی تازگی کو اسے اپنی محبت وصبر سے تا عمر برقرار رکھنا تھا۔

میرے لفظوں پہ حاوی ہے تمہارے ہجر کا موسم
میری غزلیں، میری نظمیں میرے اشعار روتے ہیں
دسمبر کی حسین شامیں زمین پر جب اترتی ہیں
میرے چھوٹے سے کمرے میں تیرے اقرار روتے ہیں

نور سے دور ہوں ظلمت میں گرفتار ہوں میں
کیوں سیہ زور، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں

آج جوزفینا رسکارڈو کی اٹھارویں سال گرہ تھی، جوزفینا رسکارڈو بہت خوش تھی ایک تو ٹومس روبرٹو آج سارا دن اُس کے ساتھ تھا اور اب وہ اُس کی رات خوب صورت بنانے کے لیے اُس کی پسندیدہ جگہ منڈالا بیچ کلب لے آیا تھا یہ کلب میکسیکو کے خوب صورت کلبز میں سے ایک تھا دنیا بھر سے لوگ یہاں وزٹ کے لیے آتے تھے، اس نے ٹومس کے ساتھ کچھ دیر سوئمنگ کی اور پھر دونوں سمندر سے نکل آئے اور گیلی ریت پہ چلتے ہوئے بیچ چیئرز کے قریب آئے اور دونوں چیئرز پہ نیم دراز ہو گئے۔ منڈالا بیچ کلب رنگ برنگی روشنیوں میں نہایا ہوا تھا۔ کلب میں موجود سارے لوگ اس مدہوش کردینے والے ماحول میں مدہوش ہو رہے تھے ویٹر ٹرے میں رنگ برنگے مشروب گلاس میں لیے اُن کے قریب آیا۔

"کیا آپ وائن لینا پسند کریں گے؟" دونوں نے اپنے اپنے پسندیدہ مشروب کے گلاس اٹھا لیے اور گھونٹ گھونٹ اپنے اندر اُتارنے لگے، کچھ دیر بعد اُس نے ویٹر کو اشارہ کیا جس نے اُن سے خالی گلاس لے لیے۔

"ٹومس!" جوزفینا نے خمار آلود لہجے میں اُسے پکارا۔

"یس سویٹ ہارٹ۔" ٹومس نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو اُس نے اُس کے نزدیک ہوتے ہوئے اپنا سر اُس کے سینے پہ رکھ دیا اور اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ جب اُسے ٹومس پہ زیادہ پیار آتا تھا وہ ایسے ہی کرتی تھی یہ اس کے اظہار کا ایک طریقہ تھا۔ ٹومس نے مُسکراتے ہوئے اپنے دونوں بازو اُس کے گرد لپیٹ کے اُسے خود میں سمولیا۔

......☆☆☆......

وہ بارہ سال کا تھا جب اُس کی خالہ عزابیلا اور خالو رسکارڈو اپنی چار سالہ بیٹی کے ہمراہ ڈنمارک سے میکسیکو آئے تھے وہ مزاٹلان کے سمندر کی سیر کرنا چاہتے تھے، جس کے لیے انہیں ال ایسپنازو ڈیل ڈیابلو پہاڑ جسے شیطان کی ریڑھ کی ہڈی بھی کہا جاتا ہے جو میکسیکو میں ڈورینگو کے پاس ہے وہ کراس کر کے جانا پڑتا تھا یہ ایک پانچ گھنٹے کا کراس ہے جو ڈورینگو اور مزاٹلان کو منسلک کرنے کی سڑک ہے، جب وہ جانے لگے تو اُس کے دل میں نجانے کیا آیا کہ اُس نے اپنی خالہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُن کی بیٹی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"پیاری خالہ! آپ اور خالو مزاٹلان سے ہو آئیں لیکن

یہ ڈول میرے پاس رہنے دیں میں اس کے ساتھ کھیلوں گا اور اسے رونے بھی نہیں دوں گا۔'' تو عزابیلا کو بھی اُس کی بات پسند آئی تھی کہ اس طرح وہ زیادہ بہتر انجوائے کرسکیں گے سو وہ اپنی بیٹی کو اُن کے پاس چھوڑ کے روانہ ہوگئے اور سفر کے دوران اُن کی کار حادثے کا شکار ہوگئی ال اسپنا زوڈیل ڈیابلو کے پہاڑ نے اُن کو نگل لیا تھا۔ لیکن وہ اپنی کہی بات پوری کررہا تھا، اُس کے ماں باپ نے اُسے بھی اُس کے اسکول داخل کروادیا وہ اُس کے ساتھ کھیلتا اور اُس کا ایسے خیال رکھتا جیسے ایک ماں اپنے بچے کا رکھتی ہے وہ اُس کے منہ سے نکلی ہر بات پوری کرتا چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اس کی غلط باتیں بھی ماننے پر وہ اپنے ماں باپ سے بہت دفعہ ڈانٹ کھا چکا تھا لیکن وہ بس اتنا کہتا۔

''سوری مام اینڈ ڈیڈ! اس میں میری جان ہے میں اسے کبھی ناراض نہیں کرسکتا میں اس کی ہر خواہش پوری کروں گا چاہے اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نا دینی پڑے۔'' ویسے تو اُس کے ماں باپ اور دونوں بہنیں وکٹوریہ اور نتالیہ بھی اُس سے بہت پیار کرتی تھیں لیکن اُن کا پیار تو مس روبرٹو کے پیار کے آگے کچھ بھی نہیں تھا، اور جوزفینا رسکارڈو کو اُس کی اتنی عادت ہوگئی تھی کہ وہ اُس کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتی تھی وہ اُس سے دس سال بڑا تھا لیکن وہ اُس کا بہترین دوست تھا جو اس کی ہر بات فوراً مان لیتا تھا۔ اُس کی آنکھ میں ایک آنسو تک نہیں آنے دیتا تھا، سال گزرتے گئے اور اُن کا پیار بھی دن بدن بڑھتا گیا۔ وہ اٹھائیس سال کا ہوگیا تھا اور اُسے اپنی پریکٹیکل لائف شروع کیے چار سال ہوگئے تھے۔

.......☆☆☆.......

بنت حوا نے کھول رکھے ہیں بازار گناہ
ابن آدم ہے خریدار خُدا خیر کرے

دوپہر کے تین بجے کا وقت تھا کہ ایک لڑکی بلیک عبایا پہنے ایک ہاتھ سے اسکارف کے پلو کو پکڑ کے چہرے کو ڈھانپے دوسرے ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھامے یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر نکلی تو ایک بلیو کلر کی کار اُس کے پاس آرُکی اور وہ فرنٹ ڈور اوپن کرکے بیٹھ گئی تو کار دوبارہ سڑک پہ فراٹے بھرنے لگی اُس نے چہرے سے نقاب ہٹایا اُس نے لمحہ بھر کے لیے اُس کی طرف دیکھا اور دوبارہ نظریں سڑک پہ مرکوز کردیں اور بولا۔

''تم واقعی ہی خوب صورت ہو یا میری نظر کا قصور ہے؟''

''جناب! آپ کی نظر کا قصور نہیں میں ہوں ہی خوب صورت۔'' ایک ادا سے کہا گیا تھا تو وہ مُسکرا کے بولا۔

''اچھا جی۔'' اور کار کا رُخ دائیں سائیڈ پہ نظر آتی سُنسان گلی کی طرف موڑ دیا اور کچھ آگے جاکے اُس نے بریک لگائی اور کار کا انجن بند کرکے اُس کی طرف متوجہ ہوا، اُس نے اُس کی گود میں رکھے ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما اور اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''اب ادھر تو کوئی نہیں دیکھ رہا نا میری جان۔'' وہ اُس کی بات کا مطلب سمجھ کے اپنے آپ میں سمٹی تھی۔

''احمر! مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا۔''

''یار! اس میں غلط ہی کیا ہے۔ بس ایک کس ہی تو کرنی ہے ویسے تم کہتی ہو کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو اور یہ کیسی محبت ہے کہ تم میری ایک چھوٹی سی خواہش نہیں پوری کرسکتی؟'' وہ اُسے لفظوں کے جال میں لپیٹ رہا تھا اور وہ لپٹ رہی تھی۔

''میری محبت پہ شک نہ کرو محبت ہے تو تمہاری بات مان کے تمہارے ساتھ آئی ہوں نا۔''

''اگر آ گئی ہو تو پھر میری بات ماننے میں کیا حرج ہے میری جان؟'' اُس نے اُس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے لبوں سے چھوا اور دھیرے سے اُسے اپنے قریب کرلیا، وہ شیطان کے بہکاوے میں آگئے تھے اور شیطان اپنی کامیابی پہ خوشی سے جھوم رہا تھا پاگلوں کی طرح قہقہے لگا رہا تھا، ہمارے نبی ﷺ نے پہلے ہی ہمیں بتادیا تھا کہ کوئی نامحرم مرد و عورت آپس میں تنہائی میں نا ملا کریں کیونکہ اُن کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے لیکن وہ اپنے نبی ﷺ کی بات نہ مان کے اپنے لیے دنیا اور آخرت کی تباہی خرید رہے تھے۔

.......☆☆☆.......

تو تم اس دن کے منتظر رہو
جب آسمان ایک ظاہر دُھواں لائے گا

جوزفینا رسکارڈو اپنی دوست مریم کے ساتھ کوکو بونگو شاپنگ کے لیے آئی تھی، شاپنگ کرنے کے بعد وہ میکسیکو کے سُہانے موسم کو انجوائے کرنے کے لیے پیدل مارچ کرنے لگیں کہ اُس کی نظریں سامنے اسپائیڈر مین کے مجسمے کے پاس کھڑے تین مشرقی لڑکوں پہ پڑی تو اُس کے اُٹھتے قدم یک دم ہی رُک گئے وہ بس درمیان والے کو دیکھتی رہ گئی اور ایک عجیب سے

احساس نے اُسے گھیرنا شروع کردیا اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اُس کے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے وہ اُن دونوں لڑکوں سے منفرد تھا بلکہ اس وقت کو کو بونگو میں موجود سب لوگوں سے۔ وہ بلیک شلوار قمیص میں ملبوس دائیں کندھے پہ کالی چادر ڈالے ہوئے اور کالی ہی مونچھوں کے نیچے مُسکراتے لب بلاشبہ وہ دوسروں کو ہپنوٹائز کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا تھا وہ سب لوگو ں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا لیکن اُسے ہپنوٹائز نہ تو اُس کی خوب صورت کررہی تھی نہ ہی خالص مشرقی اسٹائل۔ یہ کچھ اور تھا ایسے جیسے وہ اُس کے جسم کا حصہ ہو اور وہ ایک جادوئی کشش کی طرح اُسے اپنے پاس کھینچ رہا ہو جیسے ایک مقناطیس دوسرے مقناطیس کو کھینچتا ہے اُس کے قدم اُس کی طرف اُٹھنے لگے اُسے نہ تو مریم کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں اور نہ ہی اُس کے علاوہ کوئی دکھائی دے رہا تھا جب وہ اُس کے بالکل سامنے جا کھڑی ہوئی تب اُس نے اُس کی طرف دیکھا تھا ڈارک براؤن آنکھوں کا وہ اُس کی طرف دیکھنا اُس کے دل و دماغ میں ہلچل مچا گیا تھا اور اُس کے دماغ میں ایک جھماکا ہوا تھا اُسے یاد آ گیا تھا۔

''آپ وہ ہی ہونا؟'' اُس نے گم صم انداز میں کنفرم کرنے کے لیے پوچھا تھا اپنے سوال کے جواب میں اُسے اُس کے ساتھ کھڑے دونوں لڑکوں کا قہقہہ سُنائی دیا تھا جبکہ اُس لڑکے نے اپنے قہقہے کو کنٹرول کرلیا تھا لیکن وہ اپنی مُسکراہٹ کنٹرول نہیں کرسکا تھا۔

''وہ کون میڈم؟'' اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

''وہ ہی جو پچھلے ہفتے مجھ سے ملا تھا۔''

''لیکن کہاں میڈم؟'' اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

''خواب میں۔'' اُس کے جواب نے اُسے بھی قہقہے لگا نے پہ مجبور کردیا تھا۔

''جوزفینا! تم پاگل ہوگئی ہو کیا بیوقوفوں والی حرکتیں کررہی ہو؟'' مریم نے اُسے بازو سے پکڑ کے اپنی طرف گھماتے ہوئے کہا تو اُس نے بازو چھڑواتے ہوئے کہا۔

''مریم! میں مذاق نہیں کررہی' میں نے خواب میں دیکھا تھا میں راستہ بھول جاتی ہوں تب میں گلیوں میں بھٹک رہی ہوں میں پکارتی ہوں کوئی ہے کوئی ہے تب مجھے اپنے پیچھے سے آواز سُنائی دیتی ہے' میں دیکھتی ہوں تو آپ کھڑے ہوتے ہو آپ کہتے ہو اس سے پہلے آسمان سے دُخان آئے اور تمہیں تباہ و برباد کردے تم سیدھے راستے کو ڈھونڈ لو میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ دُخان کیا ہے؟ اور مجھے کیوں تباہ و برباد کرے گا اور سیدھا راستہ کون سا ہے لیکن آپ اُدھر سے چلے جاتے ہو میں آوازیں بھی دیتی ہوں میں آپ کے پیچھے بھی جاتی ہوں لیکن آپ میری آواز ہی نہیں سُنتے۔ میں بھاگ بھاگ کے تھک کے گرجاتی ہوں۔'' اُس نے جلدی سے اُسے بتایا اور اُن تینوں کے قہقہے بیک وقت تھمے تھے اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

......☆☆☆......

میرا بھیا میری جان ہے
میری بہنا میرا مان ہے

''امی! ریاح سے میرا بیگ تیار کروا دیجیے گا میں کل پندرہ دنوں کے لیے دوستوں کے ساتھ سیر کے لیے میکسیکو جارہا ہوں بابا جان سے میں نے اجازت لے لی ہے۔'' اُس نے صحن میں صوفہ پہ بیٹھی عائشہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا جو عصر کی نماز کے بعد تسبیح پڑھنے میں مصروف تھیں۔

''اچھا نماز پڑھ کے آتی ہے تو کہتی ہوں تم مجھے یہ بتاؤ میکسیکو کہاں ہے؟''

''امی یہ شمال امریکا کا ایک شہر ہے۔'' اُس نے عائشہ کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا۔

''تو بیٹا! پھر دفع کرو بے حیاؤں میں جا کر کیا کرنا ہے۔''

''امی جان! اب بے حیاؤں کے لیے ہم قدرت کے نظارے دیکھنا چھوڑ دیں؟ یقین مانیں کیا شہر ہے میں نے انٹرنیٹ پر تصویریں دیکھیں تھیں چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا اور بہت خوب صورت ہے۔'' ریاح اس کے میکسیکو جانے کی بات سن کر اداس ہوجاتی ہے۔

''جب تمہاری بھابی آئے گی نا تو پھر سب چلیں گے پھر تم اپنی بھابی کے ساتھ خوب انجوائے کرنا۔'' اُس نے اُس کی ناک دباتے ہوئے کہا۔

''مطلب آپ شادی کے لیے مان گئے؟'' وہ سب بھول بھال کے خوشی سے چیخی تھی۔

''ہاں نا اسی لیے تو بابا جان نے اجازت دی ہے جانے کی۔'' وہ اُس کے ساتھ لپٹ گئی۔

''بھیا! آپ بہت اچھے ہو آج آپ کی ہر بات مان لوں گی وہ بھی بنا رشوت کے۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے شرارتی

مُسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اُس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی وہ بھی مُسکراتے ہوئے باہر کی طرف چل دیا۔

☆☆☆

تقدیر نے ہمیں آپ سے ملوایا
خوش نصیب تھے ہم؟
یا وہ پل تھا حسین؟

وہ تینوں دوست ہوٹل کانگون نیوٹرا میں ٹھہرے تھے جو کوکو بونگو سے تین سو میٹر کے فاصلے پہ تھا وہ رات کے دس بجے پہنچے تھے سو وہ اگلا دن سوتے رہے اور پھر چار بجے وہ کھانا کھانے کے بعد ہوٹل سے نکلے اور ٹیکسی لے کے کوکو بونگو پہنچے اُنہوں نے منڈالا بیچ کلب کی رات کی ٹکٹس بُک کروائی تھیں جس کی ٹائمنگ شام چھ بجے سے صبح چھ بجے تک تھی۔

''لگتا ہے چوہدری صاحب کی پرسنلٹی نے اس لڑکی کو ہپنوٹائز کر دیا ہے دیکھو کیسے دیکھے جارہی ہے۔'' عمیر نے کہا تو علی بھی اُس کی نظروں کی سمت دیکھنے لگا۔

''تو دیکھنے دو مجھے کیا۔'' اُس نے کہا لیکن جب وہ اُن کی جانب آنے لگی تو علی بولا۔

''یار! وہ ایسے تمہیں دیکھ کے تمہاری طرف آرہی ہے جیسے پچھلے جنم میں تم اُس سے مل چکے ہو۔'' وہ تینوں ہنسنے لگے لیکن اُس کا خواب سُن کے اُسے لگا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے کیونکہ اُس کا اپنا نام دُخان تھا۔

''کل میں چار بجے آپ کا انتظار کروں گا اور پھر مطلب بتا دوں گا ابھی میں کلب جارہا ہوں۔'' اور جوزفینا رسکارڈو تب تک اُسے مڑ کے دیکھتی رہی جب تک وہ منڈالا بیچ کلب میں داخل نہیں ہوگئے۔

☆☆☆

ٹومس روبرٹو آفس کے کام کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے دوسرے شہر گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو اسٹروگری کو پریشان پایا۔

''کیا ہوا ہے مام آپ پریشان کیوں ہیں؟''

''آج کل جوزفینا بہت عجیب برتاؤ کررہی ہے۔ تمہارے جانے کے اگلے دن رات کو میں نے اُس کے کمرے سے چیخ کی آواز سُنی تھی تو میں اور روبرٹو اُس کے کمرے کی طرف بھاگے تھے جب اُسے دیکھا تو وہ پسینے میں شرابور تھی اور کانپ رہی تھی اور یہی بولتی جارہی تھی مجھے بتاؤ دُخان کیا ہے؟ یہ مجھے کیوں تباہ و برباد کرے گا؟ ہم سے تو سنبھالی ہی نہیں جارہی تھی پھر میں نے اُسے نیند کی گولی دے کے سُلا دیا اور پھر اگلے دن بھی اُس نے اُٹھتے ہی پوچھا تھا کہ کوئی اُس سے ملنے تو نہیں آیا تھا میں نے پوچھا کس نے آنا تھا تو کہتی وہ ہی جو رات کو آیا تھا میں نے اُسے سمجھایا بھی کہ وہ خواب تھا لیکن وہ ماننے کو تیار ہی نہیں اُٹھتے ہی اُس کا پوچھتی ہے، اب تم آگئے ہو تو تم اُسے سنبھال لو گے، ناشتہ کرلو اور آج جوزفینا کے ساتھ وقت گزارو میں آفس کے لیے نکلتی ہوں۔'' اسٹروگری نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے آپ جائیں میں دیکھتا ہوں اُس کو۔'' اُس نے بھی اُٹھتے ہوئے کہا اور اُس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

''کیسی ہے میری باربی ڈول؟'' اُس نے اُس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا اور اُسے لیے کمرے میں آگیا۔

''میں ٹھیک ہوں، ٹومس میں نے تمہیں بہت زیادہ مس کیا۔''

''میں نے بھی بہت مس کیا اپنی جان کو۔'' اُس نے اُس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس لیے میں نے سوچا ہے کہ آج کا دن ہم دونوں پارک میں گزاریں گے اپنے دوستوں کے ساتھ ڈانس پارٹی انجوائے کریں گے۔''

''نہیں آج نہیں۔'' اُس نے اُس سے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

''کیوں آج کہیں جانا ہے تم نے؟'' اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں آج مجھے اُس سے ملنے جانا ہے جو اُس دن مجھے خواب میں ملا تھا۔''

''میں نہیں چاہتا کہ تم مسلمان لوگوں سے ملو، وہ جادوگر ہیں دوسروں پہ جادو کرکے اپنے مذہب میں داخل کرلیتے ہیں اور تمہیں نقصان پہنچے یہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔''

''لیکن ٹومس میں صرف اُس سے پوچھنا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کہا تھا۔'' اُس نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہہ دیا نا کہ تم اُس سے ملنے نہیں جاؤ گی اگر تم گئی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا تم نے ابھی تک میرا پیار دیکھا غصہ نہیں اور وہ خواب تھا خواب کو حقیقت کا رنگ نہ دو۔'' اُس نے سخت لہجے میں کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہ بے یقینی سے اُس

کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ ابھی اُس نے باہر جانے کے لیے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ جوزفینا نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُٹھ کے اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"پلیز ٹومس مجھے نہ روکو مجھے جانے دو میں مان لیتی ہوں کہ وہ خواب تھا لیکن اُس خواب نے مجھے اپنے سحر میں لے رکھا ہے میں رات کو سو نہیں پاتی مجھے یقین تھا کہ وہ ضرور آئے گا اور کل میں نے اُس کو دیکھا اور مجھے ایسا لگا میں اُس کے وجود کا ایک حصہ ہوں میں ایک انجانی کشش کے باعث اُس کی جانب کھنچتی چلی گئی۔

"تم نے آج تک میری ہر چھوٹی سے چھوٹی بات مانی ہے ٹومس، تو پھر آج جب میری زندگی اور موت کا سوال بن گیا ہے تو آج کیوں آنکھیں پھیر رہے ہو؟" اُس نے دونوں ہاتھوں سے ٹومس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو اُسے تکلیف دے رہے تھے وہ نرم پڑ گیا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ اگر میں نے آج تمہیں جانے دیا تو تمہیں کھو دوں گا چودہ سال سے اپنی سانسوں کی طرح تمہیں جی رہا ہوں میں، بتاؤ تمہیں کھونے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں؟" بے بسی کی آخری حد پہ پہنچتے ہوئے وہ بولا۔ اُس نے اُسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔ "جاؤ تم چلی جاؤ میں تمہیں نہیں روکوں گا تمہاری زندگی سے زیادہ مجھے کچھ عزیز نہیں۔" اُس نے بے چارگی سے کہا اور دو آنسو اُس کی آنکھوں سے لڑھک کے جوزفینا کے سُنہری بالوں میں جذب ہو گئے تھے۔

......☆☆☆......

ہے قول خدا، قول محمد ﷺ، فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر، قرآن نہ بدلا جائے گا

سامنے ساحل سمندر تھا جس کے ساتھ ریسٹورنٹ بنا ہوا تھا وہ دونوں بھی ریسٹورنٹ میں ایک ٹیبل کے گرد آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"میڈم! آپ کا مذہب کیا ہے؟" اُس نے بات کا آغاز کیا۔

"عیسائیت۔" اُس نے جواب دیا۔

"تو آپ اُس خواب کو اتنا خود پہ سوار کیوں کر رہی ہیں، آخر آپ کیوں مطلب جاننا چاہتی ہیں؟"

"مجھے نہیں پتہ کیوں اُس خواب نے مجھے اپنے سحر میں لے رکھا ہے اور مجھے یقین تھا کہ آپ آؤ گے اور آپ مجھے بتاؤ گے کہ آخر دُخان کیا ہے اور یہ کیوں مجھے تباہ و برباد کرے گا اور کون سا سیدھا راستہ ہے جس کو ڈھونڈنے کے لیے آپ نے مجھے کہا۔" اُس نے تفصیلاً پوچھا۔ جب ہی ویٹر جوس اور کافی لے آیا تھا اُس نے کافی کا مگ تھاما اور وہ جوس میں پائپ ہلاتے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگی اُس نے کافی کا سپ لیا اور اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"دخان کا مطلب ہے دھواں (سموک) یہ ہماری مقدس کتاب قرآن پاک کی ایک سورۃ کا نام ہے لفظ دخان اور یہ لفظ اُس کی دسویں آیت میں آیا ہے جس کا ترجمہ ہے تو تم اُس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک واضح دھواں لائے گا، یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور یہ دھواں مومن کے لیے صرف ایک طرح کا زُکام پیدا کر دے گا اور کافر کے تمام بدن میں بھر جائے گا یہاں تک کے اُس کے ہر مسام سے نکلنے لگے گا اور آپ کو اس لیے تباہ برباد کرے گا کیوں کہ آپ یہ غلط راستے پہ چل رہی ہو سیدھا راستہ اسلام ہے......" وہ رُکا اور کافی پینے لگا۔ وہ جو اُس کا ایک ایک لفظ بہت دھیان سے سُن رہی تھی اور اُس کا ایک ایک لفظ اُس کے اندر سکون پیدا کر رہا تھا۔ اُس کے چُپ ہو جانے سے ایک دم چونکی۔

"یہ آپ کے خواب کا مطلب تھا جو میں نے بتا دیا، فار مور انفارمیشن آپ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ سکتی ہیں خاص طور پہ اس سورۃ کا۔"

"آپ کے خیال میں مجھے یہ خواب کیوں آیا؟"

"میرے خیال میں اس لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک موقع دے رہے ہیں کہ آپ صحیح راستے کو تلاش کر لو اس سے پہلے کہ قیامت آئے اور کافر لوگ پچھتائیں۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام سیدھا راستہ ہے؟ ہر انسان اپنے مذہب کو ہی سچا بولے گا۔"

"میڈم! میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا اور رہی بات اسلام کی تو صرف اسلام ہی سچا مذہب ہے آپ جہاں سے بھی قرآن پاک جب پڑھو گی انٹرنیٹ سے پڑھو گی یا دنیا کے کسی بھی کونے سے تو اُسے لفظ بہ لفظ سچا پاؤ گی اس کے علاوہ توراۃ، زبور یا انجیل کسی بھی کتاب کو لے لو یہ ہر انسان کے پاس مختلف ہو گی۔ آپ خود اب سرچ کرو جو ٹھیک لگے اُس راستہ کو اپنا لینا اب مجھے اجازت دیجیے میڈم۔"

''شکریہ آپ میرے لیے آئے۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا اور اُس کے ساتھ چلنے لگی وہ بس مُسکرا دیا۔ ''آپ وزٹ کے لیے آئے ہیں؟'' اُس نے پھر پوچھا۔

''جی ہاں' میں پہاڑوں اور سمندروں کا دیوانہ ہوں۔''

''کب تک ہیں یہاں؟''

''دس دن تک۔'' اُس نے کار کے پاس پہنچ کے کہا۔

''آیئے میں آپ کو چھوڑ دوں۔''

''نہیں میڈم! میں چلا جاؤں گا۔'' اُس نے انکار کرتے ہوئے ایک ٹیکسی کو روکا تو اُس نے بھی گھر کی راہ لی۔

☆☆☆......

وہ گھر آتے ہی ٹومس کے کمرے میں گئی تھی وہ آنکھوں پہ بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔

''آجاؤ جوزفینا کیا تم اُس سے مل آئی ہو؟'' اُس کی آواز سُن کے وہ آگے بڑھ آئی اور اُس کے پاس بیٹھ گئی وہ بھی اُٹھ بیٹھا تھا۔

''تھینک یو ٹومس! تم بہت اچھے ہو، اگر میں گھر میں کسی اور سے کہتی تو وہ مجھے کبھی جانے نہ دیتے، اُس کے لفظوں میں ایک سحر تھا جب تک وہ بولتا رہا میں اُس کے سحر میں کھوئی رہی تھی مجھے یہ بھی بھول گیا کہ وہ کسی اور مذہب کو ماننے والا ہے۔ بس مجھے ایسا لگا کہ وہ میرا خیر خواہ ہے اُسے گاڈ نے میرے لیے بھیجا ہے۔'' وہ ابھی بھی اُس کے سحر سے نہیں نکل پائی تھی ٹومس نے بغور اُسے دیکھا تھا اُس کے اندیشے صحیح ثابت ہوئے تھے اُن دونوں کے درمیان ایک تیسرا انسان آ گیا تھا، جس محبت کی ڈوری میں وہ چودہ سالوں سے بندھے ہوئے تھے آج وہ ڈوری ٹوٹ گئی تھی۔

''اب تو میری گڑیا خوش ہے نا؟'' اُس نے اپنی تکلیف چھپاتے ہوئے مُسکرا کے پوچھا۔

''بہت زیادہ ٹومس! میں قرآن کو پڑھنا چاہتی ہوں۔''

''اب یہ کیا ڈرامہ ہے؟''

''پلیز ٹومس! میں اٹھارہ سال کی ہو چکی ہوں۔ میں اپنی چوائس سے کوئی بھی مذہب چوز کر سکتی ہوں۔ میں کسی کے دباؤ میں آ کے نہیں کچھ کر رہی نا ہی ایسا ہے کہ مجھے اُس شخص سے محبت ہو گئی ہے یہ کچھ اور ہے جو مجھے اپنے سحر میں جکڑ رہا ہے اس لیے میں تفصیل سے جاننا چاہتی ہوں کہ آخر یہ کیا ہے جو مجھے سکون نہیں لینے دے رہا، دُخان کیا ہے یہ تو پتہ چل گیا ہے اب اس نام کا ٹاپک میں پورا پڑھنا چاہتی ہوں، ٹومس اگر کسی نے مجھ پہ سختی کی تو میں خود کو نقصان پہنچا لوں گی اس لیے بہتر ہے کہ میں جو کرنا چاہتی ہوں مجھے کرنے دیا جائے اور مجھے پتہ ہے تم گھر والوں کو سنبھال لو گے۔'' اُس نے آنکھوں میں یقین لیے اُسے کہا تھا۔ تو ٹومس کا سر خود بہ خود اثبات میں ہل گیا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی اُسے کچھ دیر اپنے پاس رُکنے کا نہ کہہ سکا اور اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

☆☆☆......

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے؟
منہ کے بل گر گر کر ھواللہ ھواحد کہتے تھے

اُس نے پاپ کارن کا باؤل اور مشروب کا گلاس بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور لیپ ٹاپ اپنے سامنے بیڈ پہ رکھ کے بیٹھ گئی اُس نے لیپ ٹاپ آن کر کے سورۃ دُخان ان انگلش ٹرانسلیشن سرچ کیا اور پڑھنے لگی۔

''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا، حٰم، قسم اس روشن کتاب کی'' اس کا مشروب کو منہ تک لے جاتا ہاتھ اُدھر ہی رُک گیا تھا اُس نے واپس ٹیبل پہ رکھ دیا۔ ''بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا، بے شک ہم ڈر سُنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام، ہمارے پاس کے حکم سے بے شک ہم بھیجنے والے ہیں، تمہارے رب کی طرف سے رحمت بے شک وہی سُنتا جانتا ہے، وہ جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں یقین ہو، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں وہ جلائے اور مارے تمہارا ربّ اور تمہارے اگلے باپ دادا کا ربّ۔'' ایک خوف اور کپکپی اُس پہ طاری ہو چکی تھی اس کے باوجود ایک سحر نے اُسے لپیٹ میں لے لیا تھا اُس نے پڑھنا جاری رکھا۔ ''بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دُھواں لائے گا اور لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ ہے دردناک عذاب۔'' اُس پہ وحشت سی طاری ہونے لگی ایسے جیسے ابھی آسمان سے دُھواں آئے گا اور اُسے بھسم کر دے گا اُس نے جلدی سے اُٹھ کے اپنے کمرے کی کھڑکیاں بند کی اور بیڈ پہ بیٹھ کے لمبے لمبے سانس لینے لگی اور مشروب کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا اور ایسے پیچھے کھینچا جیسے گلاس میں مشروب کی جگہ کوئی زہریلی چیز ہو وہ اُٹھی اور روم فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور منہ سے

لگالی اُس نے خود کو ریلیکس کیا اور پھر پڑھنے لگی۔
"اُس دن کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر سے عذاب کھول دے ہم ایمان لاتے ہیں۔" وہ پڑھتی گئی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہتے گئے۔ "تو تم انتظار کرو وہ بھی کسی انتظار میں ہیں۔" آخری لائن پڑھ کے اُس نے اپنے آنسو صاف کیے تھے اُسے سیدھا راستہ مل گیا تھا اُس نے بے خودی کے عالم میں اللہ کو پکارا تھا ایک عجیب سا سکون اُسے ملا تھا۔ "اے اللہ مجھے سمجھ آ گئی ہے مجھے خواب میں اُس لڑکے کو دکھانا اور پھر اُس کا مجھے یہ الفاظ کہنا اور پھر اُس کا پاکستان سے میکسیکو آنا اور مجھ سے ملنا، آپ نے مجھے چُن لیا ہے ہدایت کے لیے آپ نے مجھے اُن لوگوں سے نکال لیا ہے جن پہ تیرا عذاب نازل ہوگا اے میرے اللہ میں تجھ پہ ایمان لاتی ہوں میں تیری اس کتاب پہ ایمان لاتی ہوں، تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں، بے شک میں گمراہی کے راستے پہ چل رہی تھی میں گناہوں میں لتھڑی ہوئی ہوں میرے سارے گناہ معاف کر دے۔" وہ سسکتے ہوئے اللہ کو پکار رہی تھی اُس نے اُٹھ کے کھڑکیاں کھولیں اب اُسے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ مسکراتے ہوئے اندھیرے میں ڈوبے آسمان کو دیکھنے لگی جیسے اُسے یقین ہو کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

.......☆☆☆.......

وہ یونیورسٹی کے لیے تیار تھی اور آئینہ میں بغور اپنے نظر آتے عکس کو دیکھنے لگی وائٹ پینٹ پہ فل فیٹنگ کے ساتھ ڈارک بلیو لانگ شرٹ پہنے سفید جالی دار ڈوپٹہ گلے میں ڈالے کانوں میں بلیو کلر کے ٹاپس اور ہاتھ پہ بلیو ہی بریسلٹ (جو احمر نے اُس دن کار میں اُسے گفٹ کیا تھا) آنکھوں میں کاجل، پلکوں پہ مسکارا اور ہونٹوں پہ گلابی لپ اسٹک لگائے بلاشبہ وہ بہت حسین لگ رہی تھی اُس کے ذہن میں لاشعوری طور پہ اپنی چار سال پہلے کی لُک آئی تھی بڑی سی چادر میں لپٹی سادہ سی ایک لڑکی کی، اُس نے نفرت سے سر جھٹکا بھلا وہ بھی کوئی زندگی تھی اُسے اپنی اُس زندگی سے یہ والی زندگی پسند تھی جو وہ اپنوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کے گزار رہی تھی آج اُس کا یونیورسٹی میں آخری دن تھا کاش یہ لمحے اِدھر ہی تھم جائیں، اس نے دل سے دُعا کی تھی۔
"بہت خوب صورت لگ رہی ہو ہمیشہ کی طرح اس لیے اب آ جاؤ احمر انتظار کر رہا ہوگا تمہارا۔" زینب نے اُسے آئینے کے سامنے کھڑا ہوا دیکھ کے کہا، تو وہ مسکراتے ہوئے اُس کے ساتھ چل دی۔ وہ یونیورسٹی میں ابھی فرنٹ لان کے آگے سے گزر رہی تھی کہ اُس کی کلاس فیلو زوبیہ نے اُسے پکارا تھا وہ اپنی فرینڈز سے بولی۔
"آپ لوگ جاؤ میں زوبیہ کی بات سُن کے کیفے میں آ جاؤں گی۔" وہ لان میں رکھے بینچ پہ زوبیہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی۔ "ہیلو کیسی ہو؟"
"میں ٹھیک ہوں، آج ہمارا لاسٹ ڈے ہے تو سوچا تم سے بات ہی کر لی جائے۔" زوبیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہاں یار پتہ ہی نہیں چلا کیسے چار سال گزر بھی گئے۔" اُس نے افسردہ ہوتے ہوئے کہا۔
"یاد ہے جب تم نے بلیک ڈریس پہ بلیک بڑی سی چادر لی ہوئی تھی تب تمہارے چہرے پہ نمازیوں کا سا نور تھا ایک کشش تھی لیکن جب کلاسز کے لیے تم فرسٹ ڈے آئی تو میں یقین ہی نہ کر پائی کہ یہ تم ہو تم نے غلط لڑکیوں کی روش اختیار کر لی تھی اور آج تک تم اُسی روش پہ چل رہی ہو۔ تم اپنے والدین کو دھوکا دے رہی ہو۔ احمر ایک کرپٹ انسان ہے وہ اور بھی بہت سی لڑکیوں کو دھوکا دے چکا ہے وہ تم سے جھوٹے شادی کے وعدے کر رہا ہے وہ کبھی بھی اپنے ماں باپ کو تمہارے گھر رشتہ لینے نہیں بھیجے گا۔ ابھی بھی وقت نہیں گزرا تم اللہ سے توبہ کر لو اور تم بھی اپنے والدین کی پسند پہ سر جھکا دینا احمر کا انتظار نہ کرنا ایسا کر کے تم اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرو گی۔"
"بکواس بند کرو اپنی میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں مانگا اور احمر ایسا نہیں ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ تم سے ہمارا پیار برداشت نہیں ہوا اس لیے مجھے احمر کے خلاف کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔" وہ غصے سے کہتی چلی گئی اور زوبیہ بس افسوس سے سر ہلا کے رہ گئی۔

.......☆☆☆.......

آدھی رات تک وہ میکسیکو کی سڑکوں پہ آوارہ گردی کرتے رہے تھے اور اب پڑے سو رہے تھے مسلسل ہوتی دستک سے آخر علی نے اُٹھ کے دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کے وہ حیران ہوا۔
"کیا میں آپ کے دوست سے مل سکتی ہوں؟"
"یار! وہ تم سے ملنے آئی ہے باہر گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

''کون؟''

''وہ ہی جس سے تم خواب میں ملے تھے۔'' علی نے مُسکراتے ہوئے کہا تو وہ اُٹھ بیٹھا۔ ہوٹل کے سامنے ایک لڑکی گھٹنوں تک آتی وائٹ شرٹ ساتھ بلیو فل ٹراؤزر پہنے اور گلے میں بلیو مفلر لپیٹے کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی نجانے کن خیالوں میں کھوئی تھی وہ اُسے اس طرح فل ڈریس میں دیکھ کے حیران ہوا تھا۔ جب ہی اس نے فرنٹ ڈور اوپن کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پہ جا بیٹھی اور کار اسٹارٹ کی کچھ دیر بعد وہ بولی تھی۔

''میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔'' اُس نے چونک کے اُس کی طرف دیکھا۔ تو وہ اُس کے اس طرح دیکھنے پہ بولی۔

''ہاں میں اللہ پہ ایمان لاتی ہوں اس سے پہلے کے آسمان سے دُخان آئے اور مجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے۔''

''تم بہت خوش قسمت ہو۔'' وہ دھیرے سے بولا تو اُس نے سڑک کے ایک طرف گاڑی روکی اور اُس کی طرف دیکھ کے بولی۔

''ہاں میں خوش قسمت ہی تو ہوں کہ اللہ نے اتنے سارے لوگوں میں سے مجھے ہدایت کے لیے چُنا ہے جب وہ مجھے اپنی طرف بُلا رہا ہے تو میں کیوں نہ اُس کی طرف اپنے قدم بڑھاؤں؟ آپ کا خواب میں مجھے نظر آنا اور پھر آپ کا میکسیکو آنا اور مجھ سے ملنا اور مجھے میرے خواب کا مطلب بتانا، یہ سب ایک معجزہ ہی تو ہے۔'' پھر اُس نے آنکھوں میں آنسو لیے دُخان کے ساتھ ساتھ کلمہ کے الفاظ دہرائے اور ایک گھنٹہ دُخان کے ساتھ باتیں کی تھیں، جس سے وہ اسلام کی بہت سی باتیں جان گئی تھی۔ اُس نے ہوٹل کے گیٹ کے آگے کار روکی تو اُس کی طرف دیکھ کے بولی۔

''سوری سر! میں آپ کا نام ہی نہیں پوچھا ابھی تک۔'' اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام آپ جانتی ہیں میڈم! اس لیے میں نے آپ کو نہیں بتایا تھا۔'' اُس کو سوالیہ انداز میں اپنی طرف دیکھتے پا کے بولا۔

''دُخان یہ لفظ مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔''

''اور میرا اسلامی نام؟ آپ مجھے بتاؤ اللہ کی کتاب میں سے کوئی نام۔'' اُس نے کچھ پالینے کی سرشاری سے کہا تھا۔

''مائدہ۔'' اُس نے اپنا پسندیدہ نام بتایا۔ ''یہ قرآن پاک کے پانچویں سپارے کی سورۃ کا نام ہے اس کا مطلب ہے دی نبیل اسپریڈ۔''

''بہت اچھا نام ہے۔'' اُس نے کہا اور وہ اُس کی طرف دیکھ کے بولا۔

''او کے مائدہ میڈم! اب مجھے اجازت دیجیے۔'' تو اُس نے الوداعی مُسکراہٹ اُس کی طرف اُچھالی اور اُسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی اور پھر روزانہ وہ دو گھنٹے ساتھ گزارنے لگے وہ اپنا اسلام کے بارے میں نالج اُس سے شیئر کرتا اور وہ نیٹ سے سرچ کیا گیا ڈیٹا اُس سے شیئر کرتی۔ ٹومس کے علاوہ ابھی گھر میں کسی کو اُس کے اسلام قبول کرنے کا نہیں پتہ تھا البتہ وہ حیران ضرور ہوئے تھے اُسے فل ڈریسز پہنتے دیکھ کے لیکن ٹومس نے یہ کہہ کے اُنہیں چپ کروادیا اُس کا دل کر رہا ہے تو پہننے دیں نا اور پھر اُس کے جانے کا دن بھی آ پہنچا۔ وہ ساحل سمندر پہ آیا تھا اُسے ملنے، وہ جنگلے پہ ہاتھ رکھے پانی کی لہروں کو ہوا کے ساتھ مستیاں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی وہ بھی اُس کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور اُس نے بھی اپنے ہاتھ جنگلے پہ ٹکا دیئے۔

''تم جا رہے ہو؟''

''ہاں۔'' اس کا ہاں سُن کے نجانے کیوں آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''نہ جاؤ نا......'' مائدہ نے کہا تو اُس نے اُس کی طرف دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا جھیل سی نیلی آنکھوں سے برسات ہو رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا جیسے نیلے آسمان سے پانی برس رہا ہو۔

''آپ روتے ہوئے اتنی حسین لگتی ہو مجھے اندازہ نہیں تھا۔'' اُس نے آنکھوں میں شرارت لیے اُسے کہا تو وہ مُسکرادی اُسے لگا جیسے بارش میں پھول کھلے ہوں وہ ان نیلی آنکھوں میں ڈوب رہا تھا وہ بس اس لیے اُس سے ملتا رہا تھا کیوں کہ اُسے اُس کا خواب سُن کے لگا تھا کہ اللہ اُسے ہدایت دینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اُسے منتخب کیا ہے اس لیے اُس نے اُسے اسلام کے بارے میں جتنا ہوسکا گائیڈ کیا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ آخری لمحے میں وہ اُس کی جھیل سی نیلی آنکھوں میں ڈوب جائے گا، اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بولا۔

''مجھے یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ تم ہنستے ہوئے قیامت لگتی ہو۔'' وہ ایک لمحے میں آپ سے تم پہ آیا تو اور کھل کے ہنسی تھی۔

''ایک مہینے تک شادی ہے میری آؤ گی میری شادی پہ؟'' نجانے کیوں اُس نے پوچھا تھا تو اُس نے بے یقینی سے اُسے

دیکھا جیسے کہہ رہی ہو ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ ''بچپن سے میری کزن کے ساتھ میری بات طے ہے ابھی وہ بھی پڑھائی میں مصروف تھی اور میں بھی کچھ مصروف تھا خود کو اسٹیبلش کرنے میں اس لیے انکار کرتا رہا تھا لیکن اب بابا جان نے اس شرط پہ میکسیکو آنے کی اجازت دی تھی کہ میں شادی کے لیے مان جاؤں۔'' اُس نے وضاحت کی تو اُس کی آنکھوں سے دوبارہ برسات شروع ہوگئی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے' اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتے اللہ نے آپ کو صرف میرے لیے بنایا ہے پھر اللہ کیسے آپ کو کسی اور کو سونپ سکتے ہیں بتائیں کیسے؟'' وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی اُس نے اپنی نظریں چرائیں تھیں کہیں وہ اُس کی آنکھوں سے اُس کے دل کا حال نہ جان لے۔

''میرے بس میں ہوتا تو میں ابھی تمہیں اپنا بنالیتا لیکن میں وعدہ خلافی کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں اپنے بابا جان سے کیا وعدہ نہیں توڑ سکتا۔''

......☆☆☆......

میرے خالق میں تیرے کُن کی طلب میں زندہ
ہر گھڑی ایک قیامت سے گزر جاتی ہوں

تُومس روبرٹو کو جب پتہ چلا کہ جوزفینا رسکارڈو نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ دو دن کمرہ بند کیے پڑا رہا اور تیسرے دن اُس نے بھی قرآن کا ترجمہ پڑھنے کے لیے لیپ ٹاپ آن کیا تھا وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر اس کتاب میں ہے کیا؟ اُس نے چھ دن لگا کے قرآن کا ترجمہ پڑھا اور ساتویں دن وہ اس کتاب پہ ایمان لے آیا تھا بھلا ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی قرآن پڑھے اور اُس کی سچائی سے انکار کرسکے۔ وہ بہت دنوں بعد جوزفینا کے کمرے میں آیا تھا۔ اُس کی آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں اور آنکھوں میں آنسو تھے وہ دوبارہ بیڈ پہ جا کے بیٹھ گئی تو تُومس نے اندر آتے ہوئے بے چینی سے اُسے پکارا۔

''جوزفینا!''

''میں جوزفینا نہیں ہوں میرا نام مائدہ ہے۔''

''سوری میں بھول گیا تھا لیکن تمہیں کیا ہوا' ساری رات تم روتی رہی ہو؟''

''وہ پاکستان چلا گیا۔'' اُس نے چہرہ اُٹھا کے اُس کی طرف دیکھ کے سسکتے ہوئے کہا۔

لفظ لفظ موتی

☆ خدا کے بعد تمہارا بہترین ساتھی تمہارا اعتماد ہے۔

☆ کچھ شکست ایسی بھی ہوتی ہے جس کے دامن میں فتح سے زیادہ کامیابیاں ہوتی ہیں۔

☆ بیتے لمحوں کی باتیں ان کے ساتھ بیت نہیں جاتیں بلکہ ہمارے اندر وہ زندہ رہتی ہیں۔

☆ جن کے پاس مقصد نہیں ہوتا ان کے پاس منزل بھی نہیں ہوتی۔

☆ دوست کپڑے پر لگے پیوند کی طرح ہوتے ہیں۔ اگر وہ ہم رنگ نہ ہوں تو بہت معیوب سمجھے جاتے ہیں۔

☆ ملنے کے دو معیار ہوتے ہیں خیالات ملتے ہوں یا معیار۔

جویریہ ضیاء......ملیر کراچی

''کیا تم پاکستان جانا چاہتی ہو؟'' تُومس نے کہا تو وہ بولی۔

''اُس کی اگلے مہینے شادی ہے۔''

''اگلے مہینے تک ہے نا' ابھی ہوئی تو نہیں نا تو پھر تم اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس ہو رہی ہو؟ اللہ کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے بس کُن کہنے کی دیر ہے تو فیکون ہو جاتا ہے۔'' اُسے منہ کھولے اپنی طرف دیکھتا پاکے اُس نے کہا۔ ''ایسے نا دیکھو میں اللہ پہ اور اُس کی کتاب قرآن پاک پہ ایمان لے آیا ہوں اور اس بات پر بھی کہ حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا گیا تھا اللہ نے اُن کی جگہ کسی اور کی شکل اُن جیسی بنادی تھی اور اُنہیں اسی طرح آسمان پہ اُٹھا لیا گیا تھا اور اب وہ قیامت کے قریب دُنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ میں اس لیے ہی تمہارے پاس آیا تھا میں پراپر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں اور پھر ہم دونوں پاکستان شفٹ ہو جائیں گے اس کے لیے بس مجھے پندرہ دن دو ادھر سے بزنس وائنڈ اپ کرنے لیے اور باقی ضروری کام کے لیے اور پلیز رونا بند کرو ہم پندرہ دن بعد پاکستان میں ہوں گے تمہارے پاس اُس کا ایڈریس تو ہے نا؟''

''ہاں! لیکن خالو اور خالہ......'' وہ اُس کی بات کاٹ کے بولی۔

''اُن کی فکر نہ کرو میں اُن کو سنبھال لوں گا۔'' تو اُس نے مُسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور مائدہ نے کلمہ کے

الفاظ دہرائے اور اُس کے پیچھے ٹوس نے بھی کلمہ کے الفاظ ادا کیے اور ایک سچے دین کو پالینے کی خوشی میں دونوں نے مُسکرا کے ایک دوسرے کو دیکھا۔

☆☆☆......

ریاح، عائشہ اور حامد کے ساتھ شادی کی تاریخ لینے جانے لگی تو دُخان کو کہا۔

"بھیا جی! بھائی کے لیے کوئی پیغام ہے تو بتادیں۔"

"نہیں جی مجھے کوئی پیغام نہیں پہنچانا۔"

"آپ کو کیا ہوا آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔" اور اُسے وہ جھیل سی نیلی آنکھیں یاد آئی تھیں۔

"اے اللہ تو جانتا ہے موت اور محبت پہ تیرے سوا کسی کا اختیار نہیں ہے تُو ہی دلوں میں محبتوں کا بیج بوتا ہے تو اے میرے پیارے اللہ کوئی معجزہ کردے۔" اُس نے سچے دل سے اللہ کو پُکارا تھا۔

☆☆☆......

اللہ سب کی سُنتا ہے......اُس نے پاکستان جانے کا سارا انتظام کرلیا تھا اُس کی توقع کے مطابق اُس کے ماں باپ اور دونوں بہنوں نے بریک اپ کردیا تھا آج میکسیکو میں اُن کی آخری رات تھی۔

"اے میرے اللہ تُو نے اُسے میرے لیے نہیں بنایا اس لیے اُس کی محبت بھی میرے دل سے نکال دے جو تیری چاہت ہے اُسے میری چاہت بنادے مجھے در در بھٹکنے سے بچالے۔ مجھے ہدایت دے اے میرے اللہ جو میرے لیے نہیں ہے اُس کی خواہش بھی میرے دل سے نکال دے، میرے مالک مجھے مانگنا نہیں آتا بن مانگے عطاء فرما مجھے یقین ہے تُو میری دعا ضرور قبول فرمائے گا' آمین۔" وہ سسک رہا تھا اللہ سے مانگ رہا تھا اور اللہ نے اُس کی سُن لی تھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جب اللہ سے اس یقین کے ساتھ مانگا جائے کہ وہ ہماری دُعا ضرور پوری کرے گا اور اللہ دُعا قبول نہ کرے؟

☆☆☆......

یوں اچانک میں نے تجھے پایا
جیسے تاثیرِ دُعا میں آئے

آج اُس کی مہندی تھی سب گاؤں والے حویلی میں اکٹھے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی تو حامد صاحب نے فون اُٹھایا۔ دوسری جانب سے نجانے کیا کہا گیا تھا کہ ریسیور اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کے نیچے جا گرا۔ دُخان جو کسی کام سے اندر آیا تھا اُس نے آگے بڑھ کے اُن کو تھاما اور صوفے پہ بٹھایا۔

"بابا جان! آپ ٹھیک تو ہیں؟" اُس نے پریشانی سے پوچھا۔

"افشاں اپنے کلاس فیلو احمر کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔" اُس نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں اُس نے اس خاندان کی عزت مٹی میں ملادی تھی اور اُس نے دُعا کی تھی کہ اب وہ کبھی اُس کے سامنے نہ آئے ورنہ وہ کچھ کر بیٹھے گا، حویلی میں یہ بات پھیل گئی تھی اور سب ہی افسردہ سے بیٹھے تھے۔

"دُخان میکسیکو سے تمہارے مہمان آئے ہیں۔" اُس کے پھپھو زاد سیف نے برآمدے میں داخل ہوکے کہا تو سب نے ہی نظریں اُٹھا کے اُس کے پیچھے آتے لڑکے اور لڑکی کو دیکھا اور دُخان بے یقینی کے عالم میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُن کی طرف بڑھا اور گرم جوشی سے لڑکے کو گلے لگایا تو مائدہ اُس کے کان میں بولی۔

"یہ میرا کزن اور بہترین دوست عبدالمہد ہے۔" دُخان نے اُن کا سب سے تعارف کروایا۔

"یہ میرا دوست ہے عبدالمہد اور یہ اس کی کزن مائدہ ہیں۔" عائشہ اور حامد نے دونوں کو پیار دیا۔

"کسی کا برتھ ڈے ہے آج؟" اُس نے سجے ہوئے گھر اور اتنے لوگوں کی موجودگی کو دیکھ کے اندازہ لگایا اور ریاح سے پوچھا تو دُخان اُس کے اُردو بولنے پہ حیران ہوا تھا۔

"تمہارے لیے یہ اُردو کیا کسی بھی پہاڑ کو سر کرسکتی ہے۔" عبدالمہد نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ریاح کی بجائے عائشہ نے اُسے مختصر سا بس یہ بتادیا کہ لڑکی نے شادی سے انکار کردیا ہے اس لیے اب دُخان کی شادی نہیں ہورہی تو مائدہ کے چہرے پہ دھنک سے رنگ کھلے تھے۔

"کیا آپ دُخان کی شادی میری کزن مائدہ سے کریں گے؟" عبدالمہد نے عائشہ اور حامد کی طرف دیکھ کے پوچھا اور پھر ساری بات اسلام قبول کرنے سے پاکستان شفٹ ہونے تک بتادی تو سب نے اُنہیں اسلام قبول کرنے کی مُبارک دی اور پھر حامد نے دُخان سے پوچھا اور اُس نے فرماں بردار بیٹوں کی طرح کہا۔

"بابا جان! جیسے آپ سب کی مرضی۔" اور پھر سب کی رضامندی سے پرپوزل قبول کرلیا گیا۔

☆☆☆

وہ صبح سے مائدہ سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا لیکن موقع ہی نہیں مل رہا تھا اور وہ بات کرنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا وہ اُس کی ہونے والی دُلہن تھی اُس سے نکاح تک پردہ کروا دیا گیا تھا دوپہر کا وقت تھا سب کمروں میں آرام کر رہے تھے اور عائشہ کچھ خواتین کے ساتھ بازار گئی تھیں مائدہ کے شادی کے کپڑے اور زیور خریدنے کے لیے۔ اس کی نظر ریاح پہ پڑی تو اُس نے اُسے جالیا۔

"میری بلی میرا ایک کام کرو گی؟ اپنی بھابی سے ملوا دو دراصل میں ایک دفعہ اُسے دیکھنا چاہتا ہوں یہ نہ ہو شادی کے بعد پچھتانا پڑے۔" اُس نے چہرے پہ معصومیت طاری کرتے ہوئے کہا اور حویلی کے پچھلی طرف جا کے جامن کے درخت سے ٹیک لگا کے اُس کا انتظار کرنے لگا۔

"دُخان۔" اپنا نام پکارے جانے پہ اُس نے مُسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا تھا۔

"جی جان دُخان!" اُس نے آنکھوں میں بے شُمار محبت لیے کہا تو وہ بلش ہوگئی تھی تو وہ اُس کے چہرے پہ بکھرے دھنک رنگ دیکھنے لگا اور مائدہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کنفیوژ کیوں ہو رہی ہے اور وہ اُسے کنفیوژ ہوتے دیکھ کے ہنسنے لگا اور اُس کی پیلی اور سبز چوڑیوں سے سجی کلائی تھام کے بولا۔ "سب کچھ تو لے لیا تم نے اب ان قاتل اداؤں سے جان لو گی کیا؟" اُس نے نفی میں گردن ہلائی تھی اور کھنکتے لہجے میں بولی۔

"میں نے کہا تھا نا اللہ نے آپ کو صرف میرے لیے بنایا ہے تو اللہ آپ کو کسی اور کو کیسے سونپ سکتے تھے؟ اللہ نے اپنی طرف لوٹنے پر مجھے آپ کی صورت میں انعام سے نوازا ہے، آپ اللہ کی طرف سے میرا انعام ہیں۔" وہ محبت سے اُسے دیکھنے لگا بے شک اللہ نے اُسے ایک پاکیزہ عورت سے نوازا تھا اُسے اُس کے کل سے کوئی سروکار نہیں تھا اُس نے اُس کے ساتھ اپنا آج گزارنا تھا اور آنے والا کل۔

"آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟"

"یاد......؟ تمہاری ان نیلی آنکھوں نے مجھے راتوں کو سونے نہیں دیا اور تم یاد کی بات کر رہی ہو؟" اُس کی آنکھوں میں نظر آتی سچائی کو دیکھتے ہوئے اُس نے اللہ کا شکر ادا کیا یہ احساس ہی بہت فرحت بخش ہوتا ہے۔ جس سے ہم محبت کرتے ہوں وہ بھی ہم سے اُس سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اُس کو یوں

اپنی طرف دیکھتا پا کے دُخان نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"کیا ہے؟"

"عشق ہے صاحب۔" وہ بھی کھلکھلاتی ہنسی ہنستے ہوئے بولی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی گستاخی کرتا اپنا بازو چھڑوا کے بھاگ گئی تھی۔

"بھاگ لو بھاگ لو گن گن کے بدلے لوں گا۔" دُخان نے اُسے بھاگتے دیکھ کے کہا اور دلآویزی سے مُسکرا دیا۔

ریاح، مائدہ کو کچن کے دروازے سے حویلی کی پچھلی طرف چھوڑ کے اپنے دھیان میں مگن چہرے پہ ہلکی سی مُسکان لیے برآمدے سے گزرنے لگی کے اُس کا سر کسی دیوار سے ٹکرایا تھا اور پھر اُس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں تو اُس نے آہ کی آواز کے ساتھ اوپر دیکھا تو ہیزل گرین آنکھوں کو اپنی طرف دیکھتے پا کے وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور گڑبڑاتے ہوئے بولی۔

"سوری میں سمجھی کہ کوئی دیوار ہے۔" اُس کی بات پہ پہلے تو وہ حیران ہوا اور پھر مطلب سمجھ کے ہنسا اور اُسے ہنستے دیکھ کے اُسے احساس ہوا کے اُس نے کیا بولا ہے تو منہ پہ ہاتھ رکھے اُلٹے پاؤں پیچھے کی طرف چلنے لگی تو وہ بولا۔

"دھیان سے اب کہیں سچ میں نہ دیوار سے ٹکرا جانا۔" اُس نے شرارت سے کہا تو وہ اُس کے اس طرح دیکھنے پہ شرما کے رُخ پھیر کے بھاگ گئی۔ عبدالمہد کو پتہ چل گیا تھا کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور اُس نے اللہ کا فیصلہ دل و جان سے قبول کر لیا تھا۔

☆☆☆

احمر شادی کا جھانسا دے کے افشاں کو گھر سے بھگا کے لے گیا تھا۔ وہ صبح کورٹ میں جا کے میرج کریں گے لیکن اس کی نوبت نہیں آئی تھی تب اُسے احساس ہوا کے وہ کیا کر بیٹھی ہے لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اب وہ اس حالت میں نہ تو گھر جا سکتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اُس کے گھر والے اُسے قتل کر دیں گے اس لیے اُس نے خودکشی کر لی تھی ایسی لڑکیوں کا یہ ہی حال ہوتا ہے جو اللہ کو بھول جاتی ہیں اور اپنے ماں باپ کی عزتوں کو روند ڈالتی ہیں۔

آدھی روٹی

حرا قریشی

> نہ جانے کیا ہوا ہے سال بھر میں
> دیا روشن کہ مدہم ہوگیا ہے
> ہمیں معلوم ہے اتنا کہ ایک سال
> ہماری عمر سے کم ہوگیا ہے

جب بھی رات کا وقت ہوتا ہے تو قوی ہیکل سینے میں ایک توانائی سی بھر جاتی ہے۔ جسم کراہتا بھی تو دماغ پھر سے اس ''ایک شے'' کی جستجو میں سرگرداں ضدی بچے کی مانند سر پٹختے لگتا خالی دیواروں پر قہقہے لگاتے سائے سڑک پر آتی جاتی ٹریفک کی روشنی کی بدولت دکھائی دیتے لیکن وہ ''ایک شے'' وہ ''ایک شے'' کہیں دکھائی نہ دیتی۔ ہوا کے تیز تھپڑے درختوں کی شاخوں پر دم مرگ آخری سانس لیتے میری ہمت توڑنے لگتے لیکن میں......؟

میں تو اس ''ایک شے'' کے ملنے کی خوشی میں صعوبتوں کو جھیلنے کا عادی ہوچکا تھا کیسے شکست تسلیم کرلیتا؟ اس ''ایک شے'' کے ملنے کی لحہ بھر کی خوشی دن بھر کی اداسی، ملال، دکھ کو پل میں نچوڑ لیتی ہے۔

مجھے محبت کے فسوں کا کچھ علم نہ تھا کہ کیا ہوتا ہے؟ دوست کبھی کوئی بنا ہی نہیں تھا تو بے اعتنائی کے کسی زخم سے آشنا بھی نہیں تھا اپنوں نے کبھی سینے سے لگایا ہی نہیں تو بیگانگی کے چرکوں اور ضرب سے بھی ناواقف ہی رہا۔ بس واقف تھا تو ''ایک شے'' سے اجنبی نہیں تھی تو بس وہ ''ایک شے'' جدائی کا کرب تھا تو بس اس ''ایک شے'' کا۔

پیدا ہوا تو ایک کبڑے بوڑھے کے ہاں......نہیں یاد آیا، کوڑے کے ڈھیر پر......نہیں شاید ایسا بھی نہیں کسی بھوکی پیاسی روح کی کوکھ نے مجھے جنا...... پھر جانے وہ جہنم وصال ہوئی یا کہیں اور مجھے بس اس ''ایک شے'' کے راستے پر ڈال گئیں۔ وہ ایک شے ہے تو زندگی ہے وہ ایک شے ہے تو توانائی ہے وہ ایک شے ہے تو مسرت ہے اور وہ نہیں تو دکھ ہے، غم ہے، جدائی ہے اور پھٹکار ہے۔

اور وہ ایک شے ہفتے میں تین دن مل جاتی تین وقت تو چار دن ناراض رہتی میں اس شے کی خاطر روتا نہ بلکتا، ہاں میری آنکھیں ضرور مشل مشعل چمکتیں لوگوں کے ان رویوں پر جو وہ میرے ساتھ برتنا اپنا فرض سمجھتے لیکن میں، میں عجیب بے حس تھا یا شاید ہوگیا تھا اس ایک شے کی طلب میں......بس اس ایک شے کی طلب کے لیے۔

کسی امیر و کبیر سیٹھ سے وہ ایک شے مانگتا تو وہ ٹھوکریں رسید کردیتا کسی فقیر کے کشکول پر نظر ڈالتا وہ دھکا دے کر تیز رفتاری سے بھاگ جاتا گویا اپنے مال کے کچھ حصے کسی کو بخش دیے تو گناہ کبیرہ ہو جائے گا جہاں مزاروں پر لوگ کچھ بانٹ رہے ہوتے وہاں فوراً اس ایک شے کی طلب کے لیے حاضری دیتا۔ لیکن باری جب بھی میری آتی، سب ختم ہو جاتا، وہ ایک شے

نہ ملتی۔ کبھی کبھی قسمت یاوری پر ہوتی تو دن میں چھ بار بھی مل جاتی لیکن مکمل نہ ملتی، ہمیشہ ٹکڑوں میں یا نصف مقدار میں، اس ایک شے کی یوں طلب رہتی کہ نہ گرم دھوپ میں گرمی چبھتی نہ سرد موسم میں جسم ٹھٹھرتا محسوس ہوتا بس اس کا دل فریب ذائقہ، دل تو کبھی اس ایک شے سے ناراض رہ ہی نہ سکتا تھا۔ سو بس چلتا رہتا کبھی آہستہ کبھی سست رفتاری سے تو کبھی چابک دستی سے دوڑنے لگتا بس اس ایک شے کی بنیاد پر نمو پاتا رہا، اس بیج کی طرح بڑھتا رہا مزید سے مزید پروان کی سیڑھیاں عبور کرتا رہا، جس کے سرے کھوکھلے رہے لیکن وہ ظاہر نہ ہونے دے اور ڈھیٹ بنا کھڑا رہے۔ میں نے چاہا کہ اس ایک شے کا متبادل مجھے کوئی ملے لیکن......؟ نہ ملا، نہ پتھروں میں، نہ مٹی میں، نہ لکڑیوں میں، نہ آگ میں اور پھر آگ تو جھلسا کر رکھ دیتی ہے ناں......لیکن......میں......مجھے تو بس اس ایک شے کی خواہش تھی۔

بھوکا ہو تو کتا بھونکتا ہے بلی کربناک صدائیں خارج کرتی ہے لیکن میں تو بس اس ایک شے کا دھیان کیے پیپل کے سوکھے پتوں کے شجر تلے ٹانگیں پسار کر بیٹھ جاتا آسمان کو تکتا، گویا اوپر سے وہ ایک شے میری جھولی میں آگرے گی۔ خاموشی سے پیلے پیلے پتوں کو چباتا مگر پھر تے کر دیتا کہ یہ اس شے کا نعم البدل نہیں جتنا وہ شے مجھ سے گریزاں رہتی اتنا ہی میں اس کی جانب لپکتا اس ایک شے کی طلب نے مجھے عمر سے پہلے ہی کئی سال کا بوڑھا بنا دیا ہے۔ میرا دایاں ہاتھ بائیں سے نہیں ملتا۔ لڑتا جھگڑتا رہتا ہے کہ جب بمشکل پانچ برس کا تھا تو اس کیڑے کی غفلت کے باعث میری چاروں انگلیاں جدا ہو گئیں پھر جو بھی کرتا الٹے ہاتھ سے ہی کرتا سیدھے کو بس سہارا دینے کے لیے مختص کر لیا۔

جس دن، جس شب، جس دوپہر اور جس شام وہ ایک شے مل جاتی میرے لیے وہ وقت مبارک شادی کا ہوتا، میں کسی دولہے کی مانند اپنے بجے مسرت سے پر سہرے کے اندر اسے سارے جہاں سے چھپا کر رکھتا۔ وہ میری رفیقہ حیات بن جاتی، میرے دل کی دھڑکن کو مزید بڑھا دیتی میری بے نور آنکھوں میں سرمے کی کشش پیدا کر دیتی میرے خشک ہونٹوں کو اپنے لمس سے تر کر دیتی اور میں اسے اپنی دلہن سمجھتا لذت و عشرت کے مزے لوٹنے لگتا۔ وہ دو نہیں، تین، تین بھی نہیں، چار، چار بھی نہیں، پورے آٹھ دن ہونے کو آئے ہیں لیکن وہ ایک شے لمبے عرصے تک خزاں کی مانند مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ قحط پڑ گیا ہے اس ایک شے کا جو تا حیات مجھے کبھی پوری نصیب نہ ہوئی کسی مزدور نے دی تو حقارت سے اور دی بھی آدھی، کسی کے بوٹ پالش کیے تو ملی آدھی، کسی کے کپڑے رنگے تو ملی آدھی، کسی کی چپلیں سیں تو ملی آدھی، سارا دن اینٹیں اٹھائیں تو ملی آدھی۔ میں آدھا پیدا نہیں ہوا تھا، لیکن یہ مجھے ہمیشہ آدھی ہی ملتی رہی اور میں اس آدھی کے نشے میں مسرور کئی کئی دنوں کا ناغہ بھی جھیلتا رہا۔ کبھی خدا سے طلب نہ کی جو بن مانگے نوازتا ہے جو بانٹتا ہی رہتا ہے دیتا ہی رہتا ہے بندوں کے آگے ہاتھ جوڑا، سر جھکایا، مساجد کے در پر کھڑا رہا کبھی مسجد میں جا کر اس سے ملاقات نہ کی جو آدھی روٹی دیتا تھا کبھی اس کا شکر ادا نہ کیا جس نے آدھی روٹی کی مسرت میں کئی گنا کمزور و لاغر بدن میں برقی توانائی سی بھر دی تھی اور پھر کیا ہوا بالآخر سی کھینچ لی گئی۔

میں اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھا کہ وہ ایک شے مجھے دکھائی دی ایک کتے کے منہ میں......اور میں اس کے اوپر کتے کی طرح ہی جھپٹ پڑا اور وہ آدھی روٹی مجھے پورا کھا گئی......وہ آدھی......زہریلی روٹی......!

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

نازش کنول...... سر گودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ نیت یہ کریں کہ اگر یہ رشتہ میرے لیے بہتر ہے تو یہاں ہوجائے ورنہ جو بہتر ہو وہاں سے پیغام آ جائے۔

بعد نماز عشاء سورہ فلق، سورۃ الناس ایک ایک تسبیح روزانہ۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کریں اور نیت بھی رکھیں کہ گھر والے مخالفت کرنا چھوڑ دیں۔

مصباح شریف...... پاکپتن

جواب:۔ صحت کے لیے:۔ سورۃ الفاتحہ، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس چاروں آیات کو 7 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد۔

رشتہ کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

ن۔ک۔س...... فیصل آباد

جواب:۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس یقین کے ساتھ مریض سر درد کی گولی کھاتا ہے اس ہی یقین کے ساتھ آپ پڑھیں۔ اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے آمین۔

سمیرا الیاس...... کراچی

جواب:۔ سر پر کنگا کرتے وقت "یاشافی" پڑھتی رہا کریں۔

س۔ل۔ل...... منڈی بہاؤالدین

جواب:۔ یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم، 111 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں روزانہ۔

رشتے کے لیے استخارہ کرلیں۔

سعدیہ عرفان...... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ نمبر 1:۔ سورۃ حشر کی آخری آیات صبح و شام 7،7 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔ تیل پر 7 مرتبہ پڑھ کر دم کردیں۔ رات کو روزانہ سر کی مالش کیا کریں۔

مسئلہ نمبر 2:۔ بھائی کو پانی پر 11 مرتبہ سورۃ العصر دم کر کے پلایا کریں۔

ثمینہ...... چیچہ وطنی

جواب:۔ شبانہ اثرات زدہ ہے۔ سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد پڑھ کر دم کیا کریں۔

اولاد کے لیے آپ دونوں بہنیں فجر کی نماز کے بعد سورۃ آل عمران آیت نمبر 38، 111 مرتبہ پڑھا کریں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

مسز عفت...... گولڑہ شریف

جواب:۔ ہربل دوائیاں استعمال کریں۔

بعد نماز فجر سورۃ آل عمران آیت نمبر 38، 121 مرتبہ پڑھیں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف روزانہ۔ دعا بھی کریں۔

زاھدہ شیخ...... گجرات

جواب:۔ مسئلہ 1،2، سورۃ العصر 41 مرتبہ روزانہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

مسئلہ نمبر 3:۔ سورۃ القریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز عشاء۔ بھائی خود پڑھے اپنے کام کے لیے۔

شہناز کنول...... ملیر، کراچی

جواب:۔ جادو ہے۔ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 1،1 تسبیح بعد نماز عشاء۔ اول و آخر 11،11

مرتبہ درود شریف۔ نیت جو عمل ہے وہ ختم ہوجائے۔ (مدت 3 ماہ تک) صدقہ بھی دیں ہر ماہ۔

سورۃ العصر 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے بچوں اور شوہر کو پلایا کریں روزانہ۔

ظل ہما...... لیہ

جواب:۔ ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ آیتہ الکرسی' 3,3 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس اول و آخر ایک ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

تیل پر 3 مرتبہ سورۃ عبس دم کر لیں روزانہ رات کو سر پر لگالیا کریں۔

فائزہ سومرو...... سکھر

جواب:۔ والد صدقہ دیں۔ سورۃ قریش صبح و شام ایک ایک تسبیح کیا کریں۔

رشتوں کے لیے بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتہ کے لیے دعا کریں۔

زیب النساء...... چکوال

جواب:۔ روزانہ ایک مرتبہ سورۃ مزمل پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔

ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ سورۃ قریش پڑھا کریں۔ کام ٹھیک ہوجائے گا۔

سیما پروین...... کراچی

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ اخلاص' سورۃ فلق' سورۃ الناس 11,11 مرتبہ۔

رکاوٹ/ بندش کا تصور رکھ کر پڑھیں کہ ختم ہوجائے۔ صدقہ بھی دیں۔

عائشہ خان...... شور کوٹ

جواب:۔ نوکری کے لیے سورۃ قریش 111 مرتبہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف بعد نماز عشاء۔

بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

آپ کی بہن جلد اور اچھا رشتہ آنے کے لیے پڑھیں۔ آپ دونوں اس نیت سے پڑھیں کہ جہاں بہتر ہو ہوجائے۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے فروری ۲۰۱۶ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں ....

بیاض دل

میمونہ رومان

اقصیٰ زرگر، سنیا زرگر...... جوڑہ

تم سے محبت تیری اوقات سے زیادہ کی تھی
اب بات نفرت کی ہے سوچ تیرا کیا ہوگا!!

کنول چوہدری...... شادیوال گجرات

منزلوں پہ پہنچنا ہے تو کانٹوں سے نہ گھبرانا
کانٹے ہی تو بڑھا دیتے ہیں رفتار قدموں کی

مشا علی مسکان...... قمر مشانی

مجھ کو تہذیب کے برزخ کا بنایا وارث
یہ الزام بھی میرے اجداد کے سر جائے گا

نیلم شہزادی...... کوٹ مومن

بہت اندر تک جلا دیتی ہیں
وہ شکایتیں جو کبھی بیان نہیں ہوتیں

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

تم کسی راستے سے آجانا
میرے چاروں طرف محبت ہے

طیبہ سعدیہ...... سیالکوٹ

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے وصی
میں مسجود و ملائک ہوں، مجھے انسان رہنے دو

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

جانے کب مجھ کو بھی آجائے بلاوا آذر
جانے کب میں بھی چلا جاؤں جہاں سے چپ چاپ

خوشی...... برنالی

جو آتا ہے خوشی کی انتہا پر
بہت روئے اس ایک آنسو کی خاطر

نگین افضل وڑائچ...... گجرات

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

شائستہ جٹ...... چیچہ وطنی

یوں ہی سمجھ لو کہ ہار مان لی تم سے اے عشق
دل تو مردہ کر دیا اور اسی سے جنگ کا مزہ آتا ہے

دھنک عرفان...... عارف والا

خود کو میں بانٹ نہ ڈالوں کہیں دامن دامن
کر دیا تو نے گر میرے حوالے مجھ کو
مجھ سے تو پوچھنے آیا ہے وفا کے معنی
یہ تیری سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو

ایم فاطمہ سیال...... محمود پور

تو میرا ہے تیرا نام کوئی اور نہ لے
ان بھیگی آنکھوں کا جام کوئی اور نہ لے
کچھ اس لیے بھی میں نے تیرا ہاتھ نہ چھوڑا
تو گر گیا تو تجھے تھام کوئی اور نہ لے

فیاض اسحاق...... سلہ نوالی

پرانے رابطوں کو پھر نئے وعدوں کی تکمیل ہے
ذرا اک بار تو کہنا کہ محبت مر نہیں سکتی
اگر ہم حسرتوں کی قبر میں دفن ہو جائیں
تو یہ کتبوں پہ لکھ دینا کہ محبت مر نہیں سکتی

مبشریٰ خان...... منڈی بہاؤالدین

ٹوٹ کر بھی یہ سینے میں دھڑکتا رہتا ہے بے وفا
ہم نے اس دنیا میں دل جیسا کوئی وفادار نہیں دیکھا

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

اداسی جس کے دل میں ہو اسی کی نیند اڑتی ہے
کسی کو اپنی آنکھوں سے کوئی سپنا نہیں دیتا
اٹھانا خود ہی پڑتا ہے، تھکا ٹوٹا بدن اپنا
کہ جب تک سانس چلتی ہے، کوئی کندھا نہیں دیتا

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

یاد تو ہوں گی وہ باتیں تجھے اب بھی لیکن
شیلف میں رکھی ہوئی بند کتابوں کی طرح

وثیقہ زہرہ...... سمندری

پکارو اس رب کو جو عرش عظیم ہے

مت پکارو اس کو جو خود زیرے زمین ہے
کیوں مانگتے ہو غیروں کے دربار سے
وہ کونسا کام ہے جو ہوتا نہیں پروردگار سے
ارم وڑائچ...... گجرات

اس کی یادوں سے بچ نکلوں کوئی ترکیب بتاؤ مجھے
میری جانب سے ہر راستہ اس کی جانب نکلتا ہے
ندامسکان جٹ...... جنوبی

نہ کر محبت محبت تیرے بس کی بات نہیں
جو دل کرے محبت وہ دل تیرے پاس نہیں
تم تو کہتی ہو کہ میں وفادار ہوں
لیکن میں کہتی ہوں بے وفائی بھی تیرے پاس نہیں
اسماءنورعشاء...... بھوج پور

نہ تخت وتاج کی ہے آرزو
نہ بزم شاہ کی ہے جستجو
جو نظر سے دل کو بول سکے
مجھے اس نگاہ کی تلاش ہے
کوثر خالد...... جڑانوالہ

خالد کہو آقاؐ سے کوثر کے پاس جانا
میری خوشی کا کوئی ہوگا نہیں ٹھکانہ
آئیں گے جب محمد ﷺ خوابوں میں مسکرا کر
میں لوٹ لوں گی محفل نعتیں سنا سنا کر
طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

اے زندگی مجھے کچھ مسکراہٹیں ادھار دے دے
اپنے آرہے ہیں ملنے کی رسم نبھانی ہے
انا احب...... گجرات

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ میں کسی سے سنوں
کہ تو نے بھی غم دنیا سے ہار مانی ہے
زمیں پہ رہ کر ستارے شکار کرتے ہیں
مزاج اہل محبت کا آسمانی ہے
لاریب انشال...... اوکاڑہ

محبت کی عجب مثال دی اس نے
اداس رہنے کی عادت سی ڈال دی اس نے

جب دیکھ چکا میرے روح وبدن پر اپنے زخموں کا نشان
پھر بھی جان بوجھ کر کانٹوں بھری شال دی اس نے
نورین انجم اعوان...... کورنگی کراچی

براہوں بھلا ہوں تیرا ہی بندہ ہوں یارب !
پیدا ہوتے ہی کلمہ سنا تھا مرتے وقت بھی نصیب کرنا
حمیرا قریشی...... لاہور

طلب مجھ سے نہ کر چھاؤں کی اے منزل مغموم
تپتے ہوئے صحرا میں بے سائباں شجر ہوں
جازبہ عباسی...... مری

سنا ہے بہت ستا ہے خون وہاں کا
اک بستی جسے لوگ پاکستان کہتے ہیں
دعاہاشمی...... فیصل آباد

اے روز حشر کچھ شب ہجراں بھی کم نہیں
بدنام ہو جہاں میں تیری بلا عبث
ہرگز نہ رام وہ صنم سنگ دل ہوا
مومن ہزار حنیف کہ ایماں گیا عبث
طیبہ سعدیہ عطاریہ...... کٹھیالہ

نہیں مجھ میں اتنی طاقت کہ
شہر مدینہ جاؤں یارب
آج کوئی ایسی نیند سلادے کہ
تیرے محبوب کے روضے کا دیدار ہوجائے
نورین مسکان...... سیالکوٹ

محبت چھوڑ دینے پر دلوں کو توڑ دینے پر
عجب دستور ہے صاحب کوئی فتوی نہیں لگتا

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

"مچھلی کے کٹلس"

اشیاء:۔

رہو مچھلی	ایک کلو
بسکٹ یا ڈبل روٹی کا چورا	دو کھانے کے چمچے
سرکہ	آدھی پیالی
گرم مسالہ	ایک کھانے کا چمچہ
انڈے	دو عدد
کوکنگ آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مچھلی کو ابال کر اس کے چھلکے اور کانٹے وغیرہ نکال دیں، خوب صاف کرنے کے بعد پانچ منٹ پانی میں رہنے دیں، اب گرم مسالہ نمک، ہلدی، بسکٹ کا چورا اور سرکہ ملا کر مچھلی میں ملا دیں اور اس کے کٹلس بنا لیں، کٹلس انڈے میں ڈبو کر کوکنگ آئل میں تل لیں۔

(نوشین اقبال...... گاؤں بدر مرجان)

"میوے کی میٹھی پوریاں"

اشیاء:۔

میدہ	سوا کلو
گھی	ایک کلو
پستہ	آدھ پاؤ
بادام	آدھ پاؤ
کھجور	آدھ پاؤ
مصری	ڈیڑھ پاؤ
عرق ادرک	دو تولے
الائچی	ایک ماشہ
لونگ	ایک ماشہ
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پاؤ بھر میدہ آدھ چھٹانک گھی میں شامل کر کے پانی سے گوندھ لیں اور ٹکیاں بنا کر تل لیں، اس کے بعد تلی ہوئی ٹکیوں کو خوب مل کر پسا ہوا مصالحہ اور باریک کترا ہوا میوہ اور عرق ادرک، مصری شامل کر کے رکھ دیں، باقی میدے میں ایک تولہ نمک اور آدھ پاؤ گھی ملا کر گوندھ لیں اور پوریاں بنا کر میدہ اور مسلہ لگا کر تل لیں۔

(طلعت نظامی...... کراچی)

شاہی ملائی کباب

اشیاء:۔

قیمہ (گائے یا بکری کا)	آدھا کلو
سلائس	چھ عدد
دودھ	ایک کپ
پیاز	دو عدد (باریک کٹی ہوئی)
ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	ایک گھٹی
بالائی یا فریش کریم	دو کھانے کے چمچ
پودینہ	آدھی گھٹی
لال مرچ (پسی ہوئی)	آدھا کھانے کا چمچہ
انڈا	ایک عدد
گرم مسالہ (پسا ہوا)	حسب ذائقہ
نمک	حسب ضرورت
کوکنگ آئل	آدھا کپ

ترکیب:۔

سب سے پہلے سلائس کو دودھ میں بھگو دیں۔ پھر ایک بڑے برتن میں قیمہ اور دوسرے اجزاء پیاز، ہری مرچ، سرخ مرچ، ہرا دھنیا، بالائی، پودینہ، انڈا مسالہ اور نمک کو اچھی طرح ڈال کر مکس کر لیں۔ بھیگے ہوئے توس نکال کر اچھی طرح دبا دبا کر دودھ نکال دیں اور قیمہ میں ملا کر گوندھ لیں۔ تھوڑی دیر کے لئے رکھ دیں۔ اب ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور ہلکی آنچ میں کباب بنا کر تل لیں۔ جب کباب گولڈن براؤن ہو جائیں تو نکال کر کسی اخبار پر رکھ دیں تا کہ چکنائی جذب ہو جائے

مزیدار شاہی ملائی کباب تیار ہیں۔ انہیں گرم گرم روغنی نان کے ساتھ پیش کریں۔

(نزہت جبین ضیاء...... کراچی)

بکرے کے پائے

اجزاء:

ہرا دھنیا (ایک گٹھی)	کٹا ہوا
دہی	ایک پیالی
چھوٹی پیاز	دو عدد
لیموں کا رس	تین چائے کے چمچ
ہری مرچ چار عدد	باریک کٹی ہوئی
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ (بھنا پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	دو کھانے کے چمچ
تیل	حسب ضرورت
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

پائے دھونے کے لیے

آٹا یا آٹے کی بھوسی	آدھی پیالی

پائے گلانے کے لیے

ثابت لہسن	دو عدد
پانی	چار سے پانچ گلاس
سونف	ایک چائے کا چمچ
ثابت دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

بکرے کے پائے دھوئے بغیر اُن پر آٹا یا آٹے کی بھوسی لگا کر آدھے گھنٹے کے لیے چھلنی میں رکھیں۔ پھر گرم پانی سے دھولیں۔ اب دھلے ہوئے پائے ایک دیگچی میں چار سے پانچ گلاس پانی، سونف، ثابت دھنیا، ثابت لہسن اور نمک کے ساتھ پکنے دیں۔ جب وہ گل جائیں تو بڑی ہڈیاں نکالیں اور یخنی چھان لیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کر کے اس میں چھوٹی پیاز گولڈن براؤن کر کے نکالیں اور ٹشو پر پھیلا دیں، تاکہ وہ خستہ ہو جائے۔ پھر خستہ پیاز کو ہاتھ سے چُل کر دہی میں ملائیں۔ ساتھ ہی ہلدی، ادرک لہسن کا پیسٹ، دھنیا، بھنا اور پسا زیرہ اور پسی لال مرچ شامل کر کے واپس دیگچی میں ڈالیں اور ہلکا سا بھون کر پائے ڈال دیں۔ اب انہیں پانچ سے آٹھ منٹ بھون کر چھانی ہوئی یخنی اور پھر پسا گرم مصالحہ شامل کر کے ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب چکنائی اوپر آجائے تو دوبارہ گرم مصالحہ، لیموں کا رس، باریک کٹی ہری مرچ، باریک کٹا ہرا دھنیا اور ادرک ڈال کر دَم پر رکھیں۔ آخر میں گرم گرم نان کے ساتھ سرو کریں۔

(ہالہ سلیم ..... اورنگی کراچی)

پنیر شاشلک

اجزاء:

چاول	200 گرام
کاٹیج چیز	200 گرام
شملہ مرچ (چوکور ٹکڑے)	100 گرام
ٹماٹر (چوکور ٹکڑے)	100 گرام
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	100 گرام
لیموں کا عرق	ایک چائے کا چمچ
سرخ مرچ	1\2 چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	ایک چائے کا چمچ
کری پاؤڈر	1\2 چمچ
کالی مرچ	1\4 چمچ
دہی	100 گرام
کوئلہ	ایک چھوٹا ٹکڑا

ترکیب:

چاول کو ابال کر چھان لیں۔ اب ایک برتن میں لیموں کا عرق، نمک اور سرخ مرچ مکس کر لیں۔ اب تمام سبزیوں کو اس میں ملا کر ایک طرف رکھ دیں۔ دہی میں کری

پاؤڈر اور کالی مرچ ملائیں۔ تیل گرم کر کے یہ دہی اس میں دس منٹ تک پکائیں پھر سبزیوں کو اس میں شامل کر کے پکائیں۔ یہاں تک کہ دہی کا پانی سبزیوں میں جذب ہو جائے۔ اب اس کو کوئلے سے دم دے کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب سبزیوں کو 180 سینٹی گریڈ اوون میں دم دیں۔ یہاں تک کہ وہ گولڈن براؤن ہو جائیں۔ اب ایک ڈش میں چاول کو درمیان میں رکھیں۔ اس کے اوپر سے تیار کیا گیا دہی کا آمیزہ ڈالیں اور سائیڈ میں شملہ مرچ اور ٹماٹر سجا کر پیش کریں۔

(جویریہ ضیاء.....ملیر کراچی)

تھائی چکن قیمہ

اجزاء:۔

مرغی کا قیمہ	500 گرام
کٹے ہوئے تلسی کے پتے	2 کھانے کے چمچے
کٹی ہوئی کالی مرچیں	1 کھانے کا چمچہ
لال ثابت مرچ	6 سے 8 عدد
لہسن کے جوے	5 سے 6 عدد
فش سوس	2 کھانے کے چمچے
چینی	1 کھانے کا چمچہ
تیل	4 کھانے کے چمچے
کٹی ہوئی ہری مرچیں	2 سے 3 عدد

ترکیب:۔

ثابت مرچ اور لہسن کے دو سے تین جوے ملا کر پیس لیں۔ زیادہ پانی شامل نہ کریں۔ فرائی پین میں تیل گرم کریں اور پسی ہوئی چٹنی ڈال کر دھیمی آنچ پر تلیں جب پانی خشک ہونے لگے تو قیمہ ڈال کر بھونیں باقی بچا ہوا لہسن بھی کاٹ کر ملائیں اور ڈھکن رکھ کر پانچ سے سات منٹ تک بہت ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب تیل اوپر آ جائے تو فش سوس، تلسی کے پتے اور چینی ملا کر صرف ایک منٹ پکانے کے بعد اتار لیں ابلے ہوئے چاولوں یا بریڈ کے ساتھ کسی کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں خود کھائیں اور میرے لیے پارسل کریں۔

(رخسانہ اقبال.....خوشاب)

چائنیز فرائیڈ رائس ود پراونز

اجزاء:۔

چاول	ڈیڑھ کپ
(صاف کر کے پانی میں بھگو دیں)	
سفید مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت
سرکہ	چوتھائی کپ
لال شملہ مرچ	ایک عدد
(بیج نکال کر چھوٹے کیوبز کاٹ لیں)	
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	دو عدد
جھینگے	150 گرام
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
مٹر (ابال لیں)	چوتھائی کپ
چکن کیوب	ایک عدد
ہلدی پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:۔

جھینگوں کو دھو کر صاف کر لیں۔ اس پر نمک، سفید مرچ پاؤڈر اور ہلدی پاؤڈر چھڑک کر پانچ منٹ کے لیے چھلنی میں رکھ دیں اس کے بعد دوبارہ دھو کر خشک کر کے ایک پیالے میں ڈالیں۔ اس میں سرکہ نمک اور سفید مرچ پاؤڈر چھڑک کر مزید بیس منٹ کے لیے رکھ دیں۔ نمک ملے پانی میں چاول ڈال کر ایک مرتبہ ابال لیں۔ چکن کیوبز ڈالیں اور چاولوں کو ایک کنی رہ جانے تک پکائیں۔ اس کے بعد نتھار کر چاولوں کو الگ رکھ لیں۔ ایک پتیلی میں تیل گرم کریں۔ اس میں ہری مرچیں اور لہسن پیسٹ ڈالکر چمچ چلائیں۔ جھینگوں کو سرکہ کے مکسچر سے نکال کر اس میں ڈالیں اور گولڈن ہونے تک فرائی کریں۔ اس کے بعد اس میں ابلے ہوئے مٹر لال شملہ مرچ اور ہری شملہ مرچ ڈال کر دو منٹ تک فرائی کریں۔ چاول ڈال کر چمچ چلائیں اور ہلکی آنچ پر 15-20 منٹ دم پر رکھ دیں۔ مزے دار چائنیز فرائیڈ رائس

ود پراؤنز تیار ہیں۔ گرما گرم سرو کریں۔

(سدرہ شاہین.....پیرووال)

تھائی فرائیڈ رائس ود فنگر فش

ضروری اشیاء چاولوں کے لیے:۔

چاول (ابال لیں)	آدھا کلو
مرغی کا گوشت (بون لیس)	250 گرام
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
پیاز (سلائس کاٹ لیں)	دوعدد
نمک	حسب ذائقہ
چائنیز نمک	ایک چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ

ضروری اشیا فنگر فش کے لیے:۔

مچھلی	آدھا کلو
(صاف کر کے دھو کر خشک کرلیں)	
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ ثابت دھنیا (بھون کر کوٹ لیں)	آدھا آدھا چائے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
اجوائن (کوٹ لیں)	ایک چائے کا چمچ
لیموں (رس نکال لیں)	دوعدد
سویا سوس	دوکھانے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کارن فلور	پانچ کھانے کے چمچ
ہری پیاز (کاٹ لیں)	پانچ عدد
انڈے (پھینٹ لیں)	دوعدد
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مرغی کے گوشت کو لمبائی میں کاٹ لیں۔ تیل گرم کریں اور اس میں گوشت ڈال کر فرائی کرلیں اور نکال کر پلیٹ میں رکھ لیں۔ باقی تیل گرم کر کے اس میں پیاز فرائی کریں اور آدھی پیاز نکال لیں۔ باقی بچی ہوئی پیاز میں لہسن پیسٹ ڈال کر ہلکا سا بھونیں اس میں چاول ڈال دیں۔ چائنیز نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، نمک، لال مرچ، ہری پیاز ڈال کر چمچ چلائیں۔ انڈوں میں نمک سیاہ مرچ پاؤڈر ڈال کر پھینٹیں۔ فرائنگ پین میں تیل ڈال کر فرائی کرلیں اور ٹکڑے کرلیں۔ فرائی کیے ہوئے چاولوں میں تیار کیا ہوا آملیٹ اور فرائی کیا ہوا گوشت ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں اور ایک باؤل میں نکال لیں۔

مچھلی کے لمبائی میں آدھا انچ چوڑے ٹکڑے کاٹ لیں۔ نمک، لال مرچ، کٹا ہوا زیرہ اور ثابت دھنیا، ہلدی پاؤڈر، اجوائن، لیموں کا رس، سویا سوس، گرم مصالا لال پاؤڈر اور سیاہ مرچ پاؤڈر مکس کر کے مچھلی پر لگا دیں۔ آدھا گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ تیل گرم کریں اور مچھلی کے ہر ٹکڑے پر کارن فلور لگا کر انڈے میں ڈپ کر کے فرائی کرلیں اور ٹشو پیپر پر رکھ کر چکنائی جذب کرلیں۔ فنگر فش تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں تیار تھائی فرائیڈ رائس نکال اس پر تیار کی ہوئی فنگر فش رکھیں مزے دار تھائی فرائیڈ رائس ود فنگر فش کو سلاد اور چلی گارلک سوس کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

(ضوباریہ.....پشین)

اچاری پراٹھے

اشیاء:

میدہ	ایک کپ
آٹا	ایک کپ
اچار کا مسالہ	ایک ٹیبل اسپون (حسب ضرورت)
سوکھی میتھی	ایک ٹیبل اسپون
اجینوموتو	ہاف ٹی اسپون
نمک	تھوڑا سا
گھی	دو ٹیبل اسپون
فرائی کے لئے گھی	آدھا کپ

ترکیب:

میدہ اور آٹا باہم مکس کرلیں۔ اس میں تمام مصالحے

ڈال دیں اس آمیزے کو آٹے کی طرح گوندھ لیں اور بیس منٹ تک پڑا رہنے دیں پھر اس کے پیڑے بنا کر روٹی کی طرح بیل کر پکائیں پھر اسے املی کی چٹنی کے ساتھ نوش فرمائیں۔

(حنا اشرف......کوٹ ادو)

چاکلیٹ سوجی کا ڈیزرٹ

اشیاء:

دودھ	اک کلو
سوجی	آدھا کپ
کوکو پاؤڈر	دو ٹیبل اسپون
چینی	پون کپ

ترکیب:

سب سے پہلے سوس پین میں دودھ اور چینی سوجی ڈال کر اتنا پکائیں کہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر آدھا حصہ نکال کر بلینڈر میں ڈال کر شیک کریں پھر باقی آدھے حصے میں کوکو پاؤڈر ڈال کر دو منٹ پکائیں پھر اسے ٹھنڈا کریں۔ پھر ایک کانچ کا باؤل لے کر اس میں سارہ ڈیزرٹ ڈال دیں۔ پھر اوپر پستہ سے سجا کر دوبارہ فریزر میں رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر مہمانوں کو پیش کریں۔

(نازیہ عباسی......ٹھٹہ)

مچھلی کے ٹکڑے

اشیاء:۔

رہو یا سنگھاڑا مچھلی	آدھا کلو
سرسوں کے بیج	ایک تولہ
نمک	حسب ضرورت
سرخ مرچ	8 تا 10 عدد
سبز مرچ	10 تا 12 عدد
ہلدی	ذرا سی
سرسوں کا تیل یا گھی	ایک پاؤ

ترکیب:۔ مچھلی کو نمک لگا کر دھولیں اور اس کے پتلے پتلے ٹکڑے اس طرح کاٹیں کہ درمیان سے کانٹا نکل جائے۔ سرسوں کے بیج نمک مرچ اور ہلدی سب ملا کر باریک پیس لیں اور سبز مرچ کاٹ لیں اب مچھلی کے ٹکڑوں پر پسا ہوا مصالحہ مل دیں اور مچھلی کے ٹکڑوں سے دوگنا کیلے کا پتہ لیں اس پر مچھلی کے ٹکڑے رکھ کر اس پر تیل یا گھی کے دو بڑے چمچ ڈال دیں اور ہری مرچ ڈال کر اس کو گول گول لپیٹ لیں اوپر سے دھاگہ باندھ دیں اب کسی برتن کے منہ پر باریک ململ کا کپڑا باندھ دیں جب پانی خوب پکنے لگے تو اس کپڑے پر مچھلی کے ٹکڑے کیلوں کے پتوں سے بندھے ہوئے رکھ دیں کچھ دیر پکنے کے بعد پتے گل جائیں تو اتار لیں ورنہ پڑا رہنے دیں اور گلنے پر اتار لیں اب اس کو سلائس کی طرح کاٹ لیں اور کوئلوں پر پانچ منٹ کے لئے سینک لیں۔ اب انہیں لیموں ڈال کر کھانے کے لئے پیش کریں۔ بہت لذیذ مچھلی ہوگی خود بھی کھائیں اور مہمانوں کو بھی کھلائیں اور مجھے دعائیں دیں۔

(عائشہ سلیم......کراچی)

شکر قندی کی کھیر

اشیاء:

شکر قند	آدھا کلو
شکر	آدھا کلو
چاندی کے ورق	دو عدد
سبز الائچی	چار پانچ عدد
دودھ	ڈیڑھ کلو
کیوڑہ	کھانے کے دو چمچ
پستہ	حسب ضرورت
بادام	حسب ضرورت

ترکیب: سب سے پہلے شکر قند چھیل کر ٹکڑے کر لیں۔ ایک پتیلی میں دودھ گرم کر کے اس میں شکر قند کے ٹکڑے ڈال دیں۔ آنچ دھیمی رکھیں۔ پھر سبز الائچی ڈال کر برابر کفگیر چلاتی رہیں۔ جب دودھ گاڑھا ہونے لگے تو اس میں شکر شامل کریں۔ تھوڑی دیر بعد کیوڑہ ڈال دیں۔ مکمل گاڑھی ہونے پر چولہے سے اتار لیں۔ باؤل میں کھیر نکال کر اوپر سے پستے بادام کی ہوائیاں چھڑک کر چاندی کے ورق لگائیں اور فریزر میں رکھ دیں۔ ٹھنڈی ہونے پر مزیدار کھیر تناول فرماتے ہوئے ہمارے ٹھکڑاپے کی داد دینا مت بھولیے گا۔

(امیقہ سہیل......کراچی)

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

خواتین کا اہم مسئلہ.....چھائیاں

دواؤں کا غلط استعمال اور زیادہ دھوپ میں رہنا' اس کا بنیادی سبب ہوسکتا ہے۔

ہر عورت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ملکوتی حسن کی مالک ہو اور آپ کو حسین بنانے میں جو چیز سب سے زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے وہ آپ کی خوبصورت' چمکدار اور بے داغ جلد ہے۔ اکثر خواتین کو چھائیوں کی شکایت ہوجاتی ہے جو کہ چہروں پر بہت ہی بدنما معلوم ہوتی ہیں۔

چھائیاں کیوں پیدا ہوتی ہیں۔

چھائیاں غدود کے ناقص عمل سے پیدا ہوتی ہیں۔ جلد کا نچلا حصہ جو اپی ڈرمس کہلاتا ہے اس جگہ کالے ذرات جو میلانن کہلاتے ہیں' پیدا ہوجاتے ہیں اور زیادہ دھوپ میں رہنے سے یہ ذرات زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ چھائیاں جگر کی خرابی کی وجہ سے بڑھتی ہیں لیکن یہ درست نہیں۔ جگر کی خرابی ان کی ایک وجہ تو ہوسکتی ہے لیکن یہ واحد سبب نہیں۔

چھائیوں کی وجہ اور اس کا خاتمہ

چھائیوں کا خاتمہ:

چھائیوں کے خاتمے کے لئے ایسا صابن یا مرہم جس میں ہائیڈروجن پرآکسائیڈ ہو' چھائیوں کے لئے بہت مفید ہے اس کے علاوہ قدرتی برف کو بھی جلد پر ملنے سے چھائیوں میں فرق پڑجاتا ہے۔ بعض اوقات طویل عرصے تک بیمار رہنے سے بھی چھائیاں پیدا ہوجاتی ہیں کیونکہ بیماری کی حالت میں جسم کو وہ سب چیزیں نہیں مل پاتی ہیں جو صحت کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ اس طرح جب بہت سی عورتیں ڈائٹنگ شروع کرتی ہیں تو وہ فوراً دبلا ہونے کے چکر میں ایک دم کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں اور اس کا اثر ان کی جلد پر پڑتا ہے اور چھائیاں ہوجاتی ہیں۔

حساس جلد اور الرجی:

بہت سی عورتوں کی جلد بہت حساس ہوتی ہے۔ انہیں دھوپ سے الرجی ہوتی ہے اور جہاں وہ زیادہ دیر دھوپ میں رہتی ہیں اس کا اثر فوراً ہی ان کی جلد پر پڑتا ہے اور دھوپ کی وجہ سے ان کے چہرے پر چھائیاں ہوجاتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ایسی خواتین دھوپ میں جانے سے حتی الامکان گریز کریں۔ انہیں دھوپ میں جانا پڑے تو سن گلاسز کا استعمال ضرور کریں۔ اور چہرے پر سن بلاک لگانا نہ بھولیں کیونکہ سن بلاک کا استعمال جلد کو دھوپ کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اسی طرح بہت سی خواتین کو خوشبو سے الرجی ہوجاتی ہے اور یہ الرجی بھی چھائیاں پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے۔ چھائیاں نمودار ہونے کی ایک اور وجہ پیٹ کے کیڑے بھی ہوسکتے ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر سے اس کا علاج کروائیں اور ایسی غذاؤں کا استعمال کریں جو زود ہضم ہوں اور بہت زیادہ چکنائی اور مصالحے والی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کریں۔ کھانے میں تازہ پھلوں اور سبزیوں کا استعمال کریں اور زیادہ سے زیادہ صاف پانی استعمال کریں۔

جذباتی خواتین اور چھائیوں کے سائز:

بہت زیادہ نروس یا جذباتی خواتین بھی چھائیوں کا شکار ہوجاتی ہیں۔ جن خواتین کو جلدی غصہ آتا ہے یا جو ہر وقت گھرے رنج میں ڈوبی رہتی ہیں وہ بھی چھائیوں کے مرض میں مبتلا ہوسکتی ہیں۔ چھائیوں کے دھبے مختلف سائز کے ہوتے ہیں۔ یہ دھبے کبھی گول ہوتے ہیں تو کبھی بیضوی اور یہ ہلکی رنگت میں بھی ہوتی ہیں اور گہری رنگت میں بھی۔ گرمیوں کے موسم میں یہ اور بھی زیادہ گہری ہوجاتی ہیں۔ اس لئے دھوپ میں جانے سے قبل بہت زیادہ احتیاط کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ دھوپ میں جانے سے قبل خوشبو کا استعمال بھی آپ کو اس مرض میں مبتلا کرسکتا ہے۔

اس لئے دھوپ میں جاتے وقت خوشبو کے استعمال سے پرہیز کریں۔

دواؤں کا غلط استعمال

جھائیوں کا اہم سبب دوائیوں کا غلط یا زیادہ استعمال بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر کے مشورے کے بغیر خود سے کوئی دوا نہ استعمال کی جائے۔ اکثر اوقات فولاد کی کمی سے بھی جھائیاں نمودار ہوجاتی ہیں۔اس لئے ڈاکٹر کے مشورے سے آئرن کے کیپسول کا استعمال بہت مفید ہے۔ جھائیوں کے علاج میں وٹامن سی بہت مفید ہے۔ لیموں میں وٹامن سی بکثرت پایا جاتا ہے۔اس لئے ایسی سبزیوں کا استعمال کریں جن میں آئرن، وٹامن سی موجود ہوتا کہ آپ اپنی جلد کی حفاظت کرسکیں کیونکہ اگر ایک بار چہرے پر جھائیاں نمودار ہوجائیں تو پھر یہ بہت ہی مشکل سے جاتی ہیں اس لئے بہتر ہے کہ پہلے سے ہی جلد کی حفاظت کی جائے تاکہ یہ نمودار ہی نہ ہوسکیں۔

(سیدہ نسبت زہرا..... کہروڑپکا)

میک اپ کرنے کا آسان طریقہ

سب سے پہلے اپنے چہرے پر ایک چٹکی بھر سوڈا بائی کاربونیٹ ملیں پھر پانی سے اچھی طرح دھولیں پھر برف کا ٹکڑا لے کر اسے پورے چہرے پر اچھی طرح ملیں۔

گہری رنگت کی حامل خواتین کے ساتھ اکثر یہ مسئلہ درپیش رہتا ہے کہ ان کے گالوں کی رنگت تو مناسب ہوتی ہے مگر پیشانی سے تھوڑی تک کا باقی حصہ گہری رنگت کا ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ آنکھوں کے نیچے استعمال ہونے والا کنسیلر ہلکے رنگ کا ہو البتہ پیشانی اور تھوڑی کے دیگر حصوں پر نسبتاً گہرا رنگ استعمال کریں اور کنسیلر سے دو شیڈ گہرا فاؤنڈیشن ہلکی رنگت والی جگہوں پر لگائیں۔

پین اسٹک

پورے چہرے پر پین اسٹک ایک جیسا لگائیں اور اسے گردن اور گالوں پر بھی استعمال کریں۔

پین کیک

گیلے اسفنج کی مدد سے چہرے پر پین کیک لگائیں اور آہستگی سے پورے چہرے پر اسے پھیلا دیں۔اسے بھی گردن اور کانوں پر لگائیں۔

گالوں کو خوبصورت بنائیں

گالوں کو خوب صورت رنگت کے لئے دار چینی کے رنگ کا بلشر استعمال کریں۔ بہتر نتائج کے لئے بڑے برش کی مدد سے آہستہ آہستہ بلشر لگائیں۔

ہونٹوں کی خوب صورتی کے لئے

اگر آپ کے ہونٹ کھردرے یا پھٹے ہوئے ہوں تو کوئی بھی کریم کی ویسلین کا استعمال باقاعدگی سے کریں۔ان پر لیپ سیلو (LipSalve) لگائیں زائد لپ سیلو ٹشو پر آؤٹ لائن بنائیں اور پھر اس آؤٹ لائن کے اندر رنگ کی لپ اسٹک لگائیں اگر چاہیں تو ہلکے رنگ بھر کر استعمال کرسکتی ہیں۔

مسکارا

پلکوں کو دیدہ زیب بنانے کے لئے مسکارا استعمال کریں۔ سب سے پہلے دونوں آنکھوں کی اوپری پلکوں پر مسکارا کا ایک کوٹ لگائیں اور خشک ہونے تک انتظار کریں۔اگر مسکارا لگانے سے پلکوں کے بال گچھے کی شکل اختیار کرلیں تو انہیں احتیاط سے الگ الگ کرلیں۔اس کے لئے عام ٹوتھ برش استعمال کریں۔

آئی برو

گہرے براؤن رنگ کی آئی پنسل استعمال کرکے آئی برو کو خوب صورت بنانے پر زور دیں۔

پلکیں

بہتر یہی ہے کہ مصنوعی پلکیں استعمال نہ کریں۔اس سے چہرے کے مجموعی تاثر پر اثر پڑسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے مصنوعی پلکیں لگانا ضروری ہو تو اس کے لئے مناسب سائز کی پلکیں استعمال کریں۔ خیال رہے کہ اسے ٹوئزرز کی مدد سے چپکا دیں۔اور پھر مسکارا کی مدد سے

مصنوعی اور اپنی حقیقی پلکوں پر برش کریں۔

موسم سرما میں موسچرائزر کی ضرورت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے میں سردیوں کے شروع ہوتے ہی اپنی شخصیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ قارئین بہنیں بھی اوپر دی گئی "ٹپس" تدابیر اختیار کرکے موسم سرما میں ہی نہیں بلکہ "ہر موسم" میں اپنے حسن کو برقرار رکھ سکتی ہیں۔ "ضرورت صرف تھوڑی سی توجہ دینے کی ہی تو ہے۔"

(نادیہ جہانگیر اینڈ ثوبیہ جہانگیر...... آزاد کشمیر)

خوب صورت اور گھنے بال ہر ایک کی کمزوری ہیں۔ بال تبھی خوب صورت لگتے ہیں جب ان کی صحیح طریقے سے حفاظت کی جائے۔ آپ اپنے بالوں کو مندرجہ ذیل طریقوں سے خوب صورت اور مضبوط کرسکتی ہیں۔

☆ ٹوٹے ہوئے دندانوں کی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں۔ اس کے علاوہ دوسرے کی استعمال شدہ کنگھی بھی استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

☆ سر دھونے کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کریں' البتہ سردی کے موسم میں ہلکے گرم پانی سے سر دھوئیں۔ تیز گرم پانی سے سر میں خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔

☆ نہانے سے پہلے بالوں میں تیل لگائیں اس سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں۔ بازاری خوش بو دار تیلوں کے بجائے ناریل یا سرسوں کا خالص تیل استعمال کریں۔

☆ کبھی کبھی نیم گرم پانی میں تھوڑا سا سرکہ اور لیموں کا عرق ملاکر اس سے سر دھولیا کریں۔

☆ خوش رہنے کی کوشش کریں کیونکہ خوش رہنے اور بالوں کی تندرستی کا بہت گہرا تعلق ہے۔ چڑچڑے پن سے فکر اور خوف سے سر کی شریانیں سکڑ جاتی ہیں اور بالوں کی جڑوں کو تقویت پہنچانے کے لیے خون کا پہنچنا بند ہوجاتا ہے۔ دماغی پریشانیوں کے وقت آپ بارہ منٹ بالوں میں کنگھی کریں' یہ بالوں کے لیے فائدہ مند ہے۔

☆ بال لمبے' گھنے اور چمک دار کرنے کے لیے مہندی کا ٹوٹکہ ایک چقندر' ایک ٹکڑا دنداسہ' ایک ٹی اسپون کافی' ایک ٹی اسپون چائے پتی کو چار' پانچ گلاس پانی میں پکا کر ایک گلاس بنائیں' اب اسے چھان کر اس میں ایک چمچہ لیموں کا رس' دو چمچہ سرسوں کا تیل اور حسب ضرورت مہندی گھول کر کچھ گھنٹے کے لیے رکھ دیں' پھر بالوں میں لگائیں۔ اس قدر عمدہ خوبصورت اور پکا رنگ آئے گا اور بال بھی چمک دار ہوجائیں گے۔

☆ دہی میں شکر ملاکر لگانے سے بھی خشکی میں افاقہ ہوتا ہے' اس کے علاوہ ایک آزمودہ نسخہ یہ ہے

ایک بڑا چمچہ مہندی' ایک چمچہ سرسوں کا تیل' ایک دیسی انڈا اور آدھے لیموں کا رس ان سب کو ملاکر چند گھنٹے کے لیے سر میں لگائیں اور پھر بال دھولیں۔ تین' چار ماہ بعد یہ ٹوٹکہ کرلیا کریں تو کبھی خشکی نہیں ہوگی۔

☆ زیتون کے تیل کو ہلکا سا گرم کرکے رات کو سر پر مساج کریں اور صبح نیم گرم پانی سے سر دھولیں۔

☆ سر میں خشکی ہو تو چقندر کاٹ کر پتوں سمیت ابالیں اور اس پانی کو شیمپو کی طرح لگا کر بال دھولیں۔ اگر چند گھنٹے یہ پانی لگا رہنے دیں تو زیادہ مفید ہے' پھر سادہ پانی سے دھولیں۔ اس سے نہ صرف سکری دور ہوتی ہے بلکہ بال مضبوط اور گھنے ہوتے ہیں۔

☆ بالوں کو سیٹ کرنے کے لیے بازار سے اسپرے اور لوشن تو ملتا ہے مگر آپ گھر پر بہت کم قیمت پر بنا سکتی ہیں۔ ایک کپ گرم پانی میں ایک ٹی اسپون جیلاٹین پاؤڈر ملاکر بالوں میں لگائیں اور سیٹ کریں۔

☆ مٹھی بھر آلو کے خشک ٹکڑے لوہے کے برتن میں ایک دن کے لیے بھگودیں' دوسرے دن اس پانی سے سر دھونے سے بال سیاہ ہوجائیں گے۔

نیرنگ خیال

ایمن وقار

تم صرف میرے ہو

سنو!

میرے دل ناداں کو

ایک تصدیق کرنی ہے

اسے تھوڑی تسلی دو

ذرا سا مطمئن کردو

کہ!

تم 'صرف!!

ہمارے تھے!!

ہمارے ہو!!

ہمارے ہی رہو گے ناں......!!!

نزہت جبیں ضیاء

نظم

سال نو کی آمد ہے

زیست اک بار پھر سے

امیدوں کے مرغزاروں میں

اک مژدہ فرحت لے کر اترتی ہے

بند دریچوں کے ننھے سوراخوں میں

کرنیں بے حساب پھوٹی ہیں

اجلی صبحیں، یہ اودھی شامیں، چاندنی راتیں

بیتے سال کی غمگینیوں میں ڈوبی ہیں

گئے دنوں کے ہولناک مناظر

بیواؤں کی سسکیاں

یتیموں کی بے چارگیاں

بہنوں کی اداسیاں

ماؤں کے نالہ فغاں

اذیت احساس زیاں

سینے میں چھپائے

حیران وپریشان

چلیں اک نئے جذبے سے آغاز کرتے ہیں

خدا کرے سایہ دار بادل

ہر آنگن پہ برسے ایسے

کہ ہر دل کے نہاں خانوں تک

شادمانیاں وشادابیاں اتر جائیں

ان پژمردہ چہروں پر پھر سے

ایک بار وحشت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے سائے

حسین خوابوں کے

مہتاب رنگ کے اجالوں میں

کھو جائیں

گلزار وطن میں ہماری محبتیں وچاہتیں

آسیں اور امنگیں امر ہو جائیں

تیری بقا کے لیے ہاتھ اٹھائے دعا گو ہیں

ہماری التجائیں، فریادیں بااثر ہو جائیں

آج نئے افق پر نوشتہ تقدیر نے

ایثار، صبر ورضا کے بدلے

ستاروں کی جگمگاہٹ سے

چاند سورج کی رفاقت سے

اپنی رحمت مہارت سے

"لکھ دیا کہ سب کی دعا قبول ہے"

رفاقت جاوید......اسلام آباد

تیرے نام کی اداسی

شام کے دھندلکے میں

پلکوں کی نمی میں

لبوں کی سسکیوں میں

دم توڑتی آہیں ہیں

دم توڑتی آہوں میں زندگی کی یاددہانی ہے

سیاہ گیسوؤں سے گرتی

چمکتی بوندوں میں

بارش کے قطروں کی روانی ہے

زندگی کے صفحہ یار میں آنکھوں کی نم گفتار میں

دل کے ہر اقرار میں، فقط تیرے نام کی اداسی ہے

مشا علی مسکان......میانوالی

دعا

اسے کھونے کا حوصلہ نہیں......!
مجھ میں......!
میرے حق میں دعا کرنا کہ
اس سے بچھڑنے سے پہلے
میں خود سے ہی بچھڑ جاؤں

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

غزل

اشکوں کو میرے روانی کی دعا دے گیا کون؟
دعاؤں کو میری مدعا دے گیا کون ؟
بستی دل یہ قبائے غم تو بات ہے پرانی
اب گھر کی درودیوار پہ اداسی کی ردا دے گیا کون؟
کرکے بنجر شجر اناؤں کے، کھلائے تھے گل وفا
بنام وفا تجھے اے دل، جفا دے گیا کون ؟
اے عالم رنگ، میری دنیا سے تیری ہجرت کا گلہ نہیں
پر میرے ہاتھوں سے بھی رنگ حنا لے گیا کون؟
نمی چشم پھر آ کے کہیں کھو جائے شکن تبسم میں
کشش کو بھرم کی یہ ادا دے گیا کون؟

مدیحہ اکرم کشش......کیلگ ہری پور

ماں

میں تیری ممتا کے لیے پل پل ترسی ہوں
مجھے اپنے آنچل میں تھوڑی سی جگہ دے دو ماں
میری روح بے قرار ہے تیری لوری سننے کے لیے
تیری گود میں سونا چاہتی ہوں مجھے پیار تھوڑا سا دے دو ماں
میری آنکھیں بند نہ ہو جائیں تیری گود میں سونے سے
پہلے
مجھے اتنا بھی نہ ترساؤ اپنی ممتا کے لیے ماں
اک ننھی سی کلی سے پھول تو نے بنایا ماں
کلیاں تیرے آنگن میں بہت سی کھلی تھیں ماں
پھول تو نے بنایا ان کو پانی تو نے پلایا ان کو
تیرے پیار کی خوشبو سے ماں وہ سارے پھول کھل گئے
جو چھوٹی چھوٹی ننھی ننھی کلیاں کھلیں تھیں تیرے آنگن
میں
پانی نہ ملنے سے ماں میں ایسا پھول بن گئی
نہ ہو جس کی اپنی رنگت نہ ہو جس کی اپنی مہک!

مہر ماہ ارشد بٹ

کانچ کی چوڑی

کتنی سادہ کتنی پیاری
کانچ کی چوڑی جیسی لڑکی
کالج کے اک کمرے میں بیٹھی
جانے کیا سوچ رہی تھی
اس کا ہاتھ کلائی پہ تھا
اور وہ کچھ کچھ خوف زدہ تھی
اب کیا ہوگا؟؟
میں بھی اس کے پاس ہی بیٹھا
اس کو غور سے دیکھ رہا تھا
میں نے اس کا ہاتھ پکڑا
اور پیار سے پوچھا
کیا قصہ ہے......؟
اس کی آنکھیں بھیگ گئیں
اور وہ دھیمی سی آواز میں بولی
دیکھو......!!
"چوڑی ٹوٹ گئی"

سبط الرحمٰن......ماچھیوال گاؤں

ویران راہیں

اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے
اور زندگی میں باقی کچھ نہ بچے
یہ نہ ہو کہ آس کے سارے دیئے بجھ جائیں
اور ساری دنیا ویران ہو جائے
اور تمہیں ویران اندھیروں میں کچھ نہ ملے
یہ نہ ہو کہ ویران جنگل سب کچھ نگل لے
اور ویران راہیں تجھے قبول نہ کریں
اور تیری واپسی کے سارے راستے مسدود ہو جائیں
یہ نہ ہو کہ حسرت کو حسرت کا انتظار رہ جائے
اور تمہیں پچھتاؤں کو گلے لگانا پڑ جائے
اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے
اور زندگی میں باقی کچھ نہ بچے
اس سے پہلے تمہیں سب کشتیوں کو جلا کے
اس پار کو چھوڑ کر آنا ہوگا

اور ان راہوں کو پھولوں سے سجانا ہوگا
کب سے یہ ویران راہیں منتظر ہیں تیری
ان راہوں کو رنگوں و روشنیوں سے سجانا ہوگا
ویران زندگی کی ویران راہوں کو
آ کے اعتبار کی سند دے دو
اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے
اور زندگی میں باقی کچھ نہ بچے
کب سے منتظر ہیں یہ نگاہیں میری
آ جاؤ اور ویران راہوں کو آباد کر جاؤ
طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات
اے سال نو!
ابھی تو فرصت نہیں ہے پھر جب
ملے گی تو......!
ہم مبارکوں کے!
تمہیں بھی تحفے عطا کریں گے
ابھی تو اپنوں کے دکھ سے پر
درد کی یہ تحریر لکھ رہے ہیں
جب آئے گی خود کی اپنی باری
وفا کی سچی کتھا لکھیں گے
میرے فلک پر ستارے قسمت کے ہیں
مگر......!!
وہ بجھے بجھے ہیں
قصور اس میں نہیں کسی کا
وہ خود ہی ہم نے بجھا دیے ہیں
چلو کہ آتے ہیں سوئے مقتل!
بڑی خطائیں سزا سنا دو
کہ ہم ہیں مجرم لہو کے چھینٹے
ہیں ہاتھ پر جو......!
ثبوت دیں گے
کہ ہم نے اپنے قتل کیے ہیں
خود اپنے گھر کو جلا دیا ہے
کہ بنت حوا کے سر سے چادر
اتار کر دھجیاں بکھیریں
کہ کتنی ماؤں کے جگر گوشے
ہیں موت کی وادیوں میں پھینکے
کتنے معصوم تھے وہ سورج
جو ہونے ہی اب طلوع لگے تھے
وہ کتنی کلیاں جو کھل رہی تھیں
وہ کتنے تارے دمک رہے تھے
خود اپنے ہاتھوں سے ہم نے ان کے
در زندگی سے......
گلے دبائے......!!
اے سال نو تو جو آیا ہے تو
کہیں گے کیسے بھلا مبارک!
کہ ہم کٹہرے میں ہیں خودی کے
ضمیر انصاف کر رہا ہے
کبھی جو فرصت ملے گی ہم کو
کہیں گے تجھ کو مبارکیں بھی
اے سال نو پھر کبھی سہی...... کہ
تجھے مبارک، مبارکوں کے
حسین گجرے کلائیوں میں
سجا کے خوش کن سانس دیں گے
کہ جب ہمارے یہ ہاتھ اپنے
لہو کے چھینٹوں سے پاک ہوں گے
حیا کی دیوی کا رقص ہوگا
اور گریباں نہ چاک ہوں گے
اے سال نو پھر کبھی سہی...... کہ
مگر یہ اس شرط پہ اگر تو
محبتوں کے گلاب دے گا
کہ نقلی پھولوں کے کچے رنگوں کو
ہم مٹا کر نہال ہوں گے
کہ جب ہمارے حسین ہاتھوں میں
چاہتوں کے گلاب ہوں گے
ابھی نہیں پر......!!!
ابھی تو دل ہے کہ چور غم سے
ابھی تو احساس جرم بھی ہے
کہ جب کبھی یہ سلاخیں ہم کو
رہا کریں گی تو پھر سہی...... کہ

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ

یاد

جب شام کے سائے منڈلاتے ہیں
پنچھی گھروں کو لوٹتے ہیں
تب یاد بہت تم آتے ہو
جب بارش کی بوندیں برستی ہے
مٹی کی سوندھی خوشبو سے میرے من میں ہلچل مچتی ہے
تب یاد بہت تم آتے ہو
جب ساحل کی ٹھنڈی ریت پہ
قدموں کے نشاں ابھرتے ہیں
تب یاد بہت تم آتے ہو!!

انیلا سخاوت...... ضلع میانوالی

"تیری خواہشیں"

لامحدود ہیں
میری خواہشوں کے تقاضے جاناں
تجھے سوچنا
تجھے چاہنا
تجھے پانا
اور......!
تیرا ہو جانا
اور محدود ہیں بس
زندگی کی چلتی سانسوں تک......

کوثر ناز...... حیدر آباد

غزل

تجھے چاہا تو تھا مگر پا نہ سکے
حال دل بھی تجھے سنا نہ سکے
الزام تراشی تو تیرا شیوہ تھا
تجھے سچ کا آئینہ دکھا نہ سکے
آنکھوں میں بسی تھی تیری صورت
پھر کوئی خواب آنکھوں میں سجا نہ سکے
جھکی تھی اک بار تیرے در پہ جبیں
جان گئی پر جبیں کو اٹھا نہ سکے
تیرے ساتھ شہر کے لوگ بھی ظالم تھے
میری بے گور و کفن لاش پڑی اٹھا نہ سکے

اقراء علی...... سرگودھا

غزل

ہزاروں چہروں میں تیرا چہرہ اچھا لگا
تجھ سے رابطوں کا سلسلہ اچھا لگا
گلاب چہرہ' مرمریں ہاتھ کھنکتی چوڑیاں
آنکھوں میں پھیلا کاجل تیرا اچھا لگا
کانوں میں لٹکی ہوئی تیری بالیاں
تیرے ہاتھوں میں سجا گجرہ اچھا لگا
تیرے پیرہن دلکش بڑے رنگ برنگ
تیرے دوپٹے کا گوٹہ کنارا اچھا لگا
تیرے بدن کی خوشبو اچھی لگی
شانے کا تیرے سہارا اچھا لگا
دلکش خدوخال تیرے ساحرانہ نقوش تیرے
تخلیق کے شہ پاروں میں تیرا نظارا اچھا لگا

سیف الاسلام لیاقت آباد کراچی

چلو ہم فرض کرتے ہیں

چلو ہم فرض کرتے ہیں
تم اک دن لوٹ آؤ گے
مگر تب تلک جاناں
یہ آنکھیں بجھ گئی ہوں گی
یہ منظر چھٹ گئے ہوں گے
زمانے کٹ گئے ہوں گے
تم آؤ گے تو پوچھو گے
میرا پتہ جاناں
بتائیں گے تمہیں کچھ لوگ
وہ اس جانب چلے جاؤ
وہاں ہے ڈھیر مٹی کا
فقط اک ڈھیر مٹی کا
کوئی کتبہ نہیں اس پہ
نہ شاید کوئی تختی ہے
جسے تم ملنے آئے ہو
ٹھکانہ ہے وہی اس کا
تو پھر شاید......!
اسی جانب

تم آنکھوں میں لیے آنسو
شکستہ حال آؤ گے
مجھے شاید بلاؤ گے
چلو ہم فرض کرتے ہیں
تم اک دن لوٹ آؤ گے!!

محمد زید.....فیصل آباد

بابل کا گھر

اک ننھی سی کلی
رنگوں میں ڈھلی زندگی
ہر رنگ سے مزین ہنسی
وہ پیاری سی لڑکی
جس نے بابا کی انگلی
تھام کہ چلنا سیکھا
ماما کی گود میں پروان چڑھنے لگی
دھنک کے رنگوں میں ڈھلنے لگی
دھیرے دھیرے بڑھنے لگی
اسی کے دم سے
گھر میں رونق سی لگنے لگی
گھر کے در و دیوار کو
کلی کی عادت سی ہونے لگی
پھر وہ بڑی ہوگئی
اتنی بڑی!
کہ وقت رخصت وداع آ گیا
جو ازل سے طے تھا.....!
وہ لمحہ بابا سے جدا آ گیا
بابا کی لاڈلی
ماما کی زندگی
بابل کا گھر چھوڑ چلی
در و دیوار نے اداسی کی ردا اوڑھ لی
اک لمحہ کو
سکوت سا چھا گیا
میکے سے ڈولی اٹھی
رنگوں سے مزین سسرال آ گئی
ہر دم ہنسنے والی وہ پیاری سی
لڑکی.....!
زیست سے گزرنے لگی
وہ ہر لمحہ زندگی سے مزین لڑکی
اپنے ہنسی سے بھی
ڈرنے لگی
دھیرے دھیرے سمجھنے لگی
ہاں میں نے بابا کا گھر
چھوڑ دیا.....!
چھوڑ دیا.....!!

کے ایم نور المشال.....کھڈیاں خاص

نظم

موسموں کا تغیر پھر سے ہو رہا ہے
یہ تیز چلتی ہوائیں
پیغام دے رہی ہیں موسم بدل گیا ہے
کہ رت بدل گئی ہے
سرد موسم کی لہر نے.....!
جیسے ہر احساس کو
اپنے حصار میں جکڑ لیا ہے
پنچھی بھی اب سرد موسم میں
ٹھنڈے درخت کی
ٹھنڈی شاخ پر
اداس ٹھٹھرتا ہے
وہ بھی دیکھتا ہے
موسم کیوں بدلتا ہے
دسمبر تھم کیوں نہیں جاتا ہے
اداسی و خاموشی اور سرد لہجے
یہ کیوں حصار ذات رہتے ہیں
میری آنکھیں بے تاب رہتی ہیں
میرے آنگن میں لگی بیل بھی اداس رہتی ہے
دسمبر پھر آیا ہے
میرے دل کا موسم ویسا ہی ہے
اک درد کے موسم جیسا ہے!!

شائستہ جٹ.....چیچہ وطنی

نظم

تیری آنکھیں

بہت ہی خوبصورت ہیں
تیری آنکھیں
تیرے چہرے کی
زینت ہیں
تیری آنکھیں
تمہارا جسم
خوشبو کا جزیرہ ہے
جزیرے پر قیامت ہیں
تیری آنکھیں!!!

یاسمین کنول...... پسرور

نظم

ہر پل، ہر وقت، ہر لمحہ
تم میرے ساتھ ہوتے ہو ایسے
جیسے بادلوں کے ساتھ بارش
جیسے سورج کے ساتھ روشنی
جیسے چاند کے ساتھ ستارے
جیسے نیندوں کے ساتھ خواب
جیسے آنکھوں کے ساتھ آنسو
جیسے پھولوں کے ساتھ خوشبو
جیسے دل کے ساتھ دھڑکن
ٹھیک ویسے ہی تمہارے ساتھ ہم

شہزادی...... راولپنڈی

غزل

ظالم زمانہ ہے کسی سے پیار نہیں کرتا
گر ہو بھی جائے تو اظہار نہیں کرتا
غلطی سے صنم تیرا جو روبرو آجائے
نظروں پہ رکھنا قابو، دیدار نہیں کرنا
فرقت میں جو تیرے رو رو کے سو گئے ہیں
خاموش چلے جانا، بے دیدار نہیں کرنا
شکوہ جو کردیا ڈھاتے ہو کیوں ستم
غصے میں وہ چلائے، تکرار نہیں کرنا
سب تعلقات توڑ کر وہ مسکرا کے بولا
اب جارہا ہوں میں انتظار نہیں کرنا

سجتے تھے سنورتے ہیں جس شخص کی خاطر
وہ چھوڑ گیا شہر اب سنگھار نہیں کرنا
پھولوں سے کھایا زخم اپنوں نے کیا رسوا
اب کسی پہ نجم انجم اعتبار نہیں کرنا

نجم انجم اعوان...... کراچی

غزل

کون تھی وہ ہرجائی چار ستمبر کو
جب وہ لوٹ کے آئی چار ستمبر کو
دل میں بھی امید تھی اس کے آنے کی
دل میں تھی تنہائی چار ستمبر کو
غم سے آنکھیں پھوٹ پڑیں جب دیکھا تھا
ٹوٹ پڑی شہنائی چار ستمبر کو
اتنے عرصے بعد اچانک دفتر میں
صورت بھی دکھلائی چار ستمبر کو
پاس کھڑی تھی پھر بھی کچھ نہ بولی تھی
ہم پہ ظلم جدائی چار ستمبر کو
راشد سچا پیار اسی سے کرتا تھا
لکھ بیٹھا سچائی چار ستمبر کو

راشد ترین...... مظفر گڑھ

سا اک شام......!!

بجھتی سی اک گہری سرمئی شام سے
یوں کچھ پوچھا میں نے......!
جس کو بچھڑے مدت بیتی
کچھ تو بتا وہ کیسا ہے؟
کیا اب بھی اس کی آنکھوں میں
کہیں میرا عکس بھی بستا ہے؟
کر کے یاد وہ میری باتیں
روتے روتے ہنستا ہے
کچھ دیر تو شام خاموش رہی
پھر ہنس کے مجھ سے وہ کہنے لگی
دکھ جس کا تجھے یوں ڈستا ہے
اب ساتھ کسی اور کے ہنستا ہے......!!

جاذبہ عباسی...... مری

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

سوہنی سوہنی کڑیوں کے نام

السلام علیکم! آنچل ریڈرز سب خیریت سے ہو' جناب حال اس لیے پوچھا کیونکہ ٹھٹھرتی سردیاں قدم رنجا فرما چکی ہیں اور گرم لحافوں سے دوستی ہوگئی ہے' دوستی سے یاد آیا نیلم شرافت آپ نے مجھے دوستی کی آفر کی تھی مجھے یہ آخر دل و دجان سے قبول ہے اور بھائی کی شادی کی مبارک کے لیے شکریہ' خدا آپ کو بھی چاند سی بھابی دے' آمین۔ نجم انجم میں نے ویسے ہی اندازہ لگایا تھا کہ آپ بھی میری طرح ان میریڈ کم سن لڑکی ہو ہاہاہا۔ اب مجھے پتا چل گیا ہے کہ آپ تو اسمارٹ اینڈ کیوٹ سی ماما ہو آپ نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا کہ میری بھانجی مجھے مس کرتی ہے' نورین چندا درخواست کرنے کی ضرورت نہیں میں آپ کی بھی دوست بن جاتی ہوں۔ مجھے اچھا لگا کہ آپ فورتھ کلاس کی اسٹوڈنٹ ہو اور اتنی اچھی باتیں کرتی ہو آج سے میں آپ کی آنی ٹھیک ہے۔ ارم کمال بیٹی کی رخصت کردی بہت مبارک ہو' شمع مسکان کس الجھن میں گم ہو جناب! مدیحہ نورین اور فریحہ شبیر آپ دونوں تو دوستی کر کے بھول گئی سمیرا التعبیر اور ام ثمامہ نو انٹری خیریت ام ثمامہ مجھے آپ کی تحریر کا بے صبری سے انتظار ہے۔ یار کہاں گم ہو آج کل' طیبہ نذیر بھائی کی شادی کی مبارک باد آپ کا نمبر کب آئے گا۔ نورین شاہد جان کر اچھا لگا کہ آپ کا بیٹا ایک سال کا ہوگیا ہے خدا اس کی عمر دراز کرے' آمین۔ ماریہ کنول ماہی ویسے آپ اندر سے کتنی گہری ہیں ذرا ہمیں بتائیں تو سہی۔ صباء ریاست میں بھولی نہیں' آٹھ دسمبر کو آپ کی برتھ ڈے ہے بہت مبارک ہو' آپ کے ساتھ بہت اچھا وقت گزرا میں آپ سب کو بہت یاد کرتی ہوں اور ہاں نیلم انعم آپ لوگوں کو برتھ ڈے ٹو یو۔ روبینہ باجی آپ بہت گریس فل' ڈیشنگ اور ہمدرد ہو' خدا آپ کا سایہ آپ کے بچوں پر تازیست رکھے اور آپ کو بچوں کی خوشیاں دیکھنا' نصیب ہو آمین۔

کرن ملک...... جتوئی

بیسٹ فرینڈ کے نام

ڈیئر فرینڈ عقبیٰ السلام علیکم! کیسی ہو یار؟ ہم نے سوچا کیوں نہ اس بار تمہیں آنچل کے توسط سے سالگرہ وش کی جائے سو تمہیں پورے کے ایس گروپ کی جانب سے سالگرہ کی دلی مبارک باد۔ خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور تم اسی طرح ہنستی مسکراتی رہو' آمین۔ امید ہے تمہیں ہماری کاوش اچھی لگے گی اور ہاں کیک لانا بھول مت جانا۔ ڈیئر سمیرا آنٹی آپ کو بھی میری جانب سے سالگرہ کی دلی مبارک باد' ہمیشہ خوش رہا کریں اور چاچو کو اتنا مت یاد کیا کریں پھر میں بھی انہیں مس کرنے لگتی ہوں۔ عقبیٰ ڈیئر 22 جنوری کو کیک پکا ہے نا' یار مذاق تھا یہ' تم تو خود کیک سے زیادہ سویٹ ہو

پاکیزہ' ثانیہ اینڈ گروپ...... تحصیل گوجر خان

پیاری دوست اقصیٰ کے نام

سب سے پہلے تو تمام دوستوں کو ڈھیر سارا سلام' امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گی۔ یکم نومبر کو ہماری پیاری دوست اقصیٰ ہم سے اچانک بچھڑ کر وہاں چلی گئی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا اور اپنے پیچھے ہم سب کو روتا چھوڑ گئی' ہر وقت ہنسنے والی اور سب کو ہنسانے والی اقصیٰ ایسی سوئی کہ ہم سب کا رونا بھی اسے واپس نہیں لاسکا۔ آنچل کی تو دیوانی تھی وہ مگر اس کے کسی بھی سلسلے میں شرکت کرنے سے ڈرتی کہ اگر میں نے کچھ بھیجا اور شائع نہ ہوا تو بہت دکھ ہوگا مجھے' اللہ اسے جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔

اقراء غفار...... کسووال

سویٹ گروپ اینڈ طیبہ نذیر کے نام

السلام علیکم! ڈیئر رائٹرز اینڈ سویٹ قارئین سسٹرز! امید ہے کہ سب ٹھیک ہوں گی طیبہ جی آپ سے کیسے ملوں' نہ تو مجھے آپ کے گھر کا پتا ہے نہ ہی کچھ اور آپ' ملنے کا پتا جگہ بتادوں میں آجاؤں گی ڈیئر! شادیوال میں میرا کوئی رشتے دار نہیں' میں دربار پر آئی تھی۔ میری آپی شمائلہ ناصر کی گجرات میں شادی ہوئی ہے' شمائلہ آپی ناصر بھائی آپ کو محمد غفران وصی کی بہت بہت مبارک ہو۔ کیفی بشارت بھائی کیا ہو رہا ہے یار! اس دفعہ تو مزا آ گیا' تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو۔ اقصیٰ نور تمہاری سالگرہ کا کیک قسم سے کھا کر مزا آ گیا۔ سحری میری جان کیا لکھوں تمہارے لیے الفاظ نہیں تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اسلام آباد گھوم آئی ہو

اکیلی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوشیاں دے اور تمہاری زندگی میں آنے والا ہر سال خوشیوں اور کامیابیوں سے بھرپور ہو اللہ پاک تمہاری ہر نیک خواہشات اور مقاصد کو پورا کریں۔ زندگی کے ہر میدان میں تم کامیاب رہو آئی لو یو سوچ سحری' ثوبیہ (ملتان) کہاں گم ہو؟ ایم فاطمہ (محمود پور) کیسی ہو ڈیئر! سوری آپ کو جواب لیٹ دے رہی ہوں' خوش رہو۔ ہائے سویٹ گروپ کہکشاں بھابی' عالیہ بھابی' عریشہ' علیشہ' ثوبی آپو' زوباریہ' بسمہ' مریم' فائقہ احسن' واسعہ' ذنوبیا' ذابلہ' زاریہ' صبا' فاری' ساری' مانو' جوجو' حیا' کرن' اجال' صبیحہ' اذکا' عائشہ وصی' پھول فاطمہ' محمد فائق وصی' محمد صائم' محمد حسین' سوری یار سب کے نام نہیں لکھ سکی۔ اینڈ مائی فیملی سب کو آئی لو یو سوچ' تم سب کے دم سے میں ہوں' اس لیے سب میری ہر بات مانا کرو' رب راکھا۔

فائقہ سکندر رفائی...... لنگڑیال

آنچل اسٹارز کے نام

ارم کمال! بیٹی کی رخصتی پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں' اللہ تعالیٰ ان کے نصیب اچھے فرمائے اور ان کے قدم سسرال میں مبارک ثابت ہوں۔ رشک وفا! صائمہ سکندر سومرو' میرے لیے اولاد کی دعا کرنے کا بہت شکریہ۔ روبی علی! مجھے آنچل کی بلبل کا خطاب دینے کا شکریہ۔ ملالہ اسلم! ہم تو ہر ماہ ہی آنچل میں ہوتے ہیں آپ ہی چند ماہ سے غائب تھیں' مدیحہ نورین مہک! آپ نے ہمیشہ ہی میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو سلام کہا ہے' میں کیا سمجھوں؟ مجھے تو دال میں کالا ہی نظر آرہا ہے' بُرا نہ منانا میں تو مذاق کررہی تھی۔ ماریہ کنول ماہی! میں آپ کو یاد آتی ہوں' کمال ہے؟ جب میں میکے میں ہوتی ہوں تو میرے میاں مجھے یاد نہیں کرتے۔ فرزانہ ندیم' اقصیٰ رمضان' سلطانہ کرن' جی ہاں نازیہ کنول نازی بھی وہی ہیں اور میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین بھی وہی ریڈیو والے ہیں آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! نازیہ آپی امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی۔ آپ کی برتھ ڈے ہے آپی' آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں اور نیک تمنائیں' اللہ آپ کو خوشیاں دے' زندگی دے' صحت دے' آمین ثم آمین۔ آپی آپ کی برتھ ڈے پر گفٹ اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ تو گفٹ لیتی نہیں ہے (غلطی معاف کریں) اور اگر آپ نے واپس بھیج دیا تو ہمارا معصوم سا ننھا دل ٹوٹ جاتا' مگر دعائیں سچے دل سے کی ہیں وہ تو واپس نہیں بھیجے گی ناں......

نوشین...... حاجی شاہ

ڈیئر ماریہ اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر ماریہ کیسی ہو؟ امید ہے کہ ٹھیک ہوگی۔ ماریہ سب سے پہلے تو تمہیں شادی کی بہت بہت مبارک ہو اور ساتھ میں نیا سال بھی مبارک ہو۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو منی منی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے اور شادی شدہ لائف کیسی جارہی ہے اور باقی تمام دوستوں کو فروہ' افزا' انعم' عاتکہ' حلیمہ' ماریہ اور اس کے علاوہ سنیاں زرگر اور صبا زرگر کو بہت بہت سلام اور ہیپی نیو ائیر۔ سنیاں اور صبا اتنی حیران نہ ہو آپ نے تو مجھے مخاطب ہی نہیں کیا تو میں نے سوچا کہ میں ہی آپ کو سرپرائز دے دوں۔ ماریہ میری یہی دعا ہے کہ ہماری دوستی سدا قائم رہے' اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

جویریہ ارشد...... جوڑہ

خوب صورت پریوں کے نام

السلام علیکم! ماہی کی جانب سے آپ پریوں کو دعاؤں بھرا اسلام قبول ہو' ڈیئر عروسہ' روشنی اینڈ کشف' ہمیں آپ کی دوستی قبول' بس بھول مت جانا۔ اوکے پریٹی امبر سکندر سومرو ڈیئر صبیرہ علی کی پیدائش پر ڈھیروں مبارک باد اور گڑیا کو آنی کی طرف سے ڈھیر سارا پیار سویٹ شاہ زندگی' زیست مکرم' ابرش آشیر اینڈ اقصیٰ کنزہ میں جانتی ہوں کہ آپ بہت مصروف ہو مگر کیا تھوڑا سا ٹائم بھی ماہی کے لیے نہیں نکال سکتی۔ خوب صورت فرینڈ پری شاہ' تمنا بلوچ اینڈ نجم انجم بہت شکریہ یاد کرنے اور یاد رکھنے کا' خوش رہو۔ نورین شفیع ڈیئر کیا حال ہے اور چھوٹو کیسا ہے' جانا جی آج کل کیا مصروفیات ہیں۔ مائی پریٹی ڈول حورعین فاطمہ' ایمن وفا' فوزیہ رانی اینڈ سمیرا تعبیر کبھی یاد کرلیا کرو ہنی کو۔ لولی فرینڈ ثانیہ مغل اینڈ عائشہ پرویز! سب سیٹ ہے زندگی میں یا اپ سیٹ آپی پروین افضل' اللہ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے پرنس کو شفاء عطا فرمائے اور آپ کو اولاد صالح سے نواز دے

آمین۔ ڈیئر لاڈو ملک' عافیہ چوہدری اینڈ پری چوہدری اللہ تعالیٰ آپ کی تکلیفوں کو ختم کرے راحت عطا فرمائے اور ڈھیر ساری خوشیاں عطا فرمائے' آمین۔ شمع مسکان اینڈ خوب صورت پری کیا حال ہے' امبر گل ڈیئر شادی کی ڈھیرو مبارک باد۔ بہنا سامعہ اینڈ حفصہ سحر آپ کے والد کا اس دنیا سے چلے جانا آپ کے لیے صدمے سے کم نہیں مگر صبر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں سو صبر کرو۔ ڈیئر حمیرا عروش' ظل ہما' کا جل دی' مسکان قصور' نادیہ کامران' لیلیٰ شاہ' اریبہ شاہ' کرن شاہ' انیس انجم' کومل رباب اینڈ فاخرہ کہاں گم ہو' بلیو مون کیسی ہو ڈیئر آنٹی کیسی ہے؟ غزل جنت اینڈ پاکیزہ ایمان ڈیئر! آپ سے بہت اپنائیت محسوس ہوتی ہے' عائشہ نور جی کوئی لفٹ نہیں' اوکے دوستوں اجازت آنسو کے ساتھ نہیں دعاؤں اور محبتوں کے ساتھ۔

ماہ رخ سیال' رشک حنا......سرگودھا

آنچل فرینڈز اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! ابوبکر بھائی' زینب آپی (بھابی) میری طرف سے اور میرے آنچل کی طرف سے آپ کو شادی کی ڈھیروں ڈھیر مبارک ہو' میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سب میں ایسا ہی سلوک و اتفاق بنائے رکھے' آمین۔ آنچل کی جان مدیحہ نورین شکریہ بھائی کی شادی کی مبارک باد دینے پر۔ شمائلہ کرن' بختاور ناز مجھے آپ دونوں کی دوستی قبول ہے۔ فوزیہ سلطان' عظمیٰ شاہین' عظمیٰ فرید' شمیم ناز صدیقی آپ سب کہاں غائب ہیں پلیز واپس آجائیں کوئی پرابلم تو نہیں۔ مدیحہ نورین شگفتہ خان' سارہ یہ چوہدری' فائقہ سکندر' آنسہ شبیر' اقصیٰ و سنیاں زرگر' نادیہ یٰسین' کرن ملک' کشور بلوچ' ثوبیہ کوثر' پروین افضل' شازیہ فاروق' تمنا بلوچ' ثناء رسول ہاشمی' ذویا خان بنگش' نورین لطیف' ایس بتول شاہ' تسلیم شہزادی' آمنہ غلام نبی' روبی علی' خنساء عباس' افشاں علی' لائبہ میر' پارس' دعائے سحر' انا احب' سباس گل' نازیہ کنول' جاناں' ملالہ اسلم' ارم کمال' مسز نگہت غفار' نزہت جبیں صاحبہ' فریدہ جاوید فری' فصیحہ آصف خان' عائشہ نور عاشا' نجم انجم' ماریہ کنول ماہی' عائشہ خان' عائشہ نور محمد' شمع مسکان' راحت وفا' عفت سحر عشناء کوثر' سمیرا شریف طور' امبر گل' بشریٰ باجوہ' فریحہ شبیر' عروضہ شہوار' عائشہ پرویز جن کے نام رہ گئے معذرت آپ سب اور آنچل سے وابستہ ہر ایک کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے اور آپ کی ہر جائز خواہشات پوری کرے اور آپ سب کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے' آمین' آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار آپ کی بہن۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب؟ تمام فرینڈز کو سنیاں زرگر کی طرف سے ہیپی نیو ایئر اور ہاں پھوپو اقصیٰ کی طرف سے بھی ہماری دعا ہے کہ ہر سال کی طرح یہ سال بھی آپ کا اچھا ہی گزرے' آمین۔ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سنیاں زرگر' اقصیٰ زرگر......جوڑہ

عروبہ' بشریٰ' ثانیہ اینڈ آنچل ریڈرز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آنچل فرینڈز امید کرتی ہوں بالکل فٹ اینڈ اسمارٹ ہوں گے جس کے ساتھ آنچل ہوگا وہ تو اسمارٹ ہوگا ہی' ہے ناں' جی تو فرینڈز عروبہ ممتاز گڑیا یہ نام تمہیں ٹیچر نے دیا تھا۔ ثانیہ پیر محمد بھیر کنڈ سنو یاد تمہیں خطاط بننے کا شوق تھا' پلیز اگر آنچل سے آپ کا رابطہ ہے تو مجھ سے رابطہ کرو۔ ارے بشریٰ فرمان موٹو کہیں تم پتلی تو نہیں ہوگئی یقیناً نہیں تم ہمشیریاں میں ہی رہتی ہو کیا' اگر پلیز ان لوگوں کی کوئی کزن وغیرہ بھی پڑھتی ہے تو ان لوگوں سے کہیں میں آپ لوگوں کو نہیں بھولی۔ کہیں آپ لوگ تو مجھے نہیں بھول گئے' ہو' اوکے میں آپ کی دوست مشی خان' کشمش یاد ہے ایک دن جوادسر نے یہ نام دیا تب ہم لوگ ایک دوسرے کو اسی نام سے پکارتے تھے' اوکے پھر ملیں گے' اللہ حافظ۔

مشی خان......بھیر کنڈ' مانسہرہ

نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! سمیرا اور نازو آپی آپ دونوں کو شادی بہت بہت مبارک ہو' سدا سہاگن رہو' نازو آپی میں نے آپ کی اور سمیرا کی ڈھیر ساری کتب (ناول) خریدیں مگر مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے (تو کیا جانے دل کا درد) اور پتھروں کی پلکوں پر دونوں ایک جیسی ہیں پھر الگ الگ دو نام' مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ سمیرا آپی مجھے آپ سے کچھ کہنا مطلب کچھ بتانا

ہے مگر سب کے سامنے نہیں بتا سکتی کیا میں ماہنامہ آنچل کے دفتر خط پوسٹ کروں کیا وہ آپ کو مل جائے گا پلیز سمیرا آنچل کے ذریعے ضرور بتایئے گا۔ پروین افضل شاہین آپی میری نظر میں دنیا کا بیسٹ کپل میری بھابی اور بھیا کے بعد آپ کا اور پرنس بھیا کا ہے اللہ آپ کو جڑواں بیٹوں جیسی نعمت سے نوازے' آمین۔ آپی آپ کو ایک نسخہ بتانا چاہتی ہوں۔ مدینہ شریف کی اکتالیس کھجوریں آب زم زم سے دھلی ہوئی ہوں' ان پر تیرہویں سپارے کا اٹھارویں رکوع کی اکتالیس سے لے کر اکتالیس آیت تک پڑھ کر کھجوروں پر دم کریں' اکتالیس روز تک فجر کی نماز کے بعد روز ایک کھجور کھالیں' ان شاء اللہ' اللہ پاک آپ کو اولاد جیسی نعمت سے نوازے گا' آمین۔

ندا علی عباس...... سوہاوہ گجر خان

اپنوں کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل ٹیم فرینڈز کو سلام' میری پیاری ادیب برتھ ڈے وش میری شہزادی میٹھی کیسی ہو' مسز مظفر اس کا خیال زیادہ رکھا کریں۔ چاند صاحب آپ کو برتھ ڈے وش' باجی آپ نے چاند صاحب کا زیادہ ...... ہاہاہا۔ دادی باجی کہہ رہی ہیں اللہ آپ کی دلی خواہش پوری کرے' نٹ کھٹ سے پیارے شہیر برتھ ڈے وش خوبیب' سمیر' سلیمان' لطیف' عبدالرحمٰن آپ بھی دیکھ لو باجی نے وش کردیا۔ میم مسرت' میم اجتل' میم نجمہ' میم نبیلہ محبتوں بھرا اسلام ملکھن نہیں لگا رہی' سچ کہہ رہی ہوں۔ ثناء میم ارم سالگرہ مبارک' افشی' ثناء آنسہ انتہیٰ' میم عاصمہ جبیں وش کیا' اچھا لگا۔ میم آپ بڑی کیوٹ ہیں پلیز آپ اس طرح رہیے گا۔ میم لبنٰی آپ نے اتنا اچھا مشورہ دیا زندگی میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ کائنات باز و ٹھیک ہوا کہ نہیں پلیز افشی تھوڑی سی سنجیدہ ہو جاؤ اور پیاری لگو گی' باجی لبنٰی میں اور باجی آپ کے لیے اسپیشل دعا کریں گی' دادی پلیز مائنڈ نہیں کرنا روما' انعم' تہذیب' شملہ' سب کو سلام' اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ب' کائنات' نسیم...... گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

مدیحہ کنول کیا حال ہیں' سردیاں آگئی ہیں اب کس گھر میں مالٹے کھانے کا ارادہ ہے چلو جس گھر میں بھی کھاؤ گی مجھے تو نہیں بھول جاؤ گی نا۔ ہماری دوستی مالٹے کھانے سے ہی تو ہوئی تھی۔ حافظہ سمیرا کیسی ہو؟ تمہارے لیے دعا ہے کہ اللہ پاک تمہیں خوش و آباد رکھے' ایس بتول شاہ شادی مبارک ہو' یقین جانو میں نے پہلے بھی مبارک باد بھیجی تھی مگر وہ کہیں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ تمہاری شادی کا سن کر بہت خوشی ہوئی تھی' خدا پاک تمہیں سرخرو کرے' آمین۔ شاہ زندگی کیا حال ہے' کیسی جارہی ہے زندگی...... شمع مسکان اب تم ذرا کم کم ہی آتی ہو خیر ہے۔ دعائے سحر تمہارا دوبارہ آنا چاہیے کسی دوسرے نام کے ساتھ ہو' اچھا لگا آتی رہا کرو۔ مسکان قصور بھی غائب ہے' نبیلہ عزیز سنا ہے تمہاری سالگرہ ہے' مبارک ہو۔ اللہ پاک تمہاری ساری مشکلات آسان کرے' آمین۔ سمیرا شریف طور تمہاری بھی سالگرہ آرہی ہے مبارک ہو' جلدی وش کررہی ہوں' تم سب کے لیے بہت سی دعائیں۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی

بہت پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے تمام آنچل فیملی کو اور قارئین کو محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ ملالہ اسلم کے بڑے ابو کی وفات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا' اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل دے' آمین اور ہاں میں آپ کی نند تو نہیں (کہ بھائی ابھی چھوٹے ہیں) مگر سہیلی ایسی بن سکتی ہوں جو گیارہ چھوڑ پندرہ بیس صفحات کا خط لکھے گی (ہاہا) وہ بھی ہر ماہ باقاعدگی سے' برتھ ڈے وش کرنے اور دعاؤں کے لیے شکریہ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کی غیر حاضری کا کوئی نوٹس ہی نہ لیں۔ طیبہ نذیر بھائی کی شادی کی بہت بہت مبارک باد اور تعارف کی پسندیدگی کے لیے بے حد شکریہ۔ روبی علی میں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں اور اتنا عرصہ آپ کہاں غائب تھیں؟ ارم کمال بیٹی کی شادی پر بہت بہت مبارک باد' اللہ تعالیٰ آپ کی بیٹی کو نئی زندگی کی ڈھیروں خوشیاں عطا کرے' آمین۔ آپ کے شہر میں ہی رہتے ہیں بندہ انوائٹ ہی کرلیتا ہے' ہاہاہا۔ نجم انجم اعوان دعاؤں کے لیے شکریہ اور نورین انجم کے لیے ڈھیر ساری پاریاں اس کی کیوٹ سی آنو جانی کی طرف سے۔ سعدیہ رشید بھٹی یار مجھے خود بھی آنچل میرے بنا بہت اداس سا لگتا ہے مگر کیا کیجیے کہ آنچل اسٹاف آج کل ہم سے کھنچا

کھنچا سا ہے۔ فاطمہ بھٹی پار میں سب کچھ کرسکتی ہوں مگر آنچل سے چھٹی کسی صورت نہیں کرتی۔ نورین شفیع کیسی ہیں آپ؟ حمیرا عروش کدھر ہو یار؟ واپس آؤ جلدی سے پروین افضل شاہین اللہ آپ کو اولاد نرینہ کی خوشی جلد از جلد دے آمین۔ سدا خوش رہیں۔ عائشہ دین محمد مجھے مایوسی زہر لگتی ہے میں بالکل مایوس نہیں ہوتی مگر اداسی میری فطرت ہے یار! میں اسے نہیں بدل سکتی اور میں نے آپ کی اور میری دوستی ایلفی سے جوڑ لی۔ سونیا قریشی' بختاور ناز' مسز نازیہ عابد' ماریہ کنول ماہی اور بھی جن بہنوں نے دوستی کا پیغام بھیجا مجھے آپ سب کی دوستی قبول ہے۔ سامعہ ملک پرویز اچھی بہن! مشیت ایزدی کے سامنے ہم سب بے بس ہیں' کسی بے حد اپنے کے لیے تھے کا استعمال بے حد مشکل سہی مگر ہم سوائے صبر کے کچھ نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بابا جان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ ماہ رخ سیال' مدیحہ نورین مہک' حمیرا نوشین' فریدہ جاوید فری' فاطمہ نیک' ساریہ چوہدری' ایس بتول شاہ' عتیقہ عابد' جازبہ عباسی' شاہ زندگی' امبر گل' فریحہ پرویز' رانی اسلام' نائلہ رحمٰن' مسز نگہت غفار' سمیرا حیدر' سائرہ حیدر' سلمیٰ فہیم گل' صائمہ سکندر' سباس گل' صائمہ قریشی' سمیرا غزل' حیا بخاری' ثناء صادق آباد' فائزہ بھٹی' شمع مسکان' کرن وفا' حبہ اعوان' انا احب' جاناں چکوال' ایس بتول شاہ' جیا آپی' نزہت جبیں ضیاء اور جو نام رہ گئے ہیں سب کو دعا کی ڈھیر ساری دعائیں۔ جن بہنوں نے تعارف پسند کیا ان کا بے حد شکریہ۔ ملالہ اسلم آپ نے ہم سے پوچھا تھا کہ انا احب کو کدھر غائب کردیا؟ کیجیے ہم آپ کی محفل میں انہیں کان سے پکڑ کر لے آئے ہیں اب روکے رکھنا آپ کا کام ہے۔ انا احب اب غائب مت ہونا یار۔ دعا کو دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

دعائے سحر...... فیصل آباد

تمام آنچل فرینڈز کے نام

سلام مسنون! امید ہے کہ تمام دوست ٹھیک ٹھاک ہوں گی' تمام فرینڈز جو مجھے یاد رکھے ہوئے ہیں ان کی بے حد مشکور و ممنون ہوں سب سے پہلے اپنی پیاری سی گڑیا ایمان فاطمہ (جی میری پیاری بیٹی جانو) کو پہلی سالگرہ بے حد مبارک ہو' اللہ اس پر رحم کرے اور اس کا نصیب اچھا کرے سب دوست آمین کہہ دیں۔ فائقہ' مدیحہ نورین مہک' سباس گل' مہر گل' امبر گل' فائزہ' پروین افضل شاہین' نجم انجم' طیبہ نذیر' رشک وفا' سنیاں زرگر' روبی علی' حمیرا عروش' حمیرا نوشین' نازیہ کنول نازی سب کو پیار بھرا سلام۔

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

اپنے پیاروں کے نام

السلام علیکم اہل پاکستان اینڈ تمام ریڈرز' رائٹرز کیا حال چال ہیں؟ یقیناً ایک دم فٹ فاٹ ہوں گے ہیں نا۔ یہ سال ختم ہوگیا ہے اور نیا سال شروع ہوچکا ہے۔ دعا ہے کہ سب کے لیے یہ سال خوشیوں بھرا ہوا اور کوئی غم کسی کو چھو کر بھی نہ گزرے' آمین۔ جی تو عطیہ صاحبہ آپ کا یکم جنوری کو برتھ ڈے ہے' چلیں پھر اس دفعہ میری طرف سے نئے انداز میں ہیپی برتھ ڈے' کیسا لگا سرپرائز ضرور بتانا اور اس مہینے جس جس کا بھی برتھ ڈے ہے سب کو میری طرف سے ہیپی برتھ ڈے۔ میری بھی نوٹ فرمالیں' جی بالکل یکم فروری کو میرا برتھ ڈے ہے نا۔ سعدیہ' ثمرہ اور فائزہ یار کہاں مصروف ہو آج کل چکر لگاؤ نہ کبھی۔ فائزہ' سعدیہ تم تو اب گھر کی ہی ہو کر رہ گئی ہو۔ جی ریڈرز اینڈ رائٹرز کیا حال چال ہیں آپ کے؟ بہت اچھا لگتا ہے آپ لوگوں کی تحریریں پڑھ کے خاص طور پر ارم کمال آپ واقعی میں کمال ہو آپی؟ میں آنچل کے علاوہ کبھی کبھار دوسرے شمارے بھی میگزین بھی پڑھ لیتی ہوں۔ پرنس افضل شاہین کی پرنسز پروین اور آپ کو میں ہر جگہ پاتی ہوں' بڑی ٹاپ کی ہیں آپ دونوں جس سلسلے میں آپ نہ ہوں مزہ نہیں آتا پڑھنے کو۔ آخر میں ان تمام گلیوں' ان تمام رستوں کو بہت عقیدت اور محبت سے سلام جہاں سے کبھی پرنس عبداللہ گھمن کا گزر ہوا کرتا تھا اور اس نگر کو سلام جہاں ہم سب کا لاڈلا اور بہت چاہنے والا پرنس عبداللہ گھمن ابدی نیند سو رہا ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب بہنوں کے بھائیوں کو لمبی زندگی عطا کرے' ان کا سایہ قائم رکھے اور سب والدین کو اولاد کے دکھ اور کسی بڑے صدمے سے محفوظ رکھے' آمین ثم آمین۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال

آنچل پڑھنے والیوں' اساتذہ اور گرلز کے نام

السلام علیکم میری پیاری بہنوں کیا حال ہے آپ کے سب ٹھیک ہو کبھی مجھے بھی یاد کرلیا کرو۔ آنچل پڑھتی ہوں تو

سب کے پیغامات پڑھتی ہوں تو بہت خوشی ہوتی ہے۔ غزل فاطمہ نے سلام بھیجا' وعلیکم السلام' اللہ آپ کو خوش و خرم رکھے' آمین۔ نازیہ آپی اور سمیرا شریف طور آپی کی شادی ہوگئی پڑھ کر بہت خوشی ہوئی' بہت پیاری لگ رہی تھیں' اللہ ان کی زندگی میں بہت ساری خوشیاں دے اور ان کو اپنے گھر میں پیار محبت سے رہنے کی توفیق دے اور اپنے اساتذہ سے کہنا چاہوں گی کہ اللہ آپ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور یہ ادارہ تاحیات قائم و دائم رہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اچھے گزرے لمحات کو یاد رکھنے کی توفیق دے اور اپنی پوری کلاس سے گزارش کرتی ہوں کہ ہمیشہ پیار محبت ہی جو زندہ رہتا ہے اللہ آپ کو کامیابی دے خوش رہو جہاں بھی جاؤ خوش اخلاقی سے پیش آؤ۔ کامیابی ہمیشہ آپ کے قدم چومے گی آخر میں میرے چاہنے والیوں کو ڈھیر سارا سلام اور دعا' اپنا خیال رکھیے گا زندگی رہی تو ان شاء اللہ دوبارہ پھر کسی موڑ پر ملیں گے' اللہ حافظ۔

ریشماں کنول...... میزائل چوک' فورٹ عباس

سب پیاروں کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف' ریڈرز اینڈ رائٹرز اور میرے پیارو' کیسے مزاج ہیں (ہاں یہ تو مجھے پتا ہے کہ سب کے سب میرے بنا اداس ہیں)۔ ہیلو مس عذرا صاحبہ! آپ آج کل اداس لگ رہی ہیں' اُف آپ کے چہرے پر ساسو ماں والا لک آرہا ہے' پلیز ذرا تیوریاں کم کریں' اُف مہوش...... یقیناً آپ کو کوئی لطیفہ مل گیا ہوگا (ہاں جی ہنسی سے ہی پتا چل رہا ہے)۔ مس فرح جی کم سوچا کریں' گلشن شرارتیں کم...... تانیہ پلیز رحم (ارے مجھ پر نہیں بچوں پر) نادیہ ذرا سنبھل کے ورنہ...... یہ زمانہ فریب دے گا خیال رکھنا ویسے نادیہ اتنا بھولپن اچھا نہیں ہوگا کم سے کم میں یہی کہوں گی کہ خدا کی بندی ذرا اپنا سر اٹھاؤ' کہیں ایسا نہ جھک کر چلنا سجدے کی شکل اختیار کرجائے ویسے بھی یہ دنیا درندوں اور خونخوار چڑیلوں سے بھری پڑی ہے۔ وحشی بھیڑیئے قدم قدم پر کھلے پھرتے ہیں اور میری بہن تم سب سے زیادہ بھولی ہو' بچی سب کو اپنا سمجھ کر ان سے دھوکہ کھانا چھوڑ دو۔ عفیفہ جی اسٹڈی اسٹارٹ کرلو' کیوں میری طرح ڈنڈے کھانے کا ارادہ ہے۔ صوبیہ کیسا لگا میرا یاد کرنا' یقیناً بہت بھلا' چلیں سرپرائز ہی سمجھ لیں۔ اقصیٰ' زینب' ثناء' شبنم اور ندا کو بھی میری جانب سے السلام علیکم! حبیبہ بیٹی کی بہت بہت مبارک ہو۔ بشریٰ دھیان سے پڑھا کرو' آتا جاتا تجھے ہے کچھ نہیں آئی بڑی پڑھا کو' کوئی پوچھے تو بڑے فخر سے بتاتی ہو' منہاج میں پڑھتی ہوں۔ سویٹ ہارٹ اپنی بہن سے عبرت پکڑو اور اچھے راستے چن کر چلو تاکہ منزلیں آسان ہوسکیں اور غصہ کم کیا کرو سبھی رنگ بہت...... ہاہاہا۔ تمہارا رنگ پتا نہیں کس کی طرح ہوگیا ہے' سمجھ گئیں شاباش' اللہ حافظ۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ' ڈسکہ

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! آنچل کی تمام بہنوں' آپیوں اور آنٹیز کو میرا سلام۔ پروین آپی میں دل سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپ کو ایک چاند سا بیٹا عطا فرمائے' ہائے رمشاء کیسی ہو؟ مجھے پتا ہے تم مجھے یاد نہیں کرتی ہو' بڑی مطلب پرست ہو (ہاہاہا)۔ مذاق کررہی ہوں پلیز یار مائنڈ مت کرنا' میں آنچل کی نئی قاری ہوں۔ سباس آپی' نجم انجم' نازیہ کنول نازی' دعائے سحر اور دلکش مریم کو سلام پیش کرتی ہوں۔ سنیاں زرگر سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' آپ کی نوازش ہوگی اگر آپ مجھ سے دوستی کریں۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ بہت نائس اور سویٹ ہیں' آپ کے جواب کا انتظار رہے گا کوئی اور بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو میں دل کی گہرائیوں سے اس کی مشکور ہوں دیکھتے ہیں کون پذیرائی بخشتا ہے۔ آنچل کی تمام بہنوں کو ایک دفعہ پھر سے میرا اسلام اور خوش رہو' اللہ حافظ۔

نابیہ مسکان...... گوجرانوالہ

پرستان کی پری کے نام

ڈیئر مہرو! میں نے کہا تھا ناں کہ ایک دن آنچل کے اس صفحے پر اپنا نام جگمگاتا دیکھوں گی' دیکھ لیا ناں کہ آصفہ جو کہتی ہے وہ کرتی ہے۔ اور صرف اتنا کہوں گی کہ ہر مشکل کے بعد ایک آسانی ہوتی ہے لیکن یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس آسانی کو مشکل طریقے سے ڈھونڈتے ہیں یا آسان۔ اپنی لائف سے کبھی بھی مایوس مت ہونا کیونکہ کوئی بھی کام ایسا نہیں جو اشرف المخلوقات سے بڑھ کر ہو' ہمیشہ خوش رہو' میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی......

آصفہ قیصرانی...... شادن لنڈ

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

نہ کسی کا درد دکھانا میرے مولا
اپنے آگے ہی جھکانا میرے مولا
ہر گھڑی اپنی تجلی کی وہ کرنیں
میرے دل پر ہی گرانا میرے مولا
تجھ کو ڈھونڈیں لوگ سارے مسجدوں میں
شہر دل ترا ٹھکانہ میرے مولا
راندہ درگاہ کہیں نہ لوگ مجھ کو
اس ندامت سے بچانا میرے مولا
وحشتوں کو ان پر کٹھن لمحوں میں ہم پر
شمع رحمت کی جلانا میرے مولا
سنے گا وہ غموں کو پاس آ کر
دل سنائے پھر فسانہ میرے مولا
بر نہ آئی گر تمنا میری عصمت
کیا کہے گا پھر زمانہ میرے مولا

کے ایم نورالمثال مقامی...... کھڈیاں خاص

ہری مرچیں

...... کیا شادی جنت کا دروازہ ہے؟
☆...... جی ہاں! باہر جانے کا۔
...... انسان اپنی بے وقوفی پر کب خوش ہوتا ہے؟
☆...... شادی کے دن۔
...... کیا زبانی لڑائی میں عورت سے کوئی جیت سکتا ہے؟
☆...... جی ہاں دوسری عورت۔
...... طلاق کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟
☆...... شادی۔
...... دنیا کی خطرناک ترین پولیس کون سی ہے؟
☆...... بینڈ باجے والی ان کا قید کیا ہوا عمر بھر رہا نہیں ہوتا۔

مشی خان بھیر کنڈ مانسہرہ

پاکستانیوں کی کچھ اچھی عادات

صابن جب ختم ہونے لگتا ہے تو اس کو نئے صابن کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔
ٹوتھ پیسٹ ٹیوب کو رول کر کے آخری قطرہ تک استعمال کرتے ہیں۔
گھر میں رکھی اچھی اور خوب صورت کراکری صرف مہمانوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔
سونے کی قیمت میں اضافے سے پریشان ہوتے ہیں جبکہ سونا خریدنا بھی نہیں ہوتا۔
ٹی وی ریموٹ کے سیل تبدیل کرنے کے بجائے اس کو مار مار کر استعمال کرتے ہیں۔
پرانی ٹی شرٹ کو نائٹ ڈریس بنا لیتے ہیں اور جب اس کے قابل بھی نہیں رہتی تو پونچھا بن جاتی ہے۔
اک بڑے شاپر میں ڈھیر سارے شاپر ڈال کر رکھتے ہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

"فضیلت فاروقی بزبان نبوی ﷺ"

☆...... میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ اس قابل تھے کہ ان کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جاتا۔
☆...... عمرؓ کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔
☆...... معراج کی رات میں نے جنت میں بہت خوب صورت انسان دیکھا ہے پوچھنے پر مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ عمرؓ ہیں۔
☆...... عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے ہیں۔
☆...... آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ نہیں جو عمرؓ کی عزت نہ کرتا ہو اور زمین میں کوئی شیطان ایسا نہیں جو عمر سے ڈرتا نہ ہو۔

ثانیہ مسکان...... تحصیل گوجر خان

یاد

شبنمی سی رات تھی
چاند بھی جوان تھا
برف کے پہاڑ پر
چھوٹا سا مکان تھا
میں تھا میری یاد تھی
اگلی رت کی بات تھی
شبنمی سی رات تھی
چاند بھی جوان تھا
برف کے پہاڑ پر
چھوٹا سا مکان تھا
وہ بھی میرے ساتھ تھی

شاعر: ڈاکٹر ابرار عمر

فرحین عمران...... کراچی

بیش بہا گوہر

...... اس دنیا میں کروڑوں لوگ ہیں، پھر آپ کے پیدا ہونے کی وجہ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے اس چیز کی توقع کر رہا ہے جو کروڑوں لوگوں سے ممکن نہیں۔

...... انسان اپنی سوچوں اور حرکات سے پہچانا جاتا ہے اپنی دولت اور ڈگریوں سے نہیں، اصلی تعلیم آپ کا دوسروں سے حسن سلوک اور رجحان ہے۔

...... پانی کے ایک قطرے کی جھیل یا تالاب میں کوئی قدر و قیمت نہیں، کوئی پہچان نہیں، مگر یہی قطرہ اگر کسی پتے پر گرتا ہے تو ایک ہیرے کی طرح چمکتا ہے، چنانچہ کسی ایسی درست جگہ کا انتخاب کریں جہاں آپ ہیرے کی طرح چمک سکیں۔

...... کچھ رشتے "ٹام اینڈ جیری" کی طرح ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کو اذیت دیتے اور لڑتے جھگڑتے ہیں، ایک دوسرے کو مارتے ہیں مگر ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتے۔

...... یقین کی پختگی اور اخلاق کا حسن جس بندے میں ہوگا وہ ایک ہی وقت میں خالق اور مخلوق دونوں کا محبوب بن جائے گا۔

ارم کمال...... فیصل آباد

اچھی بات

جو شخص اپنی قسمت پر خوش ہے، دراصل وہی انسان خوش قسمت ہے کیونکہ وہ اللہ کی رضا میں راضی ہے۔

اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو، جو اچھا ہوگا خوشی دے گا جو برا ہوگا سبق سکھائے گا۔

اگر تم سے کوئی بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اسے خود ہی احساس ہو جائے گا، اپنے برے رویے کا۔

اگر تم اپنے بزرگوں کی خدمت کرتے ہو تو اپنے بچوں سے بھی امید رکھو، کیونکہ پھر وہ تمہاری بھی خدمت کریں گے۔

ناامیدی زندگی کو کم کر دیتی ہے۔

سمیہ کنول...... تھری اسٹار مانسہرہ

ماں کی گود

یوں تو پورے ہی معاشرے کی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اصلاح نسواں پر زیادہ توجہ دینا ضروری ہے کیونکہ ہر بچے کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں صحیح مسلمان ہوگی تو بچے کو بھی اسلام سکھائے گی اور اسلام کے احکام و آداب کی تعلیم دے گی۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو

کہر دسمبر

آج پھر دل نے......
دل سے کچھ یوں
بغاوت کی کہ!
شبنم کے چند قطرے
آنکھوں سے ٹپک کر
بھیگے دسمبر کو
کہر زدہ کر گئے......!!

موناشاہ قریشی...... کبیر والہ

شادی سے پہلے شوہر کیا کرتا ہے؟

کتنا حسین چہرہ، کتنی پیاری آنکھیں، ان آنکھوں

سے جھلکتا پیار۔
شادی کے بعد...... کتنی غصیلی آنکھوں اور بھیانک چہرہ اور غصیلی آنکھوں سے یہ جھلکتا غصہ۔
شادی سے پہلے...... تیری باتوں میں کتنا اثر ہے' جان جاناں!
شادی کے بعد...... تیری باتوں میں کتنا زہر ہے او میری دشمن۔
شادی سے پہلے...... تم جو آئے زندگی میں بات بن گئی
شادی کے بعد...... تم جو جاؤ زندگی سے بات بن جائے۔

شائستہ جٹ...... چیچہ وطنی

عجیب تجربہ

زندگی گزارنا ایک عجیب انسانی تجربہ ہے' پیدائش سے موت تک' ہمیں بہت سے واقعات پیش آتے ہیں' قریباً ہر روز ہم ایک نیا سبق سیکھتے ہیں اپنے ملنے جلنے والوں سے' اپنے مشاہدات سے' کتابوں سے اور اپنے خیالات سے سیکھتے ہیں۔

امتحان پاس کر لینا اور بات ہے اور علم حاصل کرنا اور بات ہے' میں علم حاصل کرنے کو امتحان پاس کرنے پر ترجیح دیتی ہوں' انسان اپنی ساری زندگی طالب علم ہی رہتا ہے' ساری زندگی کچھ نہ کچھ سیکھتا ہی رہتا ہے' ہے نا عجیب بات۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال

اچھی باتیں

اپنی نیکی کو چھپانا آپ کی سوچ کا امتحان ہے' اور دوسروں کے گناہ کو چھپانا آپ کے کردار کا امتحان ہے۔

کھانے میں کوئی زہر گھول دے تو اس کا علاج ہے مگر کان میں کوئی زہر گھول دے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

زندگی ایسے جیو کے اپنے رب کو پسند آجاؤ' کیونکہ دنیا والوں کی پسند تو پل میں بدل جاتی ہے۔

زندگی میں کبھی کسی کی ضرورت مت بنو کیونکہ ضرورت تو کوئی بھی پوری کر سکتا ہے' بننا ہے تو کمی بنو کیونکہ کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

نیلی ظہیر...... کوٹلہ جام بھکر

نادان انسان

ایک دن حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا میں آپ کی رحمت اور انسان کے گناہ دیکھنا چاہتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیچھے دیکھو۔ دیکھا تو ایک بہت بڑے سمندر میں ایک درخت پہ چڑیا اپنے منہ میں مٹی لیکر بیٹھی ہے' حضرت موسیٰ نے کہا یہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سمندر میری رحمت ہے اور یہ درخت دنیا' یہ چڑیا انسان اور اس کے منہ میں تھوڑی سی جو مٹی ہے وہ اس کے تھوڑے سے گناہ ہیں اگر یہ اپنا منہ کھول کر مٹی پانی میں گرا دے تو میری رحمت کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو کیوں نہ انسان توبہ کرے اور میں معاف نہ کروں۔ انسان تو نادان ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو معاف فرمائے آمین۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

سکون

سکون حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ دو سکون دینے کی فکر کرو تو سکون مل جائے گا اللہ کے فیصلوں پر تنقید نہ کرنا سکون مل جائے گا' بے سکونی تمنا کا نام ہے جب تمنا تابع فرمان الٰہی ہو جائے تو سکون شروع ہو جاتا ہے' اپنی زندگی میں آپ کو جو چیز سب سے اچھی نظر آتی ہے اسے تقسیم کرنا شروع کر دو سکون آجائے گا۔

ماہ رخ سیال...... سرگودھا

کچھ لفظ میرے بھی

دنیا میں ہر شخص محبت کا متمنی کیوں ہے وہ کیوں چاہتا ہے کہ کوئی ایسا ضرور ہو جسے صرف اس کی چاہ ہو اور وہ اس کے ساتھ مخلص ہو۔ ہاں مخلص یہ چیز آج نہیں پائی جاتی۔

لوگ مخلص ہوتے ہیں صرف تب تک جب تک ان سے وابستہ مطلب نہ پورا ہو جائے' اور جب وہ مطلب نہ پورا ہو تو اس بندے کو دیوتا تک بنانے کو تیار ہو جاتے ہیں ادھر کام پورا ہوا ادھر تو کون میں کون والا سلسلہ شروع۔

آخر اس محبت کو اتنا بے مول اور بدنام کیوں کر دیا ہے

جب ایسا دیکھتی ہوں تو میری نس نس درد سے چلا اٹھتی ہے محبت کی اس تذلیل پہ ماتم کناں ہوتی ہے۔

کیا ایسا ہوسکتا ہے......

کہ لوگ ہر غرض ہر لالچ سے پاک ہو کر محبت کے لیے مخلص ہوں اس کے شدید جذبے کو مانئے' بتاؤ مجھے ایسا ہوسکتا ہے؟

اگر ایسا ہوسکتا ہے تو کب ہوگا؟

تب تک شاید میری آنکھیں منجمد ہو جائیں۔ اور یہ لوتھڑا جو کہ دل نام سے کام کرتا ہے' اپنا کام تمام کرلے تب تک تو سانسوں کی گاڑی تھم جائے گی' اور پھر تو اس فانی زیست والے بھی مجھے اپنے پاس رکھنے سے انکاری ہوں گے تب تو میں ہر نفع ہر نقصان سے لاتعلق ہو جاؤں گی۔

تب کوئی فائدہ نہیں تب مجھے کچھ نہیں چاہیے' کچھ بھی نہیں۔

کرن ملک...... جتوئی

کھلکھلاؤ

ٹیچر: ہوم ورک کیوں نہیں کیا؟

اسٹوڈنٹ: ٹیچر لائٹ نہیں تھی۔

ٹیچر: موم بتی جلا لیتے......

اسٹوڈنٹ: ماچس نہیں تھی۔

ٹیچر: دکان سے لے آتے۔

اسٹوڈنٹ: دکان بند تھی۔

ٹیچر: پڑوس سے لے لیتے۔

اسٹوڈنٹ: ان کی مسجد میں رکھی تھی۔

ٹیچر: تو وہاں سے لیتے۔

اسٹوڈنٹ: ٹیچر میرا وضو نہیں تھا۔

ٹیچر: تو الو کہیں کے وضو کر لیتے۔

اسٹوڈنٹ: پانی نہیں تھا۔

ٹیچر: اف پانی کیوں نہیں تھا۔

اسٹوڈنٹ: موٹر نہیں چل رہی تھی۔

ٹیچر: اب اس موٹر کو کیا ہوا تھا؟

اسٹوڈنٹ: یار شروع میں بتایا تو تھا' لائٹ نہیں تھی۔

جازبہ ضیافت عباسی...... دیول' مری

دو لوگ

دو لوگوں سے ہمیشہ بچ کر رہو' ایک مصروف سے دوسرا مغرور سے۔

مصروف لوگ اپنی مرضی سے اور مغرور لوگ اپنے مطلب پہ یاد کیا کرتے ہیں۔

حلیمہ سعدیہ شوکت...... تل؟

چار موتی

☆۔ جو لوگ خود غرض ہوتے ہیں' وہ کبھی بھی اچھے دوست نہیں ہوتے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆۔ جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائیں' اس پر اعتماد نہ کرو۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

☆۔ محبت سب سے کرو مگر اعتبار چند لوگوں پر۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆۔ اچھے لوگوں کی یہ خوبی ہے کہ انہیں یاد رکھنا نہیں پڑتا وہ یاد رہتے ہیں۔ (حضرت علیؓ)

رابعہ مبارک...... پتوکی

وقت

وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے گھومتا رہتا ہے۔ یہ کسی کے لیے نہیں رکتا ہے وقت کی بہت بری فطرت ہے کہ یہ خود سے پیچھے رہ جانے والوں کا تھوڑی دیر بھی رک کر انتظار نہیں کرتا۔ نہ ہی خود سے آگے بھاگنے والوں کو پکارتا ہے۔

موسم' رتیں' چہرے' فطرتیں سب بدلتی رہتی ہیں مگر دکھ...... یہ جو دکھ ہوتے ہیں ناں' یہیں رکے رہتے ہیں' ان کی تکلیف کم ضرور ہو جاتی ہے ختم کبھی نہیں ہوتی۔

سلویٰ علی بٹ کے ناول "دل کے رشتے دشوار بہت تھے" سے اقتباس۔

نوشین...... حاجی شاہ

غصہ

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ شیطان حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا! میں آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت نوحؑ نے فرمایا' کون سا احسان؟

شیطان نے کہا' آپ نے بد دعا دے کر اپنی قوم کو تباہ کردیا تھا۔ یہ تو میرا کام تھا جو آپ نے انجام دیا۔ حضرت نوحؑ پریشان ہوگئے۔

پھر شیطان نے کہا۔ اس احسان کے عوض میں آپ کو ایک پتے کی بات بتاؤں۔

حضرت نوحؑ نے فرمایا کون سی بات؟

شیطان نے کہا۔ اگر واقعی مجھ سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے غصہ کو پی جایا کرو۔

شاہی رحمان...... مانسہرہ

محبت

محبت کی ان بل کھاتی پگڈنڈیوں پر واپسی کے راستوں میں گھنے جنگل اگ آتے ہیں۔ دکھ کی امربیل عاشق کے قدم آگے بڑھتے ہی پیچھے یوں تیزی سے ان ٹیڑھے میڑھے راستوں سے لپٹتی ہے کہ پھر کوئی مڑنا بھی چاہے تو واپسی کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا' درد اور غم کے عفریت ان گھنے جنگلوں میں سر شام ہی امل تاس کے پیڑوں سے نیچے اتر آتے ہیں۔ اور واپسی کے بھٹکتے معصوم مسافروں کو چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔

محبت کے راستے پر آگے بھی موت ہے اور پیچھے بھی فنا۔ محبت وہ خونی جزیرہ ہے' جو اپنے باسیوں کے لیے پل بھر میں اس برفیلے گلیشئر میں تبدیل ہوجاتا ہے جو اپنے ساحل سے کٹ کر گہرے سمندر میں بہ چکا ہے اور اب دھیرے دھیرے گھل کر خود بھی پانی میں تبدیل ہورہا ہے' اس جزیرے پر بسنے والوں کے لیے ایک ایک انچ کر کے پاؤں دھرنے کی جگہ ختم ہوتی جاتی ہے' اور آخر کار سبھی ڈوب جاتے ہیں' ایک دوسرے سے لپٹے چیختے چلاتے' روتے سسکیاں بھرتے' کسی برباد ہوتے تائی ٹینک کی طرح۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

اقوال زریں

کوئی آئینہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر پیش نہیں کرسکتا جتنی اس کی بات چیت۔

انسان ہو کر ایسے کام نہ کرو جس سے انسانیت کا دامن داغدار ہو۔

مبارک ہیں وہ لوگ جن کے پاس نصیحت کرنے کے لیے الفاظ نہیں اعمال ہوتے ہیں۔

غیرت مند یا تو دنیا میں کامیاب ہوتا ہے یا پھر قربان ہوتا ہے۔

وقت سحر مومن کی آنکھ سے ٹپکنے والے آنسو جہنم کی آگ بھی بجھا سکتے ہیں۔

انسان پہاڑ سے گر کر تو کھڑا ہوسکتا ہے مگر نظروں سے گر کر نہیں کھڑا ہوسکتا۔

کانٹوں سے بھری ایک شاخ کو پھول خوب صورت بنا دیتا ہے۔

عمدہ مکان کے شیدائی کو قبر کا گڑھا یاد رکھنا چاہیے۔

زبان میں ہڈی تو نہیں ہوتی مگر یہ آپ کی ہڈی تڑوا سکتی ہے۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

موت

انسان پورا ایک دم نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے مرتا ہے۔ ہر دوست کے مرنے کے ساتھ یہ تھوڑا سا مر جاتا ہے' ہر عزیز کے رخصت ہونے کے ساتھ' اس کا کچھ حصہ جھڑ جاتا ہے۔ ہر خواب تحلیل ہونے کے ساتھ' اس کا ایک گوشہ فنا ہوجاتا ہے۔

یہ سب اجزا بے جان ہوئے......!!

تو تب جا کر موت کو ایک مردہ ہاتھ آتا ہے۔ جو اس ریزہ ریزہ انسان کو اٹھاتی ہے اور چلی جاتی ہے۔

حرا قریشی...... بلال کالونی ملتان

ماں

وہ ایک لفظ کہ "جس میں محبتیں پنہاں۔"

وہ ایک لفظ کہ "جس سے وجود میرا۔"

وہ ایک لفظ کہ "جس کا ازل سے ناتا ہے۔"

وہ ایک لفظ کہ "جس کا ابد سے رشتہ ہے۔"

وہ ایک لفظ کہ "جس سے تمام حسن وحیات۔"

وہ ایک لفظ کہ ''جس پر میری یہ جاں نثار۔''
وہ ایک لفظ کہ ''جس کو ملا ہے اوجِ کمال۔''
وہ ایک لفظ کہ ''پکاروں تو سبز چھاؤں ملے۔''
وہ ایک لفظ کہ ''میں روؤں تو اس کا پیار ملے۔''
وہ ایک لفظ کہ ''جو میری روح کا حوالہ ہے۔''
وہ ایک لفظ کہ ''جو میرا اسم اعظم ہے۔''

منزہ ثناء......چنیوٹ

قول وفعل

اپنوں کی محبت کو ٹھکرانا نہ صرف بے ادبی ہے بلکہ بدنصیبی بھی ہے۔

خوش اخلاقی ہمیشہ بدصورتی کا پردہ ہوتی ہے۔

محبت بادام جیسی ہوتی ہے کیا خبر کہ اندر سے دانا کیسا ہے۔

چھوٹے ذہن ہمیشہ خواہشوں پر پلتے ہیں اور بڑے ذہن مقاصد کے عمل پر چلتے ہیں۔

انسانی زندگی پر خیر وشر کا عمل ایک جتنا ہوتا ہے۔

سیما ممتاز عباسی......لاڑکانہ

دعا کی فضیلت

دعا کے سوا کوئی چیز قضا کو رد نہیں کرسکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر کو نہیں بڑھاسکتی۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور بات آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ جس شخص کو اس بات کی خواہش ہو کہ اللہ اس کی دعا قبول کرے اسے چاہیے کہ خوشحالی کے وقت کثرت سے دعا کرے۔

عظمیٰ فرید......ڈی آئی خان

اقوال

زمین کے اوپر عاجزی سے رہنا سیکھ لو زمین کے نیچے سکون سے رہ پاؤ گے۔

اچھے انسان کی ایک خوبی یہ ہے کہ اسے یاد رکھنا نہیں پڑتا وہ یاد رہتا ہے۔

کسی کا دل مت دکھاؤ' ہوسکتا ہے وہ تمہیں ایسے چاہتا ہو جیسے مرنے والا زندگی چاہتا ہے۔

تم کسی پر اعتبار کرو یا نہ کرو لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اگر کوئی تم پر اعتبار کرے تو وہ نہ ٹوٹے۔

جس دن تمہارا وفادار دوست تمہیں چھوڑ کر چلا جائے تو سمجھ لینا کہ تمہاری آدھی زندگی ختم ہوگئی۔

زندگی سے جو بھی بہتر سے بہتر لے سکتے ہو لے لو کیونکہ زندگی جب کچھ لینا شروع کردے تو سانس تک نہیں چھوڑتی۔

منزہ ثناء......چنیوٹ

ظلم کی تین قسمیں!

ظلم کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشیں گے ...... دوسری قسم وہ ہے جس کی مغفرت ہوسکے گی ......اور تیسری وہ ہے جس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔

پہلی قسم کا ظلم شرک ہے......دوسری قسم کا ظلم' حقوق اللہ میں کوتاہی ہے......اور تیسری قسم کا ظلم' حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔

طلعت نظامی......کراچی

علم کی فراوانی

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں ایک مرتبہ سورہا تھا میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا' میں نے اسے پی لیا یہاں تک کہ سیرابی میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگی پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطابؓ کو دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کی تعبیر علم ہے۔'' (صحیح بخاری)

مہوش فاطمہ بٹ......جہلم

yaadgar@aanchal.com.pk

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابتدا ہے رب ذوالجلال کے بابرکت نام سے جو وحدہ لاشریک ہے۔ ہم مزید اپنی زندگی کا ایک اور سال پیچھے چھوڑ آئے ہیں اب اس نئے سال میں کیا کرنا ہے اور کس طرح اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں اس کے لیے مایوس ہونے اور سستی دکھانے کے بجائے محنت کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھیں تو اللہ رب العزت بھی آپ کو آپ کی محنت کا پھل ضرور دے گا۔ آنچل کی پوری ٹیم کی جانب سے آپ سب بہنوں کو نئے سال کی بہت مبارک باد۔ اب بڑھتے ہیں آپ بہنوں کے خوب صورت تبصروں کی جانب جو آئینہ میں رخ روشن لیے جھلملا رہے ہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ شہلا آپی اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا اسلام اور نئے سال کی مبارک باد ڈھیر ساری مسکانوں کے ساتھ شاد رہیں۔ سب سے پہلے تو میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے میری کہانی سلیکٹ کرکے میری حوصلہ افزائی کرکے میرے لکھنے کی لگن کو بڑھاوا دیا ہے اس کو زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ کوشش رہے گی تمام بہنوں کی طرح آنچل وحجاب میں بھی اپنی تحریر و نگارشات سجاؤں۔ اب تبصرہ کی طرف اس ماہ آنچل جلد ملا ویسے تو میں تعریفوں کے پل نہیں باندھوں گی۔ سچی بات یہ ہے کہ آنچل اور حجاب آپ لوگوں کی بھرپور محنت کی عکاسی کرتا ہے آنچل کا باب الابتدا کھول کر اندر داخل ہوئے تو اشتہارات کی لائن لگی ہوئی نظر آئی خیالوں ہی خیالوں میں اشتہارات کے آئٹمز پر پیسے خرچ کرکے آگے بڑھے تو سرگوشیاں پر بریک لگایا۔ حمد ونعت سے مستفید ہوئی پھر ایمان کی روشنی کے لیے دانش کدہ میں پہنچی۔ دین اسلام سے آگاہی از سر نو ہوئی' بے شک اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنوں سے مل کر اچھا لگا۔ بیاض دل شاعری کی صورت میں ہم وزن اور جامع الفاظ پسند آئے۔ ڈش مقابلہ پر بس سرسری نظر دوڑائی کیونکہ میں کوکنگ میں اناڑی ہوں لیکن سرسری نظر بھی غضب ڈھا گئی اور منہ میں پانی بھر آیا۔ سب کی غزلیں میری ڈائری کی شان وشوکت بڑھا گئیں یادگار لمحے میں نادیہ احمد کے اقتباس' پروین افضل شاہین کے گولڈن ورڈز' سباس گل کی خاموشی پسند آئے۔ سلسلہ وار ناولز پر تبصرہ محفوظ ہے۔ افسانہ میں "شناخت" دل کو بھا گئی آنچل میں موجود سب ہی کرداروں سے نصیحت حاصل کی اچھی بات ہے بھئی' ہم تو ٹھوکر کھا کر نصیحت پکڑنے والوں میں سے ہیں' مجموعی طور پر اس ماہ کا رسالہ دسمبر نہیں ستمگر تھا' ویل ڈن جی۔

☆شکریہ کی قطعی ضرورت نہیں' معیاری چیز اپنی جگہ خود بنالیتی ہے۔

پروین افضل شاہین...... بھاولنگر۔ سب سے پہلے تو میری طرف سے آپ کو اور تمام آنچل کے پڑھنے والوں کو سال نو 2016ء مبارک ہو۔

غموں کی دھوپ کا سایہ پڑے نہ تم پر کبھی
تمہارے دل میں ہر اک سمت پھول کھل جائیں
خدا کرے کہ تمہیں زندگی کی سب خوشیاں
راہ حیات میں مانگے بغیر مل جائیں

نازیہ کنول نازی! اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ ارم کمال میرے سوالات پسند فرمانے کا شکریہ آپی! جب سے آپ نے میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو سوال کے جواب میں بندر کہا ہے تب سے وہ چھت پر چڑھے ہوئے ہیں اور نیچے نہیں اتر رہے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہمارے محلے میں کوئی بندر یا ہی نہیں ہے تو وہ اوپر کیسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں۔ سباس گل' طیبہ سعدیہ عطاریہ' سنیاں وانصیٰ زرگر کے اشعار۔ نزہت جبیں ضیاء' سباس گل' حمیرا نوشین' مدیحہ نورین مہک' لاریب انشال' راشدہ ترین کی غزلیں' شمائلہ کرن' ماہ رخ سیال کے پیغام۔ پاکیزہ ایمان' سحرش بٹ' لاریب انشال' نورین انجم اعوان کے سوالات پسند آئے۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد۔ السلام علیکم! سب پڑھنے والوں کو اور آنچل اسٹاف کو میری طرف سے نئے سال کی بہت مبارک ہو۔ نیا سال خوشیوں بھرا ثابت ہو آمین۔ سرورق اچھا لگا' 2015ء کا آخری شمارہ جاذب نظر ٹھہرا' سرگوشیاں سننے کے بعد دل ودماغ روشن ہوگئے پھر بھاگی اپنے فیورٹ ناول کی طرف "ٹوٹا ہوا تارا" اور "موم کی محبت" کی طرف آنچل ہمارا رہنما ہے اسی طرح ہر اسٹوری میں کسی نہ کسی کردار کی صورت میں ہمیں اردگرد کے ماحول' معاشرے کے بارے میں پتا چلتا ہے۔ نادیہ احمد کا مکمل ناول "محبت جیت جاتی ہے" بے حد پسند آیا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی کافی اچھا جا رہا ہے۔ یادگار لمحے میں ایس گوہر' بختاور اور فرحت اشرف کی تحریریں اچھی لگیں۔ بیاض دل میں

جویریہ پارس اور ارم کے اشعار پسند آئے۔ ہم سے پوچھیے تو پوچھے ہی مت سب لاجواب تھے اب اجازت اس دعا کے ساتھ کہ سال نو کا سورج بہت سی برکتیں رحمتیں اور نعمتیں لیے ہمارے ارض وطن پر طلوع ہو اور ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین اللہ حافظ۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ کافی عرصے بعد شرکت کر رہی ہوں امید ہے آپ سب نے مجھے مس کیا ہوگا' ہے نا۔ چلو جی میں بتادوں کہ میں کیوں غائب ہوگئی تھی میں اپنی سسٹر کے ساتھ کراچی آئی تھی پہلی بار کراچی میں تھی اُف...... اتنی گرمی تھی۔ چلو جی بات ہو جائے کہانیوں کی تو سب سے پہلے پڑھی "ٹوٹا ہوا تارا" واؤ زبردست اور اس کے بعد پڑھی "محبت جیت جاتی ہے" واؤ نادیہ آپی! بہت اچھی اسٹوری لکھی۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" ویری نائس بہت اچھی جا رہی ہے نازی آپی! آپ نے عمر کو مریہ سے جدا کر کے اچھا نہیں کیا۔ نگہت عبداللہ کا ناولٹ "ترے عشق نچایا" اچھا جا رہا ہے اور بھی سب کہانیاں اچھی ہیں۔ بیاض دل میں ارم کمال' سباس گل' پری' جویریہ ضیاء' تنہا' سنیاں وا قصی' زرگر کے شعر اچھے لگے۔ یادگار لمحے میں سب نے اچھا لکھا' ہم سے پوچھیے ایس گوہر کے سوالات اچھے لگے اچھا جی اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

طیبہ حنا...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم آپی! 24 دسمبر کو آنچل ملا سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں حمد و نعت کے بعد مشتاق انکل کی باتوں سے مستفید ہوئے پھر تو سمیرا آپی کے پاس پہنچے آپی نے ہمیں بہت پریشان کیا پلیز دریہ کو گھر پہنچائیں اور شہوار کے ساتھ اچھا کرنا۔ معید کو نہیں مارنا چاہیے تھا۔ اپنی اداسی سے پیچھا چھڑانے کے لیے "ترے عشق نچایا" میں ہم صبا کے ساتھ خوب ناچے مگر آخر میں جاذب کی بجائے خان صاحب تھے نشاء کے لیے حسن کو ٹھیک کر دیں۔ نادیہ احمد کا مکمل ناول زبردست تھا "رنگ زندگی کے" کمال کی تحریر تھی۔ نزہت جبیں کی تحریر بھی خوب تھی شگفتہ کا شعر پسند آیا پروین آپی اور ان کی آنچل میں موجودگی بہت پسند ہے باقی رسالہ ابھی پڑھنا ہے سب کو سلام اور نیک خواہشات اللہ حافظ۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین کو محبت بھرا اسلام اور نیا سال مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سال میں ہمارے ملک پاکستان کے اوپر اپنی رحمتوں کی برکھا نازل فرمادے آمین۔ ٹائٹل اچھا لگا' حمد نعت سے مستفید ہوئے پھر سلسلہ وار ناول کی جانب بڑھے "موم کی محبت" پلیز راحت جی اذان کو شرمین سے الگ نہ کریئے گا ورنہ اذان ٹوٹ جائے گا۔ زیبا اور صفدر کو بیٹے کی خاطر کمپرومائز کرنا چاہیے۔ "ٹوٹا ہوا تارا" آئی تھنک ہمایوں ہی عبدالقیوم ہے' تاکو اذیت میں دیکھ کر دکھ بھی ہوتا ہے لیکن غصہ بھی آتا ہے۔ یہ اپنے گھر والوں کے سامنے کچھ بول کیوں نہیں دیتی جو کچھ کاشفہ نے کیا وہ سب کچھ بتادے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" کہانی تو بہت اچھی ہے خاص کر تاریخ کی معلومات جس سے اب تک ہم انجان تھے لیکن کرداروں کی بہت بھرمار کی ہوئی ہے ہر قسط میں ایک دو کردار کا اضافہ ہی ہوتا ہے جب کہانی اپنے اختتام کی طرف بڑھتی ہے پھر اتنے کردار یاد ہی نہیں رہتے۔ کہانی اپنا مزہ کھو دیتی ہے' مکمل ناول "محبت جیت جاتی ہے" ناول بہت اچھا ہے لیکن نادیہ نے یہ نہیں واضح کیا ڈاکٹر حدید نے شادی کی یا نہیں۔ "رنگ زندگی کے" اے ون تھا' ناولٹ "ترے عشق نچایا" جب جاذب اپنی امی کے آگے زبان ہی نہیں کھول سکتا پھر صبا کو کیوں سبز باغ دکھائے' دونوں بہنوں نے ایک جیسی قسمت پائی۔ "وہ خود کے فنا سفر میں تھا" نمرہ کو کیا صلہ ملا۔ مرد ذات پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ بہر حال ناولٹ اچھا تھا' افسانے سارے ہی زبردست تھے' کسی ایک کی تعریف کرنا ناانصافی ہوگی۔ دوست کا پیغام آئے' روبی' سعدیہ' نادیہ یاد کرنے کا شکریہ۔ آپی کوثر آپ کو بیٹے کی بہت مبارک ہو۔ طاہرہ محمد علی کی جاب کی اور فائزہ تمہیں منگنی کی مبارک ہو۔ فائزہ یار! کب ٹریٹ دے رہی ہو ہم نے سیرینہ میں ٹریٹ لینی ہے ورنہ کلاس میں تیری نو انٹری۔ 5 فروری کو میری برتھ ڈے (یعنی فرحت کی) وش کریئے گا آنچل فرینڈز دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی۔ السلام علیکم! آپی آپ کو تمام قارئین اور تمام آنچل ٹیم کو بہت زیادہ نئے سال کی خوشیاں مبارک ہوں اور اس سال میں ایسا کوئی لمحہ نہ آئے کہ کسی کو دکھ اور پریشانی ملے آمین اور میری طرف سے مجھے ہی یکم جنوری کو ہیپی برتھ ڈے ہاہاہا۔ ثوبیہ آپ کو سال گرہ بہت مبارک ہو۔ "محبت جیت جاتی ہے" نادیہ احمد نے بہت خوب لکھا ہے واقعی سچی اور مخلص محبت ہو تو جیت ہی جاتی ہے اور حدید کا کردار بہت اہم تھا جس نے انا نہیں دکھائی بلکہ اپنے بھائی کی محبت کو اس سے ملا دیا۔ "رنگ زندگی کے" عنبرین ولی کی تحریر بھی بہت عمدہ تھی' عمارہ کو ارمغان کی محبت نے بدل دیا اور ارمغان سے متنفر اس کی ماما جان کو عمارہ نے ایک اور مریم دے کر ماں' بیٹے کی محبت پھر ایک کر دی' ویل ڈن۔ "وہ خود فنا کے سفر میں تھا" نزہت آپی نے بھی کیا خوب لکھا ہے' نمرہ سب کچھ ٹھکرا کر آتی ہے جاذب کے لیے اور جاذب بیس سال کی رفاقت کو بھلا دیتا ہے مگر اس کا اینڈ بہت اچھا رہا' جاذب کی ماں نے بہت ٹھیک باتیں سنائیں جاذب کو۔ "میرے فلک کا چاند" ندا حسنین نے بھی بہت اچھا لکھا' شامیر اور لیہہ کی محبت بہت اچھی تھی۔ باقی تمام تحریریں بھی اچھی تھیں' نیرنگ خیال میں راشد ترین کی شاعری اچھی تھی۔ یادگار لمحے' بیاض دل' ہم سے پوچھیے بھی بہت اچھے تھے۔ آخر میں سب کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں رحم پیدا کر دے جو اس پاک سرزمین کو اپنے ناپاک ارادوں سے کرتے ہیں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

بنت آدم...... **نامعلوم**۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ کا سارا ڈائجسٹ ہی بہت زبردست ہوتا ہے مگر میرا فیورٹ حصہ مستقل سلسلے جیسے کہ بیاض دل نیرنگ خیال ہیں۔ مجھے سلسلہ وار ناولز "ٹوٹا ہوا تارا" اور "موم کی محبت" دونوں بہت پسند ہیں۔ سچ پوچھیں تو میں نے آنچل پڑھنا ہی ان دونوں ناولز کی وجہ سے شروع کیا تھا خیر اب تو ایک ایک لفظ پڑھ کر رسالہ ہاتھ سے رکھا جاتا ہے۔ بڑی بے چینی سے رسالے کا انتظار ہوتا ہے اور بس دو دن میں ہی ختم ہو جاتا ہے پھر اگلے شمارے کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ میں اس ماہ کے شمارے پر تو تبصرہ نہیں کر سکتی وہ ابھی ملا ہی نہیں ہے البتہ یہ ضرور کہوں گی آپ کا ڈائجسٹ تمام ڈائجسٹوں میں سے زیادہ پسند ہے مجھے۔ اچھا اب اجازت چاہوں گی شکریہ۔

وجیہہ بادل...... **کھوتہ**۔ السلام علیکم! امید و یقین ہے اور دعا بھی یہی ہے کہ ہر پڑھنے والا فٹ فاٹ ہوگا' بہت دل کر رہا تھا کہ آنچل جیسے مکمل ڈائجسٹ کے لیے مکمل تفصیل سے لکھوں آنچل کے تقریباً یعنی ننانوے فیصد ٹائٹل اچھے ہوتے ہیں' پہلے سرگوشیوں کی طرف آتے ہیں۔ قیصر آراء جی بہت خوب' سرگوشیاں پڑھ کے ہی سوچ لیتے ہیں کہ پہلے کون سی اسٹوری پڑھی جائے سو ویل ڈن۔ حمد و نعت کی تعریف کے لیے جتنے الفاظ لکھنا چاہوں کم ہیں یہ لکھنے والوں کو رب کائنات جزائے خیر دے آمین۔ در جواب آں بیسٹ ہے' سچ مدیرہ آنی آپ اتنے میٹھے لہجے میں جواب دیتی ہیں کہ بس حساب برابر ہو جاتا ہے۔ دانش کدہ مکمل سکون سے بیٹھ کے پڑھتی ہوں ان قیمتی الفاظ کو خوب صورتی سے لکھنے والی شخصیت کو رب العالمین خوب اجر عطا کرے آمین۔ سلسلہ وار ناولز میں نازیہ آپی موسٹ فیورٹ ہیں' یقین جانیں ان کے ناولز پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ٹھنڈے بادلوں کی سیر کراتی ہوں' لو یو آپی۔ آپ کا قلم یوں ہی موتی بکھیرتا رہے اور ہم چنتے رہیں۔ اس کے بعد سمیرا شریف طور کی جانب آتے ہیں' زبردست آپی! آپ کے کرداروں میں مصطفیٰ کا کردار بہت خوب ہے' شہوار کے تو کیا ہی کہنے ہیں' مطلب مجھے اس کے بالوں سے عشق ہے خیر دیکھیں تو نہیں ہیں لیکن ذکر تو بہت ہوتا ہے۔ راحت وفا جی میری دعا ہے کہ آپ یوں ہی وفا کرتی رہیں آنچل کے ساتھ۔ باقی اگر میں سب کے نام لے کر لکھنا شروع کردوں تو میرے خیال میں آنچل کی ردی کی ٹوکری پلک جھپکنے سے پہلے ہی مجھ معصوم کو مطلب میرے لیٹر کو نگل لے گی۔ افسانے' ناولٹ' ناولز سب ہی بیسٹ ہوتے ہیں۔ دوست کا پیغام آئے بہت ہی زبردست سلسلہ ہے اس کے لیے ہما احمد کا شکریہ۔ اب آتے ہیں سب سے خطرناک سلسلے کی جانب جو ہے' ہم سے پوچھیے' نا بابا نا (کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے) بھئی سچ میں میں داد دیتی ہوں ان سب بہنوں کو جو دل بڑا کر کے اس میں شرکت کرتی ہیں خاص کر کے پروین افضل شاہین کو پڑھتی بڑے شوق سے ہوں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیےگا' سب کو سلام' پاکستان زندہ باد۔ اللہ نگہبان۔

صبا شہزادی...... **ساہیوال**۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ سب سے پہلے تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو دل کی گہرائی سے میرا پیار بھرا سلام۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گے' دسمبر کا شمارہ 25 نومبر کو ملا' کیا خوب صورت انداز ہے' اتنا پیارا شمارہ شائع کرنے پر میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو' دسمبر کے شمارے کی طرف آتی ہوں سب سے پہلے اپنی بیسٹ رائٹر اعلیٰ شخصیت کی مالک اور آنچل کی پہچان نزہت جبین ضیاء کا ناولٹ پڑھا بے حد پسند آیا۔ میری طرف سے آپ کو مبارک باد کے تحفائف قبول ہوں' میں آپ کی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور ہر دفعہ سب سے پہلے آپ کی تحریریں ڈھونڈتی ہوں۔ ہر ماہ آپ لکھا کریں پلیز...... افسانوں میں سویرا فلک' ام اقصیٰ' سلمیٰ غزل کے افسانے بے حد پسند آئے۔ نگہت عبداللہ کا ناولٹ پڑھ کر مزہ آ گیا' کیا بات ہے آپی' وری گڈ! نیرنگ خیال کی ترتیب اور انتخاب بے حد پسند آیا۔ نزہت جبین ضیاء' سباس گل' ندیم عباس ڈھکو' ساہیوال' شائستہ جٹ' شاہ عجاز ساہیوال کی شاعری بے حد پسند آئی۔ آخر میں اجازت' اللہ حافظ۔

ثناء ریاض چوہدری...... **بوسال سکھا**۔ پیاری آپی السلام علیکم! کیا حال چال ہیں؟ آئینہ میں تبصرہ کے ساتھ پہلی بار شریک محفل ہوں۔ سب سے پہلے میرا تعارف شائع کرنے پر آنچل کا شکریہ' اب آتے ہیں تبصرے کی طرف' ٹائٹل بس سو...... سو ہی تھا۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا' ماضی کے بارے میں جان کر اچھا لگ رہا ہے' آپی سمیرا اب اتا اور ولید کو ایک کردیں (یہ میرے فیورٹ کردار ہیں)۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" بھی اب تو موسٹ فیورٹ اسٹوری بن گئی ہے۔ ساویز نے پریہان کو رشتے سے انکار کر کے اچھا نہیں کیا تھا اور در مکنون کا دماغ ٹھکانے لگ گیا ہے۔ ناولٹ میں "محبت جیت جاتی ہے" اس کا اینڈ پسند نہیں آیا' آنچل کے باقی سلسلے بھی اچھے ہیں' باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے کیونکہ اسٹڈی کی وجہ سے بہت کم وقت ملتا ہے لیکن وقت پر نکالنا پڑتا ہے اس لیے تفصیلی تبصرہ پھر کبھی سہی...... آنچل کی تمام ٹیم اور آل پاکستان کو نیا سال مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ سال پاکستان کی تاریخ میں روشن ستارہ بن کر ابھرے اور اللہ ہمارے ملک کو دشمنوں کی نظر بد سے محفوظ رکھے آمین' اللہ نگہبان۔

☆ پہلی بار آمد پر خوش آمدید آئندہ بھی اسی طرح شامل رہیے گا۔

جاذبہ عباسی...... **(دیول) مری**۔ پریوں کے دیس کی رانی شہلا جی اور آئینہ پیلس کی تمام پریوں کو ہماری یعنی ملکہ کوہسار بلند و بالا اور مانند جنت خوب صورت کوہ مری کی ننھی سی گڑیا کا آداب اور ساتھ ہی سال نو کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد بھی۔ سال 2014ء کی طرح کچھ کھٹی میٹھی' کچھ تلخ سی' کچھ ہنسا دینے والی اور کچھ رونے پر مجبور کردینے والی یادوں کے ساتھ یہ سال یعنی 2015ء بھی اختتام پذیر ہونے کو ہے اللہ تعالیٰ

نیا سال ہم سب کی زندگیوں کو بہترین سال بنا دے آمین۔ ہر بار کی طرح اس پورے سال میں بھی آنچل نے خوب دھوم مچائے رکھی ہر کہانی' ہر شعر' ہر لائن' ہر لفظ اور ہر نقطہ معیاری کیا بات ہے آنچل کے تمام لکھاریوں کی جو اپنے قلم سے نکلنے والے موتی کی مانند لفظوں کو کسی سحر انگیز تاثر کے ساتھ ایسی مالا میں پروتے ہیں کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ ہر ماہ نت نئے' سبق آموز اور جدا جدا خوب صورت انداز سے لکھے گئے افسانے بہت کچھ سکھا گئے۔ نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کی زندگیوں میں آنے والی بہاروں نے ہمارے من کے گلشن میں بھی خوشی کی خوشبو سے لدے بے شمار گل کھلا دیئے خدائے بزرگ و برتر ان دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم اور ہنستا بستا رکھے آمین۔ بیاض دل اور نیرنگ خیال کے شعرا نے بھی ہر ماہ آنچل کی زینت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا مگر ہمیں اس سال ان دونوں سلسلوں میں ذرا کم ہی جگہ ملی پتا نہیں کیوں؟ سیدہ جیا عباس آپ کی جان جیا ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ یادگار لمحے کو بھی بہترین انداز سے پیش کیا گیا اس میں تو کیا ہی بات تھی۔ پروین افضل کی باتوں کی' پروین جی اللہ تعالیٰ آپ کے پرنس جی کو صحت دے آمین اور ہم سے پوچھئے میں سوالات تو حیران کن ہوتے ہیں مگر داد دینی پڑے گی اپنی شمائلہ جانو کے جوابات کی (ہی ہی) آئینہ کی محفل میں خوب کھرے اور سچے تبصرے ہوتے ہیں جو دل کو بھا جاتے ہیں آنچل کے اوصاف لکھنے بیٹھوں تو الفاظ کم پڑ جائیں گے اور اوراق ختم اس لیے اب یہ ناچیز اور طالب دعا اجازت چاہتی ہے۔

☆ ڈیئر جازبہ سدا خوش رہو تمہارا تبصرہ پڑھ کا اچھا لگا۔ جزاک اللہ۔

نجم انجم اعوان...... **کورنگی' کراچی**۔ السلام علیکم شہلا آپی! سدا سلامت رہو میری طرف سے آپ کو اور تمام آنچل ٹیم کو بہنوں کو سال 2016ء کی مبارک باد ہو پپی نیو ائیر اس نئے سال میں اللہ سب کو خوشیوں سے نواز دے اور ہم سب کی زندگی میں دور دور تک بھی دکھ نہ آئیں اس مرتبہ 26 تاریخ کو آنچل مل گیا' کچھ پڑھا اور کچھ رہ گیا ہے۔ سب سے پہلے ان تمام بہنوں کا شکریہ ادا کروں گی جنہوں نے میری بنی نورین انجم کی حوصلہ افزائی کی ان میں کوثر خالد' ارم کمال' لائبہ میر' ماریہ کنول ماہی' شمائلہ کرن' ہاجرہ ظہور میری بنی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرنے کے لیے بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش و خرم رکھے آمین۔ وثیقہ زمرہ آپ کو بھی بہت سلام دعائیں "ترے عشق نچایا" اور "شب ہجر کی پہلی بارش" عشق میں ناچنے کے بعد ہجر کی پہلی بارش میں بھیگنے لگی باقی آئندہ پڑھ کر بہت غصہ آتا ہے انتظار کی کوفت میں مبتلا ہونا پڑھتا ہے جو کہ مشکل ہے۔ "وہ خود وفا کے سفر میں تھا" بہت ہی اچھی کاوش تھی۔ "میرے فلک کا چاند' محبت جیت جاتی ہے" پسند آئی۔ بیاض دل' سنیاں واقعی زرگر اور تنہا (نامعلوم) کی پسند بھا گئی۔ آپ کا نام تنہا کیوں ہے آنچل کے ہوتے ہوئے خود کو تنہا کہنا تو نادانی ہے' دلکش مریم آپ نے یاد کیا شکریہ۔ یادگار لمحے میں دل کی غذا زبردست تھی' قرآن کی فریاد بھی خوب تھی۔ آئینہ والیوں خوش رہو۔ ہم سے پوچھئے نورین انجم اور ہیر پوج کے سوالات اچھے لگے اور مدیحہ نورین مہک کے سوال بھی زبردست تھے تبصرہ ہو گیا اب آرام سے بیٹھ کر شب ہجر کی پہلی بارش پڑھوں گی' سب کو سلام۔

ایس این...... **کھدر واله**۔ السلام علیکم! کیا حال ہے آپی میں آنچل کی پرانی اور خاموش قاری ہوں آج پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں اور میری تمام کزنز آنچل کی بہت شوقین ہیں اور آنچل کا بڑی بے صبری سے انتظار کرتی ہیں۔ اب تھوڑی سی بات سلسلہ وار ناولز کی ہو جائے "ٹوٹا ہوا تارا" میرا فیورٹ ناول ہے اس میں ہمیں ولی کا کردار بہت پسند ہے پلیز آپی انا کو ولی سے جدا مت کیجیے گا ویسے تو آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہیں لیکن سب سے بیسٹ ناول "جھیل کنارا کنکر" تھا' جسے کبھی نہ بھلا پائیں گے۔

☆ پیاری سسٹر! خوش آمدید۔

اقراء' ماریه...... **نامعلوم**۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی سب سے پہلے تو سب کو ماہنامہ حجاب کی بہت بہت مبارک باد۔ آپی اس دفعہ آنچل ڈائجسٹ تقریباً 26 کو مل گیا' ٹائٹل کچھ خاص نہیں لگا پھر حمد و نعت سے اپنے دلوں کو منور کیا اس کے بعد دوڑ لگائی۔ "ترے عشق نچایا" نگہت عبداللہ جی ویل ڈن بہت اچھا رہا پھر اس کے بعد "ٹوٹا ہوا تارا" بھی بیسٹ تھا۔ باقی کے سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح بہت بہت اچھے تھے' باقی کے ناول اور افسانے ابھی تک وقت کی قلت کی وجہ سے پڑھ نہیں پائے سو اس کے لیے معذرت اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

لبنیٰ شکیله...... **سیالکوٹ**۔ ہماری طرف سے آنچل سے منسلک تمام لوگوں کو محبت بھرا سلام قبول ہو' بہت دفعہ سوچا کہ ایک عدد خط ہم بھی لکھ ہی ڈالیں آپ لوگ بھی کیا یاد کریں گے۔ تو لیجیے جناب ہم نے اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنا ہی دیا اور پکڑ لیا کاغذ قلم اب سمجھ نہیں آ رہا کہاں سے شروع کریں دراصل یاد نہیں آ رہا یہاں سے شروع کریں کیونکہ رسالوں سے عشق کا بیج کب ہماری زمین دل پر بویا گیا کب یہ پروان چڑھا اور کب اتنا تناور درخت بن گیا کہ اس کی شاخیں بہت گہری ہو گئیں اگر ہم چاہیں بھی تو اس کو اکھاڑ کر پھینک نہیں سکتے۔ پہلے تو چھپ چھپا کر اور مانگ کر پڑھا کرتے تھے اور یقین جانیں بڑا مزہ آتا تھا اب تقریباً تو دس سال سے باقاعدہ ہمارے پرچے آتے ہیں ایک دو نہیں پورے چار آنچل' شعاع' کرن اور خواتین کیا کریں چھٹتی نہیں ہے منہ کو یہ کافر لگی ہوئی بس یہی حال ہے۔ بہت سی کہانیاں اور کردار ایسے ہیں جو دل پر گہرے نقوش چھوڑ گئے ہیں تمام کے تمام سلسلے ہی دلکش ہیں۔ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈائجسٹ غلط راہوں کی جانب گامزن کرتے ہیں مگر ہم یہ کہتے ہیں

کہ یہ عقلِ انسانی پر منحصر ہے کہ وہ منفی رخ دیکھتا ہے یا مثبت۔ حجاب کے شائع ہونے پر بہت بہت مبارک باد قبول ہو اللہ کرے وہ بھی آنچل کی طرح دن دگنی ترقی کرے۔ سب کو بہت بہت سلام۔

☆ ڈیئر لبنیٰ! خوش آمدید اور تبصرہ پسند آیا۔

ایس گوہر طور...... ناندلیانوالہ۔ السلام علیکم! آپی شہلا اور آنچل کے پورے اسٹاف کو محبت بھرا اسلام قبول ہو آپی آپ کی محفل میں میں آج پہلی بار آئی ہوں۔ مجھے آنچل بہت پسند ہے ساتویں کلاس میں تھی جب پڑھنا شروع کیا تھا اور آج سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ ہوں' اتنے سالوں میں آپ سے ایک بار بھی ملاقات نہیں ہوئی حالانکہ بہت سے ایسے ناول تھے جن پر میرا دل کیا کہ دل کھول کر تعریف کروں مگر واہ رے ہماری قسمت اور بزدلی کہ آپ کے دروازے پر دستک نہ دی آخر کب تک جی آج ہمت کر دکھائی (کیسا لگا آپی! سچ بتانا)۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی پلیز انا کو تھوڑی سی عقل دے دیں آپ کی عنایت ہوگی۔ یہ دریہ کی بچی اس کو تو اچھا سا سبق سکھاؤ' ہر چیز کی حد ہوتی ہے مگر اس لڑکی میں تو مجھے یہ چیز دور تک نظر نہیں آتی پھر ہم نے دوڑ لگائی اپنی بہت پیاری آپی نازیہ کنول نازی کے ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف آپی الفاظ نہیں جن میں آپ کی تعریف کروں۔ آپ کا ہر لفظ داد طلب ہوتا ہے آپ کا ہر ناول میں نے بہت محبت سے پڑھا ہے اس ناول میں صیام کے ساتھ کچھ بھی برا مت کیجیے گا اور شہزاد کو اس سے تھوڑا سا دور ہی رکھنا' سدید نے یقیناً مر ہی جانا ہے اور عائلہ کو زاویار کے پاس...... (پچی آپی آپ ایسا کریں گی)۔ مجھے خود آرمی سے جنون کی حد تک محبت ہے اس ناول کو لکھنے کے لیے پھر سے شکریہ۔ آنچل سارا ہی پڑھا ہوا ہے ان شاء اللہ اگلی بار سب ناولز اور افسانوں پر تبصرہ کروں گی' ویسے سب نے بہت اچھا لکھا آپی شہلا شکریہ۔

☆ پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

نورین انجم...... کورنگی' کراچی۔ سویٹ آنٹی شہلا آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں امید ہے کہ کونے میں ضرور جگہ عنایت فرمائیں گی۔ آنچل کی تمام ٹیم اور قاری بہنوں کو سلام عرض کرتی ہوں' ہوں تو چھوٹی سی مگر کام بڑے کرنے کی خواہش مند ہوں۔ آنچل میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے' اپنے گھر میں ہر جگہ موجود پاتی ہوں اس میں چھوٹی چھوٹی چیزیں پڑھتی ہوں' عمل بھی کرتی ہوں۔ دسمبر 2015ء کا آنچل ملا تو آئینہ میں نام اپنا ہر جگہ چمکتا ہوا ملا' بہت خوشی ہوئی۔ یادگار لمحے میں لاریب انشال' مدیحہ شفیق کی باتیں پسند آئیں۔ تانیہ مسکان کی "قرآن کی فریاد" نے دل میں جگہ بنائی مگر ہمارے گھر میں ہر روز باقاعدگی سے تلاوت ہوتی ہے' ہم طاقوں میں نہیں سجاتے۔ ہم سے پوچھیے شمائلہ آنٹی آپ نے جگہ دی' جوابات پڑھ کر ہنستی رہتی ہوں۔ ویسے شکریہ کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے' کیوں؟ آنٹی قیصر آرا نے کہا تھا کہ یہ آنچل آپ کا اپنا پرچہ ہے' ہمارا ہی پرچہ ہے نا۔ مگر میری مما کے سوالات نہیں تھے اس لیے تھوڑا دکھ ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل اسی طرح پوری دنیا میں جگمگاتا رہے تمام دوستوں کو سلام اور دعائیں' زندگی رہی تو دوبارہ ضرور حاضری لگاؤں گی' والسلام۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ کیوٹ سی شہلا جی ہمیشہ خوشیوں کے ہنڈولوں میں جھولا جھولیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب قارئین آنچل بہنیں خیریت سے ہوں گی' میری طرف سے سب کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ ٹائٹل اسپارکل ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار تھا مگر خوب تھا۔ سرگوشیاں سے ہوتے ہوئے درجواب آں میں پہنچے مگر بے فائدہ دل افسردہ تو ہوا مگر ناامید نہیں کیونکہ ناامیدی گناہ ہے۔ دانش کدہ میں سلام کے بارے میں سیر حاصل گفتگو سے روح کو سیراب کیا۔ ہمارا آنچل میں نازیہ جہاں دل کو بھائیں' بہنوں کی عدالت میں فاخرہ گل کی خوب صورت گفتگو انسپائر کر گئی۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" "محبت پر سے ایمان ہی اٹھائی جا رہی ہے اس میں کوئی یوٹرن لائیں جب کہ "ٹوٹا ہوا تارا" بہت ہی ڈرامائی موڑ پر ہے مجھے تو شہوار کی بہت فکر ہو رہی ہے' خدا اسے دریہ جیسی خونی چڑیل کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔ جبکہ انا اور ولید دونوں ہی اپنی اپنی انا کے زعم میں اینٹھے ہوئے ہیں۔ "محبت جیت جاتی ہے" ایک خوب صورت اور لازوال تحریر رہی لیکن اینڈ سوگوار کر گیا۔ "ترے عشق نچایا" نگہت عبداللہ کی تحریر کا دوسرا حصہ اے ون جا رہا ہے مگر نشاء کو یا تو انکار کر دینا چاہیے تھا یا پھر اپنے محبوب کے لفظوں کا مان رکھنا چاہیے تھا' بے چارے محسن پر یہ ظلم ٹھیک نہیں جبکہ صبا کا بولڈ اسٹیپ حالات کے موافق تھا کیونکہ میرے خیال میں ایک لڑکی کو محبت سے زیادہ عزت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ "وہ خود فنا کے سفر میں تھا" میں مرد کا ہرجائی پن خون کے آنسو رلا گیا۔ "گوری کرت سنگھار" ایک بہت ہی پاور فل اور سبق آموز تحریر تھی۔ "شناخت" میں بلآخر یان کو اپنی بیٹی پر پیار آ ہی گیا۔ شمارے کی ونڈر فل اور متاثر کن تحریر تھی۔ "رنگ زندگی کے" بیاض دل میں سدرہ سلیمان' سلمیٰ عنایت' اقراء وسیم اور پارس کے اشعار آنکھوں سے گزر کر دل میں سما گئے۔ ڈش مقابلہ موسم سرما کی مناسبت سے سوپ پی کر سرور آ گیا۔ نیرنگ خیال میں نزہت جبیں ضیاء' حمیرا نوشین' شائستہ جٹ' علینہ اشرف اور یاسمین کنول کی شاعری غضب کی تھی۔ یادگار لمحے میں روبی علی' ثمر عباس' لیلیٰ شاہ' ایس گوہر طور اور عقیلہ رضی کی تحریریں اے ون رہیں۔ آئینہ میں مجھ سمیت سب ہی جگمگا رہے تھے۔ ہم سے پوچھیے میں اس دفعہ کچھ کمی سی تھی کیونکہ مابدولت شامل نہیں تھے۔ ہاجرہ ظہور مجھے آپ سے دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ شگفتہ آرزو اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو شفایابی عطا کرے

آمین۔ کوثر خالد آپ کو میرا اسپیشل سلام آپ جس طرح اپنی بیمار ساس کی تیمارداری کرکے ثواب دارین حاصل کررہی ہیں اس کے لیے آپ کو سلیوٹ پیش کرنا چاہیے۔ اچھا اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے ٹیک کیئر اینڈ ہیپی نیو ایئر۔

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ سویٹ شہلا آپی السلام علیکم! اسدا زندگی سے خوشیاں کشید کریں آمین۔ دسمبر کا آنچل نیلم منیر کی تصویر کے سرورق کے ساتھ ملا تو دل خوشی سے جھوم اٹھا کیونکہ نیلم منیر میری پسندیدہ ہیں۔ سرگوشیاں میں آپی نے محترمہ رفعت سراج کے ناول ''چراغ خانہ'' کا بتایا تو اب جنوری کے شمارے کا شدت سے انتظار ہے۔ ''ترے عشق نچایا'' نگہت عبداللہ کا ناولٹ بہترین جارہا ہے جاذب تو دو قسم کا مرد نکلا صبا اور اس کی ماں ثریا کے ساتھ اچھا نہیں ہوا' راحیلہ بیگم تو جو تھیں سو تھیں لیکن سلیم احمد کا خون بھی سفید ہوگیا۔ بہن بھانجی کو تن تنہا نکالتے ہوئے ایک پل کو تو سوچتا ادھر نشاء کے ساتھ بھی کچھ ٹھیک نہیں ہوا لیکن اب نشاء کو محسن کے ساتھ اپنا رویہ ٹھیک کرنا چاہیے آخر کو وہ اس کا شوہر ہے۔ ''میرے فلک کا چاند'' ندا حسنین کی محبتوں سچے جذبوں سے گندھی تحریر نے کئی جگہ اشک بار کیا اور اینڈ میں دل خوش کردیا۔ پاک فوج زندہ باد' میں پاک فوج کو سلام کرتی ہوں' وطن سے ان کے سچے جذبوں کو اللہ سدا سلامت رکھے آمین۔ نادیہ احمد کا ناول ''محبت جیت جاتی ہے'' کافی متاثر کن تھا۔ معید کی وفات کے بعد بیچ میں ایسا لگا کہ سارہ کی شادی اب ڈاکٹر حدید سے ہوجائے گی' شکر ہے ایسا نہیں ہوا۔ ناول کا چارم برقرار رہا اور ابھی باقی ڈائجسٹ اپنی طبیعت کی وجہ سے پڑھ نہیں سکی اس لیے کچھ لکھنے سے قاصر ہوں۔ بیاض دل میں ارم کمال' سامعہ ملک' جویریہ ضیاء' عائشہ پرویز' پروین افضل اور سنیاں زرگر کے اشعار اچھے لگے۔ یادگار لمحے تو سارے کا سارا ہی لاجواب ہوتا ہے۔ آنچل فیملی آنچل اسٹاف اور شہلا آپی سمیت آل پاکستان کو نیا سال مبارک ہو۔ اس اچھی بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ جب بھی دعا مانگو تو ایک دعا یہ ضرور کیا کروائے میرے اللہ میرے وہ تمام گناہ معاف فرمادے جو میری دعاؤں کی قبولیت میں رکاوٹ بنتے ہیں آمین' اللہ حافظ۔

اسماء نور عشا...... بھوج پور۔ السلام علیکم! کیسی ہیں شہلا آپی! امید ہے فٹ فاٹ ہوں گی' اس دفعہ کا آنچل بیسٹ رہا۔ سرورق زبردست' نیلم منیر اپنی خوب صورت اسمائل کے ساتھ دل میں اترتی چلی گئیں۔ قیصر آرا آنی کی سرگوشیاں' بہت مزے سے سنتے ہیں' اتنی مٹھاس ہوتی ہے ان کے الفاظ میں دل چاہتا ہے' بس یہاں ہی قیام کریں۔ سب سے پہلے بات ہوجائے ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی بہت اچھا ناول پلیز اتنا پہلے کم بے وقوفیاں کی ہیں جو مزید کررہی ہو۔ گھر میں سے کسی ایک سے کاشفہ والا راز شیئر کرو' سارے مسئلے حل ہوجائیں گے۔ عباس صاحب اتنا آسان نہیں محبت کو پانا' نازیہ جی آپ کے ناول کی تو کیا ہی بات ہے زبردست' افسانے بیسٹ رہے۔ ''موم کی محبت'' ابھی پڑھا نہیں' تبصرہ ادھار۔ باقی سارے سلسلے بھی اے ون رہے۔ چندا چوہدری اب بہت کم آتی ہیں' پھر بھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ دکھی سی رہتی ہیں یا پھر کسی دکھ سے گزری ہیں زندگی رہی تو پھر ملیں گے اللہ نگہبان۔

طیبہ نذیر...... شادیوال' گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں اور آنچل فرینڈز آپ سب کیسی ہیں؟ آنچل مجھے 24 کو مل گیا تھا' سب سے پہلے حمد ونعت سے مستفیض ہوئے (سبحان اللہ)۔ پھر دانش کدہ میں جھانکا تو مشتاق انکل بہت کام کی باتیں بتا رہے تھے پھر ہم نے لمبا سا جمپ لگایا اور راحت وفا کے پاس پہنچ گئے۔ اسٹوری بے جا طوالت کا شکار ہے پلیز آگے بھی بڑھیے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' سمیرا جی آپ کی اسٹوری بھی سلو جارہی ہے' آگے بڑھیے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کافی اچھے موڑ پر جارہی ہے اسٹوری۔ ''رنگ زندگی کے'' بہت زبردست اور یونیک اسٹوری تھی۔ ''تجھے دیکھوں'' بہت اعلیٰ کیپ اٹ اپ سلمیٰ غزل جی! ''خواہش ناتمام'' ام اقصیٰ کافی تلخ حقیقت سے روشناس کروایا آپ نے۔ ''شناخت'' بڑی معصومانہ اسٹوری تھی کیوٹ سی۔ ''گمان کا سفر'' بہت سبق آموز آپ سب کا تبصرہ جاندار تھا۔ بختاور ناز میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں بھائیوں کو اولاد جیسی نعمت سے نوازیں' پروین افضل جی اللہ آپ پر بھی کرم فرمائیں اور آپ بھی ماں جیسے عظیم رشتے پر فائز ہوجائیں (آمین)۔ ارم کمال جی بیٹی کی شادی کی مبارک باد' اللہ آپ کی بیٹی پر اور اس دنیا میں رہنے والی تمام بیٹیوں' بہنوں پر اپنی رحمت کی چھما چھم خوشیوں کی برسات برسائے سب اپنے اپنے گھروں میں شاد وآباد رہیں آمین۔ یادگار لمحے سباس گل' عقیلہ رضی' پاکیزہ علی' لائبہ میر' ثانیہ مسکان' نادیہ گل نادی آپ سب نے لمحوں کو یادگار بنادیا۔ نیرنگ خیال نزہت جبین' مدیحہ نورین' ندیم عباس' سباس گل آپ سب نے بہت پیارا لکھا۔ بیوٹی گائیڈ میں فاریہ بتول بڑی اچھی باتیں بتائیں آپ نے اور کے میری دعا ہے' مجھ سمیت آنچل سے وابستہ لوگوں کا نیا سال بہت کامیاب ہو اور خوشیوں سے بھرپور ہو آمین' اللہ حافظ۔

سدرہ احسان...... سمبڑیال۔ السلام علیکم شہلا آپی کیا حال ہیں آپ کے؟ پہلے تو مجھے بہت پیار سے آئینہ خانے میں خوش آمدید کہیے۔ پہلی بار جو شرکت فرمارہی ہوں اب کیا کہوں آنچل ہی بہت لیٹ ملتا ہے۔ اب آتی ہوں آنچل کی طرف ہمیشہ کی طرح لیٹ ملا' ملتے ہی کھانے پینے یہاں تک کہ اردگرد کا ہوش نہیں رہتا اور آنچل میں گم' دوڑ لگاتی ہوں ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف' سمیرا آپی بہت اچھا لکھتی ہیں آپ' باقی رائٹرز بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں اور پتا ہے آپ کی لکھی ہوئی تحریریں پڑھ کر دل میں بے اختیار یہ خواہش ابھرتی ہے کہ کاش میں بھی ایسا لکھوں۔ حرا

قریشی یار! آپ اتنے مشکل لفظ میرا مطلب اتنی مشکل اردو کیسے لکھ لیتی ہیں۔ اردو کم فارسی زیادہ لگتی ہے۔ شکر ہے میں نے بی اے میں فارسی پڑھ لی ورنہ تو میں معانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے...... خیر میں مذاق کررہی تھی حرا آپی! ڈونٹ مائنڈ پلیز' شمائلہ آپی کے جٹ پٹے جواب اور آنچل فرینڈز کے سوالوں کا مزہ ہی انوکھا ہے' جنوری کے شمارے میں اپنا نام پڑھ کرہی فروری میں انٹری دوں گی' تب تک کے لیے گڈ بائے' اللہ نگہبان۔

☆ڈیئر سدرہ! خوش آمدید۔

منزہ عطا...... کوٹ اذو۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی سدا خوش رہیں' آمین۔ امید ہے آپ خوش باش اور فٹ فاٹ ہوں گی' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے' آمین۔ آخر کار آنچل نے مجبور کر ہی دیا میں پچھلے سات سال سے آنچل کو پڑھ رہی ہوں' آنچل تو میری جان ہے آنچل کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے' سمیرا شریف اور نازیہ کنول نازی میری فیورٹ رائٹر ہیں۔ یہ میرا آنچل میں پہلا خط ہے' ابھی اتنا کافی ہے' اللہ حافظ۔

☆ڈیئر منزہ! خوش آمدید آئندہ تفصیلی تبصرے کا انتظار رہے گا۔

ندا رشید گھمن...... ستیانہ بنگلہ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آپی کیا رائٹر چنی ہے آپ نے' سمیرا شریف اور نازیہ کنول ہائے اس کو تو سلیوٹ کرنا چاہیے۔ شب ہجر کی پہلی بارش" کیا اسٹوری ہے' مجھے تو الفاظ ہی نہیں مل رہے' بس یہی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آنچل کے رائٹرز کو ترقی دے اور ڈھیر ساری خوشیاں دے' آمین' اللہ حافظ۔

میمونہ ذوالفقار...... خانیوال۔ السلام علیکم میں کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں جبکہ قاری میں پچھلے آٹھ سال سے ہوں آنچل کیونکہ مجھے میری دوست کے توسط سے ملتا ہے اس لیے ہمیشہ لیٹ ملتا ہے کیونکہ وہ پہلے خود پڑھ کر مجھے دیتی ہے نا۔ اس لیے کہانیوں پر تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں لیکن میں آنچل پر مجموعی طور پر تبصرہ کرنا چاہتی ہوں۔ حمد ونعت تو ہمیشہ ہی چن کردی جاتی ہے اور جہاں تک آنچل کی رائٹرز کا تعلق ہے ان کی تعریف میں تو پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ نازی آپی کی اسٹوریز ہمیشہ میری طبیعت کے مطابق دکھی سی ہوتی ہیں اس لیے مجھے بہت اچھی لگتی ہے اور نازی جی آپ کو شادی مبارک ہو' دعائیں اور عشنا کوثر سردار ہر بار پتا نہیں کیسے لکھ لیتی ہیں' اتنی مشکل اردو لیکن آج کل پتا نہیں کیوں نظر نہیں آتیں؟ فاخرہ گل خاص طور پر بہنوں کی عدالت میں آپ کے جوابات مجھے بہت پسند آئے اور باقی تمام سلسلے آنچل کا سنگھار ہیں جن کے بغیر آنچل کی خوب صورتی ادھوری ہے' اللہ حافظ۔

☆ڈیئر میمونہ! خوش آمدید۔

عابدہ خالدہ سعدیہ...... سرگودھا۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ الحمد للہ' ہم تو فٹ فاٹ ہیں حسب روایت ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمیں آنچل بہت پسند ہے اینڈ آنچل کی رائٹرز کے تو کیا ہی کہنے۔ نازیہ کنول نازی اینڈ سمیرا شریف طور آپ دونوں کو نکاح مبارک ویسے آپ دونوں بائے نیچر ایک جیسی لگتی ہیں اور مل کر شادی کے بندھن میں بندھی۔ نازیہ جی آپ نے تو "برف کے آنسو" میں زعیم کو پورٹریٹ کردیا لیکن ہیرو عائزہ کا بنادیا اینڈ سمیرا شریف صاحبہ آپ کے سلطان کو سمعان احمد ہی بولیں گے۔ ام مریم آپ تو سچ میں کنارہ کش ہوگئیں پلیز واپس آجائیں۔ اب بات ہوجائے سلسلہ وار کہانیوں کی' سمیرا شریف' ہم اپنے بچپن سے ڈائجسٹ پڑھ رہے ہیں اب تو کہانی شروع کرتے ہیں اینڈ ذہن میں گھومنے لگتا ہے لیکن "ٹوٹا ہوا تارا" میں' ہم اندازہ نہیں لگا سکے کہ اصل تارہ ہے کون؟ مجھے لگتا ہے تابندہ اور رابعہ کے ماموں کے فیضان کا کوئی آپس میں رشتہ ہے اینڈ ولید روشی وغیرہ کا تعلق بابا جان سے ہے' بہرحال دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ "موم کی محبت" الجھتی ہی جارہی ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" نازیہ جی نام ہی کافی ہے۔ عاصمہ اقبال نے تو آخر نازیہ جیت ہی لی (ہمارے خیال میں) اینڈ دوسری کہانیوں پر تبصرہ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو بہت زیادہ ترقیاں دے اور ہمیں ایمان کی دولت نصیب فرمائے' آمین۔ اچھا اب اجازت چاہتے ہیں' اللہ حافظ اینڈ ہمیشہ خوش رہیں۔

عقبیٰ اینڈ ثانیہ...... گوجر خان۔ سلام مسنون عزیزم قارئین! آنچل ہمیشہ کی طرح بروقت ملا اور پرفیکٹ بھی۔ تمام سلسلے زبردست تھے' سمیرا آپی آپ کیا کررہی ہیں بے چارے ولی کے ساتھ۔ شکر ہے اناں نے شہوار کو سب بتادیا' اس یہ کام بہت پہلے کرنا چاہیے تھا۔ امید ہے اس کی مشکلات اب کم ہوں گی' رابعہ کے ماموں فیضان ہی شہوار کے والد ہوں گے۔ راحت آپی اب عارض اور زیبا کو ایک دوسرے کے سامنے لے ہی آئیں اور پلیز سنجنا کو عارض کی ہیروئن مت بنائیے گا۔ نازی آپی پلیز اتنے کردار کافی ہیں سب کچھ گڈمڈ ہوجائے گا۔ ام مریم کب وارد ہورہی ہیں نئے ناول کے ساتھ اور عشنا آپی بھی۔ ناولٹ اور افسانے بھی جاندار تھے۔ ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آنی نے کرارے جوابات سے استقبال کیا جویا دگار لمحے تھا۔ باقی تمام آنچل بھی سیٹ تھا' سانحہ آرمی پبلک اسکول کے شہداء کو سلام۔ اللہ پیارے پاکستان میں امن وامان قائم رکھے' آمین' اللہ حافظ۔

فریدہ فری...... لاہور۔ السلام علیکم شہلا جی! دسمبر کا آنچل دل فریب ٹائٹل کے ساتھ ملا ہم آنچل کے بہت پرانے قاری اور لکھنے والوں میں سے ہیں اس کے ناول اور افسانے بہت ہی معیاری اور منفرد ہوتے ہیں اس مرتبہ بھی سب کے افسانے ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ "عہد' گوری کرت سنگھار' گمان کا سفر' تجھے دیکھوں' شناخت" نزہت جبین کا ناولٹ "وہ خود فنا کے سفر میں تھا" بہترین لگا۔ نزہت جی آپ کو بے حد سلام اور دعا آج کل بے حد بیمار ہوں' تمام بہنیں دعا کریں میری صحت کے لیے' شکریہ۔ پروین افضل شاہین اللہ تعالیٰ پرنس افضل کو صحت کاملہ عطا کرے میں ہر نماز میں ان کے لیے خصوصی دعا کرتی ہوں وہ تو میرا بے حد پیارا بھائی ہے اور آپ بے حد پیاری سی بھابی۔ میں نے آنچل میں آپ کے نام پیغام بھی بھیجا تھا مگر شائع نہیں ہوا۔ سب کو دعا اور سلام۔ اب تو ہم نے آنچل کے ساتھ ساتھ حجاب بھی پڑھ لیا ہے کیا بات ہے حجاب کی۔ آنچل اور حجاب اب تو دو رسالے ایک ساتھ پڑھنے کو ملیں گے۔

☆ اللہ رب العزت آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔

مدیحہ شفیع مدو...... بورے والا۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ اینڈ آنچل مدیرہ اور اسٹاف کو میری طرف سے حجاب کے منظر عام پر آنے کے لیے دلی مبارک باد۔ حسب عادت سرگوشیاں سے ہوتے ہوئے حمد و نعت سے مستفید ہوئے جو ہر بار کی طرح دل میں اترتی چلی گئیں۔ اس کے بعد قیصر آراء آنی کی در جواب آں میں جھانکا جہاں اپنا نام نہ پا کر مایوسی ہوئی وہیں نازیہ کنول نازی کے والد صاحب کی علالت کے بارے میں جان کر پیاری سی رائٹرز کی محبت میں بے ساختہ ان کے والد صاب کا سایہ ہمیشہ ان پر قائم رہنے کی دعا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے صحت یاب ہونے کی دعا کی اور سیما بنت عاصم جی آپ اپنے تمام بچوں سے یکساں محبت کرتی ہیں جان کر خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تمام والدین کو اپنے بچوں سے انصاف و یکساں محبت کرنے کا شعور پیدا کردے تو کیا ہی بات ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ "پریت نگر کا شہزادہ" کتابی صورت آنے پر مبارک باد قبول کیجیے اس کے بعد فاخرہ گل جی کی بہنوں کی عدالت میں دیکھ کر ایک بار پھر خوشی ہوئی۔ فاخرہ جی میں آپ سے ضرور سوال کرتی لیکن میرے مائنڈ میں جو آپ کے حوالے سے کچھ سوالیہ نشان تھے وہ بہنوں کی عدالت میں میری آنچل سے وابستہ بہنوں نے کرلیے' مجھے اچھا لگا آپ کا شفاف دل۔ اب آتے ہیں ناولز کی طرف سب سے پہلے دوڑ لگائی اپنی موسٹ فیورٹ رائٹرز سمیرا شریف طور کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرف۔ سمیرا جی آپ بہت اچھے انداز تحریر میں ماضی سے پردہ ہٹا رہی ہیں' گڈ اینڈ گڈ لوکنگ۔ انا کو ولید کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔ مجھے پتا ہے افشاں ہی حال کی تابندہ ہے لیکن پلیز ان سب ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑ دیجیے گا' اس کے بعد چھلانگ لگائی "موم کی محبت" پر راحت وفا جی اگر عارض ہی زیبا کا مجرم ہے تو پلیز اس کو اتنا ذلیل کروایئے گا صفدر سے کہ ہمارا بھی دل خوش ہو جائے اور اسے شرمین جیسی لڑکی کے ساتھ تو بالکل بھی مت کیجیے گا اینڈ بوبی کو پھر آپ نے یہاں سے غائب کردیا لیکن اب تو بوبی کی چھوٹی سوچ پر بھی غصہ آنے لگتا ہے لیکن وہ بے چاری بھی کیا کرے' اذان تو خود دو تین سالوں میں ہی اس کے قد جتنا نظر آنے لگا' ہاہاہا اینڈ نازیہ کنول نازی جی "شب ہجر کی پہلی بارش" اسٹوری اچھی جارہی ہے لیکن پلیز زاویار کو ناول سے غائب آئندہ مت کیجیے گا' اچھا لگتا ہے جب دل ہی دل میں عائلہ سے جیلس ہوتا ہے اینڈ پر ہیان کو اتنا پریشان مت کیا کریں اچھے دل کی لڑکی ہے اینڈ در مکنون کو بھی صیام کے ساتھ اچھا کردیں ورنہ (چلو ابھی معاف کیا)۔ مکمل ناول نادیہ احمد "محبت جیت جاتی ہے" زبردست' اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں' بہت اچھا انداز تحریر تھا' ویل ڈن۔ "رنگ زندگی کے" عنبرین ولی کی حقیقت پر مبنی تحریر دل میں گھر کرگئی۔ ارمغان کے دکھ میں ہم برابر کے شریک تھے اور خوشی میں خوشی ہوئی' اچھا اینڈ تھا۔ نگہت عبداللہ جی آپ کا تو نام ہی کافی ہے۔ "ترے عشق جایا" کیا ہی بات ہے' بہت پاورفل اسٹوری ہے' اسٹرونگ کردار بہت اچھے' جی چاہتا ہے آپ کے ہاتھ چوم لوں جن سے آپ نے قلم تھام کر موتی صفحہ قرطاس پر بکھیرنے شروع کیے۔ لفظوں کا چناؤ اتنا خوب صورت انداز تحریر ہر بار کی طرح آپ کی تحریر صدیوں تک یاد رہے گی لیکن پلیز صبا کو جاذب کے ساتھ تو ہرگز مت کریئے گا۔ اس سے زیادہ نفرت تو مجھے کسی سے بھی فیل نہیں ہوتی جتنی جاذب کی طرف سے بھیگی بلی بن کر خاموش رہنے پر جب صبا کی سائیڈ میں ایک لفظ نہیں بول سکا' اپنی ماں کے سامنے تو دل چاہا ایک گھونسہ مار کر اس کا منہ توڑ دوں اینڈ باقی ناولٹ بھی بہت اچھے تھے۔ مریم معصومیت میں دلفریب لگی' باقی سارے آنچل نے ہی دل موہ لیا۔ او کے جی اللہ تعالیٰ کی امان میں رہیے اینڈ اللہ حافظ۔

مہوش کلی...... بورے والا۔ شہلا آپی کیسی ہیں آپ اینڈ تمام اسٹاف کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں' ٹائٹل بہت پیارا لگا۔ نگہت عبداللہ "ترے عشق نچایا" بہت اچھی اسٹوری ہے' صبا میرا فیورٹ کردار ہے محسن' احسن اور نشاء بھی پلیز آپی محسن اور نشاء کو الگ مت کیجیے گا احسن کو ڈاکٹر ثانیہ سے ملا دیجیے گا۔ جاذب بہت برا لگتا ہے' اسے قطعی صبا سے مت ملایئے گا۔ یہ صبا جیسی پیاری لڑکی کے قابل ہی نہیں ہے' کیوٹ اور بھولی بھالی سی مریم بھی بہت پیاری لگی۔ میری موسٹ فیورٹ رائٹر سمیرا شریف طور "ٹوٹا ہوا تارا" بہت اچھا جارہا ہے' مجھے لگتا ہے انا تابندہ یعنی افشاں کی بیٹی ہے' پلیز آنٹی سسپنس ختم کریں پلیز آنٹی عارض کو چاہے جو بھی سزا دیں مگر آخر میں اسے شرمین

سے ملادیجیے گا۔ صفدر اور زیبا کا تو ملن پکا ہے۔ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' نازیہ کنول نازی کیا کہنے آپ کے۔ آپی جب ناول نے نیا موڑ بدلا تب تبصرہ کروں گی ویسے ناول بہت اچھے طریقے سے خراماں خراماں آگے بڑھ رہا ہے' پلیز آپی ناول اتنا لمبا مت کیجیے گا کہانی کا چارم ختم ہوجائے۔ پری اور زاویار کے کردار پر زیادہ لکھا کریں' پلیز۔ ''محبت جیت جاتی ہے'' نادیہ احمد کا پہلا ناول آنچل میں بہت اچھا لگا۔ ''رنگ زندگی کے'' عنبرین ولی کا ناول بھی بیسٹ لگا۔ ''وہ خود فنا کے سفر میں تھا'' نزہت جبین ضیاء کا ناولٹ بھی بس ٹھیک ہی لگا۔ اس میں بھی مسٹر جاذب حد سے زیادہ زہر لگتے آخر میں نمرہ کے ساتھ اچھا نہیں ہوا۔ ''میرے فلک کا چاند'' ندا حسنین شروع سے اینڈ تک بہت پرفیکٹ رہا۔ افسانوں میں شناخت پہلے نمبر پر رہا' باقی تمام افسانے بھی ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ باقی تمام سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح اچھے جارہے ہیں' بیاض دل میں اپنا شعر دیکھ کر میں خوش ہوگئی ہاہاہا۔ بہنوں کی عدالت میں فاخرہ گل جی بہت اچھے طریقے سے سب کے جوابات دے رہی ہیں' میرے پاس ابھی فی الحال ٹائم نہیں ہے ورنہ میں بھی فاخرہ جی سے ایسے سوال کرتی جو ابھی تک تو کسی نے نہیں کیے۔ آہم...... گویا ہمیشہ کی طرح پورا آنچل ہی بیسٹ لگا' آپی پلیز مریم عزیز اور نبیلہ عزیز سے بھی کوئی ناول لکھوائیں دونوں میری فیورٹ ہیں ویسے دنیا کی ہر ایک رائٹر ہی میری فیورٹ ہے' او کے جی اللہ حافظ زندگی رہی تو آئندہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ شرکت کروں گی۔

☆ پہلی شرکت پر خوش آمدید۔

سمیہ کنول...... بھیر کنڈ' مانسہرہ۔ السلام علیکم! ننھے منے' چھوٹے بڑے سب کو سمیہ کنول تھری اسٹار گروپ کی طرف سے پیار بھرا مسکراہٹ بھرا اسلام قبول ہو' کیسے ہو آپ سب لوگ یقیناً ہنستے مسکراتے (میری بات پر جو عمل کرلیا ہے)۔ آنچل کے تمام اسٹاف سے میری پکی ناراضگی بھئی اتنی مشکل سے ہم اتنی اچھی اچھی باتیں لکھ کر بھیجتے ہیں پر نہ جی آپ شائع ہی نہیں کرتے اتنا لمبا خط لکھا وہ بھی کاٹ کاٹ کے شائع کیا (ہم پر اتنا ظلم) اینی وے ہم ناراض (پکے والے)۔ آنچل 27 کو مل گیا اور 28 تک سارا پڑھ لیا۔ سب سے پہلے آنچل میں آنچل ہی ڈھونڈتے رہ گئے پر نہ جی شاید آنچل گم ہوگیا تھا۔ سب سے پہلے مکمل ناول ''زندگی رنگ کے'' پڑھا' عنبرین آپی ویل ڈن' آپ نے بہت ہی زبردست لکھا (ہم کو پہچانا؟) ہم وہی ہیں آپی جن کے گھر آپ آئی تھیں آپ ہمیں بھول گئیں پر ہم آپ کو نہیں بھولے۔ شاہدہ کرن' مشی' کنندہ سب آپ کو اتنا اچھا ناول لکھنے پر مبارک باد دے رہی ہیں۔ ''ترے عشق نچایا'' (نگہت عبداللہ) واؤ جی زبردست۔ ''موم کی محبت'' بس کریں نا آپی اور تجسس میں نہ ڈالیں آنچل کا موسٹ فیورٹ ناول ''رنگ زندگی کے'' تھا۔ تعارف میں نادیہ جہاں کا تعارف اچھا لگا اور عائشہ پرویز کا اے دسمبر بیاض دل میں بہت اچھا لگا۔ نیرنگ خیال میں آل از بیسٹ اور آپ کو کچھ نہیں کہنا (ناراض جو ہیں)۔ ہمیشہ خوش رہیں آباد رہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں پاکستان زندہ باد۔

سعدیہ عظیم...... بھاولپور۔ ای میل۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ' کیا حال ہے؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گی۔ آنچل میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے اور یہ بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ مطلب لیٹ ہوجاتا ہے اس بار 23 کو ملا تھا اور سب سے پہلے پورے ڈائجسٹ کا جائزہ لیا پھر اپنی کوئی تحریر دیکھنے کی کوشش کی جو ناممکن رہی کیونکہ شائع نہیں ہوئی۔ پھر ''شب ہجر کی پہلی بارش'' دیکھا اور پڑھا پھر ''ترے عشق نچایا'' پڑھا جو زبردست رہا۔ امید ہے ان کا اینڈ بھی بہت اچھا ہوگا اور ہاں نزہت بھی بہت اچھا لکھتی ہیں اس بار ابھی ان کا ناول نہیں پڑھا کیونکہ ٹائم نہیں ملا۔ ایک اچھی خبر آپ لوگوں سے شیئر کرنا چاہوں گی وہ یہ کہ جنوری میں ہماری فیملی عمرہ کے لیے جارہی ہے' اللہ کی طرف سے ہمارے لیے بہت بڑا تحفہ ہے' اور آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ ہمارے لیے دعا کیجیے گا کہ ہم بخیریت آجائیں۔

☆ سعدیہ اللہ رب العزت آپ کے عمرہ ادائیگی کی اپنی بارگارہ میں قبول فرمائے اور ہوسکے تو ہم سب کو بھی اپنی عبادات اور دعاؤں میں یاد رکھیں گا۔

نائمہ خان...... ای میل۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں آپی آپ کے؟ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں' نازیہ آپی کا ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' بہت اچھا جارہا ہے۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اس نئے سال کو ہم سب کے لیے رحمت و برکت اور خوشی کا سال مقرر فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ملک پاکستان کو امن کا گہوارہ بنائے' ساتھ ہی ترقی کی جانب گامزن کرے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

حریم زہرا......کراچی

س: آپی پہلی بار آئی ہوں میرے لیے جگہ ہے نا؟

ج: خود ہی دیکھ لو مل جائے تو......

س: آپی میں بڑی خوش ہوں وجہ بتایئے؟

ج: امی نے منگنی کی خوش خبری سنائی ہوگی۔

س: آپی یہ گرمی اور لوڈشیڈنگ کب ختم ہوگی؟

ج: شاید تمہاری کی شادی کے بعد......

س: آپی آپ کب خوش ہوتی ہے؟

ج: جب اللہ راضی ہوتا ہے۔

عینی طارق......اسلام آباد

س: کیا آپ تمام قاری بہنوں کے سوالوں کے جواب دیتی ہیں؟

ج: نہیں تو کس نے بتایا تم کو۔

س: اگر آپ یہ بتادیں کہ میری عمر کتنی ہے تو میری زندگی کے اب تک کے جیے ہوئے پورے 16 سال آپ کے نام؟

ج: اف آخر کردی نا سرداروں والی بات۔

س: آپ کو اپنی کون سی فین سب سے زیادہ پسند ہے؟

ج: شمائلہ......ہی ہی ہی......

نشاط کامران......کراچی

س: اپیا جانی پہلی دفعہ آپ کی محفل میں آئی ہوں ویلکم کریں گی؟

ج: ویل کم۔

س: اپیا اگر ہر یونیورسٹی میں موبائل فون پر پابندی ہوتی تو؟

ج: تو آج تم جیسے سب نکمے کام کے ہوتے۔

س: اپیا اگر کنٹرولر آفیسر بغیر امتحانات کے ڈگریاں دینا شروع کردیں تو؟

ج: تو اور کیا ہو رہا ہے آج کل ملک میں۔

س: اپیا میری وین آگئی ہے اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: وین والے ذرا خیال سے لے کر جانا۔

ملیحہ طارق......اسلام آباد

س: دولت اور محبت میں کیا فرق ہے؟

ج: دولت اور محبت کا۔

س: وہ جان ہے مگر انجان ہے؟

ج: انجان ہی رہیں تو اچھا ہے ان کے لیے۔

س: اپنی کزنز زندگی کو کیا گفٹ دوں؟

ج: گفٹ اور کیا پاگل۔

عروج......کراچی

س: آنی مجھے آنچل سے نئے دوست ملے آپ کو کیسا لگا؟

ج: اچھا مل گئے چلو شکر ادا کرو۔

س: آنی جب اپنا بہت سگا رشتہ دکھ دے تو؟

ج: تو غیروں سے محتاط رہیں۔

س: آنی جی آپ کی شاہ سوچ سوچ کر پاگل ہوجائے گی کچھ کریں۔

ج: پہلے پاگل خانے سے رجوع کرو کہ وہاں جگہ بھی خالی ہے کہ نہیں۔

س: ہم مر رہے ہیں اے بے خبر! افسوس تجھے خبر نہ ہوئی؟

ج: تو ایک ایس ایم ایس ہی کردو اس کو۔

ظل ہما......کراچی

س: کافی عرصے بعد محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیا جگہ ملے گی؟

ج: تلاش کرلوں اگر مل جائے۔

س: یہ تو بتائیں ذرا مجھے یاد کیا یا نہیں اور دوبارہ حاضری کیسی لگی؟

ج: حاضری اچھی لگی اور یاد......

صنم شاہ عرف سنی......دربار حضرت پیر عبدالرحمان

س: شمائلہ آپی میں آپ سے ناراض ہوں؟
ج: اچھا چلو ٹھیک ہے پھر......
س: آپی ایک بات بتاؤ یہ آنچل سبھی کا اپنا ہے لیکن مجھے یہ اپنا نہیں لگتا جب میرا خط شائع ہی نہیں کرتے؟
ج: اور جب کرتا ہے تو کیسا لگتا ہے تب۔
س: آپی مجھے ایک لڑکی سے پیار ہو گیا ہے لیکن وہ مجھے نظرانداز کر رہی ہے اب بتاؤ میں کیا کروں؟
ج: وہی جو وہ کر رہی ہے۔
س: اچھا آپی اگر آپ تنگ ہو رہی ہیں تو میں جا رہی ہوں پھر آنے کے لیے۔
ج: اللہ حافظ اور ہاں خیال سے جانا کہیں......

رخسانہ اقبال......خوشاب

س: آپی آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ملے گی؟
ج: ہاں ہاں کیوں نہیں آؤ ذرا اپنی عینک لگا ڈھونڈ لو۔
س: آپی زیادہ تر بے وفائی کون کرتا ہے لڑکیاں یا لڑکے؟
ج: دونوں برابر۔
س: آپی کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟
ج: سوچ لو اچھی طرح پھر سے کہیں......
س: آپی اچھی سی دعا دیں کہ میں بھی ایک اچھی رائٹر بن سکوں؟ کیا میں پھر آ سکتی ہوں۔
ج: آمین ہاں کیوں نہیں پر ذرا اچھی طرح سوچ کر۔

شازیہ نورین......گوجرہ

س: بڑے دنوں بعد حاضر ہوئی ہوں۔ آپ کی یاد میں آپ نے تو نہ ملنے کی قسم کھائی تھی سوچا خود ہی جا کر ملاقات کرآؤں بتایئے اچھی اپیا کیا حال ہے؟
ج: تمہاری دعا ہے اللہ کا کرم تھا اور تمہارے آنے کے بعد کا پتا نہیں۔
س: اپیا اس دور میں مجھے لگتا ہے چیزیں تو مہنگی ہو گئی ہیں مگر انسان خود کو سستا کر بیٹھا ہے کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟
ج: ابھی تو کچھ سوچا ہی نہیں۔
س: اگر بن بلائے مہمان سے کوئی اکتا جائے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: وہی جو تم کو دیکھ کر اکثر میزبان کرتے ہیں۔
س: آخر ایسا کیوں ہے لڑکیاں اپنا پیپر سارا کرتی ہیں باہر آ کر کہتی ہیں کہ ہم نے تو کچھ لکھا ہی نہیں۔ لیکن رزلٹ والے دن ان کے ہائی مارکس ہوتے ہیں؟
ج: اچھا تجربہ ہے اس پر ایک کتاب لکھ ہی ڈالو جلدی سے شاباش۔
س: بڑے دن ہو گئے ہیں آپ سے دعا لیے ہوئے کوئی اچھی سی دعا دے کر رخصت کریں؟
ج: سدا سکھی رہو ان کے ساتھ بھی اور......

اشنہ غفار......کراچی

س: آپی آپ کی محفل میں ایک مرتبہ پھر شرکت کر رہی ہوں جگہ دیں گی یا دھکا دے کر باہر نکال دیں گی؟
ج: لفظ دھکا ہماری لغت میں نہیں ہے ہاں پر......
س: آپ اپنے بالوں پر کیا لگاتی ہیں اتنے لمبے اور سلکی ہیں ذرا ہمیں بھی بتا دیں؟
ج: یہ راز ہے ایک بتانا ممکن نہیں۔
س: آپی آپ نے اتنے الٹے سیدھے سوالوں کے جوابوں کی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ کیونکہ ہم بھی حاضر دماغ بننا چاہتے ہیں؟
ج: ارے آپ کی یادداشت کو کیا ہوا ہم نے تو تم سے ہی تو......

ہانیہ خان......سعودیہ

س: آپ کے نام کبوتر کو پیغام دے کر بھیجا تھا ملا کہ نہیں؟
ج: سنا ہے کہ کبوتر کو انڈیا والوں نے......
س: آپی سر شام ہی وہ گھوں گھوں کرتا آتا ہے بوجھو تو کون؟
ج: اس میں بوجھنے والی کون سی بات ہے۔ بس ایک ہی تو......

س: زندگی کے سفر کی ٹرین چھوٹ جائے تو پھر؟
ج: ہوائی جہاز میں سفر کریں۔
س: لاکھ کوششوں کے باوجود وہ بھولتا ہی نہیں بھلا کیوں؟
ج: اُدھار جو دینا ہے تم نے۔
اریبہ منہاج...... ملیر کراچی
س: جن کے بچھڑنے سے زندگی ویران ہو جائے ہمیشہ وہی اپنے دور کیوں ہو جاتے ہیں؟
ج: تو الٹی لگا کار کھا کرونا۔
س: شمائلہ آپی اچھے لوگ ہم سے جلد بچھڑ کیوں جاتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ وہ اللہ کو زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔
س: آپی لوگ خلوص کو ٹھکراتے کیوں ہیں۔
ج: اچھا خلوص کو کیسے ٹھکراتے ہے بھلا بتاؤ تو صحیح۔
س: آپی غریبوں کی قدر کیوں نہیں ہوتی؟
ج: یہ کس نے کہا تم سے کہ ان کی قدر نہیں ہوتی ان کی قدر اللہ کے نزدیک بہت ہے۔
س: آپی زندگی کیا ہے؟
ج: زندگی ایک حسین خواب۔
فرخندہ نورین...... خانیوال سٹی
س: مابدولت پھر تشریف فرما ہیں خوش آمدید کہیں گی یا......؟
ج: ہاں یا ہی......
س: دل چاہتا ہے وہی فرصت کہ رات دن مگر؟
ج: پر تمہارے وہ۔
س: ہم ملنا چاہیں ان سے لیکن پھر سوچتے کہیں وہ؟
ج: کہیں وہ؟
س: اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں اور بیوقوف کو؟
ج: بیوقوف بس تم۔
س: ہم آپ کے ہیں اور آپ؟
ج: ہم تو بس اپنے......
آنچل محمود...... کراچی

س: آپی جی اپنے غیر اور غیر اپنے کیوں ہو گئے ہیں؟
ج: اس اپنوں کو ہم نے خود نے ہی غیر کیا ہے۔
س: آپی جی لوڈ شیڈنگ کب ختم ہوگی ذرا پتا کر کے بتائے؟
ج: خبریں دینے والوں کو دیکھتی نہیں ہو وہ سو رہے ہوتے ہیں۔
س: کسی کی محبت کو آزمانے کا کوئی طریقہ بتائیں اب یہ مت کہیے گا کہ محبت آزمائی نہیں جاتی۔
ج: دوسرے کو آزمانے سے پہلے خود کو آزما لو ایک بار بس۔
س: زندگی کبھی کبھی رکی ہوئی کیوں محسوس ہوتی ہے؟
ج: اچھا کس پلیٹ فارم پر بھلا۔
س: اب اجازت دیں زندگی رہی تو پھر ملوں گی؟
ج: اُف پھر بھی ملوں گی۔
حنا کامرن...... چیچہ وطنی
س: آپ انسان میں پہلی ملاقات میں کیا نوٹ کرتی ہیں؟
ج: اچھا...... پہلی ملاقات میں نوٹ ملتے ہیں؟
س: عورت کی سب سے اچھی خوبی کیا ہوتی ہے؟
ج: آج کل تو سب کچھ ہی برانڈڈ ہی......
س: اب کتنے عرصے بعد آؤں؟
ج: کیوں کیا ضروری ہے۔
مومل شاہ...... لاہور
س: شمی جی! اس ماہ میری سالگرہ ہے تو کیا گفٹ دے رہی ہیں مجھے؟
ج: نام سے تو مسلمان ہو مگر کام عیسائیوں والے توبہ توبہ۔
س: جلدی بتائیں میں اعتبار جلدی کیوں کر لیتی ہوں؟
ج: اس لیے کہ تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں ہوتا۔
س: کوئی اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں جو

ہمیشہ یاد رہے۔

ج: اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کامیابیاں عطا فرمائے۔

عابدہ ہاشمی......لاہور

س: آپی جلدی سے دل کے دروازے کھولیے میں اندر آرہی ہوں۔ آنے دیں گی یا پھر باہر سے ہی......؟

ج: آنکھیں ٹیسٹ کراؤ بی بی دروازہ تو کھلا ہے۔

س: آپی آپ الٹے سیدھے سوالوں کے جوابات دیتے تھکتی نہیں ہیں؟

ج: جیسے سوال ویسے جواب تھکنا کیسا۔

س: آپی آپ کہاں رہتی ہیں؟ اور کہاں تک پڑھا ہے آپ نے؟

ج: رہائش تو تمہارے دل میں ہے۔ پڑھائی...... اچھا لوگ پڑھتے ہیں۔

صدف خان......کوئٹہ

س: آپی محبت کرنے کی سزا کیوں ملتی ہے جبکہ یہ کوئی جرم تو نہیں؟

ج: محبت کی سزا نہیں محبت اگر اللہ سے کی جائے۔

س: آپی جو بہت اپنے ہوتے ہیں وہ دل کیوں توڑتے ہیں؟

ج: پہلے بھی مشورہ دیا ہے دل ٹوٹ جائے تو ایلفی سے جوڑ لیا کرو۔

سبین......لاہور

س: کیا میں آپ کی محفل میں شامل ہو کر آپ کی دوست بن سکتی ہوں؟

ج: آنچل میں دوستی پوچھ کر نہیں کی جاتی بس ہو جاتی ہے۔

س: آپی وہ کون سی دو باتیں ہیں جو انسان کو کامیاب بناتی ہیں؟

ج: اچھا کردار اور بہترین اخلاق، ویسے خوب صورتی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

ہما خان......پشاور

س: آپی جانی جلدی سے بتائیں ہماری کمی تو بہت محسوس ہوئی ہوگی اتنا عرصہ جو غائب رہے ہے نا؟

ج: اچھا تو تم غائب بھی تھیں وہ کیوں بھلا۔

س: آپی جی بہت زیادہ اچھی سی دعا سے رخصت کریں اللہ حافظ

ج: اللہ آپ کو ایک خوش حال گھرانہ عطا فرمائے۔

اریشہ سہیل......کراچی

س: شمی آپی کیسی ہیں آپ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی؟

ج: اللہ کا کرم ہے، خیریت سے تھے پر تمہارے آنے کے بعد کا نہیں پتا۔

س: شمائل آپی ہم نے دو ماہ کے بعد آپ سے رابطہ کیا ہے، کیا آپ نے ہمیں یاد کیا یا پھر......؟

ج: اچھا تو کیا تمہیں یاد بھی کرنا تھا تم نے بتایا کیوں نہیں پہلے۔

س: آپی نئے سال کی آمد آمد ہے دعا کریں کہ نیا سال ہمارے پیارے ملک پاکستان کے لیے خوش آئند ہو؟ ان شاء اللہ۔

ج: دعا کر رہے ہیں، پاکستان اعمال پر نہیں، دعاؤں پر ہی چل رہا ہے۔

س: اچھا آپی ان شاء اللہ اگلے ماہ دوبارہ حاضر ہوں گے، جاتے ہوئے اچھی دعا سے نواز دیں؟

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور ایک اچھا سا......

س: نئے سال کے لیے ایک خوب صورت سا شعر لکھ رہی ہوں ضرور شائع کیجیے گا؟

ج: سال نو میں ڈھیروں گلاب کھلنے ہیں
روٹھے ہوئے دوست سارے منانے ہیں
بند آنکھوں میں جو چبھ رہے ہیں ریت کی طرح
پلکوں کو کھول کے آنسو سارے گرانے ہیں

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹرہاشم مرزا

اوی راجپوت سمبڑیال سے لکھتی ہیں کہ میں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ کے علاج سے اس مرض سے چھٹکارا پاسکوں گی مجھے سارا سال نزلہ زکام رہتا ہے ناک کے غدودوں میں ریشہ ہے۔ ہروقت شوں شوں لگا رہتا ہے۔ گرم دودھ بھی اس مرض کو بڑھا دیتا ہے ناک میں سے بدبو بھی آتی ہے پلیز کوئی بہترین حل بتائیں۔

محترمہ آپ MERC SOL-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ اس مرض سے آپ کو چھٹکارا مل جائے گا۔

ایمان علی ماچھیوال گاؤں سے لکھتی ہیں کہ میرے گال بہت پتلے ہیں اندر دھنسے ہوئے ہیں اور میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا میرے چہرے پر کافی چوٹیں آئی تھیں چوٹ تو ٹھیک ہوگئی مگر نشان نہیں جاتے۔ اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ ALFALFA-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اس طرح کے نشانات آہستہ آہستہ خود ختم ہوجاتے ہیں۔

فرحان احمد علی کراچی سے لکھتے ہیں کہ میں اپنے ہاتھوں اپنی صحت برباد کرچکا ہوں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ STAPHISAGRIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

سبحانی گجرات کوٹلہ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ کی تمام شکایات پڑھیں اتنے سارے امراض کا علاج اتنی دور سے ممکن نہیں اس کے لیے مریض کا سامنے ہونا ضروری ہے لہٰذا آپ کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع فرمائیں۔

نذیر احمد گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میری تین بیٹیاں ہیں اولاد نرینہ کی خواہش ہے اس کے علاوہ مجھے کمزوری محسوس ہوتی ہے حق زوجیت صحیح طریقے پر ادا نہیں کرسکتا میرے ان دونوں مسئلوں کا حل بتائیں۔

محترم آپ SELEXIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں قیام حمل کے پہلے مہینے میں CALCPHOS-CM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ایک مرتبہ رات سوتے وقت بیوی کو پلائیں اور پانچ قطرے دوسرے دن صبح نہار منہ پلائیں ان شاء اللہ امید برآئے گی۔

MK مغل آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ مجھے حسن نسواں کی بہت کمی ہے عمر 23 سال ہے دوسرے سیلان الرحم کے ساتھ چہرے پر چھائیاں بھی ہیں اور میرے سر کے بال بھی بہت گرتے ہیں اور روکھے ہوگئے ہیں میرے ان تمام مسائل کا حل بتادیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں نسوانی حسن میں اضافہ اس عمر میں ممکن نہیں بالوں کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوالیں 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا تین چار بوتل کے استعمال سے بال لمبے، گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

بختاور افتخار عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ پر بے شمار تل ہیں اور ایک تل ابھرا ہوا بھی ہے پہلے براؤن اور پھر کالے ہوجاتے ہیں ان کا کوئی علاج بتادیں اور کیا ہیئر گروور منگوانے کے لیے چار بوتلوں کے اکٹھے پیسے منی آرڈر کرسکتے ہیں۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور اسی کو تلوں پر لگالیا کریں ہیئر گروور کی جتنی

بوتلیں منگوانی ہوں 700 روپے فی بوتل کے حساب سے رقم منی آرڈر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ بوتلوں کی تعداد ضرور لکھیں۔

لبنیٰ جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے شوہر کے سر کے بال تیزی سے گر رہے تھے ہیئر گروور استعمال کرنے سے بال گرنے تو بند ہوگئے ہیں مگر نئے بال پیدا نہیں ہورہے ہیں۔ اس کے لیے کوئی کھانے کی دوا بھی تجویز فرمائیں اور دوسرا مسئلہ میرے بیٹے کا ہے جس کی عمر تقریباً بارہ سال ہے نزلہ زکام کی وجہ سے بال سفید ہونے لگے ہیں اس کا بھی کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ACID FLOUR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں بیٹے کو بھی ہیئر گروور استعمال کرائیں اور JABORANDI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پلائیں۔

محمد اسلم جمبر کلاں قصور سے لکھتے ہیں کہ میری بیٹی کے چہرے پر چھائیاں ہیں اس کا علاج بتادیں اور آنکھیں بہت زیادہ پیلاہٹ کا شکار ہیں۔

محترم آپ اپنی بیٹی کو BERBARIS AQI-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

راجہ احمد نواز کھوٹہ راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ عرصہ تین سال سے مجھے خارش کا عارضہ لاحق ہے۔ سرخ رنگ کے باریک دانے نکلتے ہیں مثلاً سر کے تالو پر ہاتھوں پر بازو پر ٹانگوں پر پٹھوں پر ایسا لگتا ہے جیسے سوئیاں چبھ رہی ہوں ساتھ خارش ہوتی ہے کافی علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا عارضی طور پر ختم ہوتے ہیں دانے مگر کچھ عرصے بعد پھر ہوجاتے ہیں۔ دھوپ میں نکلوں، گوشت کھاؤں کوئی سی بھی گرم اشیا کھانے سے دانوں کا عمل بہت تیز ہوجاتا ہے۔ براہ کرم کوئی مستقل حل بتائیں تاکہ اس موذی مرض سے میری ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے۔

محترم آپ NATRUM MUR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ثمینہ افضل سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرے مسوڑھوں تلے کالا پتھر سا بن گیا ہے اور دانتوں میں سے خون آتا ہے پلیز کوئی اچھی سی دوا بتائیں آپ کا بہت احسان ہوگا۔

محترم آپ KREASOT-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

سائرہ گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مجھے ٹانسلز کا مسئلہ ہے، ٹھنڈا، گرم، کھٹا نہیں کھاسکتی بارہ مہینے تکلیف رہتی ہے۔ نزلے سے میرے سر کے بال سفید ہورہے ہیں میں آپ کا ہیئر گروور اور ایفروڈائٹ استعمال کررہی ہوں۔ یہ اتنی کمال کی چیز ہے دل سے آپ کے لیے دعا نکلتی ہے بہت بڑی نعمت ہے اور پلیز آپ میرا یہ پیغام ضرور لکھیں کہ وہ سب بہنیں جو غیر ضروری بالوں کی وجہ سے پریشان ہیں وہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کا ایفروڈائٹ استعمال کریں تو ان کا مسئلہ سو فیصد ٹھیک ہوجائے گا آپ سفید بالوں کے لیے کوئی کھانے کی دوا بھی بتادیں۔

محترمہ آپ JABORANDI-30 کے پانچ قطرے آدھے کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور BRYTA CARB-30 کے پانچ قطرے دوپہر اور رات کو پیا کریں۔

تنزیلہ اقبال رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کریں۔

محترمہ آپ PITUITRIN-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں بھابی کو PULSATILLA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں وزن کم کرنے کے لیے PHYTOLACCA -BARY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے لیا کریں۔ یہ دوائیں جرمنی کی بنی ہوئی کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں۔

موٹاپے کی دواؤں کے کوئی مضر اثرات نہیں ہیں ہر ایک استعمال کرسکتا ہے۔

شازیہ گل کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ORIGANUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ دوبارہ والا معاملہ کلینک پر آ کر بات کریں۔

صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کی شادی سولہ سال کی عمر میں ہوئی تھی اس کے تین بچے ہیں اور انگلینڈ میں رہائش پزیر ہے آٹھ ماہ سے اس کو FIBROID کی بیماری ہے۔ میری بہن ایلو پیتھی دوائیں نہیں کھانا چاہتی برائے مہربانی علاج بتادیں آپ کی مہربانی ہوگی بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔

محترمہ آپ اپنی بہن کو AURUM CHLOR NAT-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پلایا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

انیلا ظہیر بھکر سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکل رہے ہیں جس کی وجہ سے میری جلد بہت خراب ہوگئی ہے میرے گالوں پر گڑھے بڑھ گئے ہیں اس کا علاج بتادیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

ثمرین سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن تیزی سے بڑھ رہا ہے اور چہرے پر دانے ہیں جو داغ چھوڑ جاتے ہیں میرے دونوں مسئلوں کا کوئی حل بتائیں۔

محترم آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور PHYTOLACCA BARY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دوپہر اور رات کو لیں۔

پ الف سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو ڈیڑھ سال ہوگیا ہے شادی کے تین ماہ بعد حمل ہوا تھا لیکن چوتھے ماہ ابارشن ہوگیا اور اس کے بعد اب تک کوئی امید نہیں لگی مجھے رسولیوں کا بھی مسئلہ ہے بہت علاج کرایا ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے حمل میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے مجھے اس مسئلے کی وجہ سے پورے جسم میں درد رہتا ہے کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ AURUM CHLOR NAT-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نمرہ محفوظ بٹ کوٹلی آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پورے جسم پر بہت زیادہ بال ہیں میں بہت زیادہ پریشان ہوں آپ سے گزارش ہے کہ مہربانی کر کے مجھے ایسا علاج بتائیں کہ میرا مسئلہ مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے حل ہوجائے۔

محترمہ آپ OLIUM JAC-3X کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں اور مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ایفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 4,5 کے استعمال سے ان شاء اللہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

صبا حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے مثانے میں انفیکشن ہے علاج تو بہت کرایا مگر کچھ دن آرام آتا ہے پھر وہی حال ہوتا ہے گردے میں سعالنگ ہوجاتی ہے مثانے میں کھنچاؤ ہے میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں چکنائی والی چیزیں نہیں کھا سکتی اگر کھالوں تو دل پر بوجھ سا ہوجاتا ہے دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے سانس رکتا ہے سینے اور پٹھوں میں کھنچاؤ آجاتا ہے بائیں بازو اور بائیں پھٹے میں درد ہوتا ہے ہاتھ پاؤں سن ہوجاتے ہیں اور میرے چہرے پر بال اگ رہے ہیں میں منی آرڈر کر رہی ہوں آئل بھیج دیں میرے تمام مسائل کا حل بتادیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ APIS-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام پیا کریں اور SERUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی

میں ڈال کر دو پہر اور رات کو پیا کریں۔
دعا زہرہ منڈی بہاؤ الدین سے لکھتی ہیں کہ مجھے پسینہ بہت آتا ہے اور اس میں بدبو بہت ہوتی ہے اس کا علاج بتادیں۔ دوسرا مسئلہ میری بھانجی کا ہے اس کی عمر بارہ سال ہے مگر چھ سال کے بچے کی طرح ہے اور اس کے منہ سے بدبو بھی بہت آتی ہے اور جسمانی طور پر بھی بہت کمزور ہے اس کے لیے بھی کوئی دوا بتادیں تیسرا مسئلہ میری سسٹر کا ہے جس کی عمر 39 سال ہے، 6 بچے ہیں آخری بچے کی دفعہ بڑا آپریشن ہوا ہے جبکہ پہلے بچے نارمل ہوئے ہیں ان کا پیٹ بہت بڑھ گیا ہے اس کا علاج بتادیں۔
محترمہ آپ JABORANDI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور اپنی بھانجی کو KALI PHOS-200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر روزانہ ایک مرتبہ پلایا کریں اور اپنی بہن کو CALC FLOUR-6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے پلایا کریں۔
پریشاء خان ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری بڑی بہن پریگنٹ ہے اسے الٹیاں بہت ہوتی ہیں۔ کوئی اچھی سی دوا بتادیں جس سے الٹی رک جائے۔ دوسرا مسئلہ میری کزن کا ہے وہ میرڈ ہے وہ جب اپنے شوہر سے ملتی ہے تو اسے سوزش ہوجاتی ہے اور درد بھی رہتا ہے۔
محترمہ آپ اپنی بہن کو دوران حمل کی متلی الٹی کے لیے SYMPHORICOR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں اور اپنی کزن کو ARGENT NIT-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں۔
عائشہ پروین حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے خون کی کمی ہے اور اعصابی کمزوری ہے جس کی وجہ سے ہڈیوں میں ہلکا ہلکا درد رہتا ہے پٹھے کھنچے کھنچے رہتے ہیں اور چہرے پر چھائیں ہیں لیکن دانوں کے نشان بہت زیادہ ہیں علاج بتادیں۔
محترمہ آپ LECE THIN-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور GRAPHITES-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔
م الف لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔
محترمہ آپ COLLIN SONIA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔
مہوش کلر بورے والا سے لکھتی ہیں کہ میرا معدے کا مسئلہ ہے کھانا بالکل بھی ہضم نہیں ہوتا علاج بتادیں اور بواسیر بھی ہے۔
محترمہ آپ NUX VOMICA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام پیا کریں اور COLLIN SONIA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دو پہر اور رات کو پیا کریں۔
تسیم بیگم کراچی سے لکھتی ہیں کہ لیڈی ڈاکٹر حسن بانو کس وقت کلینک پر ہوتی ہیں۔
محترمہ آپ صبح 10 تا 1 بجے کسی وقت بھی ڈاکٹر صاحبہ سے ملاقات کرسکتی ہیں۔
ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔
صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850
خط لکھنے کا پتا
آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

حنا احمد

آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا خاتمہ

○ رات کو 5 عدد بادام کی گریاں پانی میں بھگو دیں۔ صبح چھلکا اتار کر نہار منہ ایک ایک بادام چبا کر اس طرح کھائیں کہ لعاب دہن (تھوک) کے ساتھ مل جائے۔ اس کے بعد ایک کپ دودھ بالائی اتار کر پی لیں۔ رنگت نکھرے گی اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بھی آہستہ آہستہ دور نہ سہی لیکن بہت حد تک کم ضرور ہو جائیں گے۔

دوپہر کا کھانا

○ صبح دس بجے ایک سیب کھائیں یا موسم کے اعتبار سے تازہ پھلوں کا ایک گلاس جوس پیجئے۔ دوپہر کے کھانے میں ایک چپاتی اور حسب پسند سالن کے ساتھ ایک کھیرا' ایک ٹماٹر اور تھوڑی سی بند گوبھی کی سلاد کھائیں۔ اگر آپ شام کو چائے پینا چاہیں تو اس کے ساتھ دو عدد بسکٹ کھالیں۔

رات کا کھانا

○ رات ساڑھے آٹھ یا نو بجے کھانا کھالیں۔ لیکن پیٹ بھر کر نہیں بلکہ تھوڑی سی بھوک رکھ کر کھائیں اور سونے سے پہلے ایک کپ دودھ بغیر بالائی والا پی لیں۔ اور کسی اچھی کتاب کا مطالعہ بیٹھ کر ضرور کریں لیٹ کر نہیں۔

یہ تو متوازن غذا اور صحت مند سرگرمیوں کی باتیں تھیں۔ اب آپ کو چند ایسے ٹوٹکے بتاتا ہوں جو آپ کی رنگت نکھارنے اور آپ کو جاذب نظر بنانے میں اپنی مثال آپ ہیں۔

○ بیسن لے کر رکھ لیں۔ صبح سویرے کچے دودھ کی آدھی پیالی میں بیسن یا ابٹن ڈال کر گاڑھا پیسٹ بنالیں۔ اور چہرے پر لیپ کریں۔ دو منٹ کے بعد انگلیوں کی پوروں سے نیچے سے اوپر کی جانب آہستہ آہستہ ملیں۔ ابٹن نیچے گرتا جائے' یہاں تک کہ چہرہ صاف ہو جائے۔ اب چہرے کو ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔ آنکھوں میں ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ماریں' پھر کسی صاف ستھرے تولیے یا ٹشو پیپر سے چہرہ صاف کرلیں۔ دودھ کی خوشبو دور کرنے کے لئے ٹالکم پاؤڈر ہتھیلیوں پر مل کر چہرے کو ہاتھوں سے آہستہ آہستہ تھپتھپائیں۔ چہرے کی جلد نرم بلکہ مخملیں سفید ہو جائے گی۔

○ بعض خواتین یا نوجوان لڑکیوں کے چہرے پر چھائیاں سی پڑ جاتی ہیں۔ جگر کی گرمی بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے۔ جگر کی گرمی دور کرنے کے لئے دس' گیارہ دانے عناب لے لیں اور رات کو کسی مٹی کے پیالے میں بھگو دیں۔ صبح نہار منہ ان دانوں کو مسل کر موٹی ململ کے کپڑے سے چھان کر شکر ملا کر پی لیں۔ اکیس بائیس دنوں بعد نتائج سامنے آنا شروع ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ زیادہ چکنائی اور گرم تاثیر کی چیزوں بالخصوص گڑ' تیل' بینگن' مسور کی دال وغیرہ سے پرہیز کریں۔

○ ایک کچا آلو بڑے سائز کا لے کر اچھی دھولیں اور اسے چھیل کر کوٹ لیں۔ کٹے ہوئے آلو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ململ کے کپڑے میں باندھ کر پوٹلیاں بنالیں۔ ان پوٹلیوں کو آنکھوں پر رکھ کر پندرہ منٹ کے لئے لیٹ جائیں۔ پندرہ منٹ کے بعد پوٹلیاں ہٹالیں۔ حلقوں کے غائب ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں کو تر و تازگی ملے گی۔ ہفتے میں ایک بار اس عمل کا دہرانا آنکھوں کو حلقوں سے ہمیشہ بچائے رکھتا ہے۔

○ کچے دودھ کی جھاگ حلقوں پر لگانے سے ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

○ رات سونے سے پہلے اور صبح اٹھنے کے بعد ٹھنڈے پانی کے چھینٹے آنکھوں پر مارنے سے ان کے گرد پڑے ہوئے سیاہ حلقے ختم ہو جاتے ہیں۔

○ آنکھوں کے گرد زیتون یا بادام روغن کی نرمی سے مالش کرنے سے حلقوں سے نجات مل جاتی ہے۔

○ دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر گرم کریں اور پھر انہیں آنکھوں پر رکھ کر آہستہ آہستہ حلقوں والی جلد کو حدت پہنچائیں۔ بہت جلد حلقوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔

○ کچا کھیرا چھیل کر اس کی دو پوٹلیاں بنالیں۔ پوٹلیاں سوتی کپڑے کی ہونی چاہئیں۔ ان پوٹلیوں کو پندرہ سے بیس منٹ تک آنکھوں پر رکھا رہنے دیں۔ چند روز تک یہ عمل کرنے سے آنکھوں کے حلقے ختم ہو جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ پوٹلیوں میں روزانہ تازہ کھیرا ڈالا جانا

چاہیے۔
○ آنکھوں کو تازگی اور فرحت بخشنے کے لئے تولیے کو ٹھنڈے پانی میں بھگو کر آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ سکون ملے گا۔
○ آنکھوں کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے انہیں عرق گلاب سے دھوئیں۔
○ چھوٹی ہڑ کا مربہ آنکھوں کو طاقتور بنانے میں نہایت کارآمد ہے۔
○ آدھے لیموں کا رس‘ ہلدی آدھا چائے کا چمچ‘ بیسن دو کھانے کے چمچ ملا کر پیسٹ بنالیں اور اس کا ماسک چہرے پر لگائیں۔ جھائیاں دور ہو جائیں گی۔
○ سفید تل لیجئے اور بھینس کے دودھ میں ڈال کر پیس لیں اور رات سوتے وقت چہرے پر ملیں۔ صبح اٹھ کر کسی اچھے صابن سے منہ دھولیں۔ جھائیاں دور ہو جائیں گی۔ چہرہ کھل جائے گا۔ دن میں بھی چہرے کی صفائی کا خیال رکھیں۔
○ بادام تھوڑے پانی میں بھگو دیں۔ پھر اسی پانی میں بادام پیس لیں اور یہ آمیزہ رات کو چہرے پر لگائیں اور صبح کسی اچھے صابن سے منہ دھولیں۔
○ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ چہرے پر جھریاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ انہیں دور کرنے کے لئے روزانہ 10 منٹ تک چہرے اور گردن پر زیتون یا روغن بادام کا مساج کریں۔ پھر جلد کی مناسبت سے اچھے صابن سے منہ دھولیں۔ جھریوں کے ساتھ ساتھ جھائیوں کے لئے بھی مفید ہے۔
○ اپنی رنگت نکھارنے کے لئے صبح نہار منہ دو تین گلاس تازہ پانی پینا اپنا معمول بنا لیجئے۔ شروع میں ایک آدھ گلاس پیجئے۔ آہستہ آہستہ آپ کی عادت بن جائے گی۔ اس سے قبض نہیں ہوگا۔ خون پتلا اور صاف ہوگا۔ دوران خون ٹھیک رہے گا۔ آنکھوں کی چمک بڑھے گی۔ چہرے کی تازگی اور دلکشی میں اضافہ ہوگا۔
○ آنکھوں کو خوب صورت رکھنے کے لئے رات کو جلدی سونا چاہئے۔ نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں۔
○ پڑھتے وقت مناسب روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ روشنی اگر مدہم ہے یا پھر سامنے کی طرف سے آنکھوں پر پڑ رہی ہے تو یہ آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ پڑھتے وقت ٹیبل لیمپ کا استعمال مناسب رہے گا اور لیٹ کر مطالعہ کرنے سے پرہیز کریں۔
○ اگر آنکھوں میں تھکاوٹ یا بوجھل پن کا احساس ہو تو فوراً آنکھوں کو آرام دیں۔
○ ٹی وی‘ کمپیوٹر کے سامنے کم از کم آٹھ فٹ کا فاصلہ رکھیں اور بالکل سامنے بیٹھنے سے گریز کریں۔
○ گرمی کے موسم میں باہر نکلتے وقت گہرے رنگ کے شیشوں والا چشمہ ضرور استعمال کریں اور گھر پر عرق گلاب سے آنکھیں دھوئیں۔ اس طرح آنکھوں کی تازگی بحال رہے گی۔ گندے ہاتھوں یا پھر گندے تولئے سے آنکھوں کو صاف نہ کریں۔
○ آنکھوں کے جملہ امراض میں گل نیلوفر کا سونگھنا باعث شفاء ہے۔
○ صبح اٹھنے کے بعد آنکھوں کو عرق گلاب سے دھولینا چاہئے۔ اس سے آنکھوں میں رات بھر کا جما ہوا میل اور پانی نکل جاتا ہے اور آنکھیں محفوظ رہتی ہیں بیماریوں سے۔
○ رات کو سونے سے پہلے پیروں پر سرسوں کے تیل کی مالش کرنا آنکھوں کو پرسکون کرتا ہے اور پورے دن کی تھکاوٹ سے نجات مل جاتی ہے۔
○ سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے بعد آنکھوں میں خالص شہد ڈالنا بینائی کو قائم اور آنکھوں کو صاف رکھتا ہے۔
○ آنکھوں کو مٹی‘ گرد و غبار‘ تیز دھوپ اور دھوئیں سے بچائیں۔
○ پانی ابال کر فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کرلیں اور اس میں تھوڑا سا نمک شامل کرکے آنکھیں دھوئیں۔ آنکھوں میں چمک پیدا کرنے کا کارآمد ٹوٹکا ہے۔
○ نظر کا کام بہت زیادہ کرنے کی وجہ سے آنکھیں دکھنے لگیں تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ماریں اور برف کی ٹکور کریں۔